۶۸۶

# لختِ جگر

(حصۂ دوم)

(لڑکیوں کے لئے)

مصنفہ

بشیر الدین احمد دہلوی

# فہرست تصانیف جناب شمس العلماء ڈاکٹر مولوی حافظ نذیر احمد صاحب مرحوم

| | قیمت | مجلد | محصول ڈاک |
|---|---|---|---|
| ۱ قرآن مجید مترجم کلاں معہ فرہنگ الفاظ اردو ۲۹×۲۲ دو صفحہ کاغذ ولایتی -- | لعہ | عمہ | ۴ہر |
| ۲ " متوسط "جامع المصاحف" چوصفحہ - کاغذ سفید - ترجمہ بین السطور | صہ | عہر | ۹ر |
| ۳ " " " "غرائب القرآن" ترجمہ بر صفحہ مقابل کاغذ سفید | للعہ خانی لیے | " | ۱۳ر |
| ۴ حمائل شریف ۱۶×۲۲ - ترجمہ بین السطور مع فرہنگ الفاظ و محاورات اردو | للعہ | صہر | ۷ر |
| ۵ ادعیۃ القرآن - قرآن شریف کی ساری دعائیں مع ترجمہ و مفصل دیباچہ جس میں دعا اور اس کی مقبولیت وغیرہ کے عمدہ مضامین ہیں وظیفے کیلئے ایک نایاب کتاب ہے | ۸ر | • | ۳ر |
| ۶ دہ سورہ فی احسن معجزہ - مروجہ پنج سوروں کی جگہ مترجم سفر حضر میں پڑھنے کے لئے بہت کام کا ہے - حمائل کی تقطیع — — — — — | ۸ر | • | ۳ |
| ۷ الحقوق و الفرائض - حصہ اول حقوق اللہ - حصہ دوم حقوق العباد - حصہ سوم اخلاق و آداب - مسائل شرعیہ میں اس سے بہتر جامع اور مانع - سریع الفہم اور کوئی کتاب نہیں ہے ہر سہ حصص مکمل — — — — — | صہر | • | ۱۰ر |
| ۸ اجتہاد - اس کتاب میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ اسلام اور اسلام کے معتقدات فطری ہیں دنیا میں اگر کوئی مذہب سچا ہے تو وہ اسلام ہی ہے "کافر نتوانی شد ناچار مسلمان شو" ہر مسلمان کو اس کتاب کو ضرور پڑھنا چاہیئے کہ تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں .. — | ںہر | • | ۴ر |
| ۹ حیات النذیر - مولوی صاحب مرحوم کی مفصل اور مکمل سوانح عمری مع تصویر عکسی اور دو عکسی خطوط قلمی مرحوم (۴۹۶) صفحے — — — — | سے ر | • | ۸ر |
| ۱۰ نظم بے نظیر - جناب مغفور کی کل نظموں کا مجموعہ معہ صراحت اس امر کے کہ کس تقریب میں پڑھی گئی تھیں - از حد دلچسپ - — .. — | عہر | | ۴ر |

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ

یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور (دلوں کی) صفائی میں اس کو بڑا دخل ہے

دوستو نذر ہیں یہ حال دکھ تھوڑے سے
اشک خوں تھوڑے سے اور لخت جگر تھوڑے سے

# لخت جگر
حصہ دوم

جو مجموعہ ہے

نثر و نظم کے متعلق بہ نسوان بے نظیر اور نہایت دلچسپ مضامین کا

مرتبہ و مصنفہ


خاکسار بشیر الدین احمد دہلوی ایم آر اے
ایس تعلقدار (کلکٹر) ضلع بیڑ سرکار عالی نظام خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ


۱۳۳۹ھ
۱۹۲۱ء


باہتمام منشی عبد العزیز خاں مینیجر
عزیزی پریس آگرہ میں چھپا گیا

دفعہ اول (۱۰۰۰) (تمام حقوق محفوظ ہیں) قیمت ہر دو حصص مجلد نقرئی محصول ڈاک

فہرستِ مضامین حصّہ ۱ دوم نخبتہ جگر

| نشانِ سلسلہ | مضمون | مصنف | صفحہ | کیفیت |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ |

## ضمیمۂ اوّل بہارستانِ نثر

## ضمیمہ دوم چمنستانِ نظم

ع۸ آپ کا اردو اور فارسی کا کلام تصوف اور فلسفہ میں ڈوبا ہوا ہے آپ کی دو مشہور مثنویاں "رموز بے خودی" اور اسرار خودی دیکھنے قابل ہیں - سیالکوٹ پنجاب کے متوطن ہیں -

۳ اب لاہور چیف کورٹ کے جج ہیں -

ختم شد

انیس اور دبیر دو ہم عصر مرثیہ گو ایسے زبردست گزرے ہیں کہ حق کما حقہٗ ان بزرگوں کی تعریف ناممکن ہے۔ ایک سے ایک بڑھ چڑھ کر دونوں صاحبوں کے کلام معجز نظام کے دفتر کے دفتر ہیں ۔ فصاحت۔ بلاغت۔ بندش کی عمدگی ۔ برجستگی۔ نفاست۔ نزاکت کون سی بات ہے جو بوجہِ اتم نہیں ہے۔ مولنا شبلی کا موازنۂ انیس و دبیر اور اُس کا جواب المیزان دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ کس وقار اور پایہ کے تھے ایک ہی مضمون کو صدہا طرح باندھنا اور حسب لکھنؤی طرز سے کرشمۂ قدرت اور اُن کی جودتِ طبع کا کھلا ثبوت ہے۔ ولادت ۱۲۱۶ھ وفات ۱۲۹۲ھ ۔ مدفن لکھنؤ۔

۱۵ میرٹھ کے رہنے والے عیسائی مذہب الہ آباد کے مشہور رسالہ ادیب کے اڈیٹر رہے اس کے بند ہونے کے بعد لکھنؤ سے ایک اپنا رسالہ "العصر" نکالا وہ بھی کچھ دنوں چل کر بند ہو گیا۔ آدمی بڑے قابل اور ذہین ہیں۔ نثر و نظم دونوں خوب لکھتے ہیں مگر زمانے کی نامساعدت کا شکار ہیں اور ایسے گرفتارِ مصیبت و آلام ہیں

| سلسلہ نشان | مضمون | مصنف | صفحہ | کیفیت |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۵ |
| کہ کچھ کر | تے دھرتے بن نہیں پڑتی ۱۶ | مشہور و یگانۂ عصر | نثار - نظم | کی طرف توجہ کرنے کی |
| دیر تھی کہ | دریا رواں ہوگیا - صاحبِ | تصانیف کثیرہ - مترجم کلامِ | ربانی - | تعلیمِ نسواں کے |
| سرگرم حا | می و مددگار - سر سید احمد | خاں کے یارِ غار - مولد بجنور - | مدفن دہلی | و لادت |
| ۶ دسمبر ۱۸۳۶ع | - وفات سر سید ۱۹۱۲ع - | عمر (۷۶) سال ۱۷ | شیخ ولی | محمد صاحب |
| آگرے کے | بڑے مشہور شاعر - مزاج | میں چہل - کلام پر لطف - | اس زمانے | میں نیچرل |
| نظمیں بس | انھیں کی دیکھی گئیں - ان | کے کلام کا کیا کہنا - ہر قسم اور | ہر رنگ | کے استاد تھے |
| ۱۸ انیس | کے ساتھ ذکر آچکا ہے - | لکھنوی - ولادت ۱۲۲۰ھ - | وفات | ۱۲۹۲ھ |
| مدفن لکھنؤ | ۱۹ سلاطین مغلیہ کے | آخری تاجدار - کلام درد | اور تصوف | سے |
| بھرا ہوا - | آپ کے کلام کی نسبت سوائے | اس کے کیا کہا جا سکتا ہے کہ | کلام | الملوک |
| ملوک الکلام - | ولادت ۱۱۷۵ھ - وفات ۱۲۶۲ھ - | مدفن رنگون ۲۰ | اپنے | منہ |
| میاں مٹھو - | ع عالم ہمہ افسانۂ ما دارد | و ما ہیچ - ریاست حیدرآباد | دکن میں | کلکٹر تھا |
| اب معقول | پنشن پاتا ہوں - اور دہلی | اپنے وطن میں زندگی کے | آخری دن | بسر کرتا ہوں |
| جس کا نمک | کھاتا ہوں وہاں رہتا نہیں - | جہاں رہتا ہوں اُس کا | نمک | خوار نہیں - |
| باپ کی طرح | تعلیمِ نسواں کا گرویدہ ہوں - | زنانہ لٹریچر کی کئی کتابیں | لکھ چکا ہوں | اور لکھتا رہتا ہوں - ع |
| بریں می زیم | ہم بریں بگذرم - فنِ تاریخ | اور آثارِ قدیمہ کا چسکا ہے - | جس کا | نتیجہ تاریخ بیجا نگر - |
| تاریخ بیجا | پور اور تاریخ دہلی ہے - | ولادت ۱۴ اگست ۱۸۶۱ع - | فقط | |

# حصۂ دوم

## ضمیمۂ اوّل

# بہارستانِ نثر

نثر حُسن و جمال کی صورت ✣ نظم غنج و دلال کی صورت

قال اُس کا وہ آئینہ جس میں ✣ نظر آتی ہے حال کی صورت
تہنیت اک نشاط کی تصویر ✣ تعزیت ایک ملال کی صورت

---

خداوندِ ارض و سما ایک ہے ✣ قسم ہے خدا کی خدا ایک ہے
برابر ہے اپنا وجود و عدم ✣ ہماری بقا اور فنا ایک ہے
عدم ابتدا ہے عدم انتہا ✣ مری ابتدا انتہا ایک ہے
ذرا غور سے مرآتِ دل کو دیکھ ✣ یہ آئینۂ حق نما اور ہے
جہاں میں ہیں غافل بہت سے طریق ✣ مگر راہِ صدق و صفا اور ہے
کہو گے جو کچھ تو سنو گے بھی رند ✣ ہنسی میں تو شاہ و گدا ایک ہے

---

کرشمہ اور ناز - قول - بات - مبارک باد - ماتم پرسی - زمین اور آسمان - ہونا اور نہ ہونا
آئینہ - حق کا دکھلانے والا - سچائی اور صفائی کا رستہ - بادشاہ اور فقیر -

# خدائے تعالیٰ کے جلوے

خدا کی شان کے بھی کیا کیا جلوے ہیں! وہ ہم کو پیدا کرتا ہے پالتا ہے۔ مارتا ہے۔ دیتا ہے۔ لیتا ہے۔ دولت مند کرتا ہے مفلس[۱] بناتا ہے کبھی پہاڑوں پر گھٹائیں اٹھاکر سمندر سے پانی برساتا ہے۔ گرمیوں میں آندھیاں چلاتا ہے۔ برسات میں اُن کا نام نشان مٹاتا ہے۔ غرض ہر چیز کو بدلتا رہتا ہے مگر خود نہیں بدلتا۔ مینہ جب برستا ہے تو سب جگہ اُس کا ایک مزہ ہوتا ہے مگر جب وہ اَور چیزوں کے ساتھ ملتا ہے تو مختلف[۲] مزے چکھاتا ہے ایسے ہی خدا اپنی ذات سے واحد[۳] ہے مگر اپنے جلوے مختلف چیزوں میں جُدا جُدا دکھاتا ہے جیسے شیشے کو تغیّر[۴] اُن رنگوں سے ہوتا ہے جس پر وہ لگایا جاتا ہے ایسے ہی اُس کی شان کی نیرنگی[۵] ہزاروں رنگ ہر ذرّے میں دکھاتی ہے گو اُس کی ذات پاک جیسی ہے ویسی ہی رہتی ہے۔ اُس کی ذات بے حد و بے پایاں[۶] ہے وہ ہمارے فکر و غور سے نہیں نپ سکتی مگر وہ خود سب کو ناپ لیتی ہے۔ وہ خود کوئی حاجت نہیں رکھتا مگر سب کا حاجت روا[۷] ہے۔ اُس کی طرف جانے کی مختلف راہیں انسان نے مقرر کی ہیں مگر وہ سب اُس کی ذات میں جا ملتی ہیں۔ جیسے گنگا کی دھاریں گو بہت ساری ہیں اور مختلف راہوں میں چلتی ہیں مگر سب ساگر[۸] میں جا ملتی ہیں۔

(شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ)

۱ غریب۔ ۲ طرح طرح کے۔ ۳ اکیلا۔ ۴ حالت بدلنا۔ ۵ کیفیت طلسم۔ ۶ بے انتہا۔ ۷ ضرورتوں کا پورا کرنے والا۔ ۸ سمندر۔ ۱۲

# پیغمبر صاحب کے ارشادات

(۱) تم زمین والوں پر رحم کرو۔ آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(۲) ظلم سے بچو کیوں کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی[1] میں ڈالے گا۔

(۳) حرص سے بچو کیونکہ حرص کے باعث پہلے لوگ بہت ہلاک ہو گئے۔

(۴) شراب سے بچو کیوں کہ یہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

(۵) اگر تم کسی کو تادیب[2] کرو تو اُس کے منہ پر مت مارو دوسرے حصّے پر مارنے کا مضایقہ نہیں۔

(۶) اچھے کاموں میں اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ انسان زبان کو بُری باتوں سے محفوظ رکھے۔

(۷) بندوں میں اللہ تعالیٰ کا پیارا وہ شخص ہے جس کا خلق اچھا ہو۔

(۸) اللہ تعالیٰ کو وہ کھانا پسند ہے جس پر کثرت سے ہاتھ پڑتے ہوں۔

(۹) جب تمھارے پاس کوئی شخص ملنے کو آئے تو اُس کی عزت کرو۔

(۱۰) سلام مصافحہ سے کامل ہوتا ہے۔

(۱۱) بُری باتوں کا چھوڑنا بھی ایک نیکی ہے۔

(۱۲) جو کچھ علم حاصل کیا کرو اُس کو لکھ لیا کرو تاکہ بھول نہ جاؤ۔

(۱۳) بڑا اندھا وہ ہے جس کا دل اندھا ہے۔

(۱۴) مزدور کو اُس کی مزدوری اس کا پسینا خشک ہونے سے پہلے دے دو۔

(۱۵) دوزخ سے بچو خواہ کھجور کا چھوٹا سا ٹکڑا خیرات کرنے سے ہو۔

(۱۶) اپنے معاملات کو رازداری سے طے کرو اور اپنی ضرورتیں چپکے چپکے پوری کیا کرو۔

[1] اندھیرا ۔ [2] ادب دینا ۔

(۱۷) ایسے شخص کی صحبت میں کچھ بہتری نہیں ہے جو اپنا نیک و بد دیکھے اور تمہاری پروانہ کرے۔

(۱۸) کھاتے وقت جوتیاں اُتار لیا کرو کہ یہ عمدہ طریقہ ہے۔

(۱۹) اپنی اولاد کو تین خصلتوں سے آراستہ کرو اور ادب سکھاؤ (۱) اپنے رسولؐ کی محبت (۲) آپ کے اہل بیت کی محبت (۳) قرآن شریف کا پڑھنا اس لیئے کہ قرآن پڑھنے والے خدا کے سایہ میں ہوں گے جس دن سوائے اُس کے اور کسی کا سایہ نہ ہوگا اور ایسے شخص کا انبیا علیہ السلام اور خدا کے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ حشر ہوگا۔

(۲۰) جب خدا تمھیں مال دے تو اس کا اثر تمہارے اوپر ہونا چاہیئے اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے بندے کے بدن پر اُس کی خوبی کا اثر دیکھے اور اس کو دوست نہیں رکھتا کہ فقیری اور محتاجی اپنے بندے پر دیکھے

(۲۱) مسلمان ایک سوراخ سے دوبار نہیں کاٹا جاتا یعنی جس چیز سے ایک بار نقصان اُٹھائے پھر دوبارہ اُس کی طرف رُخ نہیں کرتا۔

(۲۲) جب کھانا کھاؤ تو داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور پانی بھی داہنے ہاتھ سے پیو کیوں کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے۔

(۲۳) جب کسی شخص کو غصہ آئے اگر وہ کھڑا ہو تو چاہیئے کہ بیٹھ جائے اگر غصہ جاتا رہا تو خیر ورنہ لیٹ جائے۔

(۲۴) اپنے مُردوں کا تذکرہ بھلائی کے ساتھ کرو اُن کی اچھی اچھی باتیں بیان کرو اُن کی بُرائی کا تذکرہ نہ کرو۔

---

منتخب۔ چنے ہوئے۔ پسندیدہ ۔ ۱۲

(۲۵) جب تین آدمی ایک جلسے میں ہوں تو یہ نہ چاہیے کہ دو آدمی تو کانا پھوسی[1] کرنے لگیں اور ایک آدمی کو اکیلا چھوڑ دیں۔

(۲۶) تمھارے اوپر ایک چھوٹے سے سر والا حبشی غلام حاکم بنا یا جائے تب بھی اُس کی اطاعت اور فرماں برداری کرو۔

(۲۷) اللہ تعالیٰ کا زیادہ شکر کرنے والا وہ شخص ہے جو آدمیوں کی شکر گزاری سے دریغ نہیں کرتا۔

(۲۸) خدا کا تابع دار بندہ وہ ہے جو اپنے ملنے والے سے سلام میں سبقت[2] کرے۔

(۲۹) اچھا کسب[3] انسان کا اپنے ہاتھ سے کمانا اور ہر ایمان داری کی تجارت ہے۔

(۳۰) اللہ کی عبادت کرو۔ کسی کو اُس کا شریک مت جانو اور نماز پڑھو۔ زکوٰۃ دو۔ حج وعمرہ کرو۔ رمضان کے روزے رکھو اور ایسی بات اختیار کرو جو لوگوں کو پسند ہو اور وہ تمھارے پاس آئیں اور ایسی بات جو اُن کو ناگوار ہو نہ کرو کہ وہ تمھارے پاس نہ آئیں۔

(۳۱) آپس میں سلام کرنے کی عادت ڈالو تو محبت بڑھے گی۔

(۳۲) اکثر گناہ آدمی کی زبان کی بدولت[4] ہوا کرتے ہیں۔

(۳۳) آدمیوں میں بہتر قیامت کے دن وہ شخص ہے جو میرے اوپر زیادہ درود پڑھے۔

(۳۴) حق والے کو ہر طرح سے بات کرنے کا حق ہے۔

(۳۵) لوگوں کو اُن کے مرتبے کے موافق جگہ دیا کرو۔

---

[1] سرگوشی کرنا۔ [2] پہل۔ [3] کمائی۔ [4] وجہ سے۔ ۱۲

(۳۶) میں اپنی اُمت کے آدمیوں کو قسم دیتا ہوں کہ حمام میں بغیر تہمد باندھے داخل نہ ہوں اور اپنی اُمت کی عورتوں کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ وہ حمام میں نہ جائیں۔
(۳۷) ظالم اور ظالم کے مددگار دوزخ میں جائیں گے۔
(۳۸) مُردوں کو نیک لوگوں کی قبروں کے بیچ میں دفن کیا کرو کیوں کہ مُردے کو بھی بُرے پڑوسی سے ویسی ہی تکلیف ہوتی ہے جیسے کہ زندہ کو۔
(۳۹) اپنے ایمان کی تجدید لا الٰہ الا اللہ کے ذکر سے کیا کرو۔

## توحید[1]

ہر گیاہی کہ بر زمیں روید وحدہٗ لا الٰہ می گوید[2]

دنیا میں بہتیرے ہی مذہب ہیں اور ہر ایک مذہب کا مقصودِ اصلی ہی اصلاح گو وقتی[3] اور مقامی خصوصیتوں کی وجہ سے اصلاح کے اصول میں کچھ اختلاف بھی ہو۔ غرض انسانی اصلاح کے اعتبار سے اسلام کو دوسرے مذہبوں پر کچھ ایسی فوقیت[4] نہیں۔ ہاں فوقیت ہی تو توحید میں ہی مگر مسلمانوں نے ایسا گول[5] مال لگایا ہی کہ اسلام کے سارے فخر کو ملیامیٹ[6] کر دیا اب سچ پوچھو تو مسلمانوں کا مُنہ نہیں کہ اہلِ کتاب[7] بلکہ بُت پرستوں کی توحید کو آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکیں۔ قرآن کا شاید ایک صفحہ بھی مشکل سے ملے گا جس میں توحید کا مذکور نہ ہو۔ تم نے ابھی مذہب ہی کو نہیں سمجھا کہ مذہب ہی کیا چیز اور کہاں سے اس کی ابتدا ہوئی۔ مذہب کی

[1] خدا کو ایک جاننا۔ [2] جو گھاس زمین پر اُگتی ہو (وہ بھی) اللہ ایک ہی اور اُس کا شریک کوئی نہیں کہتی ہی۔ [3] بہ اعتبار زمانہ اور بہ اعتبار اُس مقام کے کہ جہاں رہتے ہیں۔ [4] بڑائی۔ برتری۔ [5] اُلجھا دیا ہی گڑبڑ کر دی ہی۔ [6] ستیاناس۔ نیست و نابود۔ مٹا دیا۔ [7] یہود اور نصاریٰ اہل کتاب ہیں کہ خدا کی طرف سے ان قوموں پر کتابیں اُتریں۔ ۱۲

مثال صرف[1] و نحو کی سی ہے۔ صرف و نحو نے زبان کو نہیں بنایا بلکہ لوگوں نے
زبان سے صرف و نحو کو بنایا ہے یعنی اہل زبان کو ایک طور پر بولتے سنا اُس
طور کو قاعدے کے طور پر منضبط[2] کر لیا۔ صرف و نحو بن گئی۔ قاعدے زبان
میں پہلے سے موجود تھے مگر لوگوں کو آگہی نہ تھی کہ ہم بولنے میں اس قاعدے کا
لحاظ رکھتے ہیں۔ جب کسی کا ذہن[3] منتقل ہوا اور اُس کو قاعدہ سوجھ پڑا۔
تب خبر ہوئی اور یوں بولنے کو تو ذرے ذرے سے لڑکے اپنی مادری[4]
زبان ایسی پڑ پڑ[5] بولتے ہیں کہ صرف و نحو کا علامہ[6] بیٹھا ان کا منہ تکا کرے
اگرچہ لڑکے قاعدے کے نام سے بھی واقف نہیں۔ میں نے مذہب کو
اپنے نزدیک ایسا ہی سمجھ رکھا ہے کہ مذہب کے اُصول لوگوں کے ذہنوں
میں پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ مذہب نے ان ہی کو قواعد کے
طور پر ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ اختلاف مذہب اس طرح پر ہوا کہ جس طرح ہر ایک
زبان کی صرف و نحو الگ ہے اسی طرح جیسے جیسے لوگوں کے خیالات ہیں ویسے
ویسے ان کے مذہب ہیں۔ جیسے بعض زبانوں کی صرف و نحو نہیں ویسے ہی
بعض لوگوں کے پاس مذہبی کتاب نہیں اور جس طرح زبان کی صرف و نحو منضبط
نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ اُس میں قواعد نہیں اسی طرح کسی مذہب کی
کتاب نہ ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ مذہب نہیں۔ جن مذہبوں کی کتابیں
ہیں میں اُن کو ایسا سمجھتا ہوں کہ گویا ایک ہی زبان کے مختلف لہجوں کی

[1] قواعد زبان دانی۔ گرامر۔ [2] قلم بند۔ مقرر۔ [3] سوجھا۔ [4] ہر شخص کی اصلی زبان وہ ہے جو اُس کی
ماں کی بولی ہو۔ [5] فر فراٹے اور روانی سے صاف۔ بلا رکاوٹ۔ [6] بڑا عالم حرفنا فاضل۔ ۱۲

صرف و نحو ہیں اور اسلام وہ مذہبی صرف و نحو ہے جو سب سے زیادہ فصیح سب سے عمدہ لہجے کے لیئے بنائی گئی ہے جن کو خدا نے سلیم طبیعتیں عطا فرمائیں ہیں اُن کے خیالات اور معتقداتِ اسلام دونوں ایک ہی چیزیں ہیں اور یہی تو اسلام کے برحق ہونے کی بڑی دلیل ہے کہ عقلِ سلیم اُس کو طوعاً قبول کرتی ہے کرہاً نہیں۔ توحید میں فتور پڑنے کی پوچھتے ہو تو فتور پڑا بزرگوں کی تعظیم مفرط سے۔ انھوں نے پیروں کا ادب کیا اور بجا کیا باپ ہو اُستاد ہو پیر ہو بڑوں کا ادب کرنا ہی چاہیئے۔ مگر وہی بات کہ ہر چیز میں اعتدال شرط ہے۔ ادب کی بھی ایک حد ہے۔ مریدوں نے ادب کو حد سے بڑھا دیا یہاں تک کہ تعظیم اور عبادت میں فرق باقی نہ رہا۔ اپنی تعظیم سے کس کو خوشی نہیں ہوتی۔ پیر جی صاحب کچھ پیغمبر تو نہ تھے کہ مُریدوں کو روکتے منع کرتے اور مُرید خود امیدوار خلافت تھے۔ پیر جی بادشاہ تھے تو یہ ولی عہد۔ یہ گدّی کے ادب کو کیوں کم ہونے دینے لگے تھے۔ یوں تعظیم مفرط کا دستور پڑ گیا ہم کسی مسلمان پر کیوں بدگمانی کریں مریدوں نے ادب ہی سمجھ کر پیر جی کا ادب کیا ہوگا مگر اول تو اُن کو ادب نامشروع کرنا ہی کیا ضرور تھا کہ پیغمبر صاحب اپنی تعظیم کے لیئے کھڑا ہونا بھی روا نہیں رکھتے تھے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے دوسرے عوام کے حال پر بھی کچھ رحم

سلیم ہوئی۔ راہِ راست پر لگی ہوئی۔ عقیدے۔ مانی ہوئی باتیں۔ خوشی سے۔ جبر سے۔ ضرورت سے زیادہ تعظیم۔ میانہ روی۔ بیچ کا رستہ نہ زیادہ نہ کم۔ خلافِ شرع جائز۔ ۱۲

فرمایا ہوتا کہ ان شامت کے ماروں کو اونگھتے کو ٹھیلتے[1] کا بہانہ ملتا ہے۔ دیوانہ[2] را ہوئے بس است۔ اب کیا حال ہے کہ خدا کو تو بالائے طاق[3] بٹھا دیا ہے۔ سیکڑوں کوس سے ہزارہا آدمی مرد عورت قبریں پوجنے چلے آتے ہیں۔ انھیں کی منتیں مانیں اور انھیں کی نذریں چڑھائیں۔ انھیں سے حاجتیں مانگیں اور کہنے کو مسلمان۔ نبیِ موحّد[4] کی امت۔ مشرک[5] نہیں۔ بت پرست[6] نہیں۔ ان سب کا وبال کس پر ہے؟ انھیں پر جنھوں نے یہ دستور نکالا جو اس دستور کو جاری رکھتے جو اس دستور کو رونق دیتے جو اس دستور کی کمائی کھاتے۔ بعض بعض مولوی ایسے ہو گزرے ہیں اور اب بھی ہیں۔ اگرچہ کم ہیں اور نیک بندے ہر زمانے میں کم ہی ہوتے ہیں۔ قرآن حافظ۔ واعظ۔ عالم۔ فقیہ۔ محدّث کہ جن کے دیکھنے سے ہم کو پیغمبر صاحب کے صحابہ یاد آجاتے ہیں۔ صورت پر پڑا نور برس رہا ہے اور درود پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ متواضع منکسر۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند نہ کسی کی غیبت نہ کسی کی بدی کوئی آگیا تو اُس کو پڑھا دیا نہیں بیٹھے بیٹھے اللہ اللہ کیا کیے ہم نہیں جانتے کہ نیک کے سر میں اور کیا سینگ لگے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگ مرگئے کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ کے حکم سے داخل دفتر۔ کوئی یہ بھی نہیں جانتا کہ کب مرے اور کہاں مدفون ہوئے۔ ان فقیروں میں ایک یہ تو

---

[1] ذرا سا بہانا کافی ہے۔ [2] دیوانے کو ذرا سا چھیڑ دینا ہی کافی ہے۔ [3] بے کار۔ [4] وہ نبی جو صرف ایک خدا کو ماننے اور اُس کی وحدانیت کی تعلیم دے۔ [5] خدا کی ذات میں ایرے غیرے کو شریک کرنے والے۔ [6] بتوں کی پوجا کرنے والے۔ ۱۲

کھلی کرامت دیکھی جاتی ہے کہ بے سنر ہوں تو بے شرع ہوں تو شہ بازہ ہوں تو بیہودہ بکواس کرتے ہوں تو آج مرے اور کل سے ان کے ڈھیر کی پرستش ہونے لگی۔ چہلم نہیں ہونے پایا کہ ڈھیر کا اچھا خاصا عالی شان گنبد بن گیا۔ قبر شریف پر مکلّف غلاف پڑا ہے۔ غلاف پر پھولوں کی چادر سرہانے اگر کی بتّی روشن ہے اور پائنتی خدّام اور زوّار سر جھکائے دوزانو مؤدب بیٹھے جھوم رہے ہیں۔ پہلے ہی عرس پر سارے میلوں پر اوس[1] پڑ گئی۔ شاہ صاحب مرجعِ خلائق[2] تو بحالتِ حیات بھی تھے مگر انتقال کے بعد تو ان کے مریدوں اور جانشینوں اور معتقدوں کے برتاؤ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ساری خدائی انھیں کے ہاتھ میں ہے۔ ایسا کونسا سنگ دل ہوگا جس کو مُردے کے حال پر ترس نہ آتا ہو۔ دیکھتا ہے کہ اپنے ہی جیسا آدمی کھاتا پیتا چلتا پھرتا جو کبھی تک اپنے اوپر نہ بیٹھنے دیتا تھا مُردہ بدست زندہ[3] کیسا عاجز پڑا ہے مگر کروٹ تک نہیں بدل سکتا مگر سب مُردے ان فقیروں کے سے مُردے ہوں تو ترس کیسا ایسی موت پر امیروں اور بادشاہوں کو بھی رشک ہو تو بجا ہے۔ ہم تو زندہ امیروں اور بادشاہوں کے ساتھ بھی بعض مزاروں کا سا ٹھاٹ[4] تزک اور احتشام نہیں دیکھتے۔ پھر ایک اور بڑی خطرناک بات ہے کہ ہر چند ہر ایک مسلمان کی نسبت نیک گمان رکھنے کا حکم ہے اور چاہیے بھی یوں ہی کہ جتنے مسلمان بھائی خدا کے یہاں جا چکے ہیں گو اپنی زندگی میں

---

[1] بے رونق اور مدھم ہو گئے۔ [2] جن کی طرف خلقت لوٹ پڑے۔ [3] زندہ کے ہاتھ میں مُردہ۔ [4] شان شوکت۔ طمطراق کرّ و فر۔ ۱۲

کچھ ہی کرتے رہے ہوں مگر آخر تھے تو مسلمان ہم کو خدا کی ذات سے
یہی اُمید رکھنی چاہیئے کہ وہ بڑا غفور و رحیم ہے اُس نے اپنے فضل و کرم سے
اُن کو بخش ہی دیا ہوگا مگر جیسا وہ غفور و رحیم ہے ویسا ہی بے نیاز بھی ہے۔
خدا کو کام تو سونپے ہیں میں نے سب لیکن + رہے ہے خوف مجھے اُس کی بے نیازی کا
اور یہی بے نیازی ہے کہ بڑے سے بزرگ یہاں تک کہ جن کو پیغمبر صاحب نے
خدا کی طرف سے اور اُس کے حکم سے جنّت کی خوش خبری سنا دی تھی
وہ تک اپنی نجات اور مغفرت سے مطمئن نہ تھے اور جیسا خود پیغمبر صاحب
جن کے اگلے پچھلے سب گناہ خدا نے معاف کر دیئے تھے وَمَا اَدرِی[1]
مَا یُفعَلُ بِی وَلَا بِکُم فرمائیں تو دوسرے کس گنتی میں ہیں۔ ذرا اصحاب کا
حال پڑھو کہ بڑے سے بڑے عابد و زاہد کی ساری عمر کی عبادت اُن کی
ایک پل[2] کی خدمت کے برابر نہیں ہو سکتی باایں ہمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی
فرماتے تھے کہ ای کاش میں گھاس پات ہوتا کوئی جانور مجھ کو چر جاتا اور
گوبر کرکے نکال پھینکتا اور مجھ کو خدا کے حضور میں جواب دہی نہ کرنی
پڑتی۔ حضرت عمر فاروق رضی کو کسی بڑے بزرگ صحابی نے بارہ برس بعد
خواب میں دیکھا کہ پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ پوچھا
حضرت آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا بھائی! اب محاسبے[3] سے نجات ملی ہے
وہ بھی خدا نے بڑی ہی رعایت کی کہ میں بال بال نکل آیا اور جتنے بزرگ
ہو گزرے ہیں اُن کی کتابیں ہیں دعائیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہوتا ہے

---

[1] اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا سلوک کیا جائے گا۔ [2] لمحہ [3] حساب کتاب باز پرس ۔ ۱۲

کہ کسی کو خطرِ عاقبت کی طرف سے تا دمِ[1] مرگ اطمینان نہ تھا - تو ادھر حُسنِ
ظن اور ادھر خدا کی بے نیازی ان دونوں باتوں کا نتیجہ کیا ہے کہ ہم کسی کے
مقبول و مغفور ہونے کا قطعی طور پر حکم نہیں لگا سکتے اور جب کہ ابھی
مغفرت ہی میں کلام ہے تو یہ ساری آؤ[2] بھگت ایک طرح پر خدائی میں
دخل دینا ہے - ہم نے اپنے امیروں اور بادشاہوں کو دیکھا تو ان کو بھی
اِسی خبط[3] میں گرفتار پایا - ان کے ناموں اور خطابوں سے تو خیر فرعونیت
ٹپکتی ہی تھی مرے بعد جو خطاب خلد آرام[4] گاہ - جنت آشیان[5] عرش[6] مکان
اپنے بزرگوں کو عطا فرماتے ہیں - ان کو کیا کہا جائے - کیا جنت اپنی
جاگیر کر پائی ہے کہ اندھا[7] بانٹے ریوڑی اور ہر پھر اپنوں ہی کو دے -
لگے بے[8] دریغ بانٹنے - ع - بخالِ[9] ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را -
مرے پیچھے جو درویش لوگ زیادہ پُجنے لگتے ہیں اس کی بڑی وجہ پیراں[11]
نمی پرند مریداں می پرانند ہے - ایسا کوئی آدمی نہیں جو خدا کا قائل نہ ہو اور
جو خدا کا قائل ہے وہ ضرور اُس کو وحدہٗ لا شریک لہٗ بھی جانتا ہے اور جس قدر
توحید سے بھٹکا[12] ہوا ہے وہ اپنے زعم[13] میں اس کی کچھ تاویل[14] کرتا ہے تو

[1] مرتے دم تک - [2] اچھی اچھی اُمیدیں اور خیال لگانا - [3] خاطر مدارات - [4] پاگل پنے - بہشت میں آرام کرنے والے - [5] جنت میں مکان رکھنے والے - [6] مرتبے میں عرش کے برابر - [7] اندھے کو سوجھتا تو ہی نہیں وہ جو دیتا ہے اپنوں ہی کو دیتا ہے - [8] بے دردی سے - [9] معشوق کے تل پر سے سمرقند اور بخارا کو تصدق کر کے (پھینک دوں) [11] پیر بے چارے تو ڈینگ کی نہیں لیتے مگر مرید البتہ اُن کو جھنڈے پر چڑھا دیتے ہیں - [12] ڈگمگایا ہوا - گم راہ - [13] فرضِ غلط - خیالِ خام - [14] کھینچ تان کر اپنے مطلب موافق نکال لینا - ۱۲

اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اصل میں توحید کا معتقد ہے اور توحید کے خلاف جو باتیں اُس سے سرزد ہوتی ہیں اُن کی تاویل کرتا ہے تاکہ توحید میں خلل نہ آئے مُسلمانوں کی توحید بھی ویسی پکّی اور خالص توحید نہیں جیسی واقع میں ہے اور جیسی اسلام چاہتا تھا کہ ہو۔ مسلمانوں سے بھی ایسے افعال[1] سرزد ہوتے ہیں جن سے ان کی توحید کا تزلزل[2] ظاہر ہوتا ہے یہ لوگ بھی اپنے بزرگوں کے ساتھ وہی معاملہ کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوسرے لوگ کافر اور مشرک اور بُت پرست کہلائے۔ تو جو تاویل مسلمان کرتے ہیں وہی یا ویسی ہی قسم کی دوسرے لوگ بھی کرتے ہیں کہ جن کو تم سمجھتے ہو ہم شریکِ خدائی گردانتے ہیں۔ خدا نہیں ہیں بلکہ خدا نے اپنی خاص صفتوں کو ان کے رنگ میں ظاہر کیا ہے یا یہ لوگ خدا کی سرکار میں ہمارے وسیلے ہیں یا ہم نے خیال جمانے کے لیئے ایک حیلہ بنا رکھا ہے یا چوں کہ ہر چیز میں خدا کی قدرتیں نمایاں ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ انھیں میں خدا ہے۔ غرض آدمی بات بنانے پر آئے تو اس کے بہتیرے رستے ہیں۔ یہ بالکل سچ ہے کہ عقل انسانی خدا کی ذات اور صفات پر احاطہ نہیں کر سکتی۔ ہم نہیں جانتے اور نہیں جان سکتے کہ وہ کیا ہے اور کیسا ہے لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ خدا کے بارے میں ہم عقل سے بالکل کام نہ لیں۔ عقل ہم کو زیادہ نہ بتا سکے تاہم اتنا تو بتاتی ہے کہ خدا ہے اور عقلی گواہی کے سوائے خدا کے ہونے کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں تو جب ہم نے خدا کو مانا عقل کا کسی قدر احاطہ تو تسلیم کرنا پڑا اور

---

[1] کام ہو جاتے ہیں۔ [2] جھوجرا پن۔ ڈگمگانا۔ ۱۲

جس طرح عقل گواہی دیتی ہے کہ خدا ہے اُسی طرح یہ بھی گواہی دیتی ہے کہ ایک ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم عقل کی ایک بات کو مانیں اور ایک بات کو نہ مانیں۔ رہ گئیں خدا کی صفتیں ہماری عقل اتنا تو بتاتی ہے کہ خدا میں یہ صفتیں ہیں اور انتظامِ دنیا گواہی دے رہا ہے کہ اُس میں یہ صفتیں ہونی چاہئیں اس سے آگے عقل گم ہے یہ تو ہم جانتے ہیں کہ وہ دیکھتا ہے اور اندھے خدا سے دنیا نہیں سنبھل سکتی مگر یہ کہ اُس کی آنکھیں ہیں یا نہیں اور ہیں تو کیسی ہیں اور نہیں تو کیسے دیکھتا ہے یہاں ہم دم نہیں مار سکتے اور یہی حال ہے اُس کی دوسری صفتوں کا۔ پھر ایک بات یہ ہے کہ مسلمانوں کی طرزِ عبادت اُن کے تہواروں سے اُن کی ظاہری وضع سے جس سے مسلمان پہچان پڑتا ہے۔ اُن کے احکامِ شریعت سے آخر اس کو پتہ لگتا ہے کہ اسلام کی خراد[1] پر اُترے پیچھے مسلمان کو کیسا اور کیا ہونا چاہیئے اُس کو ہونا چاہیئے مونہ پر اللہ کا نور یعنی نیچی ڈاڑھی نہ چڑھی ہوئی نہ منڈی ہوئی اور نہ خشخاشی کتری ہوئی۔ لبیں لی ہوئی۔ سر منڈا ہوا نہیں تو سارے سر پہ بال

[1] وہ آلہ جس پر بڑھئی پائے وغیرہ لکڑی کا سامان تراش کر سڈول بناتے ہیں۔ یہاں مراد اصلاح اور درستی سے ہے۔ مونچھیں ترشی ہوئی۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ڈاڑھی کو لٹکاؤ یعنی چھوڑ دو اور مونچھوں کو ترشواؤ۔ فی زماننا اُس حکم کی تعمیل بالکل اُلٹی ہو رہی ہے مونچھوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور ڈاڑھی کو کترواتے کترواتے منڈوا دیتے ہیں۔ ۔۔ کٹاتے کٹاتے منڈا ڈالیئے۔ صفائی بتدریج حاصل کی۔ سبحان اللہ کیسی احکام شرع کی پابندی ہے! ۔ ۱۲

چھوٹے نہیں گردہ نہیں۔ جیسے مانسوں کا سا لباس نہ ایسا باریک کہ اندر سے بدن پڑا جھلکے کہ اس کو پیغمبر صاحب نے فاسقوں[1] کا لباس فرمایا۔ نہ تنگ کہ اس سے اکڑ ظاہر ہو اور نہ بے ضرورت ڈھیلا کہ وہ اسراف[2] اور شیخی میں داخل ہے۔ ریشمی نہیں۔ عورتوں کی طرح رنگین نہیں۔ سر سے پاؤں تک بناؤ سنگار کا کہیں نام نہیں کہ زیب و زینت عورتوں کا شیوہ[3] ہے۔ نیچی چولی ٹخنوں سے اونچا پاجامہ۔ زیور کے نام بدن پر چھلا تک نہیں کہ یہ سب زنانہ پن ہے۔ گوٹہ نہیں ٹھپہ نہیں۔ یہ تو مسلمانوں کی وضع ہوئی۔ اگر چلتا پھرتا کہیں نظر پڑ جائے تو نیچی آنکھیں کیے دبے پاؤں اپنے رستے لگا چلا جا رہا ہے۔ اینٹھتا نہیں اتراتا نہیں۔ جب دیکھو گھر میں یا کام کے سر یا پانچوں وقت مسجد میں۔ گنجفہ۔ چوسر۔ تاش۔ شطرنج جتنے کھیل ہیں ان میں سے اس کو ایک بھی نہیں آتا۔ کبھی کھیلے ہوں تو جانے۔ نہ پتنگ اڑاتا نہ مرغ یا بٹیر لڑاتا نہ جانوروں میں کشتی کراتا۔ برسوں سے محلے میں رہتا نہ کبھی کسی سے لڑا نہ جھگڑا۔ گلی کی لڑکیاں دن رات اس گھر سے اس گھر میں اور اس گھر سے اس گھر میں دوڑی دوڑی پھرتیں۔ اس نے کبھی کسی کو آنکھ اٹھا کر دیکھا ہو تو پہچانے۔ پاس پڑوس والوں کا کچھ کام ہو تو بے بلائے موجود۔ بازار سے لوگوں کے سودے سلف یہ لا کر دے۔ کوئی بیمار پڑے تو حکیم کے یہاں دونوں وقت یہ جائے۔ نسخہ عطار کے یہاں سے یہ بندھوا کر لائے۔

---

[1] بدکاروں۔ [2] فضول خرچی۔ [3] طریقہ۔ [4] اکڑتا۔ ۱۲

اپنے گھر میں نہ کبھی بڑوں کو جواب دیا نہ کبھی چھوٹوں پر سختی کی۔ کسی سے معاملہ پڑا تو نیت[1] کا درست۔ بات کا پورا وعدے کا سچا۔ شہر میں ایسا کون ہے جو اس کی ساکھ[2] نہیں مانتا۔ ناچ رنگ جلسوں میں شریک ہونا تو درکنار نام سے دونو پسینے پسینے ہو جائے۔ غریب مسکین متواضع منکسر بھلا مانس ہنس خلق۔ ملنسار۔ راست باز۔ دیانت دار۔ غیور[3]۔ بُردبار حریص نہیں۔ لالچی نہیں۔ سیدھا سادا بے تکلف۔ آنکھوں میں شرم لحاظ۔ نیک۔ شرع کا پابند۔ یہ ہے مسلمان کا مختصر سا حُلیہ اور جو پرہیزگار ہیں وہ تو ایسے مہذّب اور شایستہ اور باوقار ہیں کہ بھول کر بھی ان سے کوئی سخیف اور خفیف حرکت سرزد نہیں ہوتی۔ ہم کو بھی ایسے دوچار بزرگوں کی زیارت کا اتفاق ہوا ہے گو اُن کی متانت کا کچھ ایسا رُعب پڑتا تھا کہ اُن کے سامنے بات نہیں کی جاتی تھی۔ دل میں تو یہ خیال بیٹھے ہوئے تھے اور جانا ہوا ایک بزرگ کے عرس میں۔ ہزار ہا مخلوق تھی مگر بہ مجبوری کہنا پڑتا ہے کہ ایک بھی تو اپنی نگاہ میں نہ جچا[5]۔ بازاری اور عوام اور رُذّوے[6] خدوے لوگوں کو چھوڑ کر قوّالی کا جو مقدس جلسہ تھا وہی خود کیا تھا۔ تقدس کے تو بڑے درجے ہیں مجھ جیسے نالائق نابکار۔ عارِ اسلام گنہ گار کو بھی تو اس مجمع میں بیٹھتے شرم آئی۔ یوں ناچ کا جلسہ ہوتا تو میں ایسا پاک[8] بے حیا ہوں کہ شاید کچھ بھی شرم نہ کرتا۔ جان لیتا کہ چند بے غیرت

[1] ارادے۔ [2] اعتبار۔ [3] غیرت مند۔ [4] ہلکی۔ چھچھوری۔ [5] نہ سمایا۔ [6] گرے پڑے جو شمار قطار میں نہیں۔ [7] جس سے اسلام کو بٹّہ لگے۔ [8] بے دھڑک۔ کھلے خزانے بے شرم۔ ۱۲

مسلمان اسلام کو بدنام اور اپنے کو فضیحت کرنے کے لیئے جمع ہوئے ہیں اور ان میں ایک میں بھی ہوں۔ لیکن افسوس یہ تھا کہ اُس جلسۂ قوالی کو ایسے ادب سے دیکھا جاتا تھا کہ گویا مجلسِ وعظ ہو اور اُس میں خدا رسول کا تذکرہ ہو رہا ہو اور قوالی نہیں بلکہ ایک طرح کی عبادت ہو کیونکہ جلنے لوگ تھے سب سر[1] نگوں دوزانو مؤدب بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ دینی مجالس میں لوگ ایسا کرتے بھی نہیں۔ عزاداری[2] کی مجلسوں میں جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ مولود کی محفلوں میں شریک ہوا ہوں میں نے تو کہیں ایسا ادب قاعدہ دیکھا نہیں۔ لوگ گانے کے مزے لے رہے ہیں اور کچھ خدا جانے کیا سمجھ کر عجیب عجیب حرکات کرتے تھے کہ ہم جیسے بے[3] بصران کو حرکات مجنونانہ کہ سوائے اور کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔ بہر کیف[4] لوگ تو اپنے خیال میں تھے اور میں بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ آخر یہ قبر ہی اور بڑے بزرگ ہی کی ہو مگر ہی تو قبر اور حدیثوں میں تو پیغمبر صاحب نے کل قبروں کی نسبت ایسا حکم دیا ہے کہ زمین[5] دوز کردی جائیں اور جس مصلحت سے یہ حکم دیا ہو ہو نہ ہو وہ یہی مصلحت تھی کہ جو معاملہ ہم لوگ بیٹھے کر رہے ہیں کسی کی قبر کے ساتھ ایسا معاملہ نہ ہونے پائے کیونکہ کہ خدا نے کُلُّ[6] مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کا فتویٰ جو جاری فرمایا ہے وہ تو پورا ہو کر رہے گا۔ گنبد بنائیں تو اور مقبرے بنائیں تو۔ علاوہ بریں زیارت قبور سے مقصود ہے عبرت اور عبرت تب ہی ہوگی کہ قبروں کو خستہ[7] حال دیکھو اور

---

[1] سر جھکائے ہوئے۔ [2] ماتم کی مجلس۔ [3] ناواقف جن کو سوجھ نہیں پڑتا۔ [4] کچھ بھی ہو۔ ہر حال میں۔ [5] زمین کے برابر۔ [6] فنا سب کے لیئے ہے۔ [7] ٹوٹی پھوٹی۔ ۱۲

اب نوشامیانہ اور روشنی اور سازوسامان اور زوّاروں[1] کا ہجوم[2] اور جلسۂ
قوالی دیکھ کر عبرت کی جگہ عظمت کا خیال پیدا ہوتا ہے اور قلب پر اُلٹی غفلت
طاری[3] ہوئی جاتی ہے۔ آخرِ شب کا وقت تھا اور میلے کے غُل غپاڑے کی
وجہ سے آنکھ کچھ رات رہے سے کھل گئی تھی اس ارادے سے چلا تھا
کہ نورظہور[4] کا وقت ہے چلوں موقع ہو تو ان بزرگ کے مزار کے پاس بیٹھ کر
قرآن پڑھوں گا یہاں جو آیا تو قوالی کا مجمع دیکھا۔ قرآن پڑھنے کا کیا موقع تھا
جلسے ہی میں رہا تو سہی مگر جب تک بیٹھا رہا یہی سوچتا رہا کہ یا تو مجکو اسلام سے
تعلق نہیں یا اسلام کو ان باتوں سے تعلق نہیں۔ چاہیئے یہ کہ جب کسی کو
اپنی لمبی چوڑی ہی تعظیم کرتے دیکھا تھا اس سے بگڑ کر کہہ دیا ہوتا۔ کہ کیا تو
مجھ کو بناتا ہے۔ اگر میں عبادت۔ ریاضت[5]۔ مجاہدہ[6] کچھ کرتا بھی ہوں تو
تجھ کو کیا؟ میری محنت تیرے کام نہیں آسکتی۔ تو اپنی آپ کر اور اگر تو نے
مجھ کو خدا کا مقرب[7] سمجھ رکھا ہے تو یہ تیری غلطی ہے۔ میں بھی ایک ناچیز بندہ
ہوں اور اپنے عیب مجھ ہی کو معلوم ہیں۔ میں اپنی نجات سے تو مطمئن نہیں
تیری کیا مدد کر سکتا ہوں۔ پیر[8] خود درماندہ کرا شفاعت کند۔ اگر شروع میں
یہ طریقہ اختیار کر لیا جائے تو کوئی پاس بھی تو آکر نہ پھٹکے اور ایک دم سے
ان تمام خرابیوں کا انسداد[9] ہو جائے جو اس گروہ کے سبب سے اسلام میں پھیل گئی

---

[1] زیارت کرنے والے۔ [2] بھیڑ۔ مجمع۔ [3] مستولی۔ عائد حال۔ [4] صبح سویرے کا وقت ایسا سہانا ہوتا ہے کہ نور برستا ہے۔ سوائے بدحال اُن لوگوں کے کہ جو نیند کے متوالے ہیں اور اس وقت کی برکتوں سے محروم رہتے ہیں اور اس نیک گھڑی کو جو عبادت الٰہی کے لیے بہترین اوقات ہے غفلت میں کھوتے ہیں۔ [5] محنت۔ [6] لفظی معنی کوشش کرنا یعنی عبادت میں منہمک ہو جانا۔ [7] وہ بندہ جو خدا سے نزدیک ہو۔ [8] پیر جی آپ ہی ناچار ہیں دوسروں کی شفاعت کیا کر سکیں گے۔ [9] روک تھام۔ ۱۲

ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تُزَکُّوْا اَنْفُسَکُمْ ھُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی۔ اپنے آپ پاکیزہ و مقدس نہ ہو۔ اپنے منہ میاں مٹھو بننے سے کام نہیں چلتا۔ خدا ہی کو خبر ہے کہ کون پاکیزہ و مقدس ہے۔ اگر ایسا سمجھیں اور اس پر عمل کریں تو کیوں کسی سے بیعت لے کیوں کسی کو مرید کرے۔ کیوں کسی سے ہاتھ چمواکے کیوں کسی سے پیروں کو ہاتھ لگوائے کیوں لوگوں سے تعظیم و تکریم کا طلبگار ہو۔ مذہب میں ایک بری چیز **تعصب** ہے۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو جو شخص جس مذہب کا زیادہ تعصب رکھتا اور دوسرے کے ہر ایک فعل کو اس کی توہین کا موجب سمجھتا ہے وہ خود بھی اس الزام سے بری نہیں مثلاً ایک ہندو ہماری مسجد کا ادب نہیں رکھتا تو وہ معذور ہے کہ سرے سے اس کو عبادت گاہ ہی نہیں جانتا۔ لیکن ہم جو مسلمان ہو کر مسجد کا بڑا ادب کرتے ہیں یہی نا کہ اس میں جوتیاں پہن کر نہیں جاتے مگر اندر جا کر غیبت ہم کرتے۔ جھوٹ ہم بولتے۔ لڑتے جھگڑتے۔ بیہودہ بکواس لگاتے۔ غرض وہ کونسا کام ہے جو خانۂ خدا میں نہیں ہوتا۔ کیا اس سے مسجد کی توہین نہیں ہوتی؟ ہمارے نزدیک اس سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے کہ دوسرے مذہب کا آدمی جوتیاں پہن کر اندر چلا جائے مگر لوگوں نے مذہب کو توجیہ بنا رکھا ہے۔ دلوں میں خباثتیں بھری ہیں مذہب کی آڑ میں خباثتوں سے کام لیا جاتا ہے اور دین کے اعتبار سے تو میں دوسرے مذہب سے متعرض ہونے ہی کو برا سمجھتا ہوں کہ ہم کو دوسرے کے دین و مذہب سے

---

مرید کرنا۔ تذلیل۔ حقارت۔ سبب۔ برے خیالات۔ آڑے آنا۔ بحث کرنا۔ ۱۲

غرض نہیں تعلق نہیں وہ جانے اُس کا کام ہے۔ ہر کسے مصلحتِ خویش نکو می داند۔ حدیث شریف میں آیا ہے مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ

اور میں دوسرے کے مذہب سے متعرض ہونے کو مَا لَا يَعْنِي میں داخل سمجھتا ہوں اور ایک پہلو تو اس کا بہت ہی بُرا ہے کہ دوسرے کے مذہب سے متعرض ہونا خدا کے اختیارات میں دخل دینا ہے۔ یہ خدا کا کام ہے کہ وہ اپنے بندوں کی نیکی بدی کو تولے اور اُن کو اُن کے کیے کی جزا یا سزا دے۔ ہم سے وہ لوگوں کے بارے میں پوچھتا نہیں تو ہمارا دخل در معقولات داخل سوء ادب ہے۔ دنیا میں ہمارا لوگوں سے اتنا ہی تعلق ہے کہ ہماری حاجتیں اُن سے اور اُن کی حاجتیں ہم سے متعلق ہوتی ہیں اور بس۔ اگر ہم سے مثلاً کسی نے قرض لیا ہے اور وہ ہم کو وقت پر ادا کر دیتا یا ہم کو کسی نے قرض دیا ہے اور ہم سے ناحق ناروا زیادہ نہیں لینا چاہتا تو ہم کو جیسا مسلمان ویسا ہندو ویسا عیسائی ویسا بت پرست ویسا مشرک ویسا کافر۔ ہم مسلمان ہیں تو اپنے واسطے وہ مسلمان نہیں ہے تو اپنے واسطے۔ ۵

آسائشِ دو گیتی تفسیر این دو حرف است ؛ با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا

دوست دشمن کا تفرقہ بھی شاعر نے کیا ہے۔ ہم کو تو سب دوست ہی دوست

---

۱ اپنی اپنی مصلحتیں سب جانتے ہیں - ۲ آدمی کے ایمان کی خوبیوں میں ایک خوبی یہ بھی ہے کہ جو چیز اسے درکار نہ ہو اس سے سروکار نہ رکھے۔ ۳ بے ضرورت دخل دینا، ٹانگ اڑانا۔ ۴ بے ادب - ۵ دونوں جہان کی بھلائی کا دارومدار ان دو لفظوں پر موقوف ہے۔ دوستوں سے مہربانی اور دشمنوں سے اچھا سلوک - ۱۲

دکھائی دیتے ہیں - دشمن اگر ہے تو اپنا نفس ہے - اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ[1]
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا + بڑے موذی[2] کو مارا نفسِ[3] امّارہ کو گر مارا

## نظم

| | |
|---|---|
| تم اگر چاہتے ہو ملک کی خیر | نہ کسی ہم وطن کو سمجھو غیر |
| ہو مسلمان اس میں یا ہندو | بودھ مذہب ہو یا کہ ہو برہمو |
| جعفری ہووے یا کہ ہو حنفی | جین مت ہووے یا کہ ویشنوی |
| سب کو میٹھی نگاہ سے دیکھو | سمجھو آنکھوں کی پتلیاں سب کو |
| ملک ہیں اتفاق سے آزاد | شہر ہیں اتفاق سے آباد |
| ہند میں اتفاق ہوتا اگر | کھاتے غیروں کی ٹھوکریں کیوں کر (حالی) |

## دعا

نا بدیا نا باہُبل[4] اور نا خرچن کو دام + موسے نپٹ نِبَل کی تو تم پت رکھو رام
دعا کا یہ حال کہ کوئی فردِ بشر اس سے منکر[5] نہیں یعنی کوئی بندۂ بشر نہیں
جو مصیبت میں دعا نہ مانگتا ہو اور دعا نہیں مانگتا دل کی خالی خوبی تسلی کے لیے
بلکہ اس تسلی کے لیے جو حصولِ مدعا[6] سے ہوتی ہے یعنی ہر فردِ بشر کو کامل یقین ہے
کہ کوئی اس کے درد سننے والا ہے اور ایسا سننے والا کہ وہ اس کی مدد کر سکتا
ہے اور اس کو پورا بھروسہ ہے کہ کرے گا تو یہ انسان کی ایک خلقی بات ہوئی
اور دعا سے انکار کرنا اصولِ نیچر کے خلاف ہوا - فلاسفہ میں سے ایک
سوفسطائیوں کا ہے وہ کہتے ہیں کہ دنیا میں کچھ ہے ہی نہیں یہ سب وہم کا کارخانہ ہے

---

[1] آدمی کا نفس تو بدی ہی کے بڑے حکم چلاتا ہے - [2] خبیث - ایذا دینے والے - [3] نفسِ سرکش -
[4] نہ تو علم ہی کی قوت ہے اور نہ خرچ کرنے کو پیسہ پاس ہے - مجھ جیسے کم حیثیت کیڑے کی عزت اے خدا
تیرے ہاتھ ہے - [5] انکار نہیں کرتا - [6] مقصد حاصل ہونے سے - ۱۲

ایک چیز جس کو ہم آنکھوں سے دیکھتے ہیں خارج میں اُس کا کہیں وجود نہیں
ہمارے وہم نے اُس کو موجود مان لیا ہے۔ وہ لوگ خوشی اور رنج اور راحت
اور درد کسی کے قائل نہیں۔ مگر با ایں ہمہ دنیا بھی ہے اور اُس میں بے شمار
مخلوق بھی ہے۔ خوشی اور رنج بھی ہے۔ راحت اور درد بھی ہے۔ کیوں ہے؟
اس لیئے کہ ہم دیکھتے اور احساس[1] کرتے ہیں۔ غرض ہمارا دیکھنا اور احساس
کرنا ہی چیزوں کے موجود ہونے کی دلیل ہے اور اس کے سوا ہمارے پاس
کوئی اور دلیل نہیں اور نہ کسی اور دلیل کی حاجت۔ اسی طرح دعا بھی ہے۔
کیوں ہے؟ اس لیئے کہ ہم کو خود بخود اس کے ہونے کا یقین ہے۔ جو شخص
دعا کا منکر ہو اُس کو چاہیئے کہ دعویٰ اسلام سے دست بردار ہو کر
سوفسطائیوں میں جا ملے۔ رہی یہ بات کیوں ہر طرح کی دعا قبول نہیں ہوتی
اور کیوں ہمیشہ قبول نہیں ہوتی اس سے تو دعا کو اور تقویت پونہچتی ہے
کہ باوجودیکہ ہر طرح کی دعا قبول نہیں ہوتی اور ہمیشہ قبول نہیں ہوتی پھر بھی
لوگ دعا کیئے ہی جاتے ہیں۔ اس واسطے کہ دعا اُن کی فطرت میں داخل ہے
دعا کرنے سے انسان اور خصوصًا درماندہ اور مصیبت زدہ کو بڑی تسکین
واطمینان قلب اور تسلی ہوتی ہے اب رہی یہ بات کہ دعا قبول کیوں نہیں ہوتی۔
مضطر اور پریشان اور مظلوم کی دعا تیر بہدف[2] ہوتی ہے اور دعا قبول نہ ہونے کی
صورتیں اس کی مصلحت سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا بعض اوقات
اُس کا ٹھیک وقت یعنی مناسب گھڑی نہیں ہوتی جس کو ہم نہیں جانتے

---

[1] معلوم کرتے ہیں۔ [2] جو تیر نشانے پر ٹھیک بیٹھے۔ ۱۲

اور ایسے موقع پر دعا کا نہ قبول ہونا ہی ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے اور
جب اُس کا موقعہ اور وقت آجاتا ہے تو برسوں کی تمنا اور مراد اور جس کے
واسطے ہم مدتوں ناک رگڑ چکے ہیں پوری ہوجاتی ہے یعنی یہ کہ مشیت[1] ایزدی کے مطابق
اُس کا وقت آگیا۔ بعض وقت دعا نہیں بھی قبول ہوتی اس میں بھی کوئی
حکمت اور ہماری بہتری ہی مضمر[2] ہوتی ہے۔ بندے کا کام مانگنا ہے۔ دینا
نہ دینا مالک کے اختیار ہے۔ دعا کے مقبول نہ ہونے سے ملول[3] یا دل شکستہ
ہوجانا بہت بڑی بات ہے ہمیشہ صبر سے کام لینا چاہیئے اور جب کسی امر کے
لیئے دعا کریں تو ساتھ ہی یہ بھی دعا کریں کہ اے پروردگار فلاں کام تو
بنا دے بشرطیکہ میرے حق میں بہتر ہو۔ بہر حال قرآن شریف میں جابجا
بندوں کو ارشاد ہوا ہے کہ دعا مانگا کرو اور اسی کے ساتھ ارشاد ہے کہ اے
بندے تو مانگ میں دونگا۔ پس بتلاؤ کہ خدا سے بڑھ کر کس کا وعدہ سچا
ہوسکتا ہے۔ بے شک وہی دعا کا قبول کرنے والا اور صرف وہی نراسوں
کی آس بندھانے والا۔ دکھیوں کو سکھ دینے والا۔ بڑا حاجت روا ہے
مانگو اور نہ ملے تو پھر مانگو اور پھر مانگو اور اُسی سے مانگو۔ سوائے اپنے
خالق کے کسی دوسرے کے آگے ہاتھ پھیلانا ایک غلط دروازے پر
کھٹکھٹانا ہے جہاں سے صدائے بازگشت کی امید رکھنا بالکل عبث اور فضول ہے

## نظم

کیوں نہیں ہوتی دعا میری قبول ۔۔۔ ہے ترا یہ اعتراض ازبس فضول

---

[1] اللہ کی مرضی۔ [2] پوشیدہ۔ [3] رنجیدہ یا دل تنگ ہونا یعنی بددل ہوجانا ۱۲

ق

تجھ کو اپنی عقل پر بے جا ہے ناز　　وہ حکیم مطلق و دانائے راز

بخشتا ہے اپنے بندے کو وہی　　جانتا ہے جس میں اس کی بہتری

کیا کمی ہے جو در اس دربار میں　　دخل بندے کو نہیں اسرار میں

ہم مگر بندے ہیں وہ رزاق ہے　　ہم تو ہیں مخلوق وہ خلاق ہے

فرض ہے اپنا اسی سے مانگنا　　چاہے دے چاہے نہ دے اس کی رضا

## نعرۂ مستانہ

تو جا بجا ہے تو سو بسو ہے　　تو کو بکو ہے تو مو بمو ہے

ظاہر بھی تو ہے مظہر بھی تو ہے　　ہر سمت اپنے خود روبرو ہے

جلوہ بھی تیرا آنکھیں بھی تیری　　منظور بھی تو ناظر بھی تو ہے

جویندہ تو ہے یابندہ تو ہے　　مطلوب تو ہے تو جستجو ہے

دار الحرم میں بیت الصنم میں　　تیری طلب میں اک ہاؤ ہو ہے

صحن چمن میں جنگل میں بن میں　　تو رنگ و بو ہے نشو و نمو ہے

اسرار نہاں ہے راز عیاں ہے　　نایاب بھی تو حاصل بھی تو ہے

تیری لگن بھی تو مل گیا جب　　نیرنگ کی پھر کیا آرزو ہے

([illegible])

۲. غلط تھا آپ سے غافل گزرنا　　نہ سمجھے ہم کہ اس قالب میں تو تھا

گل و آئینہ کیا خورشید و مہ کیا　　جدھر دیکھا تدھر تیرا ہی رو تھا

[illegible] جہاں تیرے جلوے سے معمور نکلا　　پڑی آنکھ جس کوہ پر طور نکلا (میر)

---

۱ سمجھنے والا۔ ۲ ڈھونڈنے والا ۳ اور پانے والا۔ ۴ کعبے میں اور بت خانے میں۔ ۵ شور و غل پیدا ہونا ۶ اور [illegible]۔ ۸ پوشیدہ۔ ۹ کھلا ہوا بھید۔ ۱۰ دھن۔ ۱۱ سورج اور چاند۔ ۱۲ بھر ہوا۔ ۱۳ کوہ طور وہ پہاڑ ہے جس پر حضرت موسیٰ کے لیے اللہ تعالیٰ جلوہ نما ہوا تھا۔ ۱۲

وجود[1] و عدم دونوں گھر پاس نکلے
نہ یہ دُور نکلا نہ وہ دور نکلا (داغ)

(۴) ہندو نے صنم میں جلوہ پایا تیرا
آتش پہ مُغاں[2] نے راگ گایا تیرا
دہری[3] نے کیا دہر سے تعبیر تجھے
انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

(۵) یہ دربار ہے خالقِ دو جہاں کا
ادب اپنا سکّہ بٹھائے ہوئے ہے
نہ سمجھو کہ حاضر نہیں حق تعالیٰ
یہ عالم خود آنکھیں جھکائے ہوئے ہے

(۶) مقدور نہیں اُس کی تجلّی کے بیاں کا
چوں شمع[4] سراپا ہو اگر صرفِ زباں کا (اکبر)
پردے کو تعیّن کے درِ دل سے اٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل میں طلسمات جہاں کا (سودا)

(۷) پُتلی کی طرح نظر سے مستور[5] ہے تو
آنکھیں جسے ڈھونڈتی ہیں وہ نور ہے تو
نزدیک رگِ جاں سے ہے اُس پر یہ بُعد[6]
اللہ اللہ کس قدر دُور ہے تو (انیس)

(۸) خورشید[7] درخشاں میں جھلک تیری ہے
اور گوہرِ لامع[8] میں دمک تیری ہے
ہے کون[9] و مکاں نور سے تیرے معمور[10]
ہر ذرّہ[11] تاباں میں چمک تیری ہے (شاکر میرٹھی)

## ثباتِ انسانی

ہم نے دُنیا میں آکے کیا دیکھا
دیکھا جو کچھ سو خواب سا دیکھا

ہے تو انسان خاک کا پُتلا
لیک پانی کا بلبلا دیکھا
ایک دم پر ہوا نہ باندھ حباب
دم[12] کو دم بھر میں یاں ہوا دیکھا
نہ ہوئے تیرے خاکِ پا ہم نے
خاک میں آپ کو ملا دیکھا
اب نہ دیجے ظفر کسی کو دل
کہ جسے دیکھا بے وفا دیکھا

[1] زندگی اور موت - [2] جمع ہے مُغ کی - آذربائیجان کے ایک ملک کا نام ہے مراد قوم آتش پرست سے ہے - [3] لامذہب - [4] ساری شمع کی طرح بھی اگر زبان کام میں لائی جائے - [5] پوشیدہ - [6] دوری - [7] چمکتا ہوا آفتاب - [8] چمکتے ہوئے موتی - [9] دنیا - [10] بھری ہوئی - [11] چمکنے والا ذرّہ - [12] پہلا دم سانس ہے اور دوسرا دم بمعنی تھوڑی سی دیر - ۱۲

بچپن - اللہ اللہ بچپن کا زمانہ بھی کیا ہی بادشاہی وقت ہوتا ہی کہ اس میں نہ روٹی کا غم نہ کمانے کا فکر نہ گھر بار کا جھیڑا نہ بال بچوں کا بکھیڑا۔ جب بھوک لگی رو دیئے - پیٹ بھرا ہنس پڑے - اگر ہم ذرا دوڑتے تو ماں کو خیال ہوتا کہ بچہ کہیں گر نہ پڑے اس کے چوٹ چپیٹ نہ آ جائے مگر ہمیں اس کی کچھ بھی پروا نہ تھی - آگ پر ہم ہاتھ ڈال دیتے سانپ کو ہم پکڑ لیتے اور اس سے کھیلنے کھڑے ہو جاتے - اوپر خدا نیچے ماں باپ ہمارے محافظ تھے - گویا ہمارے حصے کا فکر بھی ہمارے ماں باپ کو ملا ہوا تھا - حاکم کے روبرو ہم بے قصور ٹھیرتے تھے - خدا کے نزدیک ہم معصوم خیال کیئے جاتے تھے - ظالم بھی دیکھتا تو ہم سے ہنس کر بولتا - غرض ہر شخص ہمیں گودی میں اُٹھا لیتا - جب ذرا بڑے لڑکوں میں شمار ہوئے تو کھیلنے کودنے کے سوا کچھ کام نہ تھا - بے فکری سے ماں باپ کی روٹیاں توڑنا - آٹھوں پہر ہنسنا کھیلنا - کسی سے ڈھول کسی سے دھپا - مُوئے کا غم نہ جینے کی خوشی - رونے کے موقع پر ہنسنا ہنسنے کے موقع رونا - ہر بات کی اُمنگ ہر بات کا چاؤ ہمارا شیوہ تھا اب وہی ہم ہیں کہ طرح طرح کے صدمے اُٹھا رہے ہیں - حاکم کا ہمیں خوف ہو خدا کے گھر کا ہمیں ڈر - کاش ہم اُسی عمر کے رہتے تو کیا اچھا ہوتا -

**جوانی** کا عالم بھی عجب عالم ہی - اس میں پانی دودھ ہو کر لگتا ہی اور سوکھی روٹی گھی کا کام دیتی ہی - جوان کی نیند عجب نیند ہو سر پر کیسے

---

بکھیڑا - کھٹراگ - مُوئے - مرے - اُمنگ - جوش - ارمان - خواہش - شیوہ - طریقہ - ۱۲

آرے چلیں مگر خبر تک نہیں ہوتی۔ اس نیند کا متوالا[1] ہر وقت سرشار[2] رہتا ہے۔ بات بھی کرتا ہے تو اس کرّا کے[3] سے کہ دل دہل جائے[4] قدم بھی رکھتا ہے تو اس زور سے کہ زمین ہل جائے۔ ان دنوں میں سارے قوی۔ تمام اعضا زوروں پر ہوتے ہیں۔ رگوں میں خون اس طرح دوڑا دوڑا پھرتا ہے کہ جس طرح بچے کبڈی[5] کھیلتے ہیں۔ دلوں میں طرح طرح کے ولولے اس طرح جوش مارتے ہیں جیسے فوّارہ اُچھلتا ہے۔ جو بات آتی ہے رَٹو[6] کی طرح آتی ہے اور جو شوق جاتا ہے گدھے[7] کے سینگوں کی طرح چلا جاتا ہے۔ نزلے کا دم بند۔ زکام کا دم خشک۔ بلغم کا منہ فق رہتا ہے ہاضمے کی شکایت نہ چوٹ پھینٹ کی حکایت۔ اندھیرے کا خوف نہ اُجالے کی خوشی۔ شیر کی دہشت نہ تنہائی کی وحشت۔ بھرا بھرا بدن[8] کام سے تھکنا نہ کسی سے جھجکنا۔ یہ سارا اسی کی طفیل ہے۔ یہ ایسا زمانہ ہے کہ انسان خواہ کیسا ہی سخت کام ہو نہایت آسانی سے کر سکتا ہے۔ اسی لیئے اس زمانے کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔ اُدھیڑپن[9] جب جوانی کا زمانہ رخصت ہو جاتا ہے تو آدمی اپنے دل ہی دل میں خیال کرتا ہے کہ ہائے

---

[1] دیوانہ۔ مدہوش۔ [2] بےخبر۔ مست۔ [3] زور۔ طنطنہ۔ [4] ڈر۔ [5] لڑکوں کا ایک کھیل ہے جس میں دوڑ دھوپ اور جسمانی ورزش خوب ہوتی ہے۔ [6] بہاؤ۔ [7] مثل ہے کسی چیز کا ایسا غائب ہو جانا کہ گویا وہ تھی ہی نہیں۔ [8] گدرانا۔ نہ موٹا نہ دُبلا۔ سڈول۔ گُٹھا۔ [9] جو نہ جوان ہی ہو نہ پورا بڈھا بلکہ جوانی اور بڑھاپے کی درمیانی حالت۔ ۱۲

بچپن کا زمانہ جسے بادشاہی وقت کہتے ہیں وہ جاتا رہا - لڑکپن ہمارا گزر گیا - جوانی کی لن ترانی[1] ہماری مٹ گئی اب ہم اُدھر[2] میں پڑے ہیں - شکر ہے کہ آدھا سر سفید ہو گیا - دانت ہلنے لگے کمر میں درد دل سرد رہنے لگا مگر آدمیت سے تو خارج نہیں ہوئے - کوئی ہمیں سنترا[3] بہترا بوڑھا تو نہیں کہتا - اُٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سے محتاج نہیں ہوئے چل پھر کر دو چار پیسے بھی کما لاتے ہیں - صلاح مشورہ بھی دینے کو کھڑے ہو جاتے ہیں - جوانوں کو دھمکا بھی دیتے ہیں کہ تم نے ابھی دیکھا کیا ہے ہماری سی مصیبتیں اُٹھاؤ گے تو جانو گے - بڑھاپا یہ وہ زمانہ ہے کہ انسان اپنی عمر کے تمام مدارج[4] طے کر چکتا ہے - دانت گرنے لگ جاتے ہیں بال گالا[5] ہو جاتے ہیں چہرے پر جھریاں پڑ جاتی ہیں ہڈی سے چمڑا الگ جاتا ہے گوشت گھُل جاتا ہے گردن ہلنے لگتی ہے کان جواب دے دیتے ہیں آنکھوں سے لاچار ہو جاتا ہے ہاتھ کانپنے لگتے ہیں پیٹھ کُبڑی ہو جاتی ہے لکڑی کا سہارا تکتا[6] ہے اُس وقت خیال آتا ہے کہ ہائے افسوس اب ہم سترے بہترے ہو گئے - بوڑھا بویک[7] ہمارا نام ہوا لڑکے ہماری نقلیں اُتارتے ہیں جواب ہم پر ہنستے ہیں - کھانا ہمیں ہضم نہیں ہوتا - کمانے کے ہم نہیں - عبادت کے ہم نہیں - ہاتھ اُٹھائی روٹی کھاتے ہیں - افسوس نہ تو یادِ الٰہی کر سکے نہ دنیا ہی کا کام

---

[1] شیخی - ڈینگ - اصلی معنے یہ ہیں کہ دُد تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا - [2] معلّق بیچ میں - [3] مسلوب الحواس - عقل گم [4] درجے - مرحلے - [5] دھنی ہوئی صاف شدہ روئی کا ٹکڑا یعنی بالکل سفید بھک [6] جھبدہ [7] ڈھونڈتا - بوڑھا احمق - ۱۲

بنا سکے ؎ تہمتیں چند اپنے ذمّے دھر چلے۔
کس لیے آئے تھے ہم کیا کر چلے۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو وقت کی قدر کرتے ہیں۔ بچپن جوانی ادھیڑپن بڑھاپے میں نیکی کی راہ نہیں چھوڑتے۔ دنیا میں اچھی طرح گزارا کرتے ہیں اور اپنی عاقبت بھی سنوارتے ہیں۔ (مولوی سیّد احمد دہلوی)

## بچپنے[1]۔ جوانی اور بڑھاپے کے متعلق چند رباعیاں اور اشعار

(رباعی) طفلی گزری جوانی گزری
راحت ہوئی ختم شادمانی گزری
لو آگیا موسمِ خزانِ پیری
لو فصلِ بہارِ زندگانی گزری

دیگر۔ جب جوانی کا مزہ جاتا رہا
زندگانی کا مزہ جانا رہا
سب اُمنگیں تھیں جوانی کی[2] جوانی کیا گئی
سب اُمنگیں مٹ گئیں وہ ولولہ جاتا رہا

دیگر۔ عروسِ دہر[3] زالِ زشت منظر[4] ہوگئی ایسی
کہ جس میں ال رعنائی کی نہیں کوئی ادا باقی
وہ بوٹا سا قدِ رعنا کہ عالم جس پہ مفتوں تھا
خمیدہ[5] ہوتے ہوتے رہ گئی پشتِ دوتا[6] باقی
تغیر[7] آگیا نقش و نگارِ حسن میں یکسر[8]
نہ وہ رنگِ حنا قائم نہ چشمِ سرمہ سا باقی

[1] بچپنے جوانی بڑھاپے پر صدہا رباعیاں ہیں ایک سے ایک بڑھ کر جن میں سے چند منتخب کر کے یہاں لکھی جاتی ہیں۔ [2] دلی شوق۔ [3] زمانے کی دلہن۔ [4] بری شکل کی بڑھیا۔ [5] جھکتے جھکتے۔ [6] دوہری پیٹھ۔ [7] بدل جانا۔ [8] بالکل۔ ۱۲

ملادی خاک میں پیری نے سب رونق[1] جوانی کی
نہ رنگت میں ضیا باقی نہ چہرے میں صفا[2] باقی

دیگر۔ سب بال تھے سیاہ جب آئے تھے روسفید[3]
ہر روز و شب سفید و سیاہ کا گواہ ہے (والد مرحوم)

پیری نے معصیت نے کیا ایسا انقلاب[4]
اب بال تو سفید ہوئے روسیاہ ہے

دیگر۔ چار دن زندگی کے تھے افسوس
سو اسی کاروبار میں گزرے

آرزو میں گزر گئے دو دن
دو رہے انتظار میں گزرے

دیگر۔ ہوگی نہ کسی کو بھی مروت میری
پیری میں بدل جائے گی حالت میری

یہ آنکھ پھرا لے گا جوانی کی طرح
دیکھے گا نہ خود آئینہ صورت میری

دیگر۔ کیوں زر کی ہوس میں در بدر پھرتا ہے
جاتا ہے تجھے کہاں کدھر پھرتا ہے

اللہ رے پیری میں ہوس دنیا کی
تھک جاتے ہیں جب پاؤں تو سر پھرتا ہے

دیگر۔ پیری کی ہوئی ہے مہربانی اب تو
ہو کیوں نہ وبال زندگانی اب تو

اعمال سیاہ ہیں ہوئے بال سفید
اونچا سر سے ہوا ہے پانی اب تو

دیگر۔ افسوس کہ پہلے سے نہ ہشیار ہوئے
آرام لحد[5] کے نہ طلبگار ہوئے

ہنگام[6] اجل آنکھ کھلی غفلت سے
جب خواب کا وقت آیا تو بیدار ہوئے[7]

دیگر۔ اس ضعف نے اور غم دیا ہے مجھ کو
افسردہ و مجبور کیا ہے مجھ کو

ہے ناخن شہباز[9] گویا قد[10] خم
پیری نے شکار کر لیا ہے مجھ کو

دیگر۔ کس درد کی یارب یہ کہانی ٹھہری
آخر میں یہی اشک فشانی[11] ٹھہری

طاقت پہ جو کچھ ناز تھا وہ بے جا تھا
پیری کے بھی آگے نہ جوانی ٹھہری

[1] روشنی۔ چمک۔ [2] صفائی۔ [3] سفید منہ۔ گنہگاری۔ [4] کایا پلٹ۔ [5] قبر۔ [6] موت کا وقت۔
[7] جاگے۔ [9] جس طرح شہباز کا ناخن ٹیڑھا ہوتا جاتا ہے۔ [10] قد جھک گیا۔ [11] رونا۔

دیکھیے [illegible] مصیبت سے [illegible] کیوں کر
اس فکر میں [illegible] ہی عمر انسان کی

ہم اب کفِ[2] افسوس ملیں گے کیوں کر
پیری میں عصا کے چلیں گے کیوں کر

## دنیا میں کس طرح رہنا چاہیے

لنگر ہی جو دل تو ہر نفس با دِ مراد

دنیا دریا ہی اور ہوس طوفاں ہی
مانندِ حباب ہستیِ انساں ہی
سینہ کشتی ہی با خدا ایماں ہی

قرآن شریف ہی تو آسمانی کتاب مگر لوگوں کے سمجھانے کو نازل ہوئی ہی اور لوگوں کا حال یہ ہی کہ بہت سی باتیں اُن کی سمجھ سے باہر ہیں جیسے حالاتِ بعدِ مرگ یا مثلاً خدا کی ذات و صفات کا علمِ تفصیلی یا روح کی ماہیت[3] وَکَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ[4] کے قاعدے سے اُن ہی کے محاورے اُن ہی کی عادات کے مطابق بات کہنی ہوتی ہی تو بہت سی باتیں قرآن میں ہیں اور اُن کی لِم[5] اور تہ سمجھ میں نہیں آتی مگر اصل دین ایسا صاف اور واضح ہی کہ احمق سے احمق اور جاہل سے جاہل بھی سمجھتا ہی جس کا خلاصہ یہ ہی کہ انسان کسی مصلحت سے چند روز کے لیے دنیا میں بھیجا گیا ہی۔ اُس میں ایک طرح کی روح ہی جو ابد الآباد[6] تک باقی رہے گی۔ جسمانی تعلقات[7] کی وجہ سے انسان کو بہت سی حاجتیں پیش آتی ہیں جس سے لوگوں میں کشمکش واقع ہوتی ہی اور اس کشمکش کا ضروری نتیجہ ہی فساد۔ یہ ہی گناہ کی اصل۔ گناہوں کا اثر روح پر پڑتا ہی جس سے روح کی وہ ہستی[8] جو بعدِ مرگ ہونیوالی ہی

[1] پہاڑ۔ [2] افسوس سے ہاتھ ملنا۔ پچھتانا۔ [3] اصلی حالت۔ کیفیت۔ [4] جیسی جس کی سمجھ ویسی ہی بات کرنی چاہیے۔ [5] اصل۔ جڑ۔ [6] ہمیشہ۔ [7] تنا تنی۔ [8] زندگی۔ ۱۲

بنتی اور بگڑتی ہے۔ انسان کو عقل دی گئی ہے جو اُس کو بتاتی ہے کہ دنیا میں
اُس کو کس طرح پر رہنا چاہیئے اور نورِ عقل کو زیادہ روشن کرنے کے
لیئے خدا نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ دین دار
ہونے کے لیئے کچھ ایسی بڑی عقل اور بڑی معلومات درکار نہیں۔ انسان کی
اپنی حالت پر غور کرنا اور دنیا کی زندگی چند روزہ اور اپنے تئیں عاجز
و بے حقیقت سمجھنا بس کرتا ہے اور یہ باتیں ایسی ہیں کہ کوئی فردِ بشر
اِن کے سمجھنے سے معذور نہیں۔ بات بات میں کھٹر پنچ نکالنا۔ اپنی
عقل کو بڑا سمجھنا اور اُس سے وہ کام لینا جس کے سرانجام[1] کی اُس میں
صلاحیت[2] نہیں دین سے بے بہرہ[3] رہنے کی علامت ہے۔ یہ مرض زیادہ
پڑھے لکھوں میں ہوتا ہے اور آج کل کے انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں میں
اسی قسم کی گمراہی کثرت سے دیکھی جاتی ہے اور دین کے اعتبار سے یہ حالت
بڑی خطرناک ہے۔ ایسا آدمی ضروری باتوں کو چھوڑ کر غیر ضروری باتوں کے
پیچھے پڑا رہتا ہے۔ فرض کو ناغہ اور نفل کو اپنے اوپر لازم کرتا ہے اور اُس کو
بھی نباہ نہیں سکتا۔ لہذا مبہم[4] اور مشتبہ باتوں کے درپے[5] ہونا دینداری کے
خلاف اور گمراہ ہونے کی نشانی ہے۔ (مولوی نذیر احمد) ۵

اس طرح جی کہ بعد مرنے کے + گاہ گاہ ہے تو کوئی یاد کرے

## صبح خیزی[6]

پھولا شفق[7] سے چرخ پہ جب لالہ زارِ صبح
گل زارِ شب خزاں ہوئی آئی بہارِ صبح

---

۱ پورا کرنے ۔ ۲ قابلیت ۔ ۳ بے نصیب ۔ ۴ جو بات صاف نہ ہو جس میں شبہ کی گنجائش ہو ۔ ۵ پیچھے پڑنا ۔
۶ صبح سویرے اُٹھنا ۔ ۷ سُرخی ۔ ۲،

کرنے لگا فلک زرِ انجم[1] نثارِ صبح ‏— سرگرم ذکرِ حق ہوئے طاعت گزارِ[2] صبح
تھا چرخِ اخضری[3] پہ یہ رنگ آفتاب کا ‏— کھلتا ہے جیسے پھول چمن میں گلاب کا
چلنا وہ بادِ صبح کے جھونکوں کا دم بدم ‏— مرغانِ باغ کی وہ خوش الحانیاں بہم
وہ آب و تابِ نہر وہ موجوں کا پیچ و خم[4] ‏— سردی ہوا میں پر نہ زیادہ بہت نہ کم
کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا ‏— تھا موتیوں سے دامنِ صحرا بھرا ہوا
وہ صبحِ نور اور وہ صحرا وہ سبزہ زار ‏— تھے طائروں کے غول درختوں پہ بے شمار
چلنا نسیمِ صبح کا رہ رہ کے بار بار ‏— کوکو وہ قمریوں کی وہ طاؤس[6] کی پکار
وا[7] تھے دریچے باغِ بہشتِ نعیم کے ‏— ہر سو[8] رواں تھے دشت[9] میں جھونکے نسیم کے
آمد وہ آفتاب کی وہ صبح کا بیاں ‏— تھا جس کی ضو[10] سے وجد میں طاؤسِ آسماں
ذروں کی روشنی میں ستاروں کا تھا گماں ‏— نہرِ فرات بیچ میں تھی مثلِ کہکشاں
ہر نخل پر ضیائے سرِ کوہِ طور تھی ‏— گویا فلک سے بارشِ بارانِ نور تھی
(انیس)

**حسن آرا** ۔ مگر سویرے تڑکے تو میں نہیں اُٹھ سکتی ہیں تو کوئی پہر دن چڑھے سو کر اُٹھتی ہوں ۔

**محمودہ** آپ سوتی کس وقت ہیں ؟ ۔ **ح** ۔ سرِ شام ۔ **م** ۔ بلا کی نیند آپ نے بڑھا رکھی ہے ۔

**ح** ۔ میں نے بڑھا رکھی ہے لو اور سنو نیند بھی کوئی اپنے اختیار کی بات ہے ۔ میری آنکھیں تو کچھ دن رہے ہی سے بند ہونے لگتی ہیں ۔ اماں جان کھانے

[1] آسماں سنہرے ستاروں کو صدقے کرنے لگا ۔ [2] عبادت کرنے والے ۔ [3] نیلے آسمان ۔ [4] پیچھے ۔ [5] موڑ توڑ ۔ [6] مور ۔ [7] کھلے ہوئے ۔ [8] ہر طرف ۔ [9] جنگل ۔ [10] روشنی ۔ چمک ۔ ۱۲

کے واسطے مجھ کو بلاتی رہتی ہیں۔ جب دیکھتی ہیں کہ سوئے ہی جاتی ہو تو
تو ناچار کھانا کھلوا دیتی ہیں۔ پہر دن چڑھے بھی میری آنکھ نہیں کھلتی۔
سوتی کو زبردستی اٹھا بٹھاتی ہیں۔ کچی نیند جو جگا دیتی ہیں تو گھنٹوں نیند کا
خمار رہتا ہو۔ اسی لیئے دوپہر کو پھر دو چار گھڑی کے واسطے سو رہتی
ہوں۔ م۔ اللہ! پہاڑ سی رات میں بھی آپ کی نیند نہیں بھرتی جو دن کو
بھی لوٹ لگاتی ہو۔ اگر آپ کو جی بھر کے سونے دیا جائے تو شاید آپ
رات دن سیپا ہی کریں۔ ح۔ کیا کہوں نیند کم بخت ایسی لُٹ پڑی
ہو کہ کسی طرح مجھ کو سونے سے سیری نہیں ہوئی۔ گھر بھر مجھ کو چھیڑا
کرتا ہو اور چاہے کوئی بیاری ہو ابا جان ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ تمام تر
سونے کا فساد ہو مگر کیا کروں نیند پر قابو نہیں چلتا ہر روز ارادہ کرتی ہوں
کہ آج سب کے ساتھ سوؤں مگر جب وقت آتا ہو تو نیند کے غلبے سے
ایسا جی خراب ہونے لگتا ہو کہ کچھ بن نہیں پڑتا۔ نیند کے آثار جب
شروع ہوتے ہیں تو مجھ کو خیال ہوتا ہو کہ آج بڑا پکا وعدہ کر چکی ہوں
ابھی سے سو رہوں گی تو لوگ چھیڑیں گے اور اس شرمندگی کے
مارے جی مضبوط کر کے تھوڑی دیر سنبھلی بھی رہتی ہوں مگر جب نیند
آ کر گھیرتی ہو تو نہیں بیٹھا جاتا میں پلنگ پر جھکی اور ادھر سے ابا جان بولیں اُدھر سے
آپا جان لیکن ان کی بات پوری بھی نہیں ہونے پاتی کہ ہنڈی بیٹھتے کے
ساتھ خراٹے لینے لگی۔ میرے لیٹے پیچھے جو کچھ یہ لوگ کہتے
سنتے ہوں مجھ کو مطلق خبر نہیں ہوتی۔ م۔ اگر آپ دل سے

---

یعنی ہنڈیا بیٹھتے ہی پکنے لگتی ہے۔ ۱۲

نیند گھٹانا چاہیں تو کچھ مشکل بات نہیں۔ میں آپ کو سہل تدبیر بتا سکتی ہوں۔
پہلے تو اس بات کا خیال رکھیے کہ بہت رات گئے سونے کا لازمی نتیجہ ہے
کہ آدمی دیر سے اُٹھے۔ لہذا سویرے سونا اور سویرے اُٹھنا ضامن صحت
ہیں۔ سویرے کے معنے یہ نہیں کہ "چراغ میں بتی پڑی لاڈو میری تخت چڑھی"
دس بجے تک سو جانا اور صبح سویرے اُٹھنا بہترین طریقہ ہے۔ انسان کے
لیئے کم سے کم چھ اور زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے سونا بالکل کافی ہے۔ گرمیوں
میں دوپہر کو ذرا کی ذرا لیٹ رہنا بھی اچھا ہے جیسے **قیلولہ** کہتے ہیں۔
آپ دو باتوں کا التزام کیجیئے اول تو یہ کہ نیند بہلانے کے لیئے کچھ مشغلہ
چاہیئے کہ طبیعت اُس میں مصروف ہو جائے دوسرے یہ کہ جو شخص سویرے
اُٹھنے والا ہو اُس پر تاکید کر دیجیئے کہ جس طرح ممکن ہو جھنجھوڑ کر پانی کے
چھینٹے دے کر آپ کو ہوشیار کر دیا کرے اور اُٹھنے کے ساتھ آپ مُنہ
ہاتھ دھو کر طبیعت کو سنبھال کسی کام میں لگ جایا کیجیئے۔ اول اوّل
آٹھ دس دن خلافِ عادت سویرے اُٹھنے سے ایک خفیف سی
گرانی سر[1] میں معلوم ہو گی مگر پھر عادت ہو جائے گی اور خود بخود آنکھ
کھلنے لگے گی اور گرانی سر بھی موقوف ہو جائے گی۔ بلکہ سویرے اُٹھنے سے
صبح کی ٹھنڈی ہوا کھا کر مزاج ایسا باغ باغ ہو جائے گا کہ دن بھر طبیعت
بحال رہا کرے گی۔ میں بھی بلا کی سونے والی تھی۔ مُردوں سے شرط
باندھ کر سوتی تھی۔ اُستانی جی ہر روز مجھ کو نصیحت کیا کرتیں کہ دنیا میں

---

[1] سر کا بوجھل ہونا۔ ۱۲

انسان اس واسطے نہیں آیا کہ سونے اور نکمّے[1] پڑے رہنے سے
دن تیر[2] کرے۔ خدا نے دن کام کے لیئے بنایا ہے۔ اور رات آرام کے لیئے
رات کیا تھوڑی ہوتی ہے کہ دن کو بھی سویا کریں۔ بہت سونے سے
انسان کاہل اور غبی اور ذہن مٹھا[3] اور کُند ہو جاتا ہے۔ وقت بڑی قیمتی
چیز ہے۔ فرصت کا ایک لحظہ بس غنیمت ہے۔ اس وقت میں ہو سکے تو لگ
لپٹ کر علم و ہنر حاصل کر لیں کہ جس سے دنیا اور عاقبت دونوں درست
ہوں۔ چنانچہ میں نے رفتہ رفتہ سونا کم کر دیا یہاں تک کہ اب سب کے
پیچھے سوتی اور سب سے پہلے اُٹھتی ہوں اور بہ نسبت سابق کے میں
اپنے تئیں زیادہ تن درست بھی پاتی ہوں۔ ح۔
دیکھیے انشاء اللہ میں بھی ضرور اس کا انتظام کروں گا اور جس طرح بن پڑے گا
سویرے اُٹھنے کی عادت ڈالوں گی۔ آپ نے مجھے بڑی اچھی اچھی
باتیں بتائیں لیکن آپ کی صرف ایک بات مجھے البتہ کھٹکتی[4] ہے کہ آپ بات
بات پر امیروں کی بہت مذمّت[5] کرتی ہیں۔ ھ۔ امیروں کی یا اُن کے
کردار[6] کی؟ ح۔ کردار کی مذمت ہوئی تو امیروں کی ہوئی وہ
ایک ہی بات ہے۔ ھ۔ نہیں۔ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے۔
اگر مطلق[7] امیروں کی مذمت کی جائے تو اس سے مطلق دولت کی
دولت کی مذمت نکلتی ہے۔ حالاں کہ دولت بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے

[1] بے کار۔ [2] گزارے۔ [3] تیز کی ضد۔ [4] ناگوار ہوتی ہے۔ [5] بُرائی۔ [6] افعال۔ [7] ترے۔ خالی۔ ۱۲

لیکن اگر دولت پاکر آدمی گھمنڈ اور غرور کرے اور یہ سمجھنے لگے کہ وہی سب میں بڑا ہی اور ہم چومن دیگرے نیست کا خبط سما جاے اور جتنے غریب ہیں حقیر اور ذلیل اور اس کی ٹہل خدمت کے لیئے پیدا کیئے گئے ہیں تاکہ وہ آپ ہاتھ نہ ہلائے اور دوسروں کی محنت سے آرام حاصل کرے اور دولت اس کو صرف اسی کی آرام و آسائش کے لیئے دی گئی ہو اور غریبوں کو دنیا اور محتاجوں کی مدد کرنا اپنا فرض نہ سمجھے تو ایسی دولت دنیا کا جنجال اور عاقبت کا وبال ہو۔

## نماز کی پابندی۔ اُس کی غرض و غایت اور طریقہ

(زنیات النعش۔ بہ تبدیل عبارت)

تو قبر تیرے ہی آستانے سے ملی
عزت تیرے در پہ سر جھکانے سے ملی
کیا کیا دولت ترے خزانے سے ملی
مال و زر و آبرو و دین و ایماں

مسلمانوں کے لیئے سب سے بڑا فرض پنج وقتہ نماز ہو جس میں ظاہری پاکی وضو سے حاصل کی جاتی ہو اور باطنی پاکی نماز سے۔ نماز ایک موقت فریضہ ہو جو ہر مسلمان کو خواہ وہ بچہ ہو یا جوان۔ بڈھا ہو۔ تن درست ہو یا بیمار سفر میں ہو یا حضر میں اوقات مقررہ پر ادا کرنی چاہیئے۔ روحانی قویٰ کی غذا جس سے وہ ترو تازہ رہ سکتی ہیں۔ عبادتِ الٰہی ہو۔ عبادت کرنے سے مطلب یہ ہو کہ بندہ اپنے خدا کو جس نے اُسے پیدا کیا ہو ہاتھ پاؤں۔ آنکھ۔ ناک۔ عقل اور تمیز دی۔ اُس کو یاد رکھے اور اُس کی بندگی

جو کچھ ہوں میں ہی ہوں۔ دوسرا کسی شمار قطار میں نہیں۔ سفر کی ضد یعنی اپنے مقام پر۔ (۲) قوتیں جن کا روح سے تعلق ہو۔ عبادت ۱۲

کرتا رہے کہ خدا کی بزرگی اور اپنے بندے ہونے کا خیال ہر وقت اُس
کے دل پر جما رہے اور اُس کا دل بُرائیوں سے پاک رہے۔ دل سے
خدا کی طرف متوجہ ہو کر نماز پڑھنے سے یہ سب باتیں حاصل ہوتی ہیں
اور انسان کا دل سب بُرائیوں سے پاک ہوتا ہے۔ دل کی پاکیزگی یا باطنی
اندرونی پاکیزگی ہے مگر بیرونی پاکیزگی اندرونی پاکیزگی پر بہت بڑا اثر رکھتی
ہے۔ دیکھو جو لوگ اپنا لباس اور ہاتھ پاؤں صاف اور ستھرے رکھتے
ہیں اُن کے دل میں ستھرائی کا اثر ہو جاتا ہے۔ ناپاک بدن اور میلے
کچیلے کپڑوں سے اُن کو نفرت ہو جاتی ہے۔ اُن کے دل میں اثر بیرونی
پاکیزگی کے خیال سے پیدا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نماز کے لیئے
بیرونی چیزوں کے پاک کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ اس کا اثر دل کی پاکیزگی پر
پہونچے اور ظاہر و باطن دونوں یکساں پاک رہیں۔ اُس نے حکم دیا ہے
کہ جس چیز پر نماز پڑھو وہ پاک ہو۔ کپڑے پاک ہوں۔ بدن ہاتھ پاؤں
سب پاک ہوں۔ نماز پڑھنا گویا خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور اس
کے لیئے ضرور ہے کہ ادب سے اور ظاہری اور باطنی پاکیزگی سے اپنے پروردگار کے سامنے
جو سب سے بڑا بادشاہ ہے حاضر ہوں۔ چوں کہ ظاہری پاکیزگی سے دل کی پاکیزگی بھی ہوتی
ہے۔ اس لیئے نماز سے پہلے وضو کا حکم ہے۔ انسان کے بدن کا اکثر حصہ تو کپڑوں سے ڈھکا
رہتا ہے مگر مُنہ اور ہاتھ پاؤں کُھلے رہتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں ہر قسم کے کام میں اور رستہ چلنے
میں کام آتے ہیں میل کچیل لگ جاتی ہے اور گرد سے آلودہ ہو جاتے ہیں اس لیئے نماز سے
پہلے اُس کو دھو کر صاف کر لینا وضو ہے۔ وضو کر کے گویا بندہ اپنے مالک کے حضور میں حاضر

---

باہر کی۔ اندر کی۔ تھاک میں بھر جانا۔ ۱۲

ہونے کو طیار ہو گیا۔ خدا تو ہر جگہ اور ہر طرف موجود ہے مگر اُسی کا حکم ہے کہ جب میرے سامنے حاضر ہونا چاہو تو قبلے کی طرف مُنہ کر کے کھڑے ہو اور اس لیئے نماز میں قبلے کی طرف رُخ کیا جاتا ہے۔ جب تم نماز میں کھڑی ہو تو بخوبی جان لو کہ اللہ تعالےٰ کے سامنے کھڑی ہو اور دل سے یقین کر لو کہ گو میں خدا کو نہیں دیکھتی مگر مگر خدا مجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ بھی سمجھ لو کہ نماز میں جو ارکان[1] مقرر ہیں اُن کا کیا مطلب ہے اور اُن سے کن چیزوں کی طرف اشارہ ہے۔ سب سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھا کر اَللّٰهُ اَكْبَر کہہ کر نیّت[2] باندھی جاتی ہے۔ یہ اشارہ[3] ہے کہ دنیا کی تمام چیزوں سے دست بردار[4] ہو کر تیرے سامنے حاضر ہوا ہوں اور کوشش کرنی چاہیئے کہ دل کو تمام چیزوں سے پھیر کر خدا کی طرف متوجہ کرے۔ اب کہ بندہ ایسے بڑے مالک کے سامنے کہ جس سے بڑا کوئی نہیں ہے حاضر ہوا تو ضرور ہے کہ سب سے پہلے اُس کی تعظیم ادا کرے۔ اُس کی صفات کو بیان کرے نہ اس لیئے کہ خدا کو اس کی پروا ہے بلکہ اس لیئے کہ اُس کے دل کا نقش تازہ ہوتا ہے اور خدا کے سامنے کھڑے ہو کر بار بار پھر نماز میں اُس کو دُہرانے سے اُس کے دل میں خیال پیدا ہو کہ میں اپنے مالک کے سامنے اُس کا اقرار کر چکا ہوں۔ اس لیئے مرتے دم تک دل سے اسی اقرار پر مجھ کو قایم رہنا چاہیئے۔ اس لیئے نیت کے بعد سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ[5] پڑھنا سُنّت ہوا۔ پھر خدا سے دُعا مانگے

---

[1] رکن کی جمع ہے۔ [2] نماز کا حصہ ہے۔ [3] اظہار ارادہ۔ [4] سبک دوش علیحدہ۔ [5] اے پاک پروردگار تیری تعریف کے ساتھ تجھ کو یاد کرتا ہوں۔ تیرے نام میں برکت ہے اور تیرا مرتبہ بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

کہ شیطان کے وسوسے[1] سے اُسے بچا تاکہ جو بات غرض[2] کرنی ہو اُسے عرض کرتے وقت دل میں کچھ وسوسہ نہ آئے اور پھر جو کچھ کہے خدا کا نام لے کر یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ[3] کہہ کر شروع کرے۔ جب اس طرح اپنے دل کو سنوار[4] لیا تو اب وہ بات عرض کرے جو خدا نے اُسے سکھائی ہے یعنی سورۂ اَلْحَمْدُ پڑھے۔ یہ تو اپنا مطلب عرض کیا۔ اب خدا کی جناب میں بھی عاجزی سے متوجہ ہونا ضرور ہے اور خدا ہی کا کلام پڑھنے سے پوری توجہ ہوتی ہے۔ اس لیے الحمد کے بعد کلام مجید کی کوئی سورت[5] یا چند آیتیں پڑھتے ہیں۔ دُنیا کے بادشاہوں کے سامنے بھی کھڑے ہو کر ہاتھ باندھ کر عرض معروض کی جاتی ہے۔ پس ایسے بڑے بادشاہ کے سامنے بھی ہاتھ باندھ کر باادب کھڑے رہنا ضرور ہے۔ یہاں تک تو وہی بات ہوئی جو دنیا کے بادشاہوں کے سامنے ملحوظ رہتی ہے۔ لیکن خدا کے سامنے زیادہ ادب کرنا چاہیئے لہٰذا رکوع کیا جاتا ہے یعنی اُس کے سامنے سر نگوں[6] ہو اور کہے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ یعنی اے میرے پروردگار تو ہی سب سے بڑا ہے۔ اس کے بعد سجدہ کیا جاتا ہے یعنی خدا کے سامنے اپنی پیشانی اور ناک کو زمین پر رکھا جاتا ہے اور یہ خاص تعظیم اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے اُس کے سوا کسی دوسرے کے آگے سجدہ نہیں کیا جاتا۔ سجدے میں

---

[1] بہکانے - برے خیالات ڈالنے - [2] کہنی - [3] یہ پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے شروع اللہ کے نام سے (جو) نہایت رحم والا مہربان (ہے) - [4] درست کر لیا - [5] کلام مجید کا ایک ٹکڑا - [6] جس کا خیال رکھا جاتا ہے - سر جھکا کر - ۱۲

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی یعنی ای میرے خدا تیرا ہی رتبہ سب سے بلند ہی۔ کہا جاتا ہی اور دو دفعہ سجدہ کیا جاتا ہی تاکہ اُس کے تکرّر[1] ادا کرنے سے خدائے عزّ وجل کی پوری عظمت اور پوری تعظیم اس سچائی سے ادا ہو اسی طرح نمازیں دو رکعتیں یا چار اور مغرب میں تین رکعتیں ہیں سبق دُہرانے سے لڑکوں کو یاد ہو جاتا ہی۔ بات کے دُہرانے سے بات یاد رہتی ہی۔ کسی چیز کا خیال رہنے سے وہ چیز دل میں بیٹھ جاتی ہی۔ اسی لیے نمازیں کئی کئی رکعتیں مقرر ہوئی ہیں تاکہ وہ سب باتیں جو بندے نے عرض کی ہیں دل میں بیٹھ جائیں اور مضبوط جڑ پکڑ لیں۔ سب سے آخر یہ ہی کہ تمام عاجزیوں اور تعظیم اور ادب بجالانے کے بعد اپنے خدا کے دربار میں مؤدب[2] بیٹھے۔ اُس وقت خدا کا حکم ہی کہ شُکر کرے اور پیغمبر خدا صلعم[3] پر جن کی بدولت ہم نے نورِ ایمان پایا ہی سلام بھیجے اور خدا سے اُن پر رحمت چاہے اور اپنی مغفرت[4] کی دعا مانگے۔ بعد اس کے دائیں بائیں گردن پھیر کر تمام مخلوقات پر جو اُس کے دائیں بائیں ہیں خدا کی مہربانی چاہے۔ خدائے تعالیٰ نے انسان کو اپنے فضل و کرم سے بہت سی چیزیں عنایت کی ہیں۔ کچھ تو اُن میں بیرونی ہیں۔ جیسے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک زبان۔ ان میں سب سے مقدّم سر ہی جو تمام کمالاتِ انسانی کا خزانہ ہی اور کچھ اُس میں اندرونی صفتیں ہیں جیسے عقل اور سمجھ۔ اخلاق کی نیکی۔ حقوق کی تمیز[5]۔ احسان مندی۔ شکر گزاری نفس کی پاکیزگی۔ پس

---

[1] دوبارہ۔ [2] ادب سے۔ [3] صلے اللہ علیہ وسلم کا مخفف ہی۔ [4] بخشایش۔ [5] پہچان۔ ۱۲

خدا کی عبادت ایسے طریقے سے ہونی چاہیئے کہ اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب کے سب خدا[1] کی عبادت میں مصروف ہوں۔ نماز میں بڑی خوبی یہی ہے کہ انسان کے تمام اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب کے سب ایک ساتھ خدا کی عبادت میں مصروف ہوتے ہیں۔ پاؤں کے بل[2] کھڑا ہوتا ہے۔ ہاتھوں کو ادب سے باندھے رہتا ہے۔ آنکھ سے اپنے سجدے کی جگہ کو دیکھتا ہے۔ ادھر اُدھر نہیں دیکھتا۔ اپنی نگاہ کو عبادت میں مشغول رکھتا ہے اور اُس وقت کوئی کلام جو داخل[3] عبادت نہیں سننا نہیں چاہتا۔ زبان عبادت میں مشغول رہتی ہے۔ سر کو خدا کے سامنے سجدے میں ٹیکتا ہے۔ اسی طرح تمام اندرونی قوی کو بھی عبادت میں لگاتا ہے۔ دل عبادت کی طرف مصروف رہتا ہے۔ خیال میں بجز خدا[4] کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ سمجھتا ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں۔ اُس کی عقل گواہی دیتی ہے کہ خدا کے سوا اور کوئی عبادت کے لایق نہیں ہے۔ تمام قوائے باطنی کو خدا کے سامنے عاجزی کرنے اور بندگی بجالانے کو حاضر کرتا ہے۔ پس کوئی طریقہ عبادت کا جس میں اعضائے ظاہری اور قوائے باطنی سب مشغولِ عبادت ہوتے ہوں نماز سے بہتر نہیں ہے اور اسی لیئے سب عبادتوں سے افضل ہے جو لوگ پابند نماز ہیں وہ گویا ایک قلعے میں بند ہیں کہ جو دشمن یعنی شیطان کے حملے اور زد سے محفوظ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ[5] اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ

---

[1] رہیں۔ [2] سہارے۔ [3] جو عبادت میں شامل نہیں۔ [4] سوائے۔ [5] اور نماز پڑھتے رہو کچھ شک نہیں کہ نماز بے حیائی (کے کاموں) اور ناشائستہ حرکتوں سے روکتی رہتی ہے اور یاد خدا البتہ بڑی (چیز) ہے ۔ ۱۲

وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ - اس سے ظاہر ہو کہ نماز بدکاری سے باز رکھنے کے لیئے ایک بڑی روک ہو۔ نماز ایک ایسی چیز ہو کہ جس کے ذریعے سے پنج وقتہ انسان اپنے خالق کے روبرو حاضر ہوکر عرض معروض کرتا ہو۔ کلام مجید میں بیسیوں جگہ نماز کی پابندی کی سخت تاکید ہو اور اس کے تارک کے لیئے وعید ہو مرنے کے بعد سب سے اول نماز کی ہی پرستش ہوگی۔ ؎

روزِ محشر کہ جاں گداز بود + اولیں پرسشِ نماز بود

نماز جو اللہ تعالیٰ نے انسان پر فرض کی ہو اُس میں کچھ اللہ کا فائدہ نہیں ہو اور نہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کا محتاج ہو بلکہ سراسر ہمارا ہی فائدہ ہو۔ کیا عمدہ بات ہو کہ اپنے فائدے کے ساتھ حکم الٰہی کی تعمیل بھی لگی ہوئی ہو۔ یہ یک کرشمہ دو کار۔ کچھ ایسا کٹھن کام نہیں کہ نہ ہو سکے بلکہ جن لوگوں کو عادت پڑ جاتی اُن کو چسکا لگ جاتا ہو کہ نماز چھوٹ نہیں سکتی۔ جس شدت و اہتمام سے اللہ تعالیٰ نے نماز ہم پر فرض کی ہو اُسی بے پروائی سے مسلمان اس فرض کو ادا کرتے ہیں۔ کوئی تو کھانے کو دو چار ٹکریں مار لیتا ہو۔ کوئی بے وضو ہی ٹرخا دیتا ہو۔ کوئی سرے سے پڑھتا ہی نہیں۔ غور کیا جائے تو شیطان درگاہ رب العزت سے

---

بُرے کام۔ پانچوں وقت۔ وقت مقررہ پر ادا کرنا اور ناغہ نہ کرنا۔ چھوڑنے والا۔ ڈرانا۔ پوچھ گچھ۔ حشر کا دن بڑا ہی جاں فرسا ہوگا۔ سب سے پہلے اُس دن نماز کی ہی پرستش ہوگی۔ سارے کا سارا۔ بالکل۔ ایک سنتھ دو کاج۔ مشکل۔ مزہ۔ بد دلی سے کرنا۔ ٹال دینا۔ سر سے بوجھ اُتار دینا۔ ۱۲

اسی واسطے راندہ[1] گیا کہ اُس نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا اور تارک[2] الصلوٰۃ تو اپنے پیدا کرنے والے ہی کو سجدہ نہیں کرتا ۔ ؎

شیطان[3] ہزار مرتبہ بہتر زبے نماز ✣ او سجدہ پیشِ آدم وایں پیشِ حق نہ کرد

گھر پر نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھنے کا بہت زیادہ ثواب ہے کیوں کہ کسی کام کو چند آدمی[4] مل کر کرتے ہیں تو وہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ انسان کی طبیعت نقّال واقع ہوئی ہے۔ خربزہ[5] کو دیکھ کر خربزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ایک کو دیکھ کر دوسرے کو رغبت اور شوق ہوتا ہے۔ آپس میں میل جول بھی بڑھتا ہے۔ جمعہ کی نماز اگر جامع مسجد میں ہو تو بہت بہتر ہے ورنہ اپنے محلّے کی مسجد میں پڑھنی چاہیے مگر جمعہ کی نماز ناغہ نہ ہو۔ علیٰ ہذا عیدین[6] کی نماز کی بھی سخت تاکید ہے کہ وہ بھی سال بھر میں صرف دو دن کا جمگھٹا ہے (ماخوذ از سلسلۂ دینیات علی گڈھ)

## روزے کے فضائل

قرآن مجید اور احادیث شریف میں روزے کی بہت سی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک خوبی روزے میں ایسی ہے کہ کسی عبادت میں نہیں۔ نماز وغیرہ میں احتمال ہے کہ دکھانے کے لیے پڑھی جائے تاکہ لوگ تعریف کریں کہ فلاں شخص بڑا نمازی ہے اور نیک ہے۔ صدقہ وخیرات اور غریبوں کی مدد کرنا بڑی عبادت ہے لیکن لوگ اُس کو نمود[9] کے لیے کرتے ہیں

---

[1] دھتکارا۔ نکالا۔ مردود ہوا۔ [2] نماز کا چھوڑنے والا۔ [3] بے نماز سے تو ہزار درجے شیطان ہی بھلا ہے کیوں کہ شیطان نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تھا مگر بے نماز تو خدا کو بھی سجدہ نہیں کرتا۔ [4] نقل کرنے والا [5] ایک کو دیکھ کر دوسرا بھی ویسا ہی ہو جاتا ہے۔ [6] اسی طرح دو عیدیں ایک رمضان کی عید الفطر دوسری بقر عید یا [7] عید الضحیٰ۔ [8] شک۔ [9] دکھاوا۔ ۱۲

کہ لوگوں پر اثر ہو اور خیرات کرنے والے کی عزت کریں اور اُس کو اچھا سمجھیں۔ اس طرح پر کوئی نیک کام کرنا مفید نہیں ہوتا سچی نیکی جب ہی ہوتی ہے کہ دل سے کی جائے اور صرف خدا کی خوشنودی[1] کے لیئے کی جائے۔ ایسی نیکی کا بڑا ثواب ہوتا ہے اور اُس کے اثر پائدار ہوتے ہیں۔ روزے میں نمود یا[2] شہرت کی کوئی صورت نہیں ہوتی اُس میں سب عبادتوں سے خلوص زیادہ ہوتا ہے اس لیئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ روزہ خاص میرے لیئے ہے اور میں ہی اُس کی جزا[3] دونگا۔ اگرچہ سب عبادتیں خدا کے لیئے ہیں لیکن جب نماز دوسرے کے دکھانے کو پڑھی گئی تو اُس میں خدائے تعالیٰ کی عظمت اور اپنی بندگی اور خاکساری کا کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اُس میں اُس شخص کی عظمت ظاہر کی گئی جس کے دکھانے کو نماز پڑھی گئی۔ اس لیئے اُس کو خدا کی نماز نہیں کہہ سکتے بلکہ اُس بندے کی نماز کہیں گے اور نہ اُس کا کچھ اثر دل پر ہوگا۔ اور نہ اُسکا ثواب ملے گا بلکہ اُس کا اثر صرف اس قدر ہوگا کہ دوسرا آدمی اُسے اچھا کہے۔ روزے کا بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اُس کے سبب سے آدمی فرشتوں کی صفت اپنے اندر پیدا کرتا ہے۔ فرشتے بھی نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ ہمیشہ ایک نورانی خوشی میں رہتے ہیں یہی حالت روزہ دار کی ہوتی ہے۔ روزے کے سبب سے آدمی بہایم[4] کی صفت کو اپنے اندر سے دور کرتا ہے۔

---

[1] رضامندی۔ خوشی۔ [2] جس میں دکھاوا نہ ہو محض اللہ کے واسطے۔ [3] بدلہ۔ [4] چوپائے۔ وحشی جانور۔ ۱۲

بہائم میں ہر وقت صرف کھانے پینے وغیرہ کی رغبتیں[1] پیدا ہوتی رہتی ہیں اگر کوئی چیز اُن کے اندر ایسی نہیں ہے جو اُن کو اِن خواہشوں سے روک سکے۔ ایسے ہی جب آدمی بالکل اپنی انھیں خواہشوں اور رغبتوں کا تابع[2] ہوجائے اور اُن کو اپنے قابو[3] میں نہ رکھ سکے۔ بیلوں کی طرح جس وقت رغبت پیدا ہوئی فوراً اُس کو پورا کرلیا تو اُس حالت کے لحاظ سے اُس میں اور چوپایوں میں کچھ فرق نہیں ہوتا اور جب یہ رغبتیں اپنے قابو میں رہیں عقل کے موافق جب چاہا اُن کا استعمال[4] کیا اور جب چاہا چھوڑ دیا تو اُس وقت اُن کا نام انسانی خواہشیں ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے آدمی کے اندر ایسی چیزیں بہت سی پیدا کی ہیں کہ اگر اُن کا بُری طرح استعمال کیا جائے تو آدمی نہایت ذلیل اور بے عزت ہوجاتا ہے اور اگر اچھی طرح اُن کا استعمال کیا جائے تو آدمی کی قدر و منزلت[5] زیادہ ہوجاتی ہے مثلاً ایک زبان خدا نے ہمکو عنایت کی ہے۔ زبان سے بہت سی خوبیاں اور نیکیاں متعلق ہیں۔ زبان ہی سے آدمی خدا کی توحید[6] اور پیغمبر کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔ زبان ہی سے خدا کی عظمت اور اُس کا جلال بیان کرتا ہے۔ دانشمندانہ تقریریں اُس سے کی جاتی ہیں۔ بڑے بڑے مفید خیالات اُسی سے ظاہر کیے جاتے ہیں اور وہ ایسی قیمتی باتیں ہوتی ہیں جیسے موتی اور جواہرات۔ اسی لیئے زبان کے ذریعے سے آدمی دنیا اور دین

---

[1] خواہشیں۔ [2] تابع دار۔ بندھوا۔ [3] اختیار۔ [4] برتاوا۔ [5] مرتبہ۔ عزت۔ توقیر۔ [6] خدا کو ایک جاننا اور ماننا۔ پیغمبر کی پیغمبری کو ماننا۔ فائدے دینے والے۔ ۱۲

کے لیئے نہایت قیمتی ہو سکتا ہے۔ ایسے ہی زبان کے ذریعے سے
وہ وہ باتیں سرزد[1] ہوتی ہیں جس سے آدمی برترین[2] خلایق ہو سکتا ہے
خدا کی نافرمانی کی بزرگوں کی بے ادبی اور فتنہ فساد کی باتیں سب زبان ہی
سے ہوتی ہیں۔ تمام گندے خیالات اسی سے ظاہر ہوتے ہیں۔ تو جب
تلک زبان قابو میں نہ ہو اور عقل و تمیز کے موافق اُس کا استعمال نہ ہو
وہ انسان کے لیئے نہایت شرم ناک چیز ہوگی۔ ایسے ہی آنکھ کان
وغیرہ تمام قوتوں کا حال ہے۔ اُن سے بھی صدہا[3] خوبیاں اور بُرائیاں
تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیئے انسان کا بڑا فرض ہے کہ اُس میں نہایت
کوشش کرے کہ ٹھیک طور پر انسانی تحریکات[4] کے موافق خدا داد
قوتوں کو چلاتا رہے اور ہمیشہ اپنی تمام حرکات میں انسانی صفات کا
خیال رکھے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ناگواریوں[5] کا مردانہ ہمت سے
مقابلہ کرے اور قوتوں کے ٹھیک طور پر چلانے میں جو دقتیں[6] پیش آتی
ہیں اُن کو تحمل[7] اور استقلال[8] سے گوارا[9] کرے اور اس خوبی کی یہاں تک
مشق کرے جس سے اُن کے استعمال میں روز بروز آسانی ہوتی جائے
اور عمدہ باتوں کی عادت پڑتی جائے اور طبیعت میں اُن کے استعمال کا
ملکہ[10] پیدا ہو جائے۔ اس طرح پر قوتوں کی ورزش[11] کو صبر کہتے ہیں۔ اس سے

---

[1] ہو جاتی ہیں۔ کر بیٹھتے ہیں۔ [2] سب سے اعلیٰ اور بہتر۔ [3] سیکڑوں۔ [4] خواہشات۔ جذبات [5] تکلیفوں۔
خلاف مرضی باتوں۔ [6] مشکلیں۔ [7] صبر۔ برداشت۔ [8] مضبوطی۔ [9] برداشت کرنا۔ اُٹھانا۔
[10] مشق۔ [11] برتنا۔ ۱۲

انسان کو بڑی فتح حاصل ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ صبر کرنے والوں کو بے اندازہ ثواب ملتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایمان کا نصف[1] حصہ صبر ہے اور یہ صبر کی عجیب خوبی بیٹھے بیٹھے پیدا نہیں ہو سکتی بلکہ جب تک انسان اپنی خواہشوں کو قابو میں نہ رکھے اور اُن کے زور کو ہمیشہ کم نہ کرتا جائے اُس وقت تک صبر کی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے روزے سے بڑھ کر کوئی مفید نسخہ نہیں ہے اس سے خواہشوں پر آہستہ آہستہ پوری حکومت حاصل ہو جاتی ہے۔ کھانا پینا ایسی چیزیں ہیں جن کی رغبتیں روزانہ اپنا اثر دل پر قایم کیا کرتی ہیں اور انسان کو اپنے دام[2] میں اسیر[3] کر لیتی ہیں۔ انسان اُن رغبتوں کے اشاروں پر چلتا ہے اور اُن کا بالکل مسخر ہو جاتا ہے۔ روزے کی وجہ سے انسان ان قوتوں کو توڑتا ہے اور اُن کے زور کو گھٹاتا جاتا ہے اور جب ان خواہشوں پر غالب آجاتا ہے تو اُن کے بعد تمام خواہشوں پر اس کو حکومت کرنا آسان ہے۔ اس واسطے صبر و استقلال کے جوہر پیدا کرنے کے لیے کوئی عمدہ ترکیب روزے سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ جیسے صبر نصف ایمان ہے ایسے ہی روزہ نصف صبر ہے۔ علاوہ روحانی صفائی اور پاکیزگی کے انسان کے خیالات میں روزے کی وجہ سے نہایت درجہ پختگی پیدا ہوتی ہے اور فیصلے کی قوت مضبوط ہوتی ہے۔ انسان کے خیالات میں یہ بڑی کمزوری ہوتی ہے

---

[1] آدھا۔ [2] جال۔ [3] قید۔ پابند۔ گرفتار۔ ۱۲

کہ کسی کام کے کرنے اور سمجھنے میں تذبذب[1] رہے۔ اس کم زوری سے عمر کا بڑا حصہ بے کار پڑا رہتا ہے اور جب ایک کام کرنے کا قطعی فیصلہ کر لیا اور وہ کام شروع کر دیا تو بہت سے مفید باتوں کا ذخیرہ[2] آدمی میں ہو جاتا ہے۔ بہر حال جب انسان کا اپنی قوتوں پر پورا قابو ہوگا تو اس کو مشکل کاموں میں فتح پانے میں آسانی ہوگی اور ایسا قابو روزے ہی کی وجہ سے حاصل ہو سکتا ہے اس سے زیادہ اس کو کوئی عمدہ تدبیر نہیں۔ ان کے علاوہ کھانے اور پینے کی لذت جیسے[3] روزے کے بعد حاصل ہوتی ہے کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ کھانے اور پینے میں زیادہ کیفیت جب ہی ہوتی ہے کہ پوری رغبت اور انتظار کے بعد اس کا استعمال کیا جائے۔ کیسا ہی کھانا لطیف ہو اور پانی کیسا ہی خوش گوار اور خوش مزہ دار ہو جب معمولی رغبت سے کھایا اور پیا جائے تو وہ زیادہ مرغوب[4] نہیں ہوتا۔ روزے دار کو افطار کے بعد ایک لقمہ الوانِ نعمت[5] سے زیادہ مسرت دار اور پانی کا ایک گھونٹ[6] کا فوری اثار کے عرق سے زیادہ خوش گوار ہے خصوصاً جب افطار میں اپنے احباب کا مجمع ہو اور مختلف قسم کی افطاریاں ہوں۔ اس کی گرمئ شوق کو دیکھ کر بندۂ شکم[7] اور حریص لوگوں کے منہ میں پانی بھر آتا ہے وہ بھی نگاہِ رشک سے ان کیفیتوں کو دیکھتے ہیں اور اپنے دل ہی دل میں پچھتاتے رہتے ہیں۔

---

[1] متامل یقین کوئی قطعی اور ٹھیک رائے قایم نہ کر سکے [2] سرمایہ [3] مزہ [4] پسندیدہ [5] رنگ رنگ کی نعمتیں یعنی مختلف قسم کی نعمتیں [6] گھونٹ [7] خاص کر پیٹ کا غلام۔

خدائے تعالیٰ کے جتنے احکام ہیں اُن میں عجیب مختلف قسم کے فوائد اور خوبیاں ہوتی ہیں۔ زندگی کے تمام حالات کے لیئے وہ موزوں[1] ہوتے ہیں اُس کا دل اور زبان سے شکر کرنا چاہیئے۔ پہلے اُس نے تمام قدرتی نعمتیں عطا کیں۔ اُس کے بعد احکام سے ان قدرتی انعامات کی تکمیل کر دی۔ بدنی صحت جیسی زور سے ہوتی ہو کسی چیز سے نہیں ہو سکتی۔ بدن میں چار ہضم ہیں۔ اول ہضم معدے کا۔ دوسرے ہضم کبد[2] کا۔ تیسرے عروق کا۔ چوتھے اعضا کا۔ ہر ایک ہضم کے بعد اُس کے فضول ہوتے ہیں۔ یہ فضول بہ تدریج جمع ہوتے رہتے ہیں خصوصاً اُن لوگوں کے بدن میں جن کو ورزش کی عادت نہیں۔ ان فضول کے بدن میں بہت سے ظروف ہیں جہاں ان کا ذخیرہ ہوتا رہتا ہے جیسے معدہ۔ امعا[3]۔ دماغ۔ مفاصل[4] وغیرہ۔ بہت سے خطرناک امراض کا حملہ ان ہی فضول کی وجہ سے ہوا کرتا ہے۔ آب وہوا اور موسم کی رداتیوں کے قبول کرنے کے لیئے اور ادنیٰ ادنیٰ تغیر[5] مزاجی کے لیئے بدن ہمیشہ مُہیا[6] رہتا ہے۔ جب یہ فضول بے کار پڑے رہتے ہیں تو چند روز میں ان میں عفونت[7] اور سمیت[8] پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس وقت اُن کی مضرت[9] اور زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ بڑی شائستگی یہ ہے کہ ان فضول کی پیداوار اُن سے بدن کے محفوظ رکھنے کے اصول پر حکیمانہ اور غائر نظر[10] کی جائے

[1] مناسب۔ ٹھیک [2] جگر [3] انتڑیاں [4] جوڑ [5] مزاج کی حالت بدلنا [6] طیار [7] بدبو [8] زہریلا پن [9] نقصان [10] غور سے دیکھنا۔ ۱۲

تمام شائستہ[1] قوموں نے قوامِ[2] بدن کے حفظان کے لیئے ان اصطلاحات
کی طرف کامل توجہ کرکے اہلِ ملک اور ہم وطنوں کی نشاطِ زندگی کو بڑھایا
کسی نے قے سے اُن کے تنقیے[3] کو تجویز کیا کسی نے اسہال[4] سے کسی نے
غسل وحمام سے بعض ملکوں میں شراب کے ذریعے سے ان کی متعفن[5]
ہونے کو روکا۔ لیکن کوئی کامل تجربہ کار نہیں کہہ سکتا کہ ان تدابیر کا خاتمہ
کامیابی پر ہوسکتا ہے۔ صرف ایک روزہ ہی ایسی تدبیر ہے جو آہستہ آہستہ
بھوک اور پیاس کی آنچ سے تمام طور پر اعماقِ[6] بدن کے فضول کو نابود
کردیتا ہے بعض نہایت ہی لزج[7] فضول کسی عضو میں جمع ہوتے ہیں اور معمولی
تدابیر میں کوئی شئے نہیں ہوتی جو ان کو پگھلا کر اور رقیق[8] کرکے بدن کے
عمق سے نکال دے۔ یہ عُقدہ روزے ہی کی گرمی سے حاصل ہوتا ہے جب
روزے[10] کے ساتھ اس اصول کی پابندی کرلی جائے کہ اشتہائے[11]
صادق میں کھایا جائے اور کسی قدر اشتہائی رغبت باقی رہے کہ کھانا
چھوڑ دیا جائے تو ہمیشہ کے لیئے زندگی کے پُر آشوب[12] خطرات سے
نجات ہوسکتی ہے۔ اس روزانہ پابندی سے فضول کا اجتماع[13] بدن میں

---

[1] مہذب - [2] بدن کی بناوٹ - [3] پاک اور صاف کرنا - [4] دست آور دوا - [5] بدبودار - گہرائی - تاثیر - حقیقت - لوتہ
گاڑھی - پتلا - [9] دیتا - اشتہا غالب نہ شود و نہ خورند و ہنوز اشتہا باقی بود کہ دست از طعام بردارند نہایت
عمدہ اصول حفظ صحت کا ہے۔ جب تک زور کی بھوک نہ لگے نہ کھاؤ اور ابھی کچھ کچھ باقی رہے تو کھانے
سے ہاتھ کھینچ لو [5] سخن آنگہ کند حکیم آغاز | یا سر انگشت سوئے لقمہ دراز -
کر زنا گفتنش خلل زاید | یا ز نا خوردنش بجاں آید - | عقل مند آدمی بات اس وقت کرتا ہے - یا لقمے پر ہاتھ
ڈالتا ہے جب کہ بات نہ کہنے سے نقصان کا خطرہ ہو - یا نہ کھانے سے جان پر بن جائے - [13] سچی
لاجرم حکمتش بود گفتار | خوردنش تن درستی آرد بار | سچی کی بھوک - آفت - [12] خود سند - اکٹھا ہونا
تو بے شک بات کہنا دانش مندی ہے - اور ایسا کھانا بھی ضامن صحت ہے -

بہت کم ہوگا اور جس قدر حصہ اُن کا جمع ہو جائے گا وہ روزے کی
اصلاح سے اعتدال کی حالت میں ہو جائے گا جس شخص کی صحت
ایسی منتظم[1] اور معتدل حالت میں ہوگی اُس کے تمام قواے دماغی اور
روحانی کس طرح اپنے اشغال[2] میں مصروف رہیں گے اور ان قوتوں
میں مداومت[3] کی وجہ سے کیسے ملکات[4] راسخ[5] ہوں گے - یہ تمام فوائد
عارضی[6] ہیں جو اصلی غایت روزہ رکھنے کی ہے وہ اخلاقی اور روحانی حصے
کی تکمیل[7] ہے جیسے اناب شناپ[8] کھانے پینے سے ردی[9] اجزا کا انبار[10]
اور اُن کی گرانیوں کا طبیعت پر بار[11] ہو جاتا ہے اور اصول زندگی تنفس[12]
دوران خون[13] وغیرہ پژمردہ[14] حالت میں ہو جاتے ہیں - ایسا ہی بیہودہ
اقوال اور لغو[15] لاطائل[16] افعال سے روحانیت میں تیرگی[17] بڑھتی رہتی ہے
اور وہ روحانی قندیل روح کی دخانی[18] اور ظلمانی[19] لباس میں ہو کر
مزاج انسانی کو بالکل خراب کر دیتی ہے اور وہ قوت جو قدوسیت[20] کا مرکز[21]
تھی اپنے تمام فیضانوں[22] سے انسان کو محروم کر دیتی ہے - اس واسطے

---

[1] ٹھیک کی راس - [2] شغلوں - [3] ہمیشگی - پابندی - [4] عادات - [5] مضبوط - مستحکم - پکے - [6] چند روزہ -
[7] پورا کرنا - [8] اندھا دُھند - [9] بلا بدتر - بے کار - فضول - صحیح لفظ دال پر تشدید نہیں ہے -
[10] ڈھیر - [11] بوجھ - [12] سانس لینے - [13] خون کی گردش - [14] مضمحل کملائی ہوئی - [15] فضول - [16] بے کار -
[17] تاریکی - [18] دھوئیں دار - [19] اندھیری - [20] بزرگی - پاکی - [21] مجمع -
[22] برکتوں - ۱۲

اس واسطے روزے کی حالت میں زیادہ تر اس کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ قولی اور عملی حالت کی اصلاح میں کسی قسم کی کوتاہی[1] نہ ہو جب مباح اُمور کے ترک میں اس قدر اہتمام کیا گیا کہ ادنیٰ فروگزاشت[2] میں کفارہ[3] لازم آتا ہے اور اسی قدر صعوبت[4] کا برداشت کرنا پڑتا ہے تو جو اُمور بالکل ممنوع اور حرام ہیں اور جن کا گزندان[5] مباحات کے ارتکاب سے بدرجہا زیادہ ہے اُن کا استعمال کیسے گوارا ہو سکتا ہے۔ اسی واسطے حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص روزے میں بیہودہ گفتگو اور لغو کام کو نہ چھوڑے تو خدا کو کچھ پروا نہیں ہے کہ وہ شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔ باطل اور بیہودہ گفتگو وہ ہے جس سے گناہ لازم آئے جیسے کلمات کفر۔ جھوٹی گواہی۔ افترا[6]۔ غیبت[7]۔ بہتان[8]۔ کسی کو گالیاں دینا۔ بُرا کہنا۔ لعنت کرنا اور تمام ایسی باتیں جن سے احتراز[9] کرنا ضروری ہے۔ یہی حالت زشتی[10] اعمال کی ہے۔ اس حدیث کا مفہوم[11] یہی ہے کہ روزے سے مقصودِ اصلی[12] ولی حرکات قولی اور عملی رذائل[13] سے نفس کو پاک صاف کرنا ہے۔ اگر کوئی شخص روزے میں صرف کھانا پینا چھوڑ دے اور اقوال و افعال کی گندگی سے مصفا ہونے کا کچھ اہتمام نہ کرے وہ روزے کے حقیقی اثروں اور فوائد سے محروم رہے گا۔ اُس روزے کا کیا

---

[1] کمی۔ [2] فروگزاشت۔ بھول چوک۔ ترک۔ خطا یا گناہ کا عوض۔ [3] روزہ توڑنے کا کفارہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا یا ساٹھ آدمیوں کو کھانا کھلانا ہے۔ [4] سختی۔ [5] نقصان۔ گزند۔ [6] جھوٹ طوفان لگانا۔ [7] کسی کو پیٹھ پیچھے بُرا کہنا۔ [8] تہمت لگانا۔ [9] پرہیز کرنا۔ بچنا۔ [10] اعمال کی بُرائی۔ [11] مطلب۔ [12] مقصد۔ [13] بُری حرکتیں۔

حاصل ہو جس میں مباح چیزوں کو حرام کیا جائے اور حرام چیزوں کو مباح
مباح اشیار کو حرام کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محرمات اور ممنوعات سے
اجتناب پر زیادہ قدرت ہو جائے اور ان سے بچنے میں سہولت ہو۔
اسی وجہ سے دوسری حدیث میں وارد ہے کہ بہت سے روزے دار ایسے
ہوتے ہیں کہ بجز پیاسے مرنے کے اُن کے روزے سے کچھ حاصل نہیں
ہوتا۔ یعنی بغیر اخلاقی حالت درست کیے روزے کی خوبیوں سے کچھ
متمتع نہیں ہوتے۔ اخلاقی حالت کا نہایت درجے لحاظ کیا گیا ہے۔ حدیث
میں وارد ہے کہ پانچ چیزیں روزے دار کے روزے کو توڑتی ہیں۔ جھوٹ
غیبت۔ چغلی کھانا۔ جھوٹی قسم۔ بد نظری سے کسی کو دیکھنا۔ بہرحال
تمام عبادتوں کی روح ملکی قوت کا بڑھانا اور بہیمی رغبتوں سے تنفر
ہے اور یہ ملکی قوت کا ایک چشمہ ہے۔ حواس بمنزلہ نہروں کے ہیں۔ اگر یہ
نہریں خس و خاشاک سے مکدر اور گندی چیزوں سے بھری ہوئی
ہوں گی تو وہ تمام گندگی اس چشمے میں جمع ہو گی اور اس کو بالکل
گندہ اور ناپاک کردے گی۔ ان کو خوب صاف رکھنا چاہیے کہ اس
چشمے کی نظافت بڑھتی رہے۔ نماز اور روزے کی اہمیت اور
فضیلت تو تم سن چکیں اسی طرح مجالس وعظ میں گاہے ماہے شرکت
ضرور ہے کہ اس سے خیالات اور عادات کی اصلاح ہوتی ہے۔ اگر تم
نماز کی پابندی نہ کرو گی اور ہمیشہ قرآن شریف کی تلاوت کی عادت نہ

پرہیز کرنا۔ بچنا۔ فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ ۱۲

ڈالوگی اور عمدہ عمدہ مذہبی کتابیں تمھاری پیشِ نظر نہ رہیں گی تو تمھارے عادات اور اخلاق خراب ہو جائیں گے اور رفتہ رفتہ مذہب کی کی طرف سے بالکل لاپروائی ہو جائے گی - دل میں جو ایمان کا نور ہے وہ دھندلا پڑ جائے گا اور بجائے روشنی کے تاریکی ہو جائے گی پس جس طرح اپنی قوائے جسمانی کو خوراک پہونچا کر برقرار رکھتی ہو اسی طرح اپنی قوائے عقلی اور اخلاقی کو بھی تر و تازہ رکھو -

(از سلسلۂ دینیات علی گڈھ)

## نصوح کا خواب

کیا دیکھتا ہے کہ ایک بڑی عمدہ اور عالی شان عمارت ہے اور چوں کہ نصوح خود بھی ڈپٹی مجسٹریٹ حاکم فوجداری رہ چکا تھا تو اس کو یہ تصور بندھا کہ گویا ہائی کورٹ کی کچہری ہے - لیکن حاکم کچہری اس طرح کا رعب داب ہے کہ باوجودے کہ ہزاروں لاکھوں کا اجتماع ہے مگر ہر شخص سکوت کے عالم میں ایسا دم بخود بیٹھا ہے کہ گویا کسی کے منہ میں زبان نہیں اور جو کوئی بہ ضرورت بولتا اور بات بھی کرتا ہے تو اس قدر آہستہ کہ کانوں کان خبر نہ ہو اتنی بڑی کچہری ہے مگر مختار اور وکیل کسی طرف دیکھنے میں نہیں آتے - کچہری کے عملے اس طرح کے کھرے اور اپنے حاکم سے اتنا ڈرتے ہیں کہ کسی اہلِ معاملہ اور مقدمے کو اپنے پاس تک آنے کے روادار نہیں - غرض کیا مجال کہ کوئی اپنے بارے میں ناجائز پیروی کر کے یا روپے پیسے کا لالچ دکھا کر یا کسی

---

دم - مانند - خیال - جگمگھٹا - چپ چاپ - سانس کو روکے ہوئے - بد مزاج - اکھڑ - بدو سکھے ۱۲

سفارش پہنچا کر کاربرآری کر سکے - اگرچہ انصاف اور معاملہ فہمی
اور تہہ دانی کی وجہ سے حاکم کی ہیبت ادنیٰ اعلیٰ سب پر چھائی ہوئی
ہے مگر جتنے مجرم ہیں کیا خفیف کیا سنگین کوئی اُس کے رحم سے
نا امید نہیں - اختیارات اُس کے اس قدر وسیع ہیں کہ اُن کے
فیصلے کی اپیل ہے نہ اُس کے حاکم کا مرافعہ - کام کرنے کا ایسا اچھا ڈھنگ
ہے کہ کام روز کا روز صاف - کتنے ہی مقدمے پیش ہیں کیوں نہ ہوں
ممکن نہیں کہ تاریخ مقررہ پر فیصل نہ ہو جائیں - پھر یہ نہیں کہ کسی مقدمے کو
روا روی اور سرسری طور پر تجویز کر کے ٹال دیا جائے - نہیں - جو
حکم صادر کیا جاتا ہے ہر عذر کو رفع ہر حجت کو قطع بلکہ خود مجرم کو قائل
معقول کر کے گنہگار کے منہ سے اُس کی خطا تسلیم کرانے کے بعد -
غرض جو تجویز ہے موجہ - جو فیصلہ ہے مدلل - جو رائے ہے حتمی و اذعانی -
جو حکم ہے دودھ کا دودھ پانی کا پانی - گواہوں کے باب میں ایسی
احتیاط ملحوظ ہے کہ صرف عادل - ثقہ اور راست گو کی گواہی لی جاتی ہے اور
وہ بھی ایسے کی کہ واقف الحال چشم دید بلکہ مجرم کے رفیق اور ہم نشین

---

معاملے کو سمجھ جانا - ہر ایک بات کو جان لینا - گنہگار - ہلکے - بھاری - پھیلے ہوئے - پیچھے والے یعنی
کے فیصلے سے ناراض ہو کر اُس سے اوپر کے محکمہ میں چارہ جوئی کرنا - طریقہ - جلدی - دیا جاتا ہے - ہٹا کر -
اُٹھا کر - توڑ کر - دلیلیں - کاٹ کر - توڑ کر - جواب دے کر - منوا کر - وجہ کے ساتھ - دلیل کے ساتھ -
یقینی - نیکوکار - بھلے مانس - سچ بولنے والے - حال سے واقف - جنہوں نے اپنی آنکھ سے
دیکھا ہو - ہمجولی - ساتھ کے بیٹھنے اُٹھنے والے - ۱۲

کہ اُس کے رازدار[1] اور مُعین[2] و مددگار ہوں - پھر کیا دیکھتا ہے کہ ہر مجرم کو
فردِ[3] قراردادِ جرم کی ایک نقل دی گئی ہے کہ وہ اُس کو پڑھ رہا
ہے اور جتنے الزام اُس پر لگائے گئے ہیں سب کو سمجھتا اور اپنی بریّت[5]
کے وجوہات[6] کو سوچتا ہے - کچہری کا خیال نصوح کو حوالات کی طرف
لے گیا تو دیکھا کہ ہر شخص ایک علیحدہ[8] جگہ میں نظر بند ہے - جو جیسا مجرم ہے مناسبِ
حالت حوالات میں سختی یا سہولت کے ساتھ رکھا گیا ہے - حوالات کے
برابر جیل خانہ ہے - مگر بہت ہی بُرا ٹھکانا[9] ہے - محنت کڑی - مشقت سخت
جو اس میں گرفتار ہیں سولی[10] کے متمنی اور پھانسی کے خواستگار[11] ہیں
نصوح یہ مقام ہولناک[12] دیکھتے ہی اُلٹے[13] پاؤں پھرا - باہر آیا تو پھر
حوالاتیوں اور زیرِ تجویزوں میں تھا - ان لوگوں میں ہزارہا آدمی تو
اجنبی[14] تھے لیکن جا بجا شہر اور محلّے کے آدمی بھی نظر آتے تھے مگر وہ جو
مر چکے تھے - نصوح کو یہ سب باتیں دیکھ کر ایسی خواب کی حالت میں
ایک حیرت تھی کہ یا الٰہی یہ کون سا شہر ہے - کس کی کچہری ہے - یہ اتنے مجرم
کہاں سے پکڑے ہوئے آئے ہیں - میرے ہم وطنوں[15] نے کیا جرم
کیا ہے کہ ماخوذ[16] ہیں اور یہ کبھی کے مر گئے تھے کہ میں ان کو یہاں جوابدہی
میں دیکھتا ہوں - اسی حیرت میں لوگوں کو دیکھتا بھالتا چلا جاتا تھا کہ

---

[1] بھیدی - [2] مددگار - [3] جدا جدا - الگ الگ - [4] فوجداری کی مثل کا ایک کاغذ ہوتا ہے جس میں مجرم کا قصور لکھا ہوتا ہے - [5] چھٹکارے - [6] اسباب - [7] وبال - [8] الگ - [9] انجام کار - جگہ - [10] پہلے یہ طریقہ تھا کہ آدمی کو ایک نوکدار چیز پر بٹھا دیتے تھے کہ جس سے وہ چِر جاتا تھا اور مر جاتا تھا - آرزومند - [11] خواہش مند - [12] خوفناک - [13] فوراً ہی - [14] اوپری ان جان - [15] اپنے دیس والے - [16] گرفتار - پکڑا ہوا

دُور سے اپنے والد بزرگوار حوالاتیوں میں بیٹھے نظر پڑے - پہلے تو سمجھا نظر غلطی کرتی ہے مگر غور کیا تو پہچانا - نہیں واقع[1] میں وہی ہیں - دوڑ کر قدموں پر گرا اور کہنے لگا کہ یا حضرت! ہم سب آپ کی مفارقت[2] میں تباہ[3] ہیں آپ یہاں کہاں؟ **باپ** میں اپنے گناہوں کی جواب دہی میں ماخوذ ہوں یہ مقام جو تم دیکھتے ہو دار الجزا[4] ہے اور خداوند تعالیٰ جلّ[5] و علےٰ شانہٗ اس محکمے کا حاکم - **بیٹا** - یا حضرت! آپ تو بڑے متقی[6] - پرہیزگار خدا[7] پرست - نیکوکار تھے - آپ پر اور گناہوں کا الزام! - **باپ** گناہ بھی ایک دو نہیں - سینکڑوں ہزاروں - دیکھو یہ میرا نامۂ اعمال کیسی رسوائی اور فضیحت[8] سے بھرا ہوا ہے اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر سخت پریشان ہوں کہ کیا جواب دوں گا اور کون سی وجہ اپنی برأت کی پیش کروں گا - یہ وہی کاغذ تھا جو نصوح نے ہر شخص کے ہاتھ میں دیکھا تھا اور اُس کو دنیا کے خیالات کے موافق فردِ قرار دادِ جرم سمجھا تھا - باپ کا نامۂ اعمال دیکھا تو تھرّا[9] اُٹھا - شرک اور کفر اور نافرمانی[10] ناشکری اور بغاوت[11] اور بے ایمانی - کبر[12] و نخوت - دروغ و غیبت[13] - طمع[14] و حسد[15] - مردم آزاری[16] نفاق[17] و ریا حُبِّ[18] دنیا کوئی الزام نہ تھا کہ اُس میں نہ ہو - چونکہ نصوح کے دماغ میں خیالات دنیا گونج[19] رہے تھے لگا باپ کے نامۂ اعمال

---

[1] حقیقت میں - [2] جدائی - [3] برباد - [4] بدلہ پانے کا گھر - [5] اُس کی شان بڑی اور اونچی ہے - [6] پرہیزگار - [7] عابد - [8] رسوائی - [9] کانپ گیا - [10] عدول حکمی - [11] سرکشی - [12] غرور - [13] جھوٹ - [14] لالچ - [15] دوسرے کو دیکھ کر جل جانا - [16] لوگوں کو ستانا - [17] منہ پر کچھ دل میں کچھ - [18] دنیا کو دوست رکھنا - [19] چکر کاٹ رہے تھے - پھر رہے تھے

میں تعزیراتِ[1] ہند کا دفعہ اور ضمن ڈھونڈنے۔ سو تعزیراتِ ہند کے
دفعات کی عوض[2] قرآن کی سورتوں اور آیتوں کا حوالہ تھا۔ متعجب
ہو کر باپ سے پوچھا کہ یا حضرت! پھر کیا آپ ان تمام جرموں کے
مرتکب[3] ہوئے ہیں؟ **باپ** - سب کا۔ **بیٹا** - کیا آپ حضورِ حاکم
اقرار کر چکے ہیں؟ **باپ** - انکار کی گنجائش ہی نہیں۔ میری مخالفت[4]
میں گواہی اتنی وافر[5] ہے کہ اگر میں انکار کروں تو بھی تو پذیرا[6] نہیں ہو سکتا۔
**بیٹا** - جناب! وہ کون لوگ ہیں جو آپ کی مخالفت پر آمادہ[7] ہیں۔ **باپ**
اوّل تو دو شخص کراماً کاتبین[8] اس بلا کے ہیں کہ میرا کوئی فعل[9] اُن سے
مخفی[10] نہیں۔ جتنی باتیں کہتے ہیں پتے کی اور کہتے کیا ہیں میرا روزنامچہ
عمر لکھتے گئے ہیں۔ اب جو میں اس کو دیکھتا ہوں حرف بحرف صحیح
اور درست پاتا ہوں۔ دوسرے یہی میرے اعضا ہاتھ پاؤں آنکھ
کان وغیرہ۔ کوئی میرے کہنے کا نہیں سب کے سب مجھ سے منحرف[11]
سب کے سب مجھ سے برگشتہ[12] میری مخالفت پر آمادہ میری تذلیل[13] پر
کمربستہ[14] ہو رہے ہیں۔ **بیٹا** - آخر آپ اس کی وجہ بھی سمجھتے ہیں؟
**باپ** - میں ان کو غلطی سے اعوان[15] و انصار سمجھا ہی اور رازدار

---

[1] قانون فوجداری جس میں سب جرائم کی سزائیں درج ہیں - [2] بدلے - [3] آپ نے کیے ہیں - [4] برخلاف - [5] بہت - کثرت سے - [6] قبول - [7] طیار مستعد - [8] نیکی بدی لکھنے والے دو فرشتے جو ہر وقت آدمی کے ساتھ رہتے ہیں - [9] کام - [10] پوشیدہ - چھپا ہوا - [11] و [12] پھرے ہوئے - [13] ذلیل کرنا - [14] کمر باندھے ہوئے یعنی مستعد - [15] مددگار - ۱۲

سمجھتا تھا مگر واقع میں یہ سب جاسوس ایزدی تھے۔ انھوں نے
وہ سلوک میرے ساتھ کیے ہیں کہ تسمہ لگا نہیں رکھا۔ بیٹا۔ پھر آپ کا
کیا حال ہے؟ باپ۔ جب سے دنیا کو چھوڑا قبر کی حوالات میں ہوں تنہائی
سے جی گھبراتا ہے۔ انجام کار معلوم نہیں شبانہ روز اسی اندیشے میں پڑا گھلتا ہوں۔
حوالات میں مجھ کو اس قدر ایذا ہے کہ بیان نہیں کر سکتا مگر صبح و شام ہر روز آتے جاتے
جیل خانے کے پاس سے گزرنا ہوتا ہے دوزخ کے پہرہ دار وہاں [illegible] ہمراہ [illegible] کر
اٹھے جاتے ہیں وہ غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار ہمیشہ کے واسطے اسی حوالات میں
رہنے کا حکم ہو جاتا۔ بیٹا۔ پھر ہنوز آپ کا مقدمہ پیش نہیں ہوا ہے۔
باپ۔ خدا نہ کرے کہ پیش ہو۔ جو دن حوالات میں گزرتا ہے غنیمت
ہے۔ اوّل اوّل جب میں حوالات میں آیا تو اعمال نامہ مجھ کو حوالے کر دیا
گیا بس اسی کو دیکھا اور انجام کار سے ڈرا کرتا ہوں۔ نجات کی کوئی
تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔ بیٹا۔ بھلا کسی طرح ہم لوگ آپ کی اس مصیبت
میں کام آ سکتے ہیں۔ باپ۔ اگر میرے لیے عاجزی اور خلوص کے
ساتھ دعا کرو تو کیا عجب بات ہے کہ مفید ہو۔ ابھی میرے ہمسائے
میں ایک شخص کی رہائی ہوئی ہے۔ اس پر بھی بہت سے الزام تھے مگر جہاں
اللہ تعالیٰ میں کامل درجے کا انصاف ہے رحم بھی پرلے ہی سرے کا ہے
اس شخص کے پس ماندوں نے اس کے واسطے بہت زاری کی

---

مخبر۔ خدا کی طرف سے ٹوہ لینے والے۔ گویا گردن جڑ سے کاٹ کر رکھ دی۔ رات دن۔ ہمیشہ
صدق دل۔ دکھاوے کے لئے نہیں۔ پیچھے رہے ہوؤں یعنی وارثوں۔ گڑگڑا کر رونا۔ ۱۲

تو برسوں یا اتر سوں اُس سے بُلا کر ارشاد فرمایا "تیرے افعال جیسے تھے
وہ اب تجھ پر مخفی نہیں رہے مگر ہمارے کئی بندے تیری معافی کے
واسطے ہمارے حضور میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ تیرے ہی زن و
فرزند ہیں۔ ہم کو تیری یہی ایک بات بھی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ تو نے
اپنے خاندان میں نیکی اور دین داری کا بیج بویا جا ہم نے تیری خطا
معاف کی"۔ بیٹا سچ کہتا تم لوگوں نے بھی کبھی میرے حق میں دعائے
خیر کی ہے۔ بیٹا۔ جناب آپ کے انتقال کے بعد رونا پیٹنا تو بہت کچھ
ہوا اور اب تک اس شدّ و مد[1] کے ساتھ ہوتا ہے کہ گویا آپ نے ابھی
انتقال فرمایا ہے اور یہ رونا تو ہم لوگوں کے دم کے ساتھ ہے۔ آپ کی
عنایتیں۔ آپ کی شفقتیں جب تک جئیں گے یاد کریں گے۔
رسم دنیا کے مطابق آپ کا کھانا بھی برادری میں تقسیم کر دیا ہے۔ لوگ شاید
میرے مُنہ پر خوشامد سے کہتے ہوں مگر کہتے تھے کہ اس ٹھنگے سے
بیں باپ کا کھانا اچھا کیا۔ دعا کے بارے میں غلط بات کیوں عرض کروں
اہتمام[2] نہیں ہوا۔ آپ کے بعد ترکہ و میراث کے لئے ایسے جھگڑے میں
پڑ گئے کہ آج تک نہیں سُلجھے۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ تو صوم و صلوٰۃ[3] کے
بڑے پابند تھے۔ کیا اعمال و افعال کچھ بھی کام نہ آئے۔ باپ۔
کیوں نہیں۔ یہ انہیں اعمال کا طفیل ہے کہ تم مجھ کو اس حالت میں
دیکھتے ہو ورنہ بہتیرے مجھ سے بھی زیادہ تکلیف میں ہیں۔ حوالات میں

[1] زور شور۔ [2] اہتمام۔ [3] روزہ اور نماز۔ ۱۲

جیل خانے کی سی ایذا ہے۔ مگر یہاں اعمال میں خلوص نیت شرط ہے۔ میں نے اپنے اعمال کو آ کر دیکھا تو اکثر جیسے جھوٹے موتی۔ کھوٹے روپئے۔ نمازیں بے حضورِ قلب[1] اکارت[2] گئیں اور روزے چوں کہ پابندیِ رسم کے طور پر رکھنے کا اتفاق ہوتا تھا خالی فاقے کے شمار میں در آئے **بیٹا**۔ پھر اس دربار میں کچھ سعی سفارش کا دخل نہیں ہے۔ **باپ**۔ استغفراللہ[3]! کوئی کسی کی بات تو پوچھتا ہی نہیں۔ نفسی[4] نفسی پڑی ہے۔ ہر شخص اپنی بلا میں مبتلا اور اپنی مصیبت میں گرفتار ہے۔ دوسرے کی نجات تو کوئی کیا کرائے گا پہلے آپ تو سرخ رو ہو لے۔ **بیٹا** کیوں جناب۔ معاذاللہ۔ یہ شرک و کفر کا الزام آپ پر کیسا۔ ہم لوگ تو خیر سارا[5] شہر آپ کے اتقا[6] کا معتقد تھا۔ کیا آپ خدا کے قائل نہ تھے؟ **باپ**۔ قائل تو تھا دل سے معتقد نہ تھا۔ **بیٹا**۔ جناب آپ کے تمام اعمالِ ظاہر سے مستنبط[7] ہوتا تھا کہ آپ کو خدائے کریم کے ساتھ بڑا راسخ[8] عقیدہ ہے۔ **باپ**۔ وہ تمام عقیدت[9] معلوم ہوا کہ اوپری دل سے تھی۔ جب اول اول میرا اظہار لیا گیا تو پہلا سوال مجھ سے یہ پوچھا گیا کہ تیرا رب[10] کون ہے؟ چوں کہ مرتے وقت مجھ کو ایمان کے تلقین[11] کی گئی تھی میں نے جواب دیا کہ۔ اَللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ[12]

---

[1] یعنی دل حاضر نہ تھا۔ [2] رائگاں بے کار۔ [3] خدا کی پناہ۔ [4] اپنی اپنی جان کی۔ [5] تمام۔ [6] پرہیزگاری مانے ہوئے تھا۔ [7] ظاہر ہوتا تھا نکلتا تھا۔ [8] پکا۔ جما ہوا۔ [9] پروردگار۔ [10] جب کوئی آدمی مرنے کو ہوتا ہے تو پاس والے اُس کو دین کی باتیں یاد دلاتے ہیں۔ [11] اللہ تعالیٰ اکیلا ہے جس کا کوئی ساجھی نہیں۔ ۱۲

تب اس پر حرف[1] رکھا گیا کہ بھلا جب تو نوکری سے برخاست ہو کر گھر آیا اور مدت تک خانہ نشین[2] رہا اور جو کچھ کما کر لایا تھا سب صرف ہو گیا اور نانِ شبینہ[3] کو محتاج ہو کر نوکری کی جستجو[4] میں اِدھر اُدھر پھرتا اور مضطر[5] ہو ہو کر ہم سے دعائیں مانگتا تھا مگر تیرا صبر و استقلال زمانے کے لیے تیرے مدعا[6] کو حیزِ التوا میں ڈالے ہوئے تھے اور ایک انگریز حاکمِ ضلع نے کہ وہ بھی مثلِ[7] تیرے ہمارا بندہ تھا۔ ہمارے ایما[9] سے تیری پرورش[10] کا وعدہ کیا مگر ہم نے تجھ پر اپنے ایما کو ظاہر نہیں ہونے دیا اور تو یہی سمجھا کہ وہ تیری ہی کوشش کا نتیجہ تھا۔ سچ بتا کہ تجھ کو اس انگریز کے وعدۂ زبانی کا زیادہ آسرا[11] تھا یا ہمارے تحریری[12] تمسک[13] وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ کا۔ اگر تو ہم کو صمیمِ[14] قلب سے حاضر و ناظر[15][16] سمیع[17] و بصیر[18] و قادر[19] جانتا تھا تو گناہ پر تجھ کو کیوں کر جسارت[20] ہوتی تھی۔ تو بھول کر کبھی بھاڑ میں تو نہیں کودا۔ کبھی کھولتے[21] پانی میں تو تو نے ہاتھ نہیں ڈالا۔ کبھی جلتی ہوئی آگ کو تو نے مٹھی میں نہیں لیا۔ مگر تو گناہوں کا نہایت بے باکی سے مرتکب[22] ہوتا تھا۔ ضرور ہے کہ یا تجھ کو ہمارے فرمانے کا یقین نہ تھا کہ گناہ کی سزا آتشِ دوزخ ہے یا اگر یقین تھا

---

[1] تو ڑنا۔ اعتراض کرنا۔ [2] بے کار گھر بیٹھا رہا۔ [3] اتنی روٹی کہ رات کو کھا کر سو رہے یعنی مفلس اور محتاج ہو کر۔ [4] تلاش۔ [5] پریشان۔ [6] مطلب۔ [7] ڈھیل۔ [8] تیری ہی طرح۔ [9] اشارے۔ [10] نوکری دینے سے مراد ہے۔ [11] بھروسہ سہارا۔ توقع۔ [12] لکھی ہوئی دستاویز۔ [13] جتنے جان دار زمین پر ہیں اللہ سب کی روزی کا ذمہ دار ہے۔ [14] سچے دل مضبوط ارادے۔ [15 و 16] ہر جگہ موجود اور سب چیزوں کو دیکھنے والا۔ [17 و 18] سب کی سننے والا اور سب چیزوں کو دیکھنے والا۔ [19] ہر بات پر قدرت رکھنے والا۔ [20] دلیری۔ [21] اُبلتے۔ بہت گرم۔ [22] یعنی بے دھڑک تجھ سے گناہ سرزد ہوتے تھے۔

تو تو اس کو دنیا کی آگ سے کم تر سمجھتا تھا۔ دنیا میں جو کچھ رفاہ[1] جو کچھ عیش و آرام ہم نے تجھ کو بے استحقاق صرف اپنی مہربانی سے عطا کیا تھا۔ کیا تو نے ہمیشہ اپنی حسن تدبیر[2] کی طرف منسوب نہیں کیا۔ جو تکلیف تجھ کو دنیا میں پہنچی اگرچہ تو اپنے ہاتھ سے اپنے پاؤں میں کلھاڑی مارا کرتا تھا[3] مگر کیا تو سراسر اس کا الزام ہماری ذات مجمع الصفات[4] پہ نہیں لگاتا تھا۔ اے احسان فراموش[5] ہزاروں لاکھوں احسان ہم نے تجھ پہ کیے اور تجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ بھلا منہ سے اقرار تو کرتا۔ اے نا شکر[6] بے شمار نعمتیں ہم نے تجھ کو عطا فرمائیں مگر تجھ پہ اتنا بھی اثر نہ ہوا کہ کبھی زبان پہ بھی تو لاتا۔ جتنا ہم نے تیرے ساتھ سلوک کیا اتنا ہی تو ہماری مخالفت پہ کمر بستہ[7] رہا۔ جتنی ہم تیری رعایت کرتے رہے اسی قدر تو گستاخ[8] اور شریر ہوتا گیا۔ اس حیات بے ثبات[9] سے تجھ کو اتنا گھمنڈ[10] ہو گیا تھا کہ تو اپنے تئیں ہماری خدائی سے باہر لے چلا تھا۔ اس چند روزہ زندگی پر تو اس قدر مغرور تھا کہ دائرہ عبودیت[11] سے اپنے تئیں خارج کرنا چاہتا تھا۔ ہم نے تجھ کو نیست[12] سے ہست کیا اور خلعت انسانیت سے سرفراز بنایا۔ جو تجھ کو درکار تھا سو دیا یا جس کا تو حاجت مند تھا سب مہیا[13] کیا۔ ہر حال میں تیرے حافظ[14] ہر کیفیت میں تیرے نگہبان رہے۔ کیا اس واسطے کہ تو کبھی بھول کر بھی ہماری

---

[1] فائدہ۔ امن چین۔ [2] یعنی اپنی ہی کوشش کا نتیجہ۔ [3] مراد ہے کہ آپ اپنا نقصان کرتا تھا۔ [4] جس میں تمام خوبیاں اکھٹی ہوں۔ [5] احسان کو بھول جانے والا۔ [6] ان گنت۔ [7] مستعد۔ طیار۔ [8] بے ادب۔ [9] زندگی ناپائیدار۔ [10] غرور۔ [11] بندگی کے حلقے۔ [12] کچھ نہ تھا پیدا کر دیا۔ [13] اکھٹا کر دیا۔ [14] محافظ۔

طرف توجہ نہ کرے اور ہمیشہ اپنی ڈیڑھ[1] اینٹ کی مسجد ہم سے جدا رکھے جب تو ایک مضغۂ[2] گوشت تھا ضعیف[3] ولایعقل - نادان[4] جاہل ضعیف اتنا کہ نقل[5] و حرکت پر قادر نہیں - نادان ایسا کہ خویش[6] و بیگانے کا امتیاز نہیں - ہم نے تجھ کو دودھ پلوا پلوا کر توانا[7] کیا اور اپنے بندے جو تجھ پر مر طرح کا شرف[8] رکھتے تھے یعنی تیرے ماں باپ - خدمت گزاری کو مقرر کیئے اور اُن کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی کہ اُنھوں نے ہمارے حکم سے تجھ کو پالا[9] پوسا اور تو روز بروز چونچال[10] اور خوشحال ہوتا گیا پھر ہم نے عقل کو تیرا اصلاح[11] کار بنایا کہ تو اُس کی مدد سے اپنی آسائش کے واسطے ہر طرح کا سامان بہم[12] پوہنچائے - دنیا کے چرند[13] پرند - حیوانات[14] - نباتات[15] جمادات[16] - سب کو تیرا مطیع فرمان بنادیا کہ تو اُن پر حکم رانی[17] کرے اور اُن میں متصرف[18] رہے - کیا اس لیئے کہ تو بہک[19] کر کبھی ہماری طرف رُخ[20] نہ کرے اور سدا[21] ہم سے بھاگا بھاگا پھرے - تیری زندگی محض ایک ہستیٔ[22] بے بود تھی وہ لمحے تجھ کو تنفس[23] کے لیئے ہوا نہ ملتی تو تیرا دم نکل جاتا ایک رات دن بے آب و دانہ تجھ کو جینا دشوار[24] ہوتا - ممنون ہوا تو سو کھا گیا اور کبھی نہ سوچا کہ ہمارے طفیل سے غلّہ[25] کے انبار[26] کے انبار ٹھونس[27] گیا اور

---

[1] یہ محاورہ ایسے موقع پر بولا جاتا ہے کہ جب کوئی شخص دوسروں کی رائے کے خلاف اپنی سمجھ سے علیحدہ کام کرتا ہے [2] گوشت کا ٹکڑا [3] کم زور بے اور بے شعور - [4] ہلنے جلنے کی بھی طاقت نہ تھی - [5] اپنے پرائے - [6] فرق - پہچان - [7] طاقتور - [8] بزرگی - [9] پرورش کیا - [10] ہشیار - [11] مشیر - [12] اکھٹے کیئے - [13] چرنے والے اور اُڑنے والے - [14] جانور - [15] پھل پھول درخت - [16] بے جان چیزیں جیسے مٹی پتھر وغیرہ - [17] حکومت کرے - [18] اپنے کام میں لائے - [19] بھول کر [20] متوجہ نہ ہو - مُڑ کر نہ دیکھے - [21] ہمیشہ - [22] بے حقیقت زندگی - [23] سانس لینے کے لیئے - [24] مشکل - [25] اناج [26] ڈھیر کے ڈھیر - [27] کھا گیا - نگل گیا - ٹھونس گیا - ۱۲

کبھی نہ سمجھا کہ ہماری بدولت۔ زندگی بھر کبھی کنوئیں تو نے خالی کیئے ہونگے مگر کبھی دھیان[1] نہ کیا کہ ہمارے صدقے میں اور ایک پانی اور ہوا اور غلہ وغذا کیا ضرورت کی کل چیزیں تو کہاں سے لاتا اور کہاں سے بہم پونہچاتا ہمارے توشہ خانۂ[2] عام سے۔ مگر اس پر تیری یہ ہیکڑی[3] تھی کہ گویا ہم تیرے قرض دار ہیں یا ہم پر تیرا کچھ اُدھار[4] آتا ہے۔ تو کھاتا تھا اور مُکرتا[5] تھا۔ لیتا تھا اور بھول جاتا تھا۔ دنیا کی باتوں میں تو تیری عقل بڑی رساتھی[6] مگر تو جان بوجھ کر ہمارے ہی ساتھ تجاہُل[7] کرتا تھا۔ منہ پر آنکھیں تھیں اور اندھا۔ ایک چھوڑ دو دو کان تھے اور بہرا۔ زمین۔ آسمان۔ چاند سورج۔ ستارے۔ جنگل۔ دریا۔ میدان۔ انواع[8] و اقسام کے درخت پھل پھول۔ کھانے کے الوانِ[9] نعمت۔ پہننے کو رنگارنگ خلعت۔ جواہرا[10] ہر بیش بہا۔ نُقرہ[11] و طلا۔ دنیا بھر کا سامان[12] ہمنے تیرے واسطے مُہیا[13] کیا اور ایک تیرے دم کے لیئے اس قدر لوازمہ بہم پونہچایا۔ ہم کو یہاں تک تیری خاطر عزیز[14] اور تو ہم سے مُنحرف۔ ہم کو اس قدر تیری بزرگ داشت[15] ملحوظ اور ہم سے برگشتہ[16]۔ ہم چاہتے تو ایک ادنیٰ سی چیونٹی تیرے ہلاک کرنے کو کافی تھی۔ ہم حفاظت نہ کرتے تو خود تیرے جسم میں فساد کا مادہ ایسا تھا کہ ذرا سا روگ تیرے فنا کر دینے کو

---

[1] خیال۔ [2] گودام۔ [3] ضد۔ اڑ جانا۔ [4] قرض دینا ہے۔ [5] انکار کر جاتا تھا۔ [6] مطلب کو پہنچنے والی۔ [7] جان بوجھ کر انجان ہو جانا۔ [8] قسم قسم کے دھنگ۔ [9] رنگت برنگ کے کھانے۔ [10] بیش قیمت موتی۔ [11] چاندی سونا۔ [12] سامان۔ [13] اکٹھا کیا۔ [14] پیاری۔ [15] خاطر تواضع۔ [16] پھرا ہوا۔

بہت تھا۔ مگر ہم تجھ سے دوستی کرتے تھے اور تو ہم سے عداوت۔ ہم عنایت کرتے تھے اور تو بغاوت۔ کیا یہی تھا بدلہ جو تو نے ہم کو دیا؟ کیا یہی تھا صلہ[1] جو تجھ سے ہم کو ملا ہے۔ ہم نے تجھ کو دنیا میں بھیجتے وقت کیا تاکید کی تھی کہ دیکھ روح ایک جوہرِ لطیف[2] ہے اور ہم کو بہت ہی عزیز ہے۔ ایسا نہ کرنا کہ دنیا میں جاکر اس کو بگاڑ لائے۔ یہ میری عمدہ امانت اور نفیس ودیعت[3] ہے۔ دیکھ اس کی احتیاط کماینبغی[4] اور حفاظت کما حقہٗ[5] کیجیو۔ جیسا اُجلا شفاف[6]۔ براق[7] روشن یہاں سے لئے جاتا ہے ایسا ہی دیکھ لوں گا۔ آج تو اے روسیاہ[8] اس کو لایا ہے پتھر سے بدتر اور ٹھیکری سے کم تر۔ نجس۔ ناپاک۔ تیرہ[9]۔ بے آب۔ بدرونق۔ خراب۔ ہم نے تجھ سے چلتے چلتے کہہ دیا تھا کہ تو دنیا میں دل مت لگائیو اور اس طرح رہیو جیسے سرائے میں مسافر۔ تو وہاں گیا تو بس وہیں کا ہو رہا اور ایسی لمبی[10] تان کر سویا کہ قبر میں آکر جاگا۔ تھا تو مسافر بن بیٹھا مقیم[11]۔ تھا تو سیاح[12] اور ہو گیا متوطن[13]۔ کیا تو تمام عمر دنیا میں مال نہیں جمع کرتا رہا اور کیا تو نے پکی پکی عمارتیں اس خیال سے نہیں بنوائیں کہ تو اُن میں رہے گا؟ مسافر کا یہی کام ہے۔ سیاح کا یہی شیوہ[14] ہے؟ تو تو

---

[1] انعام۔ معاوضہ۔ [2] پاکیزہ جوہر۔ [3] امانت۔ [4] جیسی چاہیئے۔ [5] جیسا حفاظت کا حق ہے۔ [6] صاف۔ [7] چمک دار۔ [8] تیرا منہ کالا۔ [9] شفاف کی ضد۔ اندھیری۔ [10] یعنی خوب چین اور بے فکری سے سویا۔ [11] وہ شخص جو ایک جگہ مستقل طور پر رہے۔ [12] لفظی معنی بہت سیر کرنے والا یہاں مراد ہے کہ دنیا میں چند روز کے لئے بھیجا گیا تھا جیسے مسافر سرائے میں ٹکتا ہے اور تو اس طرح جم کر بیٹھا کہ گویا کبھی یہاں سے چلنا ہی نہیں۔ [13] وطن بنا لیا۔ [14] طریقہ۔ ۱۲

جانتا تھا کہ تجھ کو یہاں لوٹ کر آنا ہے۔ پھر مرنے کے نام سے تجھ کو موت کیوں آتی تھی اور چلنے کی خبر سن کر تو مچلتا کیوں تھا؟ - اول تو تجھ کو ہماری عبادت کا اتفاق ہی نہیں ہوا لیکن جب کبھی تو لوگوں کی شرمِ حضور یا دکھاوے یا اتباعِ رسم کی وجہ سے مصروفِ عبادت ہوا بھی تو تو کس طرح کہ دل کہیں تھا اور تو کہیں - کوئی نماز کبھی تیرے سجدۂ سہو سے خالی نہیں ہے۔ دنیا کی برسوں کی بھولی بسری باتیں تجھ کو نماز ہی میں یاد آتی تھیں اور نماز تو کیا پڑھتا گھاس کاٹتا تھا - نہ تعدیلِ ارکان ٹھیک نہ قومہ درست - نہ قعدہ صحیح - برس بھر تو دوزخِ شکم کو انا پ شناپ بھرتا رہتا تھا - برسویں دن صرف ایک مہینے کے روزے رکھنے کا ہم نے تجھ کو حکم دیا تھا کہ تجھ کو ہماری نعمتوں کی قدر ہو - تجھ کو اپنے ابنائے جنس جو مبتلائے مصیبت ہیں رحم آئے اور تیری صحتِ بدنی کو بھی نفع پہنچے - تیرے مزاج میں فروتنی اور انکسار کی صفتِ محمودہ کہ ہم کو بہت بھاتی ہے پیدا ہو لیکن دنیا کے کام دھندے میں تو تو دن دن بھر بے آب و دانہ مصروف رہا - نہ شکوہ نہ گلہ - تازہ دم ہشاش بشاش - پھر کھانا

---

واپس - ڈر کے مارے مرا جاتا تھا - اڑ جانا - سامنے ہونے کی شرم - ظاہر داری رسم و رواج کی پابندی - بھول چوک کا سجدہ - نماز میں بعض ارکان کی کمی یا زیادتی سے معمولی سجدوں کے سوا اور ایک سجدہ کرنا پڑتا ہے جس سے نماز پوری ہو جاتی ہے - بھولی ہوئی - بے دلی سے کسی کام کو کرنا - نماز میں رکوع و سجود وغیرہ کو آہستگی اور اطمینان سے ادا کرنا - کھڑا ہونا - بیٹھنا - ہر قسم کی بلا بدتر چیزوں سے - تجھ جیسے لوگ - بنی آدم - مصیبت میں پھنسے ہوئے - عاجزی - غرور کی ضد - اچھی صفت - غرض - کاروبار - کام کاج - پانی دانے بغیر یعنی بے کھائے پیئے - بھوکا پیاسا - تھکا - خوش و خرم شگفتہ خاطر

ٹھونسنے[1] کو موجود۔ مگر روزہ چوں کہ ہمارے حکم سے تنہا دن میں سینکڑوں
مرتبہ تو پیاس کی شکایت اور جو آیا اُس سے ضعف و ناتوانی کی حکایت۔
العطش[2] اور الجوع[3]۔ یہی تیرے دو وظیفے[4] تھے۔ روزہ افطار[5] کیا اور تو
بدحواس ہو کر چارپائی پر ایسا گرا کہ گویا جان نہیں۔ باوجودے کہ تو دو
دو دن کا کھانا ایک ہی رات میں کھا لیتا تھا پھر بھی اس تصور سے
کہ کل پھر روزہ رکھنا ہے۔ تیسری جوع البقر[6] کو کسی چیز سے سیری[7] نہیں
ہوتی تھی۔ تو عید کا اس طرح منتظر رہتا تھا جیسے کوئی قیدی تاریخ[8]
رہائی کا۔ تیرا بس[9] چلتا تو اُنتیس کیا اُنیس کی عید کرتا۔ کیا ایسے ہی
روزوں کے ثواب کا تو اُمیدوار اور اجر[10] کا متوقع ہے۔ ہم نے تجھ کو
انسان بنا کر بھیجا تھا کہ مصیبت روزوں کی ہمدردی کرے۔ مگر
تو نے ایسی تن[11] آسانی اختیار کی کہ راحت[12] پہنچانی تو درکنار دوسروں کو
تکلیف دے کر بھی آسائش حاصل کرنے میں تجھ کو باک[13] نہ تھا۔ تیرے
ہمسائے۔ ہمارے بندے رات کو فاقے[14] سے سوتے تھے اور
تجھ کو سوء ہضم[15] کے علاج سے اُن کی پرداخت[16] کی پروا نہ تھی۔ تیرے
پڑوس[17] میں ایسے لوگ بھی تھے کہ جاڑے کی لمبی راتیں آگ تاپ[18] تاپ کر

---

[1] نگلنے۔ ٹھونسنے۔ [2] پیاس۔ [3] بھوک۔ [4] یعنی یہ دو شکایتیں ہر وقت تیری زبان پر جاری تھیں۔
[5] روزہ کھولنا۔ [6] گائے بیل کی سی بھوک جو کبھی کھانے سے سیر نہیں ہوتی۔ [7] نیت نہیں بھرتی تھی۔
[8] چھٹنے کی تاریخ۔ [9] اختیار ہوتا تو۔ [10] ثواب ملنے کی اُمید۔ [11] آرام طلبی۔ [12] آرام۔ [13] مضائقہ۔ تامل۔
ڈر۔ [14] بھوکے۔ [15] بدہضمی۔ [16] پرورش۔ [17] ہمسائے۔ [18] سینک سینک۔ ۱۲

سحر[1] کرتے اور تو دوہرے دوہرے لحاف اور بھاری بھاری توشکوں میں چین سے پیر[2] پھیلا کر سوتا۔ نعمتِ مال و دولت جو ہم نے تجھ کو عطا کی تھی تو نے تکلفاتِ لایعنی اور نمود[3] و نمائش کی غیر ضروری چیزوں میں بہت کچھ تلف[4] کی اور جو لوگ اس کے سخت حاجت مند تھے ترستے[5] کے ترستے رہ گئے۔ تیری سب خیانتیں[6] مجھ کو معلوم ہیں۔ تو نے درماندگی[7] کا نام خدا رکھ چھوڑا تھا۔ جب تک سعی[8] و تدبیر سے تجھ کو کار برآری[10] کی امید ہوتی تھی تجھ کو ہرگز پروا نہیں ہوتی تھی کہ خدا بھی کوئی چیز ہے اور انتظامِ دنیا میں اس کو بھی کچھ دخل ہے۔ مگر ہاں جب تو عاجز[11] اور درماندہ[12] ہوتا تھا۔ تب تو خدا کو یاد کرتا تھا۔ اگر ہماری خدائی اور سلطنت تیری مان[13] کی محتاج ہوتی تو تو نے تو اس کے اُٹھا دینے میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔ تو نے ہمارے فرمانِ[14] واجب الاذعان کی بے حرمتی[15] اور احکام[16] لازم الاحترام کی بے توقیری کی اور تو نے اپنا بُرا نمونہ دکھا کر میرے دوسرے بندوں یعنی اپنے فرزندوں کو بھی گم راہ[18] کیا۔ ہر روز تو لوگوں کو مرتے دیکھتا اور سُنتا تھا۔ کیا تجھ کو نہیں سمجھنا چاہیئے تھا کہ ایک دن تو بھی مرے گا۔ خود تیری حالت میں کتنے کتنے انقلاب[19] واقع ہوئے

---

[1] صبح۔ [2] بے فکر۔ آرام سے۔ [3] بے کار۔ [4] دکھاوے۔ ظاہر داری۔ [5] برباد۔ ضائع۔ [6] آرزو اور تمنا ہی میں رہے۔ [7] شرارتیں۔ [8] پاجی پنا۔ بے بسی یعنی جب تدبیر سے کام نہ چلتا تھا اور تو عاجز ہو جاتا تھا تو اس وقت تجھ کو خدا یاد آتا تھا۔ [9] کوشش۔ [10] مقصد برآری۔ کام نکل جانے۔ [11و12] مجبور اور ہار جاتا تھا۔ [13] کمی نہیں کی۔ اُٹھا نہیں رکھا۔ [14] جس حکم کی تعمیل کرنا ضروری ہو۔ [15] بے وقعتی۔ [16] ہمارے احکام جن کی عزت کرنا لازم تھی۔ [17] بے عزتی۔ [18] بھٹکایا۔ [19] تبدیلیاں۔ ۱۲

لڑکے سے جوان ہوا جوان سے بڈھا - ناتوان - بال تیرے سفید ہوئے - دانت تیرے ٹوٹے کمر تیری جھکی - قوتوں میں تیری فتور آیا - غرض ہم نے تجھ کو سوتا دیکھ کر بہتیرا جھنجوڑا - بہتیرے ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دیئے - کئی بار اُٹھا اُٹھا کر بٹھا بٹھا دیا مگر تیرے نصیب کچھ ایسے سوتے تھے کہ تو نے ہی کروٹ نہ لی - ۵

ہے تمامی عمر تو غفلت میں سویا + ہمارا کیا گیا کچھ اپنا کھویا

سخت گیری خود ہماری عادت نہیں اور سخت گیری ہم کریں بھی تو کس پر اپنے بندوں پر ا - جن کا مارنا اور جلانا ہر وقت ہمارے اختیار میں ہے - مگر جب بندہ ہو اور ہم کو اپنا مالک سمجھے - نہ خر نا مشخص کہ ہم تو دیں نون اور وہ کہے کہ آنکھیں پھوٹیں - ہم سے زیادہ بھی کوئی درگزر کرنے والا ہوگا کہ ایک معذرت پر عمر بھر کے گناہوں کو ہم نے فاطبۃً بھلا بھلا دیا ہے - لیکن توبہ و استغفار - ندامت و حسرت کا اظہار بھی تو کوئی کرے - ہماری رحمت حیلہ جُو - ہماری رأفت بہانہ طلب کتنی کتنی بار جوش میں آئی مگر ہم نے اس کو صرف کرنے کا موقع نہ پایا - اگر بندہ ہمارے ساتھ نسبت عبودیت صحیح رکھتا تو ہم اس کی

---

[۱] کمزور - نقص [۲] ضعف آیا - فرق پڑا - [۳] ہلایا جلایا کہ تو اب بھی ہشیار ہو جائے [۴] سختی کرنا - [۵] خر = گدھا - [۶] نا مشخص = بے ٹھکانے یعنی گدھا (بیوقوف) تو ہے ہی مگر اسی کے ساتھ بے اصول بھی ہے [۷] چشم پوشی کرنا - [۸] مسلمانوں کے ہاں لکھا ہے کہ اگر تمام عمر کوئی شخص بُرے کام کرے اور پھر خدا کے سامنے صدقِ دل سے عذر یعنی توبہ کرے تو اُس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں - [۹] گویا گناہوں کا معاف کرنا ہمارے اختیار میں ہے مگر ندامت کا اظہار ہوا اور گناہ معاف - [۱۰] بالکل معافی مانگنا - [۱۱] یعنی خدا کی رحمت بخشائش کے لیے حیلے ڈھونڈا کرتی ہے [۱۲] شفقت - یہ کسی قدر رحمت سے بھی بڑھی ہوئی ہے یہ بھی موقع اور محل کی منتظر رہتی ہے - [۱۳] بندگی کا تعلق - ۱۲

لاکھ برائیوں پر[1] خاک ڈالتے - ہم کو تو بڑی شکایت یہی ہے کہ اُس نے ہم کو معبود ہی نہ گردانا - عالم اسباب میں رہ کر اسباب پرست ہو گیا - پھر ہم جو دیکھتے ہیں تو ہمارے احکام بھی کچھ سخت نہ تھے - کھانے کو ہم نے نہیں روکا - سونے کو ہم نے منع نہیں کیا - تمتعات[2] دنیوی سے ہم نے باز[3] نہیں رکھا - پھر جو تو نے اُن کی بجا آوری نہ کی تو سوائے تیری بدنفسی[4] کے اور تو کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی - اے شخص انجام جس کا تو اب نہایت آرزومندی کے ساتھ خواہاں[5] ہے اے کاش زندگی[6] میں تجھ کو اُس کی اتنی ہی پروا ہوتی جیسے اڑد[7] پر سفیدی - دنیا کے چھوٹے چھوٹے نقصان[8] اور ذرا ذرا سے زیان[9] تجھ کو مضطر[10] اور بے چین کر دیا کرتے تھے - اگر چہ کیا دنیا اور کیا دنیا کا خسارہ[11] - کیا پدی[12] اور کیا پدی کا شوربا - لیکن تباہی[13] دین کی تجھ کو خبر تک بھی تو نہیں ہوئی - اے کاش تجھ کو نماز کے قضا ہونے کا اتنا ہی رنج ہوتا جتنا ایک مٹی کے پرانے آبخورے کے ٹوٹ جانے کا ہوتا تھا - ہم جانتے ہیں کہ اب تجھ کو بہت ہی بڑی ندامت[14] ہے - لیکن اس ندامت کا کچھ ماحصل[15] نہیں - اس واسطے کہ یہ دار الجزا[16] ہے دار العمل[17] نہیں - ہم

---

[1] درگزر کرتے - [2] دنیا کے فائدے - [3] روکا نہیں - [4] بدذاتی - خباثت - [5] چاہتا ہے - متمنی تھا -
[6] کیا اچھا ہوتا کہ - [7] محاورہ ہے مراد اس سے مقدار قلیل ہے یعنی ذرا سی بھی پروا ہوتی - [8] نقصان - [9] پریشان - بے آرام - بے قرار - [10] نقصان - گھاٹا - [11] پدی چھوٹی سی چڑیا ہے وہ خود ہی کیا ہے جو اُس کا شوربا ہو یعنی کم حقیقت چیز - [12] دین کی بربادی - [13] شرمساری - انفعال -
[14] پچھتاوا - نتیجہ - [15] فائدہ - [16] بدلے کا گھر یعنی جو کچھ دنیا میں کیا ہے یہ وقت اُس کے بدلے کا ہے - [17] کام کرنے کی جگہ - مراد اس سے دنیا ہے کہ کرنی دنیا میں اور بھرنی عاقبت میں - ۱۲

دیکھتے ہیں کہ تو ایک بات کا بھی جواب نہیں دے سکا لیکن حجت تمام کرنے کی نظر سے ہم تجھ کو مہلت دیتے ہیں۔ جا اپنے نامۂ اعمال[1] کو دیکھ اور اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی بات ہم سے بیان کر بشرطیکہ معقول اور قابل قبول ہو۔ (از توبۃ النصوح)

## محنت ورزش اور تن درستی

ایک بادشاہ بیمار ہوا۔ اُس نے اپنے ملک کے سب سے زیادہ مشہور طبیب کو بلایا۔ جب طبیب آیا تو اُس نے دیکھا کہ ظاہرا بادشاہ تن درست اور توانا ہے کسی قسم کا مرض نہیں ہے وہ سمجھ گیا کہ یہ ساری خرابی ورزش نہ کرنے کی ہے۔ بادشاہ دن بھر نرم گدّوں اور مسہریوں پر پڑا لوٹتا رہتا تھا۔ اُس کے وزرار اور مصاحبوں اور خدام کا سب سے بڑا فرض یہ تھا کہ اُس کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے دیں۔ اگر اُس کا جی باغ کی سیر کو چاہتا تو غلام پالکی میں بٹھا کر لے جاتے۔ اگر وہ کہیں باہر جانا چاہتا تو بھی سواری موجود غرض یہ کہ ایک قدم بھی چلنے پھرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی مرغّن[2] غذاؤں کی بھرمار تھی۔ اسی آرام و آسایش اور کسی قسم کی محنت مشقت نہ ہونے کی بدولت وہ دائم المرض[3] ہو گیا تھا۔ حکیم نے بادشاہ کی یہ حالت دیکھی اور بیماری کی تہ کو پہنچ گیا[4] مگر صاف صاف

---

[1] وہ کاغذ جس میں تمام بھلے برے کام جو اُس نے دنیا میں کیے ہیں لکھے ہوں۔ نوکر چاکر۔
[2] جس میں گھی وغیرہ چکنائی زیادہ ہو۔ کثرت۔ [3] سدا کا روگی آئے دن کا بیمار۔ [4] جڑ کو جا پہنچا۔ بھید جان گیا۔ ۱۲

کہنے کی مجال نہ تھی وہ یہ کہنا چاہتا تھا کہ کھاؤ کم اور چلو زیادہ لیکن وہ وہ یہ کہتے ہوئے جھجکا اور اسی طرح دیکھ بھال کر اپنے گھر چلا گیا اور کہا کہ وہ تین دن میں دوا طیار کر کے لاؤں گا۔ گھر پہنچ کر حکیم نے لوہے کے دو گولے نہایت خوبصورت اور نقش و نگار سے آراستہ ہوئے اور لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ حکیم نے بادشاہ سے عرض کی کہ ان گولوں میں جادو کا اثر ہے آپ ان گولوں کو ہاتھ میں لے کر اپنے باغ کے گرد تین چکر لگائیں دوسرے دن چار اور اسی طرح روزانہ ایک ایک چکر بڑھاتے جائیں اور ان گولوں کو ہاتھ میں لے کر اوپر نیچے کیا کیجئے بادشاہ نے حکیم کے کہنے کے مطابق برابر عمل کیا اور روز بروز اس کی صحت رو بہ[1] اصلاح ہوتی گئی چالیس دن نہ گزرنے پائے تھے کہ ساری شکایتیں رفع ہوگئیں مٹاپا بھی گھٹ[2] گیا اور ساری بادی چھٹ[3] کر چاق[4] بند ہوگیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیماری و بیماری کچھ نہ تھی ورزش نہ کرنے کا یہ سارا نتیجہ تھا۔ جب اُس نے محنت شروع کی بیماری کافور[5] ہوگئی۔

(محمد عبداللہ خاں)

## صحت اور مرض

ایک صحت ہزار نعمت ہے۔ تن درستی سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔ پس تن درست رہنا بس غنیمت ہے بیماری ایک طرح کا عذاب ہے جو تکلیف کے علاوہ آدمی کے سب کام بند کر دیتی ہے۔ اگر کسی کو بیماری کا

[1] تامل کیا۔ رکا۔ [2] درست ہونے لگی۔ [3] گھٹ گئی کم ہوگئی چھیت: چالاک۔ [4] ... [5] اڑ گئی جاتی رہی۔ ۱۲

رنج ہو تو دنیا کے تمام عیش و آرام اُس کی نظروں میں ہیچ ہو جاتے ہیں - نہ کسی سے بات کرنے کو جی چاہتا ہے نہ کھانا مزے کا معلوم ہوتا ہے نہ کسی شغل میں جی بہلتا ہے - بیماری موت کا پیغام ہے اور موت بے بیماری بہت کم آتی ہے - جب بیماری سخت اور طویل ہو جاتی ہے تو اکثر انجام کو موت ہے بس بیماری سے زیادہ انسان کا کوئی دشمن نہیں - جہاں تک ہو سکے اس دشمن سے بچنا چاہیئے - لوگ پیٹ کی خبر گیری اچھی طرح نہیں کرتے اس وجہ سے بیمار ہوتے ہیں - اگر نقصان کرنے والی کوئی چیز کھا لو تو اُس کا نقصان فوراً معلوم نہیں ہوگا - اس دھوکے میں لوگ پڑے ہیں لیکن زندگی کی اصل پیٹ ہے - کھانا پانی اول پیٹ میں جاتا اور وہاں ہضم ہوتا یعنی پکتا اور گلتا ہے اور اس کا عمدہ عرق جگر میں جا کر خون بنتا ہے اور اس کے ساتھ بلغم سودا صفرا پیدا ہوتا ہے - بلغم ادھ کچرا خون ہوتا ہے - سودا تلچھٹ جو جگر کے نیچے بیٹھ جاتا ہے اور صفرا اُبال جو جوش کھا کر اُوپر آجاتا ہے - یہ چار چیزیں خون بلغم - صفرا - سودا - چار خلط بولی جاتی ہیں جب ان میں سے کسی کی حد سے بڑھ کر زیادتی ہوتی ہے تو فساد اور بیماری پیدا ہو گی - خون کی زیادتی اور فساد سے پھوڑا پھنسی - نکسیر - کھجلی ہوتی ہے - بلغم سے کھانسی زکام وغیرہ - صفرا سے تپ وغیرہ اور تپ سے دردِ سر - سودا سے خفقان مراق وغیرہ - پانی بھی پیٹ میں

---

(۱) دُکھ - (۲) بے حقیقت - کچھ بھی نہیں - (۳) لمبی - (۴) اخیر - (۵) ناک سے خون بہنا - (۶) گھبراہٹ - ایک قسم کی بیماری جسے مالیخولیا بھی کہتے ہیں - ۱۲

جاتا ہے لیکن اُس کا فضلہ جگر میں ہو کر گُردوں کے راہ سے مثانے میں
پیشاب بن کر نکلتا ہے۔ پس غذا میں احتیاط کرنا حفظ صحت کے لیئے ضروری
ہے۔ بھوک سے زیادہ کھانا اور کھانے کا وقت ہلانا نہ چاہیئے بلکہ جب تک
بھوک خوب نہ معلوم ہو کھانے کا قصد نہ کیا جائے۔ ذرا سی گرانی
معدے میں ہو تو کھانا نہ کھایا جائے۔ بے وقت اناپ شناپ
پیٹ میں کھانا ٹھوسنا بیماری ہے۔ جو کھانا اچھی طرح ہضم نہ ہو اُس سے
ناقص خون اور ناقص درجے کا بلغم پیدا ہوتا ہے اور طرح طرح کی بیماریاں
آکر گھیرتی ہیں بچے اسی واسطے جلد جلد بیمار ہوا کرتے ہیں کہ کھانے میں
احتیاط نہیں کرتے۔ دن بھر بکری کی طرح اُن کا مُنہ چلتا ہے۔ دستر خوان پر
بیٹھتے ہیں تو جانتے ہیں کہ تو شک پر بیٹھے ہیں اسی پر سوئیں گے
اُٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ ابھی پیٹ بھر کر اُٹھے ہیں اور پھر آموجود
ہوئے۔ ردی سنگھاڑے۔ ککڑی۔ جھڑبیری کے بیر۔ مٹر کی پھلیاں
بُھٹے۔ چنے۔ بلا بد تمیز جو ملا سب چٹ۔ پھر بیمار نہ ہوں تو تعجب اور
جب بیمار پڑتے ہیں تو مصیبت یہ کہ نہ دوا پیتے ہیں نہ لگاتے ہیں۔
رونا ہے اور ہائے ہائے کرنا۔ خوب سمجھنا چاہیئے کہ جب بیماری
آچکی تو بے دوا کیئے نہیں ٹلے گی۔ ہر ایک آدمی کو تھوڑی سی ریاضت
اور محنت بھی ضرور ہے تاکہ کھانا خوب ہضم ہو۔ کھانے کے بعد تھوڑی
دیر آہستہ آہستہ ٹہلنا بھی ضرور ہے تاکہ کھانا خوب پیٹ میں اُتر جائے

ٹھوک۔ بوجھ۔ ۱۲

گرمی کے دنوں میں دھوپ کے وقت باہر پھرنا گویا زبردستی بخار کو گھر میں بلانا ہے۔ جب دھوپ تیز شروع ہو اور سموم جس کو لو بولتے ہیں چلنے لگے تو مکان کے اندر محفوظ جگہ میں بیٹھنا چاہیئے۔ بدبو اور دھواں اور گرد اور نمی[۱] اور بند ہوا یہ پانچ چیزیں تن درستی کے لیئے زہر ہیں۔ پس بدبو کے پاس صرف بہ قدرِ ضرورت رہنے کا مضایقہ نہیں باقی اس سے الگ رہنا چاہیئے۔ اسی طرح دھواں بھی ضرر کرتا ہے اور گرد و غبار بھی موجب نقصان ہے۔ نمی بھی بہت بری چیز ہے۔ بھیگا ہوا کپڑا پہنے رہنا یا بھیگے اور سیلے ہوئے مکان میں بیٹھنا ضرور بیماری کا باعث ہے۔ شبنم یعنی اوس اس لیئے مضر[۲] ہے کہ اس سے کپڑے سیلتے ہیں۔ چھڑکاؤ کا کھلی ہوئی جگہ مضایقہ نہیں جیسے صحن یا کھلی ہوئی چھت پر لیکن بند کوٹھری میں چھڑکاؤ نہ کیا جائے۔ چھڑکاؤ کے بعد ایک بھاپ اٹھتی ہے۔ اگر مکان کھلا ہوتا ہے تو بخارات نکل جاتے ہیں لیکن بند مکان میں گھٹ کر رہ جاتے ہیں پس ان بخارات کے ملنے سے ہوا خراب اور زہریلی ہو جاتی ہے۔ برسات کے دنوں میں نمی کا بچاؤ مشکل ہوتا ہے۔ جو مکان ٹپکتا ہو اور جس کی زمین تر ہو اس میں رہنا اچھا نہیں۔ جب دھوپ نکلے بلا ضرورت بھی سب کپڑے خشک کرا لینے چاہیئں کیوں کہ برسات کی ہوا مرطوب ہے اندر کے رکھے ہوئے کپڑے بھی سیل جاتے ہیں نہانے کے بعد فوراً تمام بدن کو کپڑے سے خشک کرنا چاہیئے اور اس

---

۱ سیل ۔ ۲ نقصان دہ ۔ ۱۲

کپڑے کو الگ رکھنا بہتر ہے۔ بالا[1] خانے پر رہنا اور اگر بالاخانہ مکان میں نہ ہو تو کھلے ہوئے دالان میں رہنا اچھا ہے۔ کوٹھری جس میں اسباب بھرا ہے اور ہوا بند ہے اُس میں جانا نہ چاہیئے اس کے اندر کی ہوا اچھی نہیں ہوتی۔ برتنوں کا دھوون کبھی مکان میں نہ ڈالا جائے علیحدہ دُور پھینک دیا جائے۔ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔ ترکاری کے پتے مکان میں نہ پڑے رہیں ان میں بھی ایک طرح کا زہر ہوتا ہے۔ اور گھر میں کوڑا جمع رہنا بھی بہت بُرا ہے۔ ایک عادت نہایت بُری ہے اور وہ یہ ہے کہ گرمی کے دنوں میں رات کو اوس میں سوئے اور آخر[2] شب جب ہوا خنک[3] ہوئی تو سردی کے بچاؤ کے لیئے اندر مکان میں جا پڑے۔ رات کی اوس اور صبح کی ٹھنڈی ہوا دونوں زہر۔ شام کا وقت بڑے شہروں میں ہمیشہ نہایت درجے کا خراب ہوتا ہے۔ لوگ اپنی ضرورتوں کے واسطے بہ کثرت بازاروں کو آتے ہیں اُن کی آمد و شد[4] سے غبار[5] بلند ہوتا ہے اور دھواں تو غث کے غث خدا کی پناہ ایسا کہ سانس بھی لینا مشکل ہوتا ہے۔ ایسے وقت شہر کے باہر ہوا سرد[6] ہوتی ہے اور میدان صاف نہ دھواں ہوتا ہے نہ گرد۔ انگریز لوگ ہوا خوری کو شہر سے دور گھوڑے اور بگھیوں پر سوار یا پیا[7]دہ نکل جاتے ہیں صبح کو ہر موسم میں نہایت صحت بخش اور روح[8] فزا

---

[1] کوٹھے۔ [2] پچھلی رات۔ [3] ٹھنڈی۔ [4] آنا جانا۔ [5] گرد۔ خاک۔ [6] ٹھنڈی۔ [7] پیدل۔ پاؤں پاؤں۔ [8] جس سے تفریح ہو۔ ۱۲

ہوتی ہے خصوصاً گرمی کے دنوں میں - لیکن ہندوستانی گھر گھسنے صبح
شام دونوں وقت اس نعمتِ[1] خداداد سے محروم رہتے ہیں - اسی واسطے
جس کو دیکھو پیٹ پکڑے پھرتا ہے - ماش کی دال کے دو دانے کھاتے
ہیں تو نفخ[2] ہو جاتا ہے - بیسن کی پھلکی جو چکھ لیتے ہیں تو ہیضہ ہو جاتی ہے -
تیل کی کوئی چیز زبان پر رکھتے ہیں تو چھاتی جلتی ہے - کوئی ثقیل[3] چیز
کھا جاتے ہیں تو درد ہوتا ہے - اگر چلنے پھرنے کی عادت ہو اور صبح و شام
ایک گھنٹہ جنگل کی ہوا کھائیں تو سو دوا کی ایک دوا ہے - انگریز کیسے توانا
اور تن درست ہوتے ہیں - ان کے بچے بھی بڑے موٹے تازے ہوتے
ہیں - یہ سب ہوا خوری اور محنت کی بدولت ہے - چلنے پھرنے سے
پسینا آتا ہے اور جتنی رطوبت ناقص ہوتی ہے سب پسینے کی راہ نکل جاتی
ہے - کھل کر بھوک لگتی ہے - ہندوستانی لوگ جنھوں نے محنت کا فائدہ
سمجھا اور ہوا خوری کو انگریزی رسم قرار دیا انھوں نے اور تدبیر
نکالی - کوئی ڈنڈ پیلتا ہے کوئی مگدر یا لیزم ہلاتا ہے کوئی کشتی لڑتا ہے کوئی
بیٹھکیں لگاتا ہے - یہ بات بھی نفع سے خالی نہیں - ڈنڈ پیل آدمی کیسے
موٹے تازے ہوتے ہیں لیکن اس طرح کی ریاضت کو اکثر رذیلوں
نے پیشہ کر لیا ہے - اکھاڑے بنا رکھے ہیں ان میں تمام دنیا کے بدوضع
لڑکے جمع ہوتے ہیں - ریاضت کرنا ضرور چاہیے اور صبح شام پیادہ
ہوا خوری سے بہتر اور کوئی ریاضت نہیں - تن درستی کا ایک اور

[1] خدا کی دی ہوئی نعمت - [2] پیٹ کا پھولنا مراد ہے - [3] جو دیر سے ہضم ہو - بوجھل - ہیٹے کٹے -

آسان نسخہ[1] یہ ہے کہ ہر وقت تھوڑی بھوک لگی رہے۔ خدا نے چاہا تو کبھی بیماری پاس نہ پھٹکے گی۔ (شمس العلماء مولوی نذیر احمد)

پردے کی وجہ سے عورتوں کو ہوا خوری کا موقع نہیں ملتا مگر گھر کے کام کاج کے سوا وہ صحن میں ٹہل تو سکتی ہیں اور سینڈو[2] کے ڈمبل ہلانے میں کوئی امر مانع نہیں۔ تازہ ہوا نہ ملنے ہی سے عورتیں اکثر دھان پان ہوتی ہیں۔ اگر گھر کی گاڑی ہو تو پردے کے ساتھ ہوا خوری بھی ممکن ہے۔ عورتوں کو ایک بیماری توسیع کی ہوتی ہے اور ایک لازمۂ نزاکت ہے۔ ذرا سر میں درد ہوا کہ پڑ گئیں۔ ذرا طبیعت کسل مند ہوئی کہ ایسی واویلا مچا دی کہ گھر والوں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ ایسی چھوٹی موٹی بیماریاں عورتوں ہی سے مخصوص نہیں مرد کب اس سے مصئون و محفوظ ہیں مگر کبھی کسی مرد کی زبانی تو یہ تلا نہیں سنی۔ آئے دن کی مصنوعی بیماری سے اوپر والوں کا دل بیزار ہو جاتا ہے۔ نزلہ۔ زکام۔ کھانسی۔ دردِ سر۔ بخار کی جھرجھری کسے نہیں آتی مگر کسی کو

---

[1] وہ نسخہ یہ ہے۔ نہ چنداں بخور کز دہانت بر آید ؛ نہ چنداں کہ از ضعف جانت بر آید ۔ (نہ اتنا کھاؤ کہ کبھی ڈکاریں آنے لگیں اور کھانا منہ سے نکل پڑے اور نہ اس قدر کم کہ کمزوری سے دم نکلنے لگے۔ دوسرا نسخہ خوردن برائے زیستن وذکر کردن است ☩ تو معتقد کہ زیستن ازبہر خوردن است (زندگی قائم رکھنے اور یادِ خدا میں مشغول رہنے کے لیئے کھانا ضرور ہے اور تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ زندگی کا مقصد بس کھانے کے سوائے اور کچھ نہیں)۔ [2] سینڈو نامی انگریز نے جو بڑا مشہور پہلوان ہے ایک قسم کے ہلکے پھلکے کمانی دار مگدر نکالے ہیں جو ہمارے ہاں کے بھاری بھدے مگدروں سے بہت اچھے ہیں [3] نازک۔ سُست۔ [4] گھبرا گئے۔ [5] بچے ہوئے۔ [6] فریاد۔ واویلا ۔ ۱۲

کانوں کان خبر بھی نہیں ہوتی۔ معمولی علاج سے ایسی شکایتیں بہت جلد رفع ہو جاتی ہیں پھر اپنے ساتھ سارے گھر کو بے چین کرنے کے کیا معنی۔ اظہار شانِ امیری اور نزاکت کے لیئے بیمار بننا کوئی ضروری بات نہیں۔ تم اگر آئے دن بیمار بنی رہو گی تو چند روز شاید تمہارے چونچلے کوئی اُٹھائے تو اُٹھائے مگر آگے چل کر تم نظروں سے گر جاؤ گی اور کوئی اُلٹ کر خبر بھی نہ لے گا اور گھر والے یہی کہہ کر ٹال دیں گے کہ بُوا! ان کا تو آئے دن کا یہی جھکنا پٹنا ہے۔ آئے دن کی بیمار۔ سدا کی روگی۔ ان کا پیٹ تو دواخانہ ہو گیا ہے۔ کہنے کو بیمار اور ظاہر ظہور دیکھو تو اچھی خاصی ہٹی کٹی ہے۔ کھانا ان کا گھٹا نہیں ڈیل ان کا گھٹا نہیں۔ پھر خدا جانے یہ کیسی مبارک بیماری ہے جو آئے دن گلے کا ہار ہے۔

## بیماری سے بچنے کے قاعدے

کھانے پانی اور ہوا کے بعد سونا ایک نہایت ضروری چیز ہے۔ کام کرنے سے ہمارا بدن گھٹتا رہتا ہے لیکن آرام کرنے سے یہ کمی پوری ہو جاتی ہے۔ بچوں کو نو گھنٹے اور جوان آدمیوں کو آٹھ گھنٹے کے قریب سونے کی ضرورت ہے۔ دن کام کے لیئے ہے اور رات آرام کے لیئے۔ جو دن کو سوتے اور رات کو جاگتے ہیں وہ فطرت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ دن کا سونا اچھا نہیں ہاں تھوڑی دیر کمر ٹکا لینا جسے

---

نخرے۔ آفت۔ تو اناتا۔ تن درست۔ کم نہیں ہوتا خشم۔ بدن۔ ۱۲

قیلولہ کہتے ہیں اس کا مضایقہ نہیں۔ سیلی زمین پر سونے سے نقصان
ہوتا ہی۔ پلنگ یا تخت پر سونا چاہیئے۔ کھاتے ہی سو جانے سے بُرے
بُرے خواب نظر آتے ہیں۔ کھانے کے بعد کچھ وقفہ[1] ہضم کے لیئے
دے کر سونا چاہیئے۔ سونا ایسی جگہ چاہیئے جہاں کہ تازہ ہوا کا گزر ہو
جو مکان چو طرف سے بند ہو اُس میں نہیں سونا چاہیئے اور سوتے میں مُنہ
ڈھکنا چاہیئے تاکہ سانس کی آمد و شد میں رکاوٹ نہ ہو۔
زیادہ ٹھنڈی ہوا میں سیل یا نمی میں رہنے سے صحت کو نقصان پونہچتا ہی
بن بن[2] میں درد پڑ جاتا ہی۔ گرمی اور برسات میں زیرِ سما[3] سو سکتے ہیں
لیکن مسہری لگا کر سونا زیادہ اچھا ہی لیکن جن لوگوں کو باہر سونے کی عادت
نہ ہو یا بیمار ہوں اُن کو اوس میں کبھی نہ سونا چاہیئے۔ ورزش بھی ایسی
ہی ضروری چیز ہی جیسے کہ سونا۔ کسرت کے لیئے یہی نہیں ہیں کہ مردوں
کی طرح ڈنڈ پیلیں یا مگدر کی جوڑی پھیریں۔ ہر ایسے کام کو ہم کسرت
کہہ سکتے ہیں جس سے بدن پر زور پڑے۔ ہاتھ پیر سے جب کام
نہیں کیا جاتا تو پٹھے کمزور ہو جاتے ہیں۔ دیکھو لوہار کے بازو
کیسے تیار ہوتے ہیں اور پیدل چلنے والوں کی پنڈلیاں کیسی بھری
بھری ہوتی ہیں۔ اِس کا سبب یہ ہی کہ بدن کے جس حصے سے کام لیا
جاتا ہی اُس میں خون جلدی جلدی دورہ کرتا ہی دوسرا فائدہ یہ ہی کہ پسینہ
آتا ہی جس کے ساتھ فاسد مادے بدن سے خارج ہو جاتے ہیں۔

[1] دیر - [2] جوڑ جوڑ - [3] آسمان کے تلے - ۱۲

ہر وقت کتاب پر اوندھے پڑے رہنا اور بالکل ورزش نہ کرنا برا ہے بلکہ جس قدر دماغ سے کام لیں کم سے کم اُتنا ہی وقت ورزش جسمانی میں صرف کرنا ضرور ہے۔ ٹہلنا اور اگر ممکن ہو تو سینڈو کے گرپ ڈم بلیز ملانا بہت اچھی ورزش ہے۔ جو لوگ ورزش نہیں کرتے اُن میں سے کوئی تو سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے اور کوئی ایسا موٹا پھپس ہو جاتا ہے کہ اُس سے چلا پھرا یا اُٹھا بیٹھا بھی نہیں جاتا۔ کسرت کے لیئے سب سے عمدہ وقت صبح کا ہے۔ بالکل خالی پیٹ یا کھانا کھاتے ہی زیادہ محنت کا کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔ ہاں چلنے پھرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (محمد عبدالغنی خاں کمپنی تحصیلدار)

## صفائی

صفائی عجب چیز دنیا میں ہے ۔۔۔ صفائی سے بہتر نہیں کوئی شے
خصوصاً صفائی جسم و مکاں ۔۔۔ ضروری ہے انسان کو ہر زماں
کھلا اور روشن مکاں چاہیے ۔۔۔ لطافت نفاست وہاں چاہیئے
ہر اک شے وہاں پاک و شفاف ہو ۔۔۔ بدرَو[۳] بھی اُس کی بہت صاف ہو
ہوا کا گزر اُس میں ہر بار ہو ۔۔۔ نہ چاروں طرف بند دیوار ہو
غرض ایسی حکمت سے گھر ہو بنا ۔۔۔ کثافت کا جس میں نہ ڈھیر ہو ذرا
ہوا میں بدبو تعفن نہ آوے ذرا ۔۔۔ کہ ہے باعثِ فرحتِ دل ہوا
کثافت سے گندا رہے گا جو گھر ۔۔۔ تو واں ہوگا بیماریوں گزر
نمی بھی ہے اک موجبِ گندگی ۔۔۔ کہ ہوتی ہے جس سے پراگندگی[۵]
بہت صاف اور ستھری پوشاک[۶] ہو ۔۔۔ نہ جس میں کہیں میل[۴] اور خاک ہو
اگر مقدرت بھی نہ ہو اس قدر ۔۔۔ کہ بدلے وہ ہر دم لباسِ دگر

۱ بھدا - ۲ ہر وقت - ۳ موری - ۴ میل کچیل - غلاظت - ۵ پریشانی - ۶ دو ستھری پوشاک - ۱۲

| | |
|---|---|
| نہ اُس کو بدن پر بھگو یا کرے | تو لازم ہو پوشاک دھو یا کرے |
| تو آخر کو آتا ہو دم ناک میں | پسینہ جو رہتا ہو پوشاک میں |

| | |
|---|---|
| غرض تا بہ امکاں صفائی رہے<br>کہ ہر طرح اس سے بھلائی رہے | (لا اعلم) |

تن درست رہنے کے لیئے یہ ضرور ہو کہ جہاں تک ممکن ہو پہلے سے یہ انتظام رکھا جائے کہ بیماری سیرے سے ہونے ہی نہ پائے اور اگر باوجود احتیاط کے بھی اتفاق سے دُکھ بیماری آجائے تو علاج میں ہرگز سستی نہ کی جائے اور باقاعدہ علاج کیا جائے کیوں کہ جب بیماری بڑھ جاتی ہو اور جڑ پکڑ جاتی ہو تو اُس کا دفعیہ مشکل ہوجاتا ہو۔ بیماری کے ساتھ پرہیز بھی لازمی چیز ہو۔ ذرا سی بدپرہیزی بہت بُرا نتیجہ پیدا کرتی ہو۔

(از ریڈر ممالک متحدہ)

**ہوا** پرانے زمانے میں اسی شہر میں ایک بڑا مال دار ساہوکار رہتا تھا دُنیا کی سب چیزیں اُس کو مل سکتی تھیں لیکن وہ ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔ نہ اچھا کھانا کھا سکتا تھا نہ اچھے کپڑے پہن سکتا اور نہ اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر خوش ہوسکتا وہ سارے دن پلنگ پر پڑا اینڈا[1] کرتا اور زندگی اس کو دو بھر[2] ہوگئی تھی۔ دور دور کے بید اور حکیم دوا کرنے آئے لیکن کسی کی دوا سے فائدہ نہ کیا۔ ایک حکیم نے غور کیا تو اُس کے خیال میں یہ بات آئی کہ دوا کرنے کے بدلے ساہوکار کے رہنے کی جگہ

[1] پلنگ پر کاہلی سے پڑے پڑے کروٹیں بدلنا۔ [2] وبال۔

بدل دینی چاہیئے اور اُس کو باغ میں لے جاکر صاف ہوا میں رکھنا چاہیئے اور کھانا سادہ دینا چاہیئے اور پانی بھی بدل دینا چاہیئے اس تدبیر سے ساہوکار تھوڑے دنوں میں اچھا ہو گیا اور تندرستی جس کے لیئے وہ ترستا تھا حاصل ہو گئی۔ اِس لیئے بچّوں کو یہ جاننا ضرور ہے کہ کن کن باتوں سے وہ بیماری سے بچ سکتے ہیں

یہ تو سب جانتے ہیں کہ آدمی بغیر کھانے پینے کے زندہ نہیں رہ سکتا لیکن بعض آدمی یہ نہیں سمجھتے کہ کھانے پینے سے بھی زیادہ آدمی کو ہوا کی ضرورت ہے۔ اگر کسی آدمی کو کھانا پانی نہ ملے تو وہ کچھ دن زندہ رہ سکتا ہے لیکن ہوا کے بغیر بہت جلد مر جائیگا۔ پودے بھی بغیر ہوا کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہوا دُنیا میں ہر جگہ ہے لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے کہ دکھائی نہیں دیتی زمین کے اوپر چاروں طرف سے ہوا ہم کو گھیرے ہوئے ہے اور ہم بالکل اسی طرح اس میں رہتے ہیں جیسے مچھلیاں پانی میں ہوا کی ضرورت ہم کو سانس لینے کے لیئے پڑتی ہے۔ اُس ہوا میں جو ہمارے بدن میں سانس لینے کے لیئے پڑتی ہے۔ اس ہوا میں جو ہمارے بدن میں سانس لینے سے جاتی ہے اور اُس میں جو تھوڑی دیر کے بعد پھر باہر آتی ہے بڑا فرق ہوتا ہے۔ جو ہوا ہمارے بدن کے اندر جاتی ہے اُس سے خون صاف ہوتا ہے اور جب ہم باہر سانس چھوڑتے ہیں تو گندی ہوا باہر نکل جاتی ہے۔ کمرے کی ہوا تین طرح سے خراب ہوتی ہے ایک تو آدمیوں اور جانوروں کے سانس لینے سے دوسرے آگ کے جلنے سے۔ تیسرے چیزوں کے سڑنے سے۔ اس لیئے یہ ضرور ہے کہ جس کوٹھڑی میں تم رہو اُس کو صاف رکھو۔ (از ریڈر)

**پانی** آدمی جانور اور پودوں کے لیئے پانی بہت ضروری چیز ہے بغیر اس کے کسی کی زندگی نہیں رہ سکتی۔ آدمی کے بدن میں دو تہائی سے

زیادہ پانی ہوتا ہے۔ بالکل صاف پانی وہ ہے جس میں بُو اور مزہ کچھ نہ ہو لیکن اس میں دوسری چیز کچھ نہ کچھ ضرور ملی رہتی ہے۔ بارش کا پانی زمین پر گرنے سے پہلے سب سے زیادہ صاف ہوتا ہے۔ اسی سبب سے اُس کو آنکھ کی دوا میں ڈالتے ہیں۔ جن ندیوں یا تالابوں میں کپڑے دھوئے جاتے ہوں یا آدمی اور مویشی نہاتے ہوں یا جن کے کنارے میلا پڑا رہتا ہے اُن کا پانی کبھی نہ پینا چاہیئے کیوں کہ اُس میں کچھ نہ کچھ خراب چیزوں کا حصہ ضرور ملا رہتا ہے۔ ٹھہرے ہوئے پانی سے بہتا ہوا پانی ہمیشہ اچھا ہوتا ہے۔ جو کنوئیں کم گہرے ہوتے ہیں اُن کا پانی اکثر خراب ہوتا ہے بے جگت[1] کے کنوؤں میں برسات کا مَیلا پانی دُور دُور سے بہہ کر گرتا ہے اس لیئے پانی پینے کے کنوؤں کی جگت پختہ بنانی چاہیئے۔ درختوں کی پتیاں ہوا سے اُڑ اُڑ کر کبھی کبھی کنوؤں میں گرتی ہیں اور وہ سڑ کر پانی کو خراب کر دیتی ہیں۔ اس لیئے اگر ایسے کنوؤں کا منہ ڈھکا رہے تو اچھا ہے۔ جہاں کہیں اچھا صاف پانی نہ ملے وہاں پانی کو جوش دے کر ٹھنڈا کرو اور چھان کر پیو۔ ایسا کرنے سے بہت سی خرابیاں دور ہو جاتی ہیں۔

(از ریڈر)

**نہانا**

صفائی صحت و تن درستی ہے۔ انسان کی کھال میں لاکھوں کی تعداد میں چھوٹے چھوٹے سوراخ ہوتے ہیں جو مسامات کہلاتے ہیں جن سے پسینا نکلتا ہے اور پسینے کے ساتھ ساتھ وہ چیزیں بھی

[1] منڈیر اور کنوئیں کے گرد کا پختہ چبوترا - ۱۲

خارج ہو جاتی ہیں جن کے رہنے سے صحت کو نقصان ہوتا ہے۔ نہانے کی اصلی غرض یہ ہے کہ یہ تمام سوراخ جو میل سے اَٹ[2] جاتے ہیں ان کے منہ کھل جائیں۔ ہر شخص کو دن میں کم سے کم ایک دفعہ نہانا ضرور ہے خاص کر کے گرمیوں میں۔ کھانا کھاتے ہی نہانا مضر صحت ہے۔ نہانے کے لیے سب سے عمدہ پانی ندی کا ہے ورنہ کنوئیں کا پانی یا جو پانی صاف ہو۔ گرم پانی سے تندرست آدمی کو نہانا نہ چاہیئے کیوں کہ اگر یہ عادت پڑ جائے تو پھر ٹھنڈا پانی نقصان کرنے لگتا ہے۔ جو فرحت ٹھنڈے پانی سے نہانے میں ہوتی ہے وہ گرم سے نہیں ہوتی۔ بیمار بے شک گرم پانی سے نہا سکتے ہیں کہ اُن کو ٹھنڈا پانی بعض وقت نقصان کرتا ہے۔ کڑا کے کے جاڑے میں بھی گرم پانی سے نہا سکتے ہیں۔ جاڑے کے دنوں میں نہاتے ہی باہر ہوا میں نکل آنے سے نزلہ ہو جاتا ہے۔ نہانے کے بعد ہمیشہ تولیے سے بدن کو رگڑ کر پونچھنا چاہیئے اور پھر کپڑے بدل لینا۔ جن لوگوں کے پاس زیادہ کپڑے نہ ہوں وہ گھر میں دھو ڈالیں کہ ہم کو سب سے مقدم اپنی تندرستی کا خیال رکھنا چاہیئے مثل مشہور ہے جان ہے تو جہان ہے تم سمجھ سکتی ہو کہ ایک نہانے سے کتنی بلائیں ٹل جاتی ہیں تم یہ بھی سمجھ سکتی ہو کہ بیماری سے بچنا کہاں تک تمھارے ہاتھ میں ہے (از ریڈر)

**کھانا** جاننا چاہیئے کہ کھانے کا اثر آدمی پر کیوں کر ہوتا ہے آدمی کے جسم میں دو باتیں ہمیشہ ہوتی رہتی ہیں۔ بدن کا کچھ حصہ

---

[2] بھر جانا۔ رُک جانا ۱۲

نکل جاتی ہیں۔

گھلا کرتا ہے اور کچھ بنا کرتا ہے۔ یہ کام ہم کو معلوم نہیں ہوتے لیکن ان کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ گرمی اور محنت سے بدن گھلتا ہے۔ کھانا اور پانی اور ہوا سے بنتا ہے اس لیے ہم کو ایسی چیزیں کھانی چاہئیں جو ہمارے بدن کے بننے میں زیادہ کام آئیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ انسان کے لیے پھل سب سے عمدہ چیز ہے لیکن کچے اور سڑے پھلوں کے کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ اس ملک میں گیہوں۔ چنا۔ چانول۔ جو۔ باجرا۔ جوار مکی وغیرہ اناج عام طور پر کھائے جاتے ہیں۔ ان میں گیہوں سب سے اچھا ہے کیوں کہ اس کے کھانے سے بدن کو بڑی طاقت پہونچتی ہے۔ چانول میں گیہوں چنے۔ جو باجرے سے کم طاقت ہے۔ کھنا اچھی طرح پکا ہوا کھانا چاہیے کھانے عموماً گھی سے پکائے جاتے ہیں اور غریب گھی کے عوض تیل بھی ڈالتے ہیں۔ زیادہ چکنائی کھانے سے آدمی موٹا ہوتا ہے۔ زیادہ مٹھاس مضر ہے اور اسی طرح زیادہ مرچ اور مسالا۔ دودھ سب سے عمدہ غذا ہے خصوصاً بچوں کے لیے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چھاچھ اور دہی بہت مفید اور باعث درازی عمر ہے لیکن اپنے مزاج کی بات ہے جس کو جو چیز راست آجائے وہی اچھی ہے۔ نشا کو پینا یا کھانا نہایت نقصان دہ ہے۔ یہ ہمیشہ یاد رکھو کہ جس قدر بھوک ہو اُس سے زیادہ کبھی نہ کھاؤ چاہے کھانا کتنا ہی مزے دار کیوں نہ ہو۔ تھوڑا تھوڑا کر کے تین چار وقت کھانا ایک مرتبہ بہت سا کھا لینے سے اچھا ہے۔ کھانے میں جلدی نہ کرو۔ نگلنے سے

پہلے لقمے کو اچھی طرح چبانا چاہیئے۔ کیوں کہ اگر چبایا نہیں جاتا تو پوری طرح ہضم نہیں ہوتا۔ خلوئے معدے سے بہت بہتر ہی کہ صبح اُٹھتے ہی کچھ ہلکا سا ناشتہ کر لیا جائے۔ (از ریڈر)

## کھانے کے آداب

زندگی کا مدار[2] کھانے پر ہی اور تم دیکھتی ہو تمام دنیا اسی فکر میں لگی رہتی ہی۔ بے شک بدون کھانے کے کوئی جان ور بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ فاقے سے کم زوری اور انجام کو ہلاکت ہوتی ہی لیکن یہ بات تجویز طلب ہی کہ کیا کھانا چاہیئے اور کتنا کھانا چاہیئے اور کیوں کر کھانا چاہیئے۔ ہر قسم کا کھانا جو گھر میں میسر[3] آئے خوش دلی سے کھاؤ۔ اگر کوئی چیز گھر میں نہیں ہی تو اس کے واسطے ضد مت کرو۔ مانگ کر کھانا بے عزتی کی بات ہی۔ جب تک خوب زور کی بھوک نہ لگے مت کھاؤ اور ہمیشہ تھوڑی بھوک باقی رکھ کر دستر خوان سے اُٹھ جانا چاہیئے۔ بہت کھانے سے بدہضمی اور پیچش اور پیٹ میں درد ہوتا ہی۔ دست آنے لگتے ہیں۔

بچوں کو دن رات میں چار مرتبہ کھانا چاہیئے۔ صبح اُٹھ کر ناشتہ جو کچھ رات کا رکھا ہو یا عین وقت پر میسر آ سکے۔ پھر دوپہر سے پہلے سب لوگوں کے ساتھ معمولی دن کا کھانا۔ پھر تیسرے پہر اگر بھوک معلوم ہو پھر رات کا کھانا بعد مغرب یا قبل مغرب۔ ان چار وقتوں کے سوا بیچ میں کوئی چیز نہیں کھانی چاہیئے اگرچہ دل للچائے ورنہ بیماری کا خوف ہی۔ جو چیز تمھارے سامنے رکھ دی جائے اُس میں بحث و حجت نہیں کرنی چاہیئے اور نہ زیادہ مانگنا چاہیئے کھانا

[1] نہار منہ۔ [2] یعنی زندگی موقوف ہی کھانے پر۔ [3] مل جائے۔ ۱۲

دائیں ہاتھ سے کھانا چاہیئے - ایسی احتیاط کے ساتھ کہ دسترخوان یا فرش پر کوئی چیز نہ گرے - لقمہ چھوٹا لینا چاہیئے اور لقمہ چبانے میں منہ بند کرلیا کرو چپڑ چپڑ کی آواز نہ نکلے - کھانے میں انگلیاں اور منہ مت بھرو اور روٹی کو ہاتھ سے توڑو دانت سے مت کاٹو - کھانے سے پہلے ہمیشہ ہاتھ دھولیا کرو اور کھانے کے بعد ہاتھ اور منہ اس طرح دھوؤ کہ زردی اور چکنائی یا کوئی اور اثر باقی نہ رہے - بہت سے آدمی دنیا میں ہیں جن کو پیٹ بھر کر کھانا نہیں ملتا - پس جب تم کو مزے دار کھانا ملے تو خدا کا شکر کرو کہ اس نے اپنی مہربانی سے روزی عنایت کی -

کھانے سے پہلے ہاتھ دھوتے وقت ناک صاف کرلینی چاہیئے اور ہمیشہ ایک رومال جیب میں رکھنا چاہیئے کہ اگر کھانے کے وقت مرچ کی تیزی سے ناک بہنے لگے تو بائیں ہاتھ سے اسی رومال سے صاف کرلیا کرو - پانی کی ضرورت ہو تو گلاس یا آبخورہ یا کٹورہ بائیں ہاتھ میں لو اور دائیں ہاتھ کا سہارا ایسے ڈھب سے لگاؤ کہ برتن میں داغ نہ لگے - کھانے کے وقت کھانسی یا چھینک آئے تو منہ پر بایاں ہاتھ رکھ کر اور دسترخوان کی طرف سے منہ پھیر کر کھانسنا اور چھینکنا چاہیئے اگر منہ سے کوئی چیز نکال کر ہاتھ میں لگ جائے تو چھپا کر رومال میں پونچھ لو بلکہ بہتر یہ ہے کہ اٹھکر ہاتھ دھولو اور منہ کو صاف کرلو - روٹی کو بے ضرورت ٹکڑے کرنا اور توڑنا داخل بے تمیزی ہے - بھری ہوئی انگلیاں روٹی یا دسترخوان سے نہیں پونچھنا چاہیئے بلکہ ایسی احتیاط سے

کھاؤ کہ انگلی نہ بھرنے پائے۔ اگر کھانے میں ہچکی آئے تو پانی پینا چاہیے گو پیاس نہ ہو اور اگر اچھو ہو جائے تو اوپر دیکھنا چاہیے۔ دستر خوان پر اور لوگوں کی رکابیوں پر نظر کرنا ناپسندیدہ بات ہے۔ اگر دستر خوان پر کئی قسم کا کھانا ہے تو نمکین سے شروع کرنا چاہیے اور اخیر میں بھی منہ نمکین کرنا چاہیے اگر اچار بھی ہو تو کھانے سے پہلے اچار کا چکھ لینا بھی مفید ہے۔ اگر تم کو بوجہ علالت یا بوجہ ثقالت کسی کھانے سے منع کیا جائے تو اس کے کھانے کا قصد مت کرو۔ پانی کھڑے ہو کر کسی حالت میں نہیں پینا چاہیے۔ ہمیشہ دو دم بیچ میں لے کر پینا مناسب ہے۔ کھانے میں بہت پانی نقصان کرتا ہے جہاں تک ہو سکے پانی میں کمی کرو۔ اگر کوئی غیر آدمی کھانا کھاتا ہے اور تم اس کے پاس جا نکلو تو اس کے پاس کھڑا ہونا یا بیٹھنا نہ چاہیے اور اگر وہ تم کو کھانے میں شریک کرنا چاہے اور کھانے کے لئے کہے تو عذر کرو۔ بازار کی مٹھائی وغیرہ کبھی کبھی کھانے میں مضایقہ نہیں لیکن عادت کرنا اور چاٹ لگانا سخت عیب کی بات ہے۔ لڑکوں کو عموماً مٹھائی کی طرف بہت رغبت ہوتی ہے لیکن کثرت سے مٹھائی کھانے میں دو دکے دانتوں کو نہایت ضرر ہے۔ کیڑا لگ جاتا ہے مسوڑے کمزور ہو جاتے ہیں۔ اگر اتفاق سے کھانے میں دیر ہو اور تم کو بھوک لگی ہو تو گھبرانا اور بے قرار ہونا نہیں چاہیے۔ صرف ایک مرتبہ اپنی حاجت اور ضرورت کو ظاہر کر دو۔ کوچہ و بازار میں کھانا بہت برا ہے اور اسی طرح

کھڑے ہو کر یا چلتے پھرتے بھی نہیں کھانا چاہیئے۔ اگر کھانے میں کسی غریب کا
بچہ آ کھڑا ہوا اور تم کو دیکھنے لگے اور خوف یا شرم کے سبب مانگ نہ سکے تو تم خود اُس کو اپنے
کھانے میں سے دو۔ اس میں دریغ نہ کرنا چاہیئے اگر کھانے میں کسی فقیر کی صدا تمھارے کان میں
پڑ جائے تو ضرور اُس کو کچھ بھیج دینا چاہیئے۔ اور اگر اتفاق سے کسی کے
گھر مہمان جاؤ تو گو تم کو بھوک لگے کھانا مت طلب کرو جب تک کہ وہ
خود کھانا تمھارے روبرو حاضر نہ کریں۔ اگر اور مہمان یا اُن کے بچے
کھانا کھاتے ہوں تو اُن کے پاس بھی مت جاؤ ورنہ لوگ جانیں گے
کہ یہ لڑکی کھانے کے لالچ سے یہاں کھڑی ہے۔ (مولوی نذیر احمد شمس العلماء)

کھانے کے آداب کے متعلق کچھ اور ضروری باتیں۔ جو لوگ گھر کے کھانے
میں اُمور بالا کی پابندی کرتے اور عادی ہو جاتے ہیں وہ دعوتوں میں
بھی ان امور کا لحاظ رکھتے ہیں۔ کسی کھانے کی مذمت یا اُس کی بدذائقگی
کی شکایت کرنا داخل بدتمیزی ہے۔ ہاتھ دھوتے وقت کھنکار کر تھوکنا یا
اسی قسم کی آوازیں نکالنے سے دوسروں کے دل کِندرانے[1] لگتے
ہیں۔ خلال کی عادت ہے تو اس طرح کرو کہ دوسروں کی نظر نہ پڑے
نہ یہ کہ دانتوں میں سے بوٹیاں یا نسیں[2] لوگوں کے سامنے نکال نکال کر
پھینکو یہ بھی گھن[3] کی بات ہے۔ ہاتھ پہلے بڑوں کو دھو لینے دو جب تم
دھوؤ۔ کھانا بھی جب سب شروع کریں تم بھی بسم اللہ کر کے شروع
کرو۔ آگے گود میں تولیہ پھیلا لینے سے کپڑے داغ دھبّے سے محفوظ

[1] متلانے۔ مالش کرنے۔ [2] ریشے۔ [3] غلاظت۔ نفرت آنے۔ ۱۲

رہتے ہیں۔ پلاؤ یا بریانی میں سالن یا بورانی ڈال کر اُسے گھنگولنا[۱] سخت غچلاپن[۲] ہے ملاؤ ملانے کی طرح۔ ہڈی کو چچوڑ[۳] یا گودے کے خاطر کھٹا کھٹ ٹھوکنا اور جھٹکنا بڑی رکیک[۴] حرکت ہے۔ اسی طرح اُنگلیاں چاٹنا بھی داخل بدتمیزی ہے۔ کچے کناروں کے عذر پر روٹیوں کے کنارے توڑ توڑ کر ڈالنا نہ صرف بدتمیزی ہے بلکہ رزق کی بے ادبی بھی ہے۔ فرمایش کرنا کہ گرم کھانا لاؤ یا بوٹیاں لادو یا فلاں کھانا ذرا سا لا دو ندیدے پن کی بات ہے۔ جو سامنے آجائے اور جب آجائے اُسی پہ اکتفا کرنا چاہیئے۔ اگر کھانا طرز[۵] جدید پر کھلایا جاتا ہے یعنی قابوں میں اور سالن ڈشوں میں ہے تو بقدر ضرورت لو یعنی جتنا تم کھا سکو اس سے کہ رکابی میں جھوٹا چھوڑ دو بہتر ہے کہ تھوڑا تھوڑا کئی بار لو ایسا نہ کرو کہ سارے کا سارا اپنے ہی سامنے اُنڈیل لو۔ ہاتھ صابن یا بیسن اور گرم پانی سے دھوؤ کہ چکنائی کا اثر نہ رہے۔ کھانے کے بعد مُنہ صاف کرنے کو پان کھا لینے کا مضایقہ نہیں مگر پیک کی پچکاریاں مارنا بہت معیوب ہے۔ اُگال دان میں تھوکو تو احتیاط سے لوگوں کی نظر بچاکر۔ کھانے کے بعد ڈکاریں لینا نہایت مذموم[۶] ہے۔ ڈکار آجائے تو تو آہستہ اور دبا کر لو یہ نہیں کہ نقارے بجاؤ۔ ہم لوگوں میں ڈکار کا چنداں عیب نہیں مگر یورپین سوسائٹی میں بھولے سے بھی ڈکار نہ لینا اُن کے ہاں یہ بہت معیوب حرکت ہے۔ جو کھانا تمھیں مرغوب نہ ہو نہ کھاؤ مگر اُس کی بُرائی کرنا اور دوسروں کو نفرت دلانا یا جتلانا سارے حرکات انسانیت کے

---

[۱] بری طرح ملانا۔ [۲] گندا پن۔ میلا پن۔ [۳] چوسنا۔ [۴] خفیف چھچھوری۔ [۵] نئے طریقے پر۔ [۶] اُلٹا۔

بمبر ۱ — ۱۲

خلاف ہیں۔

## چٹورپن

کون بچہ ایسا ہوگا جو اس لفظ کے معنے نہ سمجھتا ہو۔ چٹخاروں کا مزا کہو یا زبان کا مزا نام رکھو وہ کیا ہے یہی چٹورپن ہے۔ یہ عادت بچوں کو بچپن میں پڑجاتی ہے تو بڑےپن میں بہت خراب کرتی ہے۔ دونوں کی چاٹ اس سے پڑجاتی ہے۔ چوری یہ سکھا دیتی ہے۔ جھوٹ یا خوشامد کا عادی یہ بنادیتی ہے۔ امیر سے غریب یہ کردیتی ہے۔ بے عزتی۔ بے غیرتی۔ اس کا اصل جوہر ہے۔ برابر والوں کی آنکھوں میں ذلیل اس سے ہونا پڑتا ہے۔ ہم چشموں میں ندامت اس سے اٹھانی پڑتی ہے۔ بدچلنی کا پیش خیمہ چٹورپن ہے۔ بدمعاشی کا گھر زبان کا مزا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ خرابی ہو کہ مزے دار کھانے سے بے اعتدالی ہو کر صحت بگڑ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ چٹپٹے مسالے معدے کو بگاڑ دیتے ہیں اور ہاضمہ خراب کردیتے ہیں۔ اگر کسی چٹورے کو مزے دار کھانا نہ ملے تو وہ بھوکا رہنا پسند کرتا ہے مگر زبان کے چٹخارے کو نہیں چھوڑتا جس سے اس کی طاقت گھٹتی ہے۔ دل کمزور ہونا شروع ہو جاتا ہے اور بڑھاپے میں جاکر اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے۔ امیر گھر کا چٹورا لڑکا جو زمانے کی گردش سے غریب ہو جاتا ہے وہ اور بھی مصیبت اٹھاتا ہے۔ کوئی کھانا اسے پسند نہیں آتا اور اس قدر مقدور نہیں رکھتا کہ اپنی مرضی کے موافق کھانا کھا کر دل خوش کرے بس وہ یا تو بیمار پڑجاتا ہے یا بھوکا رہ رہ کر دنیا سے سدھار جاتا ہے[2]۔ ہم نے دیکھا ہے کہ چٹوروں

[2] سدھ بد۔ رخصت ہو جاتا ہے یعنی مرجاتا ہے ۱۲

مکان گرو[1] رکھ کر برف کھائی ہے اور پھر وہ تکلیف اٹھائی ہے کہ نہ رہنے کا گھر ملا ہے نہ پہننے کو کپڑا نہ کھانے کو روٹی۔ کسی حکیم کا قول ہے کہ اصل حکیم اور سب سے بڑا دانش مند عاقبت اندیش وہ شخص ہے جو ذائقے کا پابند نہ ہو یعنے زبان کے مزے کی پروا نہ کرے غرض دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی بُری عادت نہیں ہے۔ بُرے مصاحب کی صحبت سے تو آدمی گھڑی دو گھڑی بچ بھی جاتا ہے مگر یہ دوست نُما دشمن[2] کسی وقت دور نہیں ہوتا جب تک منہ میں زبان۔ زبان میں ذائقہ موجود ہے۔ یہ مصاحب بھی ہم زاد[3] کی طرح ساتھ ہے۔ سب سے پہلے ماں باپ کو اُن کے بعد اقارب کو اقارب[4] کے بعد اُستاد کو۔ اُستاد کے بعد سچے دوستوں اور خیر خواہ ملازموں کو واجب ہے کہ بچّوں میں ہرگز ہرگز یہ بُری عادت پیدا نہ ہونے دیں۔ اس عادت کے چھوڑنے سے آدمی بہت ہی خراب عادتوں سے محفوظ رہتا ہے۔ بہتیرے عیبوں سے پاک ہو جاتا ہے۔ مزاج میں سیر چشمی[5] آجاتی ہے۔ تمام عمر آرام سے رہتا ہے اور بڑی عزت اور توقیر سے گزارا کرتا ہے۔ زبان کی خاطر جھوٹ بولنے کی اُسے حاجت نہیں رہتی۔ کسی کی خوشامد وہ نہیں کرتا۔ راست بازی سے وہ نہیں ڈرتا۔ کسی کے سامنے اُس کی آنکھ نیچی نہیں ہوتی۔ غرض ایک چٹورپن کے چھوڑنے سے بیسیوں نیک خصلتیں انسان کے دل میں گھر کر لیتی ہیں۔

[1] گروی رکھنا۔ رہن رکھنا۔ [2] ظاہر میں دوست مگر درحقیقت دشمن۔ [3] وہ فرشتہ جو ہر ایک انسان کے ساتھ پیدا ہوتا ہے اور کبھی اُس سے جدا نہیں ہوتا۔ [4] رشتے دار۔ [5] بھاری بھرکم پیٹ ۱۲

اور بہت سی شرمندہ کرنے والی عادتیں چھوٹ جاتی ہیں (مولوی سید احمد مصنف فرہنگ آصفیہ)

## وقت

ع سدا دور دورہ دکھاتا نہیں + گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

دنیا میں ہر چیز کی کچھ نہ کچھ تلافی ہو مگر نہیں ہو تو وقت کی جو گھڑی گزر گئی وہ پھر کسی طرح تمھارے قابو میں نہیں آ سکتی - اور وقت کے گزرنے پر جو غور کرو تو اس کی تشبیہ[1] تو کسی چیز کے ساتھ ٹھیک نہیں دی جا سکتی - وقت ریل سے زیادہ تیز ہو - ہوا سے بڑھ کر اڑنے والا بجلی سے سوا[2] دوڑنے والا ہو اور ایسا دبے پاؤں نکلا چلا جاتا ہو کہ خبر نہیں ہوتی - صبح ہوئی سو کر اٹھے جب تک معمولی ضرورتوں سے فراغت حاصل کرو ذرا ناشتہ کھاؤ پیو پہر دن چڑھ آیا - پھر گھڑی دو گھڑی ادھر ادھر اٹھے بیٹھے گپ شپ[3] اڑائی تو دس بجنے کو آئے - مدرسے جانے کو دیر ہو تی ہو جلدی جلدی کھایا پیا - مدرسے گئے وہاں دوستوں سے ہنسی مذاق کرتے رہے - مدرس صاحب کی تاکید سے دو ایک مرتبہ بری بھلی طرح سبق پڑھا - چلو شام ہوئی دن رخصت ہوا - گھر آئے تو پھر کھانے کی سوجھی - غذا پیٹ میں گئی اور کسل[4] پیدا ہوا - ذرا لیٹے تو پھر صبح موجود - کام تو کچھ بھی ہوا لیکن آٹھ پہر یا چوبیس گھنٹے گزر گئے اور ایک آٹھ پہر یا چوبیس گھنٹے کیا ایسے ایسے صدہا آٹھ پہر یا ہزاروں چوبیس گھنٹے اسی طرح گزر جاتے ہیں - س

---

[1] مثال - [2] زیادہ - [3] باتیں چیتیں - [4] الکساہٹ - سستی - ۱۲

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

جب وقت کی بے ثباتی[1] کا یہ حال ہے کہ جو وقت گزرا وہ ہمارے اختیار سے باہر ہوا تو نہایت ضرور ہے کہ جس وقت پر ہمارا اختیار ہو اس کو ضائع نہ ہونے دیں۔ یہی وقت ہے کہ سونے اور کھانے پینے میں گزر جاتا ہے اور آدمی کو بہت سست کوڑھ مغز[2]۔ غبی۔ آوارہ۔ ذلیل۔ رسوا۔ خوار۔ بے اعتبار۔ محتاج طرح طرح کے امراض میں مبتلا اور طرح طرح کی بد اخلاقیوں میں گرفتار کر دیتا ہے اور یہی وقت ہے کہ اگر اس کو اچھے شغل۔ اچھے کام اچھی بات میں لگایا جائے تو انسان کو عالم فاضل۔ لائق۔ ہنرمند۔ نامور موقر[3]۔ محترم[4]۔ نیک۔ ہر دل عزیز۔ خوش مذاق۔ مستغنی[5] طرح طرح کے فضائل[6] اور محامد[7] سے متصف[8] اور طرح طرح کی خوبیوں اور بھلائیوں کا پتلا[9] بنا سکتا ہے۔ اے لڑکیو! یہ فراغت کا وقت جو تم کو اب میسر ہے بس غنیمت سمجھو۔ اب نہ تم کو کھانے کی فکر ہے نہ کپڑے کا سوچ جو کچھ تم سے سیکھتے اور حاصل کرتے بن پڑے لپٹ کر جلد جلد سیکھ سا کھ لو کہ آئندہ تمھارے کام آئے گا۔ ورنہ پھر کہاں تم کہاں فراغت اس وقت تم سر پہ ہاتھ رکھ کر روؤ گی اور رونا کچھ سود مند[11] نہ ہوگا تب بہت پچھتاؤ[10] گی اور پچھتانا کچھ فائدہ نہ بخشے گا۔ بہت افسوس کرو گی۔ کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ یہ وقت

---

[1] ناپائداری۔ [2] احمق۔ کند ذہن۔ [3] باعزت۔ [4] بزرگ۔ [5] پیٹ بھرے۔ [6] تعریفوں [7] عمدہ صفتوں۔ [8] یعنی تم میں یہ صفتیں موجود ہوں گی۔ [9] مجسمہ۔ تصویر۔ محنت کرکے۔ شوق سے [10] پچھتاؤ یا پشیمان ہوگی۔ [11] فائدہ مند۔ [12] پشیمان ہوگی۔

جو تم کو اب حاصل ہے شغل اُن وقتوں کے نہیں ہے جو جوانی اور پیری میں
تم کو آیندہ پیش آئیں گی ۔ لڑکپن جوتنے اور بونے کا وقت ہے ۔ جوانی اور
اور پیری کاٹنے اور گاہنے کا وقت ہے ۔ اگر اس وقت میں تم کچھ
جوت بو رکھو گی تو جوانی اور پیری میں اگاہ اور کاٹ سکو گی ۔ لڑکیوں
لڑکپن کا زمانہ تمھارے بڑے سخت امتحان کا وقت ہے ۔ چاہو تو
اُسے اس طرح صرف کر ڈالو کہ جوانی اور پیری دونوں میں آرام و
آسایش سے رہو اور چاہو تو اس کو ایسا اکارت کرو کہ جوانی بھی
صرف ہو اور پیری بھی برباد ۔ ایک وہ وقت آرہا ہے کہ تم وقت کو ڈھونڈو
گی اور فرصت کا پتہ نہ پاؤ گی ۔ فراغت کو تلاش کرو گی اور
فراغت کا سراغ نہ ملے گا ۔ یہ وہ وقت ہو گا جب دنیا کا کاروبار
تمھاری پیٹھ پر لدا ہو گا اور خانہ داری کے کھبیڑوں میں تم اس طرح
پھنسی ہو گی جیسے دلدل میں گدھا ۔ ایک تو فکر معاش تم کو سر کھجلانے
کی مہلت نہ دے گی دوسری طرف انتظام تعلقات تم کو دم نہ لینے
دے گا اس وقت کسبِ کمال کا کیا مذکور ہے ۔ اگر حواس بجا رکھ کر
انھیں کاموں سے عہدہ برآ ہو جاؤ تو صد آفریں ۔ اور یہ خیال ہرگز
اپنے دل میں مت آنے دو کہ ابھی سیکھنے کا بہت وقت آرہا ہے ایسی
سیکھا سکھا گڑھی ہے کہ رات دن لکھنے پڑھنے کے پیچھے کوئی مر مٹے

کھلیان کرنے ۔ رائگاں ۔ بالکل ۔ مطلق ۔ کمال حاصل کرنے ۔ بہ نکل جاؤ ۔ پورا کر لو ۔
سو نشانا نہیں ۔ جلدی عجلت ۔ فنا ہو جائے + اپنی جان پر بنالے ۔ ۱۲

اگلا حال کچھ کسی کو معلوم نہیں کون جانے کہ تن درستی رہے یا نہ رہے زمانہ فراغت دے یا نہ دے۔ یہ سب سامان جو اب مہیا ہے میسر ہو یا نہ ہو۔ بے شک وقت کی قدر کرو قیمت اور اُس کی بھاگ تو یہ چاہتی ہے کہ تم خواب و خور۔ اپنے اوپر حرام کرکے رات دن کتاب سے سر نہ اُٹھاؤ لیکن انسان کی طبیعت کو خدا نے تازگی پسند پیدا کیا ہے کیسا ہی کوئی دل چسپ شغل ہو ایک عرصے کے بعد ضرور اس سے جی گھبرا اُٹھتا ہے اور طبیعت اُکتانے لگتی ہے اگر طبیعت کو مجبور کرکے اُس کام پر لگائے رہو تو وہ کام بھی اچھی طرح نہیں ہوتا اور حواس بھی کُند اور غبی ہو جاتے ہیں اس واسطے مناسب ہے کہ شغل مطالعہ کتاب ایسے اعتدال کے ساتھ جاری رکھو کہ تن درستی کو خلل نہ پہونچے۔ ہمیشہ چند قسم کا شغل رکھو۔ مثلاً نظم و نثر۔ تاریخ جغرافیہ۔ حساب ایک ساتھ نہ پڑھو جب نثر سے طبیعت ملول ہو نظم دیکھنے لگو۔ تھوڑی دیر تاریخ پڑھی کچھ دیر جغرافیے کی سیر کی۔ پھر حساب میں طبع آزمائی کی۔ ان سے گھبرائے تو کچھ لکھنے بیٹھ گئے۔ جب رات کو سونے لگو تو التزام کے ساتھ جی میں حساب کرو کہ آج ہم نے کون سی نئی بات حاصل کی۔ اگر معلوم ہو کہ آج کچھ نہیں سیکھا تو جانو کہ دن رائگاں گیا اور اس نقصان کی تلافی اپنے ذمے لازم سمجھو۔ (والد مرحوم)

---

اُٹھتا فراہم۔ سونا اور کھانا۔ جس میں دل لگے۔ نہ کم نہ زیادہ بیچ کی راس۔ نقصان۔ رنجیدہ۔ اُکتا جائے۔ معاوضہ۔ بدلہ۔ ۱۲

## پابندیِ اوقات

پابندیِ اوقات سے مراد ہو کہ آدمی ہر ایک کام عادةً وقت مقررہ پر کرے

جو لوگ اوقات کے پابند ہوتے ہیں وہ اپنا کام ٹھیک وقت پر کر لیتے ہیں اور جب مشاغل دنیاوی[1] کا بوجھ اُن کے سروں پر آپڑتا ہو تو پابندیِ اوقات کی عادتِ حسنہ[2] مراحلِ دنیاوی[3] کے انجام دینے میں انھیں بڑی مدد دیتی ہو۔ وقت کا پابند جب کسی سے وقت مقرر کرتا ہو تو یہ یقین کر لینا چاہیئے کہ وہ وقت اور مقام موعود پہ[4] تمھیں ضرور ملے گا۔ کوئی کام اُسے سپرد کیا جائے اور وہ تم سے یہ وعدہ کرے کہ میں اس کام کو فلاں وقت پورا کردوں گا تو یہ یقینی امر ہو کہ وہ ایفائے[5] وعدے میں سچّا ثابت ہوگا۔ اب اُس شخص کا حال سنو جو وقت کا پابند نہ ہو۔ اس شخص کے رَوَیّئے[6] سے تمھیں ایسا معلوم ہوگا کہ ہر موقع پہ وہ دیدہ و دانستہ ٹال دیتا ہو اور جب کوئی کام کرتا ہو تو بعد از وقت کرتا ہو۔ صبح کو اُٹھتا بھی ہو تو اُس وقت جب اور کاروباری لوگ اپنا کام شروع کر چکتے ہیں جلدی میں ضروریات سے پورے طور پر فارغ بھی نہیں ہوتا کہ کھانا کھانے بیٹھ جاتا ہو۔ اناپ شناپ حلق سے کھانا اُتار کپڑے پہن باہر جانے کے لیئے تیّار ہو جاتا ہو۔ اس جلدی میں جو بن چبائے کھانا کھایا جائے اُس کا معدے پر کیا اثر ہوگا ذرا سوچ

---

[1] دنیا کے کاموں۔ [2] اچھی عادت۔ [3] دنیا کی مشکلات۔ [4] جس جگہ کا وعدہ کیا تھا۔ [5] وعدے کے پورا کرنے میں۔ [6] چال چلن۔ طرز۔ [7] جان بوجھ کر۔ [8] کام کاج والے۔ ۱۲

طبیعت مکدر[1] اور دماغ پریشان رہے گا۔ غرض یہ کہ گھبراہٹ میں
افتاں و خیزاں[2] کچہری تشریف لے گئے تو کچھ تعجب نہیں کہ تھوڑی
دور جا کر پھر الٹے پاؤں واپس آ رہے۔ دھوپ کا وقت ہے اور چھتری
لینی بھول گیا۔ دفتر کے دو چار کاغذ بھی میز ہی پر گھر میں پڑے رہے
رستے میں جا کر یاد آئے خراب بھولی بسری چیزیں لے لوا
پھر دفتر کی راہ لی۔ دوڑتے دوڑتے پیر شل[3] ہو گئے۔ سر کا پسینا
ایڑی تک پہنچا۔ ہانپتے کانپتے کمرے میں داخل ہوئے تو معلوم
ہوا کہ گھنٹہ بھر دیر ہو گئی۔ سر دفتر نے ناک[4] بھوؤں چڑھائی اور وہ
لتاڑ[5] پچھاڑ بتائی کہ توبہ ہی بھلی۔ یہ ان کے لیے کوئی نئی بات تو تھی ہی
نہیں شربت کے سے گھونٹ پی کر رہ گئے۔ ع چکنے[6] گھڑے پہ
بوند پڑی اور پھسل پڑی۔ بڑے بڑے دفتروں کا حال ایسا ہی ہے جیسے
کسی بڑی کل کا۔ اگر ایک پرزہ بھی خراب ہو تو اس کا برا اثر ساری
مشین[7] پر پہنچتا ہے۔ پس اس ایک شخص کے دیر کرنے سے اور لوگ
بھی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور بقایا[8] کام ختم کرنے کے لیے
بعد از وقت ٹھہرنا پڑتا ہے۔ اب اور سنیے۔ دفتر کا وقت تو اس طرح کا
کٹا کہ پہنچے بھی دیر کر اور اٹھے بھی دیر کر گھر کو چلے تو رستے میں ٹھہرتے
ٹھہراتے مٹر[9] گشت کرتے رات گئے گھر میں داخل ہوئے۔

---

[1] بدمزہ۔ [2] گرتے پڑتے۔ [3] تھک گئے۔ [4] ترش روئی کی۔ [5] لعنت ملامت۔ اظہار ناراضگی
[6] یہ مثل بے غیرتی کے موقع پر بولی جاتی ہے۔ [7] کل۔ [8] جو رہ گیا ہے۔ [9] سیر سپاٹا۔ ۱۲

بیوی بیچاری نے اس خیال سے کہ میاں تھکے ماندے آئیں گے شام سے پہلے ہی کھانا طیّار کر رکھا تھا یہ بھلے مانس اُس وقت پہنچے جب کھانا ٹھنڈا مٹی ہوگیا اور بیوی بھی بھوکی پیاسی اُن کی راہ دیکھ دیکھ کر چولھے ہی کے پاس پڑرہی۔ بیچاری کو سوتے سے جگایا اور جیسے مزے اور خوشی سے میاں بیوی نے کھانا کھایا اُسے تم خود سمجھ سکتی ہو۔ اس تمثیل سے تمھیں معلوم ہوا ہوگا کہ جو شخص پابندِ اوقات نہیں ہوتا وہ صرف خود ہی مصیبت میں نہیں پڑتا بلکہ اوروں کو بھی لے ڈوبتا ہے۔ پابندِ اوقات نہ ہونے سے بڑے بڑے نقصان عائد[1] ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ تو ایک شخص کے دیر کرنے سے صدہا[2] جانیں تلف ہوجاتی ہیں اور کبھی تھوڑی سی تاخیر سلطنت کا انقلاب پیدا کردیتی ہے۔ کانٹے والے کی ذرا سی غفلت ریلوں کے تصادم کا باعث ہوتی ہے اور کبھی فوجی جنرل کا دیر کر کے معرکۂ[3] جنگ میں پہونچنا دشمن کی فتح یابی کا موجب[4] ہوجاتا ہے۔ روزمرّہ[5] کے کاروبار میں گو ایسے نقصانِ عظیم[6] تو پیدا نہیں ہوتے لیکن اس میں شک نہیں کہ جو لوگ پابندِ اوقات نہیں ہوتے وہ اپنے عزیز و اقارب اور دوست آشنا کی نظروں سے گر جاتے ہیں۔ اور لوگ انھیں نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور بے پروا اور ناشائستہ خیال کرتے ہیں مختصر یہ کہ لوگوں کے دلوں میں نہ ان کی عزت ہوتی ہے نہ ان کا

[1] آن پڑنا۔ [2] سیکڑوں۔ [3] برباد، ضائع ہوکر۔ لڑائی کے میدان میں۔ [4] سبب۔ [5] ہر روز۔ روزانہ۔ [6] زیادہ نقصان۔ ۱۲

وقار۔ پس انسان کو لازم ہے کہ وقت کا پابند رہے اور ہر کام عین اس کے وقت پر کرے۔ (مولوی محمد عبد اللہ خاں بہ ترمیم مناسب)

**علم**

علم بڑی دولت ہے۔ علم سے نجات ہوتی ہے۔ علم کے آگے مال و دولت کی کچھ حقیقت نہیں ایک محتاج آدمی جو علم رکھتا ہو وہ بے علم بادشاہ سے بہتر ہے۔ ایک آدمی کا علم اور ہزار آدمیوں کی عبادت برابر نہیں ہو سکتی۔ جس آدمی میں علم نہیں وہ آدمی نہیں جانور ہے اور جس گھر میں علم والا نہیں وہ گھر نہیں جانوروں کا ڈربا ہے اور جس ملک میں علم کا رواج نہیں وہ ملک نہیں ڈھوروں کا جنگل ہے۔ علم کی عزت مال اور دولت کی عزت سے کہیں سوا ہے۔ امیر آدمی کی عزت یا کپڑے لتے سے یا مسند تکیئے سے یا نوکروں چاکروں سے یا ہاتھی گھوڑے سے۔ جہاں اُن سے الگ ہوا پھر جہاں اور خدا کی مخلوق ہے ایک وہ بھی ہے اور علم والا جس حال میں رہے گا اور جہاں جائے گا اور جس سے ملے گا اُس کی عزت ویسی ہی بنی رہے گی۔ (حالی)

(۱) بس اب وقت کا حکمِ ناطق یہی ہے
کہ جو کچھ ہے دنیا میں تعلیم ہی ہے
یہی آج کل اصلِ عرفاں وہی ہے
ایسی میں چھپا سرِ شاہنشہی ہے
ملی ہے یہ طاقت اسی کیمیا کو
کہ کرتی ہے یہ ایک شاہ و گدا کو
(۲) سکھاتی ہے محکوم کو یہ اطاعت
سمجھاتی ہے حاکم کو راہِ عدالت
دلوں سے مٹاتی ہے نقشِ عداوت
جہاں سے اٹھاتی ہے رسمِ بغاوت

ٹھیک - چوپایوں - مویشیوں - قطعی حکم - حکومت - بھید - چھوٹے بڑے - ۱۲

یہی ہے رعیت کو حق دار کرتی
یہی ہے کہ ذمہ[1] کو ہموار[2] کرتی

(۳) سنی ہے غریبوں کی فریاد اسی نے
کیا ہے غلامی کو برباد اسی نے

رعیت[3] پبلک کی ڈالی ہے بنیاد اسی نے
بنایا ہے پبلک[4] کو آزاد اسی نے

مفید بھی کرتی ہے یہ اور رہا بھی
بناتی ہے آزاد بھی باوفا بھی

(۴) تجارت نے رونق ہے یہ اس سے پائی
کہ ہیچ اس کے آگے ہے فرماں روائی

فلاحت[5] کی یہ منزلت ہے بڑھائی
کہ فلاح[6] کرتے ہیں معجز[7] نمائی

ترقی یہ صنعت کو دی ہے بلا کی
کہ ہوتی ہے معلوم قدرت خدا کی

(۵) یہ نا اتفاقی ہے قوموں سے کھوتی
یہ قومی محبت کا ہے بیج بوتی

یہ آپس کے کینے دلوں سے ہے دھوتی
یہ دانے ہے سب ایک لڑی میں پروتی

یہ نقطوں پہ خط کی طرح ہے گزرتی
کروڑوں دلوں کو ہے یہ ایک کرتی

(۶) جہاں یہ نہیں واں نہ قوم اور نہ ملت[8]
نہ ملکی حمایت نہ قومی حمیت[9]

جدا سب کے رنج اور جدا سب کی راحت
الگ سب کی ذلت الگ سب کی عزت

خبر واں نہیں یہ کہ ہے قوم شے کیا
چھپا سرِ[10] حق اس تعلق میں ہے کیا

(۷) جنھوں نے کہ تعلیم کی قدر و قیمت
نہ جانی مسلط ہوئی اُن پہ ذلت

ملوک اور سلاطین نے کھوئی حکومت
گھرانوں پہ چھائی امیروں کے نکبت[11]

---

۱ چھوٹے بڑوں ۔ ۲ برابر ۔ درست ۔ ۳ سلطنتِ جمہوری ۔ ۴ عوام الناس ۔ ۵ کھیتی ۔ زراعت ۔ ۶ زراعت کرنے والا ۔ ۷ عجیب عجیب کرشمے ۔ ۸ دین ۔ مذہب ۔ ۹ غیرت ۔ ۱۰ بھید ۔ ۱۱ تنگدستی ۔ خواری ۔

ذلت ۔ ۱۲

رہے خاندانی نہ عزت کے قابل
ہوئے سارے دعوے شرافت کے باطل[1]

(۸) نہ چلتے ہیں واں کام کاریگروں کے
نہ برکت ہے پیشے میں پیشہ وروں کے

بگڑنے لگے کھیل سوداگروں کے
ہوئے بند دروازے اکثر گھروں کے

کماتے ہیں دولت جو دن رات بیٹھے
وہ ہیں بے دھڑے[2] ہاتھ پر ہات بیٹھے

(۹) نہ پاس ان کے چادر نہ بستر نہ گھر ہے
نہ برتن ہیں گھر کے نہ زیور ہے گھر کا

نہ چاقو نہ قینچی، نہ نشتر ہے گھر کا
صراحی ہے گھر کی، نہ ساغر[3] ہے گھر کا

کنول مجلسوں میں قلم دفتروں میں
اثاثہ[4] ہے سب عاریت[5] کا گھروں میں

(۱۰) جو مغرب[6] سے آئے نہ مالِ تجارت
تو مر جائیں بھوکے وہاں اہلِ حرفت

ہو تجار پر بند راہِ معیشت[7]
دکانوں میں ڈھونڈھے نہ پائے بضاعت

پرائے سہارے ہیں بیپاری واں سب
طفیلی[8] ہیں سیٹھ اور تجار واں سب

(حالی)

## بچپن کی تربیت کا اثر

عام طور پر ہر صاحب اولاد کی خود وہ جاہل ہو یا پڑھا لکھا یہ تمنا ہوتی ہے کہ میری اولاد مجھ سے ہر اعتبار سے بہتر و افضل ہو یا یہ کہ کم از کم میرے برابر تو ضرور ہی ہو۔ مگر چوں کہ اولاد کو لائق بنانے کا طریقہ ہر ایک شخص کو معلوم نہیں لہٰذا اس مقصد میں بہت کم کامیابی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے۔ زمانۂ حال میں چوں کہ تعلیم کا چرچہ سب گھروں اور کل درجے کے آدمیوں میں

[1] جھوٹے۔ [2] بے کار۔ [3] پیالہ۔ [4] مال و اسباب۔ [5] مانگے کا۔ [6] یعنی یورپ۔ [7] زندگانی کمائی۔ [8] مفت خورے۔ ۱۲

میں پھیلا ہوا ہے لہذا ہر شخص اپنے بچوں کو پڑھانے لکھانے میں ہمہ تن[1]
کوشاں نظر آتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اگر بچے نے تعلیم حاصل کرلی تو گویا
اُس نے کُل خوبیاں اپنی ذات میں جمع کرلیں اور ہم نے اگر اس کو
پڑھا دیا تو اپنے ذمّے کے کُل فرائض سے سبک دوشی[2] حاصل کرلی
وہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے ہر ایک اوصاف اور دین کی جملہ خوبیاں جو کسی
انسان میں ہوتی ہیں سب کتابی تعلیم کا نتیجہ ہیں۔ جتنا تعلیم پر زور دیتے
ہیں۔ تربیت کو اتنا ضروری نہیں سمجھتے۔ حالاں کہ نیک تربیت تعلیم
سے بھی کچھ زیادہ ضروری ہے وہ بچپن کے عیوب پر چنداں خیال نہیں
کرتے اور اطمینان رکھتے ہیں کہ وہ بڑے ہو کر اور پڑھ لکھ کر خود ہی
نیک و بد میں تمیز کرلیں گے اور اپنے کُل عیوب کی اصلاح کرلیں گے۔ اگرچہ
اس میں کوئی کلام نہیں کہ ایک پڑھنے کی برکت سے انسان کچھ سے
کچھ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذاتی کوتاہیوں[3] اور قصوروں کو بخوبی سمجھنے لگتا ہے
ہر نیک و بد[4] میں اسے کافی تمیز ہو جاتی ہے۔ تاہم بچپن میں اگر نیک تربیت
نہیں ہوئی اور خیالات کی اصلاح نہیں کی گئی تو اس میں باوجود تعلیم پانے
کے بھی خامیاں[5] پائی جائیں گی وہ اپنے عیبوں کو بچائے گا مگر بوجہ
عادی ہونے کے ان کو ترک کرنے میں اس کو دقت معلوم ہوگی۔ اگر اس
کی طبیعت مضبوط ہے اور اس میں رکیک کمزوریاں نہیں تو خیر اپنی عقل کی

---

۱ پوری طرح کوشش کر رہا ہے۔ ۲ چھٹکارا ۔ گلو خلاصی ۔ ۳ کم زوریاں ۔ ۴ اچھے برے
۵ ادھورا پن ۔ ۱۲

حد سے وہ اپنی اصلاح کرے گا۔ ورنہ اکثر یہی دیکھا گیا ہے کہ بچپن کی پڑی عادتیں بڑھاپے تک ساتھ دیتی ہیں اور باوجود تعلیم یافتہ ہونے کے ایسی غلطیاں و حرکتیں سرزد ہوتی ہیں کہ دیکھنے والے حیرت میں رہ جاتے ہیں اور اُن کو سخت تعجب ہوتا ہے کہ یہ امر اس سے کیوں کر سرزد ہوا۔ مگر یہ وہی بچپن کی تربیت اور کان میں پڑی ہوئی باتوں کا نتیجہ ہوتا ہے جو کبھی نہ کبھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا لہذا ماں کو اس کا خاص اہتمام رکھنا چاہیئے کہ اس کی کسی بدعادت کی خبر بچوں کو نہ ہونے پائے بلکہ اس کو لازم ہے کہ وہ ماں بننے سے پیشتر اپنی عادتوں کی اصلاح میں سعی کرنی شروع کر دے۔ اگر وہ دل سے اس کی خواہاں ہے کہ اس کا بچہ خوش اطوار اور پاکیزہ خصائل کا ہو اور وہ اپنی ماں کی آیندہ زندگی کے لیئے باعث راحت بنے تو خود بھی اپنے دل پر جبر کر کے اپنی کمزوریوں کو رفع کرے اور اچھی باتوں کا نمونہ بن جائے۔ اچھی اولاد سے جتنی خوشی اور نفع انسان کو پہنچ سکتا ہے وہ اور کسی دنیاوی تعلق سے ممکن نہیں۔ اسی طرح بُری اولاد بھی والدین کے لیئے جس قدر سوہان روح ہو جاتی ہے محتاج بیان نہیں اور متعلقین کو تو انسان درصورت شاید ترک بھی کر سکے گا مگر اولاد کو ترک کرنا اور ان سے علیحدہ ہو جانا آسان نہیں ہے۔ انسان محبت کی کشاکش میں پڑ کر سخت تکلیف اُٹھاتا ہے اور جو غلطیاں کہ تعلیم و تربیت میں ہو چکی ہیں۔ اُن کا بھگتان تمام عمر

---

کرنا ہے ۔ لے چاہتی ہے کہ ۔ ۲ تکلیف دہ ۔ ۳ کھینچم تانی ۔ ۴ خمیازہ ۔ ۱۲

بھگتنا پڑتا ہے۔ بعض صاحبِ اولاد بیویاں جو اپنی ساس نند دیورانی وغیرہ کے ساتھ رہتی ہیں اکثر اُن کو بوجہ آپس کے اختلاف کے بحث تکرار کرنے کا اتفاق ہوتا رہتا ہے اور بعضوں کے آپس میں تو اچھی خاصی عداوت رہتی ہے اور اس کے باعث ہر وقت جھوٹ سچ چغلی غصہ چڑچڑاپن کتنے عیوب ان کے بچے اپنی آنکھوں سے ہر روز دیکھتے ہیں اور سیکھ سکھا کر پکے ہو جاتے ہیں بعضی مائیں تو اپنے بچوں کو جاسوسی پر مقرر کر دیتی ہیں کہ وہ جو کچھ کسی کے منہ سے ہمارے متعلق سنیں ہم سے فوراً آ کر کہیں۔ ماں کی اس تعلیم سے وہ شکایت کرنا اور فساد ڈلوانا تو سیکھتے ہی ہیں اپنے عزیزوں مثلاً دادی پھوپھی چچی وغیرہ کی طرف سے ان کے پاک و معصوم دل پر نفرت و ضد کا غبار بھی بیٹھتا ہے اور وہ ان کو اپنا بدخواہ سمجھ لیتے ہیں اور اسی وقت سے وہ اپنے رشتہ داروں سے الگ رہنا۔ اور ان کے ساتھ غیریت[2] برتنا سیکھتے ہیں۔ لڑکیاں ماں سے سبق لے کر سسرال جاتی ہیں اور ویسا ہی برتاؤ وہاں والوں کے ساتھ کرتی ہیں۔ لڑکے تو کہیں جاتے نہیں لہذا وہ اپنی ہی عزیزوں کے ساتھ سلوک کرتے ہیں وہ پہلے چچا پھوپھی کے بچوں کو بیگانہ خیال کرتے اور اُن سے جلتے ہیں۔ پھر جب ان کی بدمزاجی و خودغرضی وغیرہ کو عمر کے ساتھ ترقی ہوتی ہے تو اپنے حقیقی بھائی کو بھی نہیں دیکھ سکتے۔ پھر ماں باپ کی حمایت پر اُن کو بھی بے انصاف و نامہربان قرار دے کر ان سے بھی بدظن ہو جاتے ہیں

---

[1] باتوں کی ٹوہ لینا۔ [2] بیگانگی۔ ۱۲

اور والدین کی اس سے زیادہ اور کیا بدقسمتی ہوگی کہ ان کے کئی بچے
ہوں اور وہ سب آپس میں بجائے دوستی و خلوص رکھنے کے
دشمنی اور کینہ رکھیں اس تکلیف کو کچھ وہی ماں باپ سمجھ سکتے ہیں جن کو
بدنصیبی بلکہ بداعمالی سے ایسے روحانی صدمے برداشت کرنے پڑے
ہیں انھیں پہلے اس نتیجے کی مطلق خبر نہ تھی ورنہ وہ ضرور احتیاط برتتے
اور آج کو اس نقصان سے محفوظ رہتے۔ غرض والدین کا یہ فرض
ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کو ہر ایک سے مل کر رہنا سکھلائیں اور
ہر ایک سے مروت و محبّت کا برتاؤ خود کر کے انھیں دکھلائیں اور کبھی
اُن کے روبرو کسی برائی کے مرتکب[1] نہ ہوں۔ وہ یہ کبھی نہ خیال کریں کہ یہ
ابھی نادان ہیں بڑے ہو کر اُن کو سمجھ آ جائے گی بلکہ اسی نادانی ہی کے
وقت سے ان کی ہر بات پر نظر رکھیے وہ پیدا ہونے کے تھوڑے
عرصے بعد ہی نیک و بد بننا شروع ہوتے ہیں اور جن خصائل و خیالات
کی بنیاد اس وقت میں پڑ جاتی ہے۔ اکثر تمام عمر اسی پر کار بند پائے جاتے
ہیں۔ اکثر لوگ ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں کہ اُنھوں نے مذہبی تعلیم
پائی ہے اور دوسروں کو نصیحت بھی کرتے رہتے ہیں مگر خود کسی ایسے
ممنوع[2] امر کے مرتکب ہوتے ہیں کہ لوگ ان پر ہنستے اور تعجب کرتے
ہیں۔ ان کی اس حرکت کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ سمجھ نہیں آتی
کہ ان کی عادت پڑی ہوئی ہے مثلاً بعض آدمی باوجود متشرع[3] ہونے کے

---

[1] کر بیٹھیں۔ [2] جس کو منع کیا گیا ہے۔ [3] پابند شرع۔ ۱۲

صبح کی نماز نہیں پڑھتے اس لیئے کہ ان کی آنکھ سویرے سویرے نہیں کھلتی
کوئی ایسے ہیں کہ اُن سے رمضان کے روزے نہیں رکھے جاتے
وہ خاصے تن درست ہیں مگر چوں کہ ان کو عادت نہیں ڈلوائی گئی
لہذا انھیں اس فریضے کے ادا کرنے میں سخت دشواری[1] نظر آتی ہے۔
زکواۃ ادا کرنے کا دستور تو اکثر خاندانوں میں نظر ہی نہیں آتا۔ اگرچہ ایسا
گھر کوئی نہ ہوگا جہاں پر خیرات حسب توفیق نہ دی جاتی ہو مگر باقاعدہ
زکواۃ نکالنے کی عادت نہیں اور عادت ہو کیوں کر ؟ جب کہ گھر میں والدین
یا اور کسی بزرگ کو زکواۃ دیتے دیکھا ہی نہیں۔ اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو
اس کا اندازہ تک معلوم نہیں کہ کس قدر دینا چاہیئے۔ پڑھا اُنھوں نے
ضروری مگر چوں کہ کبھی اس پر عمل کرنے کا اتفاق نہیں ہوا لہذا یاد کب
رہ سکتا ہے اور اسلام کا یہ ضروری رکن بوجہ مروّج نہ ہونے کے ترک
ہی رہتا ہے۔ انسان کا سب سے بڑا فرض ہے اپنے متعلقین کے حقوق کا
ادا کرنا اور ہر شخص کی ہمدردی اور دلجوئی کرنا مگر ان باتوں کی بھی
کماحقہ[2] ادائیگی اُنھیں سے خوب ہوسکتی ہے جنھوں نے اپنے والدین کو
کرتے دیکھا اور اس بارے میں تاکید سنی ہے۔ غرض کہ نیک تربیت کا
خیال تعلیم پر مقدم رکھئے کیوں کہ بغیر اس کے انسان حیوان سے بھی
کم تر ہے۔ (اہلیہ خواجہ حسین علی مطبوعۂ تہذیب نسواں ۲۸/۸ ۲۰ ۱۹ء)

۱ مشکل۔ ۲ وقت۔ جیساکہ چاہیئے۔ ۱۲

## قسم کھانے کی برائی

اوّل تو یہ بتائیے کہ آپ نے خدا کی قسم کیوں کھائی۔ **حسن آرا** "تاکہ تم کو میرے کہنے کا اعتبار ہو۔ **محمودہ** - یہ آپ کی سمجھ کا پھیر ہی۔ جس کی بات کا اعتبار نہیں اُس کی قسم کا لاکھ دفعہ اعتبار نہیں۔ **حسن آرا** - خیر میں نے یوں ہی قسم کھائی تو بُرا کیا کیا؟ **محمودہ** بے شک بُرا کیا۔ خدا کو آپ نے لڑکیوں کی گڑیا بنایا ہی یا بچّوں کا کھلونا قرار دیا ہی۔ آپ کو اُس دو جہان کے مالک اور بادشاہ کا نام اس بے احتیاطی سے لیتے ہوئے ڈر نہیں لگتا۔ یہ دیکھیے دنیا کی بے ایمانی کہ آدمی آدمی کا ادب کرے تو نام نہ لے۔ بھلا کوئی ماں باپ یا بڑے بھائی یا بڑی بہن یا کسی اور بزرگ کا نام بھی لیتا ہی اور خدا کی یہ بے وقعتی اور بے وقری کہ بات بات میں اُس کا نام لیا جائے۔ جب میں کسی کو خدا کی قسم کھاتے سنتی ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور حیران ہو کر مُنہ دیکھنے لگتی ہوں کہ کیوں کر بے دھڑک اُن کی زبان سے یہ لفظ نکلا۔ **حسن آرا** - خدا کا نام لینا منع ہوتا تو اذان اور نماز میں کیوں لیتے ہیں؟ **محمودہ** - عبادت میں نام لینا دوسری بات ہی اور خدا کے نام کو تکیہ[1] کلام قرار دینا اور جا بیجا بول اُٹھنا بالکل خلاف

[1] قائل - جس بات کے بار بار کہنے کی عادت ہو اُسے تکیہ کلام کہتے ہیں جیسے "کیا نام" - "جو ہو سو ہو" "خدا تم کو نیکی دے" اور اسی طرح اکثر لوگوں کو ایک بات کے کہنے کی عادت پڑ جاتی ہی جہاں ذرا رُکے کہ وہ بات بلا قصد زبان سے نکل جاتی ہی - ۱۲

ادب ہی۔ حسن آرا۔ لوگ تو بات بات میں واللہ باللہ کہا کرتے ہیں۔ محمودہ۔ جو بات بُری ہی اگر دنیا بھر کرنے لگے تو اچھی نہیں ہوسکتی اور اگر دنیا کے لوگوں کی مثال لیجیے تو اچھے دین دار اور نیک بندے بہت ہی کم ملیں گے۔ آپ ذرا اتنی بات پر غور کر لیجیے کہ خدا کی عظمت اور اُس کی بڑائی اگر ہمارے دل میں ہو تو ممکن نہیں کہ اُس کے نام پاک کے ساتھ ہم ایسی بے احتیاطی سے پیش آئیں۔ آدمی بال بال گنہگار ہو۔ اپنے تئیں دیکھے اور اُس خداوندِ عالی جاہ کی شان اور اُس کے تقدس پر نظر کرے۔ حسن آرا۔ البتہ قسم کھانا بُری بات ہو۔ توبہ توبہ۔ پھر میرے مُنہ سے قسم نکلے تو بے شک میرے مُنہ پر طمانچہ کھینچ مارنا۔ (از بنات النعش)

قسم کھانے کی عادت بد عورتوں اور مردوں دونوں میں ہو اور لوگ اس کثرت سے قسم نے پر تُلے ہوئے ہیں کہ قسم کی کوئی وقعت باقی نہیں رہی۔ عورتوں کی زبان پر اللہ جانے اور دیہات میں اللہ کیسوں اور دلّی والیاں بالکل صاف اللہ کی قسم دن بھر میں بے گنتی ضرورت بے ضرورت کھاتی ہیں اور ذرا بھی قسم کھانے کی بھاری ذمّے داری کا خیال نہیں کرتیں۔ خدا کی قسم کے سوا میری جان کی قسم۔ جوانی کی قسم اور تمھارے سر کی قسم یہ بھی بڑے خلوص کی قسمیں سمجھی جاتی ہیں۔ گویا جان کو ہتیلی پر

واؤ دو قسم کا ہوتا ہو ایک عطف کا جس کے معنے اور کے ہیں اور ایک قسم کا۔ یہ واؤ قسمیہ ہو یعنی قسم بخدا۔ بلند مرتبہ۔ بزرگی۔ ۱۲

پئے پھرتی ہیں اور سر نہ ٹھیرا لکّہ و ہوا۔ مردوں میں خصوصاً صاحبان لکھنؤ قسموں کی اتنی بھرمار کرتے ہیں کہ باتیں کم اور قسمیں زیادہ بات بات پر واللہ باللہ تو گویا ایک بات ہی۔ بہرحال قسم کھانے میں بہت احتیاط ضرور ہے۔ سچّے آدمیوں کا قول قسم سے زیادہ ہے اور جھوٹے کی قسم کارتی برابر اعتبار نہیں اسی وجہ سے زیادہ قسمیں کھانے والا آدمی ضرور زیادہ جھوٹ بولنے والا سمجھا جاتا ہے۔

## گفتگو

ملائمت کن و در چشم مردمان بنشیں
کہ جا بدیدہ کند گرچہ طوطیا سنگ است

اگر غور کرو تو بولنا اور بات کرنا اتنا ضرور نہیں جتنا کہ ہم لوگ رات دن بلاضرورت اور بے حاجت بکا کرتے ہیں۔ پس بے ضرورت بات کرنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں۔ کوئی پوچھے تو جواب دو۔ تم کو خود حاجت ہو تو بولو۔ کیوں کہ اس سے زیادہ بولنا بے فائدہ ہے۔ گفتگو میں چُغلی اور غیبت یعنی پیٹھ پیچھے کسی کو بُرا کہنا یا بدی کے ساتھ اُس کا تذکرہ کرنا اور جھُوٹ بولنا یا فحش یعنی گالی بکنا۔ بڑے درجے کے عیب ہیں۔ بہت احتیاط کرو کہ تمھاری گفتگو ان عیبوں سے پاک ہو ورنہ ایسے آدمی کو بدزبان اور بیہودہ کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو تکیہ کلام کی عادت پڑ جاتی ہے۔ لوگ منہ پر تو لحاظ کے سبب سے کچھ نہیں کہتے۔ پیٹھ پیچھے ہنسی اُڑایا کرتے ہیں۔ ان دنوں لوگوں نے قسم کو تکیہ کلام کر لیا ہے لیکن غضب یہ ہے کہ اس کو عیب بھی نہیں سمجھتے۔ جس کو دیکھو بغیر واللہ کے ایک

نرمی کرو تو لوگ تم کو اپنی آنکھوں پر بٹھالیں۔ دیکھو طوطیا پتھر ہے اگرچہ کہ مفید ہے آنکھ میں لگایا جاتا ہے۔ ۱۲

لفظ بھی نہیں بولتا۔ ان کم بختوں کو بات بات میں خدا کے نام لینے سے بھی باک نہیں قسم کو تکیہ کلام کرنا تو درکنار مطلق قسم بھی بے ضرورت کھانا عیب ہے۔ بلکہ بے اعتباری کا تمغا[1] ہے۔ اس واسطے کہ اگر قسم کھانے والا اپنی بات کو لائق پذیرائی جانتا تو قسم کیوں کھاتا اور اُس دشمنِ عقل کو اتنا خیال نہیں کہ جس کی بات کا اعتبار نہیں اُس کی قسم کا کب اعتبار ہوگا جو بات کرو نرمی اور آہستگی کے ساتھ کرو سخت بات کرنا یا چلا کر بولنا ہرگز نہیں چاہیئے۔ اگر تم کسی پر غصہ بھی آئے تو بدزبانی مت کرو۔ اَرے۔ ابے یا تُوکر کے بولنا بھی گالی برابر سمجھو۔ جو لوگ تم سے کچھ کم درجے کے ہیں یہاں تک کہ اپنے خدمت گار اور نوکروں سے بھی بھائی۔ میاں اور جی کہہ کر بات کرنی چاہیئے۔ تاکہ سب لوگ تم کو جی سے پیار کریں جب کوئی تم کو پکارے۔ تو اگر اپنا بزرگ یا بڑا ہے۔ تو بہت ادب کے ساتھ جواب دو کہ حضرت حاضر ہوئی۔ یا ارشاد فرمایئے یا کیا حکم ہے اور اگر اپنے سے کم درجے کا ہے تو یوں جواب دینا چاہیئے "کیوں بھائی کیا کہتے ہو کیا کام ہے؟" لیکن پکارنے کا جواب "ہاں" نہیں ہے جیسا کہ اکثر لڑکیاں بولتی ہیں۔ یہ بولی جانوروں میں گائے بیل کی بولی سے بہت ملتی ہے یہ نامناسب ہے کہ آدمی ہو کر جانوروں کی بولی بولو۔ جب تم اپنے بڑے بوڑھوں کو باتیں کرتے سنو تو اُن کی گفتگو پر غور کرو کہ کیوں کر بھلے مانس آپس میں گفتگو کرتے ہیں۔ سلام اور سلام کا جواب۔

[1] تمغا - نشان - علامت - ۱۲

مزاج پُرسی[1] - اور مزاج پرسی کا جواب - عیادت[2] اور تسلّی - تعزیت[3] اور مبارک باد اور کسی کے کلام پر جرح[4] اور اعتراض - اُس کی تردید[5] یا تائید[6] اور خوش خبری دینا یا خبر بد پہنچانا اور مدح[7] - ذم[8] - مباحثہ[9] - مناظرہ[10] - اظہارِ علالت - اظہارِ اشتیاق - شکوہ شکایت - تاسّف[11] - بشاشت[12] اور ہر طرح کی بات چیت کس طرح پر ہوتی ہے - اُن کے لفظ ہمیشہ یاد رکھنے کے لائق ہیں اور جب تم کو بھلے مانسوں میں گفتگو کرنے کا اتفاق ہو تو وہی بولو جو تم نے بھلے مانسوں کو بولتے سنا ہے - ہر چند درستی گفتگو کی بے علم کے نہیں ہو سکتی لیکن علم والوں اور پڑھے لکھوں کی گفتگو پر دھیان[13] لگانے اور غور کرنے سے بے شک بڑا فائدہ ہوتا ہے - بے علم لوگ مزاج کو مجاز اور منضبح کو منجز - نسخے کو نخسہ کہتے ہیں اور اسی طرح سینکڑوں لفظ ہیں جن کو بے پڑھا آدمی صحیح نہیں بول سکتا پس تم کوشش کرو کہ جلد جلد پڑھ لو کہ تمھارا روزمرہ[14] درست ہو جائے یہ بولی جو ہم تم بولتے ہیں اُردو کہلاتی ہے اور یہ بولی بہت پرانی نہیں ہے - پرانی بولی عربی ہے اور عرب کے ملک میں جہاں لوگ حج کو جاتے ہیں اب تک عربی بولی جاتی ہے - عربی زبان میں علم کی سینکڑوں کتابیں ہیں - فارسی بھی بہت پرانی ہے اور اس زبان میں علم کی تو کم قصہ کہانی کی بہت کتابیں ہیں - فارسی ایران میں بولی جاتی ہے - یہ ملک جس میں ہم رہتے ہیں ہندوستان ہے

---

[1] مزاج پوچھنا - [2] بیمار کی مزاج پرسی - [3] ماتم پرسی - [4] جرح کے اصلی معنی زخم کے ہیں یعنی کسی کی بات کو توڑنا یا کاٹنا - [5] رد کرنا - [6] مدد کرنا - ہاں میں ہاں ملانا - [7] تعریف - [8] برائی - [9 و 10] بحث - [11] افسوس - [12] خوشی - [13] توجہ اور غور سے سننا - [14] ہر وقت کی بول چال - ۱۲

یہاں کی اصلی بولی سنسکرت تھی پھر بھاکا بولنے لگے - اکبر بادشاہ کے وقت میں بہت بڑا لشکر رہتا تھا - اُن میں عرب - ہندوستان - ترکستان فارس - ہر ملک کے آدمی نوکر تھے اور اپنے اپنے دیس کی بولی بولتے تھے - مدت تک ساتھ رہے اور سب کی بولیاں گڈمڈ[1] ہو کر یہ نئی بولی پیدا ہوئی جو اُردو ہے اور ہم سب بولتے ہیں - پس اردو بولی اسی ملک سے نکلی ہے - اس طول داستان سے مطلب یہ ہے کہ تم اس ملک میں پیدا ہوئے اور اسی ملک میں پرورش پاتے رہے ہو - بڑے افسوس کی بات ہے کہ تمھاری زبان سے خود تمھارے ملک کی بولی کا کوئی نادرست لفظ نکلے - پس غور کر کے اپنا روزمرہ صحیح اور درست کرلو کہ تم سچے اہل زبان بن جاؤ - ہر چند بولی ایک ہے لیکن مردوں اور عورتوں کے لب و لہجے میں بڑا فرق ہے (عورتوں کو مردوں کی سی کھڑی بولی بولنا یا خواہ مخواہ ثقیل[2] اور مغلق[3] الفاظ کا ٹھونسنا مناسب نہیں) بہر حال تم کو پڑھے لکھوں کی بے[4] کم و کاست پیروی کرنی چاہیئے - بات صاف اور آہستہ سمجھا کر کرنی چاہیئے - جلد ہرگز مت بولو - (از والد مرحوم)

## زبان کی شائستگی

رذیل اور شریف کی بڑی پہچان یہ ہے کہ رذیل آدمی ناشائستہ الفاظ اور غیر مہذب باتوں سے زبان گندی کرتا ہے - شریف اپنی زبان قابو میں رکھتا ہے اور غیر مہذب الفاظ زبان سے کبھی نہیں نکالتا - جو لوگ بچوں کو بدزبانی

[1] خلط ملط - ملی جلی - [2] بوجھل [3] مشکل - [4] بلا گھٹائے بڑھائے یعنی پوری پوری - [5] نامناسب - ۱۲

سکھاتے ہیں وہ اُن کے حق میں کانٹے بوتے ہیں۔ ہمارے ملک میں یہ عام
رواج ہے کہ بچوں کو گالیاں سکھاتے ہیں اور اُن کی گالیاں سُن کر خوش ہوتے
ہیں۔ کچھ عرصے میں یہ عادت پُختہ ہو جاتی ہے اور جب بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو یہی
گالیاں ناگوار معلوم ہونے لگتی ہیں لیکن جب کوئی عادت پختہ ہو جاتی
ہے تو اُس کا چھوٹنا دشوار ہو جاتا ہے اور بڑھاپے تک وہی عادت پڑی رہتی
ہے۔ کچھ غریب اور امیر پر منحصر نہیں بعض امرا بھی ایسے دیکھے گئے کہ بات
بات پر اپنے نوکروں چاکروں کو گالیاں دیتے ہیں اور ناشائستہ الفاظ
زبان سے نکالتے وقت ذرا نہیں شرماتے اس کی وجہ یہ ہے کہ بچپن سے
عادت ایسی بگڑ جاتی ہے کہ اب اس کی درستی دشوار ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر
ہے کہ ایک بادشاہ اور اُس کا وزیر اور غلام تینوں شکار کے لیئے کسی
جنگل میں جا نکلے۔ بادشاہ نے شکار کے پیچھے گھوڑا ڈالا اور اتنی دُور
نکل گیا کہ اپنے دونوں ہمراہیوں سے جدا ہو گیا۔ غلام بادشاہ کی تلاش
میں چلا۔ راستے میں ایک جھونپڑی نظر آئی۔ دیکھا کہ ایک نابینا فقیر جھونپڑی
کے آگے بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔ غلام نے آواز دی "او اندھے تجھے معلوم ہے
ادھر سے کوئی سوار گزرا ہے" فقیر نے جواب دیا مجھے تو کسی کی آہٹ
معلوم نہیں ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وزیر کا بھی اُدھر سے گزر ہوا اُس
نے بھی آواز دے کر پوچھا "او فقیر! تجھے کچھ خبر ہے۔ ادھر سے کوئی
سوار گزرا ہے"۔ فقیر نے کہا "ہاں ابھی بادشاہ کا غلام ادھر سے گیا ہے"۔

پکّی - موقوف - ۱۲

اب بادشاہ کا اس طرف سے گزر ہوا اور پوچھا کہ "شاہ صاحب! آپ کو معلوم ہے کہ ادھر سے کوئی سوار گزرا ہے؟" فقیر نے جواب دیا "قبلۂ عالم! پہلے تو حضور کا غلام ادھر سے گزرا تھا۔ اُس کے تھوڑی دیر بعد آپ کا وزیر گیا۔" بادشاہ کو سُن کر تعجب ہوا پوچھا کہ "شاہ صاحب! آپ تو نابینا ہیں۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ پہلے غلام گیا پھر وزیر اور یہ بھی فرمائیے کہ آپ نے یہ کیوں کر جانا کہ میں بادشاہ ہوں؟" فقیر نے کہا "حضور جان کی امان پاؤں تو عرض کروں۔ آدمی اپنی گفتگو سے پہچانا جاتا ہے۔ غلام نے مجھے اندھا کہا۔ وزیر نے فقیر، حضور نے شاہ صاحب۔" (مولوی محمد عبداللہ خاں)

## نظم

نہ کسی کو کڑی کہی ہم نے
نہ کسی سے کڑی اُٹھائی بات

دردِ دل کہنے میں ہے کیا پس و پیش
کہی جاتی ہے مُنہ تک آئی بات

تازگی فکر کی سبھی نہ گئی
جب کہی تب نئی سنائی بات

کہہ گئے تم کنایہ (اشارہ) میں کیا کیا
نہ کسی نے تمھاری پائی بات

تم جو گویا ہوئے تو پھول جھڑے
غنچے سے مُنہ میں رنگ لائی بات

یہ صدا آئی ہے خموشی سے
مُنہ سے نکلی ہوئی پرائی بات

تیرے شیریں کلام کو سن کر
پھر نہ آتش! کسی کی بھائی بات

(خواجہ حیدر علی آتش)

## اہلِ شہر اور دیہاتیوں کا محاکمہ

کسے را زندگانی شاد باشد
کہ در شاہِ جہان آباد باشد

دِہ مرد دِہ مرد را احمق کند
عقل را بے نور و بے رونق کند

۱ سخت۔ ۲ ناپسند آئی۔ ۳ اُس شخص کی زندگی کیوں خوشی سے گزرے جو شاہ جہان آباد (دلی) میں ہو۔ ۴ گاؤں کو نہ جانا کہ گاؤں کے جانے سے آدمی بے وقوف بن جاتا ہے اور عقل بھی کُند ہو جاتی ہے۔ ۱۲

**حسن آرا** - بھلا سچ کہنا تم کو شہر میں رہنا بھلا معلوم ہوتا ہے یا گاؤں میں
**خیر النسا** - سچ تو یہ ہے کہ شہر میں میرا جی خوب نہیں لگتا **حسن آرا** -
آخر شہر میں تم کو تکلیف کس بات کی ہے کیا کھیلنے اور بات کرنے کو محلے
میں لڑکیاں نہیں ہیں؟ **خیر النسا** - لڑکیاں تو بہت **حسن آرا** - پھر تو
گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں **خیر النسا** - ان لڑکیوں سے میری طبیعت
میل نہیں کھاتی - شہر کے لوگوں میں ظاہرداری اور منہ دیکھے کی محبت
بہت ہے مگر کام پڑے تو طوطے کی طرح آنکھیں بدل ہی تو جاتے ہیں
گویا کبھی کی جان پہچان نہ تھی - کچھ عجب طرح کا معاملہ ہے کہ امیر اکثر مغرور
ہوتے ہیں اور سب کو اپنے سامنے ہیچ[1] سمجھا کرتے ہیں - دولت بھی
بُری چیز ہے آدمی کو شیطان بنا دیتی ہے - کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎
نشۂ دولت کا بد اطوار کو جس آن[2] چڑھا + سر پہ شیطان کے اک اور بھی شیطان چڑھا
اتفاق سے میرا جانا ایک شادی میں ہوا - شادی کا مجمع - مہمان داری
کے سامان مہمانوں کی شان - جہیز کی آرائش - رسموں کی خوبی سب کچھ تھا
مگر انجام کار[3] کچھ دل کو فرحت[4] حاصل نہ ہوئی - خدا جھوٹ نہ بلوائے سینکڑوں
ہی عورتیں جمع تھیں مگر غور سے دیکھا تو سب اپنے اپنے رنگ میں
غرق تھیں جس کو دیکھا شیخی اور نمود کی تصویر پایا - اتنے مہمان گھر میں
بھرے تھے سب تو امیر تھے ہی نہیں جس کو خود مقدور نہ تھا کرائے
کے کپڑے مانگے تانگے کا زیور لادے بنائے ہوئے نوکر ساتھ لایا تھا

---

[1] ناچیز - حقیر - [2] وقت - [3] آخر کار - [4] خوشی - ۱۲

اور اسی پر اترا رہا تھا۔ ایک بیوی ریشمی موزے دکھانے کے لیے پنڈلیوں
تک پائنچے اُٹھائے چلی آرہی تھیں۔ دوسری گرمی کے بہانے گلا کھول کر
زیور دکھا رہی تھیں۔ تیسری ہی بے تکلف سر کھولے بیٹھی تھیں کہ چوٹی کی
بندش اور پٹا پٹی کے موباف پر لوگوں کی نظر پڑے۔ ایک بیوی نے
پازیب کی جھنکار سنانے کو گھڑی بھر میں خدا جھوٹ نہ بلوائے کوئی
پچاس ٹھیکیں بدلی ہوں گی۔ یہ تو اُن بیویوں کا حال تھا جن کے پاس
کوئی چیز اپنی یا مانگے کی تھی اور اُس کو جان جان کر دکھاتی تھیں اور
بعض خالی خولی بھی اتراتی تھیں۔ ایک بیوی موٹی کھدر ململ کا دوپٹہ
اوڑھے بیٹھی تھیں۔ آپ ہی آپ نہ کوئی پوچھے نہ گچھے کہتی کیا ہیں
اُے دیکھنا بوا! بنارس کے سیاہ زری کے دوپٹے کا بھی رنگ
کچا ہے۔ لو ذرا کی ذرا کندھے پر ڈالا تھا تمام کپڑوں میں دھبے پڑ گئے۔
جلدی سے اُتار پھینکا۔ ایک بیوی زیور سے لدی بیٹھی تھیں۔ ایک
بے چاری غریب ان سے باتیں کر رہی تھیں۔ وہ بیوی جن کو میں
بے چاری سمجھتی تھی کہتی کیا ہیں کہ دیکھنا! میرے کانوں کا کچھ ایسا
بھاگ گوشت خدا نے بنایا ہے کہ مطلق زیور کی سہار نہیں جڑاؤ بالی پتے
مگر گیاں میں نے ذرا کی ذرا ڈالی تھیں کہ دکھنے لگے بس ایسا
معلوم دیا کہ اب کٹ پڑیں گے میں نے جب ہی بڑھا دیئے اور ایک
ایک پھول کی ہی تکی دو دو بالیاں ڈال لیں جب بھی کان لہو لہان اور
سوج کر کپا[1] ہو گئے ہیں میں نے کہا بھاڑ[2] پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان

---

۱ پھول گئے ۔ ۲ بھاڑ میں جائے وہ سونا جس سے کان ٹوٹیں ۔ ۱۲

کہیں ایسا نہ ہو ہینٹ پڑ جائیں، اُتار رکھیں۔ غرض جس کو دیکھا تنگی کے مرض میں مبتلا پایا۔ آپس میں جو بیویاں باتیں کر رہی تھیں کسی کی غیبت کسی کی شکایت اس کے سوائے کچھ مذکور نہ تھا۔ جتنی تھیں کپڑوں کے رنگ اور خراش[1] تراش اور وضع داری بس اسی میں محو[2] تھیں۔ شادی کی خبر سن کر بے چارے غریب غربا بھی مانگنے چلے آئے تھے اتنا سامان تھا کہ رات دن دیگیں کھڑکتی تھیں مگر شاید ایک چانول خدا کے نام کسی غریب کو نہیں ملا۔ منوں کھانا ضائع ہوا۔ چوری گیا رکھا رکھا سڑ گیا مگر نہ دیا تو محتاج کو۔ دینے کی جگہ غریبوں کو دھکے اور گالیاں دی جاتی تھیں ایک بے چاری بڑھیا نہیں معلوم کس طرح اندر گھس آئی تھی۔ نیچے کا دھڑ[3] رہ گیا تھا۔ خدا جانے بے چاری کس مصیبت سے گھسٹتی گھسٹاتی آئی ہوگی گھنٹوں انگنائی میں پڑی چلایا کی مگر کسی نے اُلٹ کر دیکھا تک بھی نہیں کہ یہ انسان ہے یا حیوان سب اپنے اپنے کھانے میں گتھے[4] ہوئے تھے اور میرا یہ بُرا حال کہ بڑھیا کی آواز کان میں ایک دم چلی آئے اور لقمہ حلق سے نہ اُترے۔ پہلے تو میں دیکھتی رہی کہ اب کوئی گھر والی اس بڑھیا کی خبر لے۔ جب بہت دیر ہو گئی اور کسی نے بات نہ پوچھی تو میں نے ایک خمیری روٹی پر ایک نوالہ پلاؤ کا رکھ اپنے بھائی کو دیا کہ جاؤ اس بڑھیا کو دے آؤ۔ جوں ہی وہ لے کر چلا تو اُن بیوی کی جو ہم لوگوں کو کھانا کھلا رہی نظر پڑ گئی پھر کیا تھا تیہ[5] بھر ہو گئیں اور جھپٹا[6] مار لڑکے کے

[1] وضع۔ کاٹ چھانٹ۔ [2] لگی ہوئی تھیں۔ [3] دھڑ بدن کا کمر سے نیچے کا حصہ یعنی فالج مار گیا تھا۔ [4] لگے ہوئے یا مصروف تھے۔ [5] غصے سے بے قابو ہو گئیں۔ [6] چھین لیا۔ اُچک لیا۔ ۱۲

ہاتھ سے روٹی چھین لی اور آگ[۱] بگولا ہو کر بولیں "لوگو! غضب خدا ایسا اندھیر بھی کہیں دیکھا ہے۔ کچھ خدا کا خوف بھی ہے؟ دسترخوان پر آنکھوں دیکھتے یہ غضب۔ تو آج ایسے مہمان ہوں کہ آنکھوں کا کاجل چرا لیں۔" میں بولی خدا ہی کا خوف کھا کر میں نے یہ روٹی اس فقیرنی کو بھیجی تھی۔ تب وہ بیوی بڑے غصّے سے بولیں "حلوائی[۲] کی دکان اور دادا جی کی فاتحہ۔ بیوی جو ایسا خدا کا خوف ہے تو گھر جا کر لنگر[۳] بانٹنا۔" مجھ کو جو کچھ انھوں نے کہا میں پی گئی کہ وہ موقع دست[۴] و گریباں ہونے کا نہ تھا بھری محفل میں ان[۵] منہ پھٹ کے منہ کیا لگتی۔ اپنی عزت اپنے ہاتھ ہے مگر میرے سبب سے اس بے چاری بڑھیا کی ناحق شامت آ گئی۔ ماماؤں پر اس قدر خفا ہوئیں کہ کچھ کہا نہیں جاتا کہ کیوں اس چڑیل[۶] کو گھر میں گھسنے دیا اور فوراً اس بڑھیا کو گھسیٹ ڈیوڑھی کے باہر ڈلوا دیا۔ میں نے ایک چونی اس بڑھیا کو دی اور فوراً ڈولی منگا اپنے گھر چلی آئی۔ گو اتنی ساری بیویاں تھیں مگر کسی کو اس بڑھیا کی حالتِ[۷] زار پر رحم نہ آیا بلکہ لڑکیوں نے ایک تماشہ بنا لیا۔ **حسن آرا۔** فقیرنیاں اکثر مکّار[۸] بھی ہوتی ہیں لوگوں کو دھوکا دینے کی غرض سے اندھی بن جائیں لنگڑی لولی اپاہج[۹] ہو جائیں۔ **خیر النساء۔** اگر ایسا شبہ کیا کریں تو اصلی محتاج بھی محروم رہ جائیں اور خیرات کا سلسلہ ہی منقطع[۱۰] ہو جائے۔ دینے والے کو اس کرید[۱۱] سے

---

۱ بہت بگڑیں۔ ۲ یہ مثل ایسے موقع پر بولی جاتی ہے کہ مال کسی کا اور اڑائے کوئی جیسے مالِ مفت دلِ بے رحم۔ ۳ کھانا وغیرہ جو بطور خیرات روزانہ بانٹا جاتا ہے وہ لنگر کہلاتا ہے۔ ۴ لڑنے لگنا۔ ہاتھا پائی پر اتر آنا۔ ۵ بدزبان۔ ۶ بھتنی۔ ۷ خراب حالت۔ ۸ دھوکے باز۔ ۹ معذور۔ ۱۰ کٹ جائے۔ ٹوٹ جائے۔ ۱۱ پرچول تفتیش۔

کیا مطلب اور مانگنا تو خود بڑی شرم کی بات ہی۔ کوئی آدمی بے ضرورت سوال نہیں کرتا۔ آخر جو مکر کرکے مانگتے ہیں اُن کو بھی تو حاجت ہی نے مجبور کیا ہی ورنہ یوں کوئی کسی کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہی مانا کہ بعض منگتا[1] کچھ جمع کر لیتی ہیں اور طمع سے کون خالی ہی۔ ع۔ طمع[2] را سہ حرف ست وہر سہ تہی۔ اگر یہ کہو کہ طمع کرنے والوں کی مدد کرنا ضرور نہیں تو ایسا نہ ہو کہ خداوند کریم جو سب کو دیتا ہی اس قاعدے کا برتاؤ[3] کرے۔ البتہ حاجت مند کا حق مقدم[4] ہی۔ بہتر ہی کہ جن کو واقع میں حاجت ہو اُن ہی کو دیا جائے مگر نہ دینے کے لیئے خواہ مخواہ ہر ایک پر بے وجہ شبہ بھی نہ کرنا چاہیئے بے تحقیق دینے سے یہی تا کہ بعض بے استحقاق لے جائیں گے مگر اسی زُمرے[5] میں سینکڑوں مستحق بھی تو پا جائیں گے۔ اکثر اس قسم کی حجتیں وہ لوگ نکالا کرتے ہیں جن کو خدا کے نام دینا منظور نہیں ہوتا۔

حسن آرا۔ کیوں بُوا خیر النسا یہ عیب جو تم شہر والوں میں بتاتی ہو کیا گاؤں والوں میں نہیں ہوتے دیہات میں سب اللہ کے ولی ہی تو بستے ہیں۔ خیر النسا۔ نہیں، اچھے بُرے سب ہی جگہ ہوتے ہیں گاؤں شہر پر کیا موقوف ہی مگر اتنا تو میں کہہ سکتی ہوں کہ گاؤں والوں میں اتنی شیخی اتنی نمود[6] اتنی ظاہرداری ہرگز ہرگز نہیں ہوتی۔ حسن آرا۔ بھلا شہر والوں کے مزاج خراب ہی

---

[1] مانگنے والی۔ [2] طمع کے تین حرف ہیں ط۔ م۔ ع۔ اور تینوں خالی یعنی کسی پر نقطہ نہیں۔ [3] سلوک عمل۔ [4] پہلے ہی۔ [5] گروہ۔ [6] دکھاوا۔ ۱۲

مگر اُن کی وضع قطع تو دیکھو کیسی بھلی ہو۔ **خیر النسا۔** کچھ آپ ہی کو شہریوں کی وضع پسند ہوگی۔ اپنی چھاچھ[1] کو کون کھٹا کہتا ہو۔ پردہ داری تو شہروں میں اب رہی نہیں اور نہ لباس میں پردہ پوشی ہو۔ **حسن آرا۔** خیر اسے جانے دو تم یہ تو کہو کہ بولی شہر والوں کی اچھی یا گنواروں کی۔ **خیر النسا۔** اوّل آپ مجھے یہ بتائیے کہ گفتگو کی بھلائی بُرائی ہو کیا چیز؟ **حسن آرا۔** گفتگو کی خوبی یہ ہو کہ اُس میں سختی نہ ہو۔ بولنے والے کی زبان سے لفظ آسانی کے ساتھ ادا ہوں سننے والے کو گراں[2] نہ گزریں۔ **خیر النسا۔** گاؤں والوں کو بھی اپنی بولی ہرگز سخت نہیں معلوم ہوتی۔ **حسن آرا۔** معلوم کیوں کر ہو وہ شہر کی بولی کی شیرینی[3] اور نرمی اور فصاحت سے واقف ہی نہیں۔ تم بولو نا کہ دونوں بولیوں میں تم کو کہاں کی بھلی معلوم دیتی ہو؟

اردو ہو جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ ٭ ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہو

**خیر النسا۔** بھلی بُری تو میں کچھ جانتی نہیں مگر شہر والے جو اپنی نرم اور نازک بولی سے کام لیتے ہیں وہی کام گاؤں والے اپنی کرخت بولی سے نکالتے ہیں۔ کوئی مطلب اُن کا اٹکا نہیں رہتا۔ **حسن آرا۔** بس یہی تو گنوار پن ہو کہ بھلے بُرے میں تمیز نہیں۔ تمھارے نزدیک گدھا گھوڑا برابر مجھ کو تو دیہات کی بولی ایسی بُری معلوم ہوتی ہو جیسے کسی نے پتھر کھینچ مارا۔ سیدھے بول کی بھی ہڈی پسلی توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

---

[1] اپنی چیز کسی کو بُری نہیں لگتی۔ ہر شخص "عقل خود بکمال و فرزند خود بجمال" سمجھتا ہو۔ [2] بوجھل۔ بھاری۔ ناگوار۔ کانوں کو اچھے نہ لگیں۔ [3] مٹھاس [4] سخت۔ [5] کڑکا۔ [6] بالکل خراب کر دیتے ہیں۔ ۱۲

کچھ ایسی توڑمروڑ کی عادت ہے کہ دیہات والے لفظوں کی گت[1] بگاڑ کر بڑی شامت لاتے ہیں کوئی لفظ تشدید سے خالی نہیں شین قاف تو خاک درست ہوتا نون کو جب بولیں گے ڑون۔ پانی کو پانڑیں۔ گاڑی کو گاڈّی۔ خیر النسا کی بولی شہر میں رہنے سے بہت سنبھل گئی تھی مگر خیر النسا بولیں تو یہ بولیں کہ شہر والوں نے تو میری بولی اور خراب کردی۔ حسن آرا یہ سنتے ہی چونک پڑی اور بولی۔ لو اور سنو! گدھے[2] کو نون دیا اُس کہا میری آنکھیں دکھتی ہیں۔ سبحان اللہ[3]! تمھاری احسان فراموشی کی بھی کوئی حد ہے نیکی[4] بر باد گنہ لازم۔ خیر النسا۔ یہ تم شہر والی ہو۔ سمجھتی بوجھتی خاک بھی نہیں ہیں واقعی میں سچ کہہ رہی ہوں۔ اب خدا کرے گا ساتھ خیر کے میں اپنے گھر جاؤں گی تو تمھیں بتاؤں ہاں کے لوگ مجھ پر ہنسیں گے یا نہیں۔ میری جان تو غضب میں آگئی شہر کی بولی پر گاؤں والے ہنسیں اور دیہات کی بولی بولو تو شہر والے چھیڑیں۔ دو ملاّ[5] میں مرغی حرام۔ حسن آرا۔ دس نکٹوں[6] میں ایک ناک والا نکوا اب کیا نکٹوں کے ڈر سے آدمی ناک کٹا ڈالے۔ چہ خوش! شوق سے تم یہی بولی بولنا یعنی انسانوں کی کہیں پھر جانوروں کی بولی نہ بولنے لگنا کہ ساری کی کرائی محنت اکارت جائے۔ خیر النسا۔ نہیں بوا۔ میں تو جیسا دیس ویسا بھیس شہر میں آئی

---

[1] حالت۔ [2] کرتے جاؤ بھلائی اور سمجھی جائے برائی۔ اندھے کے آگے روئیے اور اپنی آنکھیں پھوڑیئے۔ مراد نا قدردانی سے ہے۔ [3] اللہ پاک ہے۔ تعجب کے موقع پر بولتے ہیں۔ [4] نیکی تو گئی اُلٹا الزام سر دھر لیا۔ [5] ہانڈی پورا ہے میں کھوٹی ہے۔ [6] جہاں سب عیب دار ہوں وہاں ایک بے عیب والے کی کیا چل سکتی ہے۔ جتنی جانفشانی کی تھی سب بیکار گئی۔ ۱۲

گتا - بلی بولنے لگی گھڑی گھڑی پھر وہی آٹا روٹی - حسن آرا - اجی بس گاؤں
میں اب تمھارا جی لگ چکا بہشت چھوڑ کر بھلا کوئی دوزخ میں بھی جاتا ہے -
خیرالنسا - شاید آپ حبّ الوطن سے واقف نہیں - کیا آپ نے نہیں سنا -
حبّ الوطن از ملک سلیماں خوشتر + خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر
خدا نہ کرے جو ہم گاؤں والیوں کا ایسا دیدہ ہوائی ہو کہ گھروں میں جی
نہ لگے - شہر میں وہ کون سی انوکھی بات ہے جو دیہات میں نہیں میسر نہیں
حسن آرا - ہزاروں لاکھوں چیزیں یاد کرنے کی ہیں ایک بات
ہو تو کہوں - بڑے سویرے بچھونے سے نہیں اٹھے کہ چنے پر مل والوں
کی آوازیں آنی شروع ہوئیں - خیرالنسا - لاحول ولاقوۃ چنے بھی کوئی
آدمیوں کا کھانا ہے یا جانوروں کا دانہ - بس دیکھی شہر والوں کی نزاکت -
قدرِ داقی عالمِ بالا معلوم شد - حسن آرا - اجی وہ دیہاتی چنے ہیں جن کا
تم ذکر کر رہی ہو - شہر کے چنے سبحان اللہ! کھلتے ہوئے گرما گرم سوندھے
خستہ ٹھڈی کا نام نہیں - نرم ایسے کہ بے تکلف پوپلے بھی کھائیں اور
لطف یہ کہ کوڑیوں اور لوہے کی کیل اور ٹاٹ اور گودڑ کے بدلے چنے
لے لیجیے - پھر چنے والا ابھی گلی سے نکلا نہیں کہ خوانچے والا موجود - تازہ
حلوا پوری - گرما گرم جلیبیاں - خستہ کچوریاں - تازی مٹھائی ہمہ نعمت موجود

---

وطن کی چاہت - سلیمان کے ملک سے بھی وطن کی محبت اچھی - وطن کا کانٹا بھی دوسری جگہ کے پھولوں سے اچھا -
بدلحاظی - بے شرمی - تعجب خیز معمولی - حاصل موجود - گناہ سے بچنا اور بھلائی پر قدرت پانا بے خدا کی
مدد کے نہیں ہوتا یہ جملہ نفرت اور حقارت کے موقع پر بولا جاتا ہے - بس آپ نے خوب قدر کی - بھربھرے
جو دانہ بھُننے سے رہ گیا ہو - جن کے دانت گر گئے ہوں - چیتھڑے گدڑے - کپڑے کے
ناکارہ ٹکڑے - ۱۲

ایک گیا ایک آیا پھر رات گئے تک یہی تانتا لگا رہتا ہے۔ برتن کپڑا گوٹا کناری برف میوہ پھول ترکاری جو چیز چاہیے گھر بیٹھے لے لیجیے۔ کتنے بڑے آرام کی بات ہے۔ کباب ایک سے ایک چٹپٹے[1] مرچے دار۔ مٹھائیاں ایک سے ایک تحفہ[2] خوش گوار[3] پیسے کا سودا لو تو بھی ڈھونے میں دیں گے یہ نہیں کہ سودا لینے جاؤ تو بھیک کا پیالہ[4] لے کر گھر سے نکلو۔ سودے والوں کی صدائیں[5] سننے والوں کے دلوں کو لبھائیں[6]۔ حق تو یہ ہے کہ دنیا کی بہشت شہر ہے اور پھر شہر بھی دلی جو سارے شہروں کی ناک[7] ہے۔ خدا رکھے تو شہر میں رکھے ورنہ گاؤں کے جینے سے تو مرنا قبول ہے۔ **خیر النسا**۔ اللہ ری چٹوری[8]! منہ سوئی پیٹ کوئی[9]۔ کسی نے سچ کہا ہے "دلی کی دل والی منہ چکنا پیٹ خالی"۔ بس کھانے پر مرتی ہیں۔ ہم دیہاتیوں میں بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں بازار کی چیز بھول کر بھی زبان پر نہ رکھیں۔ ہم لوگوں میں تو اس کا بڑا عیب گنا جاتا[10] ہے۔ **حسن آرا**۔ آہا آپ بڑی بھلی مانس[11] بڑی اشراف۔ کیوں نہ ہو **شریف پور** میں نہ آپ رہتی ہیں اور ہم شہر والے کمینے رذالے۔ ہم گاؤں والوں کی طرح اکھڈ[12] نہیں کہ "گاؤں کے گنوییلے منہ پہ خاک پیٹ میں ڈھیلے"۔ **خیر النسا**۔ اللہ! آپ کو ہماری شرافت میں بھی کلام ہے۔ ہم لوگ ٹکسالی[13] اشراف ہیں۔

---

[1] جن میں کھٹائی اور مرچیں خوب ہوں۔ [2] عمدہ۔ [3] خوش ذائقہ۔ [4] پتوں کا پیالہ سا بنا کر اس میں سودا دیتے ہیں۔ [5] آوازیں۔ [6] فریفتہ کریں۔ [7] سب شہروں میں ممتاز ہے۔ [8] جسے زبان کا مزہ پڑ جائے۔ [9] منہ چھوٹا پیٹ بڑا۔ [10] شمار کیا جاتا ہے۔ [11] اشراف۔ [12] اکھڑ۔ سخت مزاج۔ کج اخلاق۔ [13] سچے۔ ۱۲

حسن آرا۔ تمھاری ذات کیا ہی۔ خیر النسا۔ پتلی دال کے کھانے والے شیخ۔ حسن آرا۔ کون شیخ۔ اجی قریشی ہو عثمانی ہو (ہنس کر) فالی ہو۔ خیر النسا۔ یہ تو مجھ کو معلوم نہیں مگر ڈفالی تو تم ہو گی دور پار ہیں کیوں ہونے لگی۔ بھلا تمھارے چند مردوں کے نام تو لو (حسن آرا نے ایک مرزا بتائے دوسرے میر اور تیسرے پٹھان) خیر النسا۔ تو واقعی تو خاصی ست بجی شیخ معجونی ہو۔ ایک گھر میں چاروں ذاتیں۔ شہر کے شیخوں کو آپ نے دیکھا۔ حسن آرا۔ ہم تو اصل نسل مغل ہیں مگر کیا دوسری ذات میں رشتہ ناتا کرنا کیا کچھ منع ہی؟۔ خیر النسا۔ شریعت میں تو منع نہیں مگر باہر کے اشراف منع سے بڑھ کر جانتے ہیں ہم لوگ سیدوں تک کو بیٹی نہیں دیتے مغل پٹھان کی بھی بھلی چلائی اور تمھارے شہر کا یہ قاعدہ ہی کہ ہُس ہُس میرے کان میں گھس ذات ذمات (جماعت) کچھ نہیں دیکھتے چپنے بھی ہوت صورت شکل اور روپیہ پیسہ دیکھ لیا پھر نہ بیٹی لینے کا مضایقہ نہ بیٹی دینے میں عار اور دیہات والے ہڈی بوٹی ٹٹولتے ہیں ہم لوگوں میں استخوان اچھی چاہیے دولت ہو یا نہ ہو اور صورت شکل کی بھی زیادہ پرچول نہیں۔ بہو بیٹیوں کا ڈھنگ دیکھا جاتا ہی یا صورت بھی سیرت کے ساتھ اچھی لگتی ہی۔ نری موم کی گڑیا کوئی کر کیا کوئی چاٹے۔ کام کی نہ کاج کی سیر بھر اناج کی۔ حسن آرا بھلا اس سے

---

[1] خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ [2] ملے [3] جلے۔ مخلوط۔ [4] اُن کا کیا کہنا۔ [5] شرم۔ [6] اصل نسل۔ ڈھونڈتے۔ تلاش کرتے۔ [8] ہڈی یعنی اصل۔ [9] کرید۔ ۱۲

حاصل جب خدا رسول کے نزدیک منع نہیں تو ذات کوئی چیز نہیں
انسان انسان سب برابر۔ **خیر النسا**۔ دنیا میں بے وجہ کوئی رسم
جاری نہیں ہوئی۔ ذات سے بھی بڑے فایدے ہیں۔ دنیا میں
ذات سے زیادہ پرانی کوئی رسم نہیں اور کچھ نہ کچھ فائدہ تو اس رسم
سے ہے کہ آج تک یہ رسم موقوف نہیں ہوئی۔ شروع پیدایش دنیا سے
کئی ہزار برس تک بادشاہت کا انتظام بیٹھنے نہیں پایا چاروں طرف
لوٹ کھسوٹ مچی رہتی تھی آئے دن ڈاکے پڑا کرتے تھے اور ہمیشہ
آپس میں مارکٹائی ہوا کرتی تھی اُن دنوں جان و مال دونوں غیر محفوظ
تھے اس واسطے لوگ جتھے باندھ کر رہتے تھے اور ایک دادا
پردادا کی اولاد ایک گروہ بن جاتی تھی۔ جس گروہ میں آدمی زیادہ ہوتے
تھے وہی گروہ بڑا زبردست گنا جاتا تھا اس واسطے ہر گروہ میں باہم
عہد و پیمان ہوتا تھا کہ آپس ہی میں شادی بیاہ ہو اور اس گروہ کی
طاقت کو گھٹنے نہ دیں۔ یوں ذات برادری کی رسم دنیا میں پھیلی
جو آج تک چلی جاتی ہے۔ کچھ ذاتیں پیشوں کے اعتبار سے بھی الگ
ہوئیں مثلاً جولاہے۔ موچی۔ لہار۔ بڑھئی وغیرہ اور اس سے یہ
فائدہ تھا کہ اس ذات کے لوگ اپنے تئیں اپنے پیشے کا ٹھیکہ دار
سمجھ کر اطمینان کے ساتھ کام کریں اور غیر آدمی ہاتھ نہ لگائیں چنانچہ
یہی دستور اب تک چلا جاتا ہے۔ ہوتے ہوتے بادشاہت کا انتظام
اب بخوبی بیٹھ گیا۔ جان و مال کی حفاظت کے سبب ... تو جتھا داری کا ...

گروہ۔ پارٹیاں۔ قول قرار۔ ۱۲

نہ گروہ۔ ویسے ہی ذات برادری کا بچار کم رہ گیا ہی اور شہروں سے تو اب بالکل ہی اُٹھ ہی گیا۔ پیشوں کے اعتبار سے جو ذات کا امتیاز تھا اس میں بھی کمی ہی۔ رہی ذات وہ کوئی فخر کی بات نہیں ہی آدمی آدمی سب برابر فخر کی بات اگر ہی تو ہنر ہی۔ چوں کہ ذات پہلے سے چلی آتی ہی تو ذات پر فخر بھی پہلے سے چلا آتا ہی۔ جن لوگوں سے ذاتیں چلیں وہ بڑے نمود کے لوگ تھے اور اپنے گروہ میں سردار تھے اگر فخر کریں تو وہ لگ اور یوں تو ذات پر برابر فخر ہوتا چلا آیا ہی کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ اُس میں لوگ شیخی خورے نہ رہے ہوں۔ جب لیاقت والے بزرگ مر گئے جن کا نام تھا اُن کی اولاد میں کوئی نام نمود والا ہوا نہیں اب یہ فخر کریں تو کس بات پر۔ بے چارے مردوں ہی کی ہڈیوں کو پڑے چچوڑ رہے ہیں۔ **حسن آرا** کچھ ہو مگر جُلاہوں کی برابری تو نہیں ہو سکتی۔ **خیر النسا**۔ تو پھر امیری پر ناحق کا اعتراض ہی امیروں کا گھمنڈ جا بجا مشہور ہوا اُن کو خدا نے دولت تو دے رکھی ہی تم کو جو ہر بات میں ذات کی چھینچی ہی اس میں نری شیخی کے سوائے اور کیا دھرا ہی اور خدا کے ہاں اس کی پرسش ہی نہیں دیکھو اس زمانے کی سیدانیاں اپنے آپ کو کتنا دور کھینچتی ہیں اور پیغمبر صاحب صلعم نے اپنی بیٹی **حضرت فاطمہ** کو جن سے سیدوں کی جڑ بنیاد چلی ہی بلا کر فرمایا کہ

---

چوتھ صحیح۔ بجا۔ درست۔ پچڑ۔ چھینچی۔ ہر وقت بس یہی ذکر زبان پر ہو۔ پرسش پوچھ گچھ۔ دور کی کھینچتی ہیں۔ شیخی اور غرور کرتی ہیں۔ ۱۲

**فاطمہؓ** اس دھوکے میں کہیں نہ رہنا کہ میں پیغمبر کی بیٹی ہوں بلکہ عاقبت کے لیئے سامان کرو۔" جب خود حضرت فاطمہؓ کا یہ حال ہو تو اب اور کس گنتی میں ہیں۔ ہندی کا ایک دوہا کیا ہی اچھا ہے۔ **دوہا**۔

ذات پات پوچھے نہیں کوئے ✤ ہر کو بھجے سو ہر کا ہوئے

**حسن آرا**۔ خیر ذات اور امیری دونوں کو پرے پھینکو غرور تو کسی بات کا کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ دیہات والے چاہے ٹکسالی اشراف ہوں مگر عجیب زور ڈھی بھدی اور بھنگم صورتیں ہوتی ہیں جن کے دیکھتے ہی بے اختیار ہنسی آجاتی ہے۔ نزاکت تو کسی کو چھو نہیں گئی۔ اچھی بھلی صورت کو بگاڑ دیتے ہیں۔ **خیر النسا**۔ شہر والوں کی وضع اور تراش خراش کا جواب تو میں پہلے ہی دے چکی ہوں اگر وضع داری بے ہودگی کا نام ہے تو ایسی وضع داری کو سلام ہے اور ذرا مجھے نزاکت کے معنے تو سمجھا دیجیئے۔

**حسن آرا**۔ مجھ کو تو ایسی مبتدی کی چندی نہیں آتی نزاکت یہی کہ چہرہ پیرا ڈیل سُستے ہوئے ہاتھ پاؤں۔ کم خوراک۔ محنت اور تکلیف کی سہار نہ ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا سر بڑا سردار کا پاؤں بڑا گنوار کا۔ **خیر النسا**۔ صاحب! نزاکت کے یہی معنے ہیں جو آپ نے بیان کیئے تو میں ہاری تم جیتیں جس بات پر تم کو فخر اور ناز ہے وہ ہم دیہاتیوں کے نزدیک موجبِ شرم و عار ہے۔ خدا ہم دیہات والیوں کو

---

حساب۔ جو خدا کا نام لے گا وہی خدا کا ہوگا۔ سخت۔ بے رونق۔ چہرے پر نور نہیں۔ جو نازک نہ ہوں۔ بد قوارہ۔ بے ڈول۔ پاس نہیں پھٹکی۔ اچھی خاصی۔ بال کی کھال نکالنا۔ دبلا پتلا۔ بدن۔ نازک نازک جو بھدے نہ ہوں۔ ۱۲

رہو گی اور آپا ہیچ نہ کرے۔ کیا اوندھی سمجھ ہے۔ معذوری پر فخر اور مرض پر ناز! حسن آرا۔ اچھا دیہات والیوں کے بدسلیقہ اور پھوہڑ ہونے میں بھی کچھ کلام ہے خیر النسا۔ میں شہر والیوں کے لغت کم سمجھتی ہوں۔ پہلے تو یہ فرمائیے سلیقہ کہتے کس کو ہیں؟ حسن آرا۔ اوئی! کیا بیچاری ننھی نادان شاید ابھی ہونٹوں سے دودھ کی بو نہیں گئی۔ تم ایسی ناسمجھ ہو کہ سلیقہ نہیں جانتیں کہ کس چڑیا کا نام ہے جو چندرا کر بولتی ہو یہ تو تجاہل عارفانہ ہوا۔ اچھا خیر لو کیا یاد کرو گی۔ کان کھول کر سنو۔ نشست برخاست۔ بات چیت کا دستور سلیقہ کہلاتا ہے اور جب تم سرے سے سلیقے کا نام ہی نہیں جانتیں تو پھر کیا خاک سلیقہ برتو گی۔ خیر النسا۔ آپ خفا نہ ہو۔ مزاج کو قابو میں رکھیے مجھے دیہاتی سمجھ کر شہریوں کا غصہ مجھ پر نہ اتاریئے کہ غریب کی جورو سب کی بھابی۔ یہ واللہ باللہ۔ قبلہ کعبہ۔ مجرا کورنش۔ مزاج مقدس اس تفاظی کو آپ بڑا سلیقہ سمجھتی ہیں نا۔ حسن آرا۔ ہاں یہ بھی داخل سلیقہ ہے دیہات والیوں کی طرح یہ نہیں کہ ہو تو سلام۔ بھنتا سلام۔ تو کھیریت سے تو ہے تیرے لونڈے بارے اچھے ہیں۔ اللہ کیسوں تیرے دیکھنے کو یوں ترٹ پول رہتی کہ کچھ کہا نہ جائے۔ تنر بسی کبھی تو ہی ہماری گیل بلی آیا کرے ہیں تو تیرے دیسوے آن بھی نکلوں مگر تیئں بھولے سے بھی نا آوے"

---

(۱) دائم المریض ہمیشہ کے بیمار۔ (۲) معذور۔ (۳) الخ۔ (۴) جسے سلیقہ نہ ہو۔ (۵) ناآشنا نامانوس الفاظ۔ (۶) جان بوجھ کر انجان بن جانا۔ (۷) استعمال۔ (۸) چرب زبانی۔ ۱۲

حسن آرا نے کچھ اس طرح دیہات والیوں کی بولی نقل اتاری کہ سب ہنس پڑے اور خود خیر النسا بھی ہنسی کو ضبط نہ کر سکی خیر النسا - یہ تو پھر وہی بولی ٹھولی کا طعنہ ہوا - جبین کی سہی نہیں - شہریوں سے جھوٹے تپاک - ظاہرداری کا اشتیاق - بناوٹ کے لگاؤ - دل میں کچھ منہ پر کچھ - منہ دیکھے کی محبت دکھاوے کے پیار - ظاہری ٹیم ٹام کس کام کی - ہم باہروالے سیدھے سادے منہ پر کم اور دل میں بہت کچھ - شہر والیوں کی طرح میٹھی چھری زہر کی بجھی - منہ در منہ خالہ نانی - پیٹھ پیچھے دشمن جانی - نری مکاری اور پوری ریاکاری - چلو مکار و دیکھے تمہارے سلیقے - اونچی دکان پھیکا پکوان - خوان بڑا خوان پوش بڑا کھول کے دیکھو تو آدھا ہی بڑا میں تمہارے رگ و ریشے سے خوب واقف ہوں - بس بہت منہ نہ کھلواؤ ذرا گریبان میں منہ ڈال کے شرماؤ - ابھی کچا چٹھا کھول دوں گی اور تکلف کا لفافہ ادھیڑ کر رکھ دوں گی - حسن آرا - لو اور دیکھو ہنسی ہنسی کی بات میں تم بگڑنے لگیں اور غصہ آگیا - خیر النسا - واجبی بات کو اگر غصہ سمجھو تو اس کی کہی نہیں جاتی ورنہ میں نے تو صرف تمہارے اعتراض کا ترکی بترکی جواب دیا ہے - نہ تم برا مانو نہ میں - اس میں ذاتیات کی کوئی بحث نہیں - حسن آرا - بھلا سچ کہنا دیہات والیاں بے ہنر ہوتی ہیں یا نہیں - خیر النسا - قصور معاف یہ اعتراض آپ کے

---

باتوں باتوں میں دھوکے کا وار چل جانا - ۳ چھب تک - رونق - یہ دونوں مثلیں ایسے موقع پر بولی جاتی ہیں کہ نام تو بڑا مگر سوا ۴ اس کے کچھ بھی نہیں - ۵ اصلی حقیقت - ۶ حالت ظاہری کھول - جیسا سوال ویسا جواب بلکہ بکلہ - ۹ شخصی یعنی کسی کی ذات پر حملہ نہیں - ۱۲

مُنہ سے اچھا نہیں لگتا اور کوئی کہے تو جواب دوں ۔ **حسن آرا**
(کھسیانی ہو کر) ۔ میرا کیا مذکور تھا اگر ہنر مندوں سے شہر بھرا پڑا ہے ۔ بہتر سے بہتر
سلائی ۔ بہتر سے بہتر کاڑھنا ۔ بہتر سے بہتر کام ہر ہر گلی کوچے میں ہے ۔
**خیر النسا** ۔ سچ ہے ۔ دیہات میں ایسے ہنر نہیں ہیں یہ نرے ناجائز
تکلفات کا نتیجہ ہے ۔ ؎

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر + آرام سے ہیں وہ جو تکلف نہیں کرتے

**حسن آرا** ۔ بھلا شکر ہے تم نے ایک بات تو مانی ۔ **خیر النسا** ۔ ذرا
اور سُن لیجئے ۔ ان ہنروں کے نہ جاننے کی وجہ یہ ہے کہ دیہات میں
ان چیزوں کی قدر نہیں اور نہ دیہات والوں کو ایسے تکلفات کی ضرورت
اور عادت ہے ۔ **حسن آرا** ۔ نہیں گاؤں والوں میں کچھ عقل بھی واجبی
ہی واجبی ہوتی ہے ۔ عقل کی ترقی کے سامان گاؤں والوں کو
میسر نہیں زمین سے غلہ پیدا کر لینا اور مویشیوں کو پال لیں یہی دو
بڑے کام ہیں ۔ **خیر النسا** ۔ کھیتی بھی بجائے خود بڑا مشکل کام ہے ۔ **دوہا** ۔

اُتم کھیتی مدھم بان + نکھد چاکری بھیک ندان

ذرا **دولت ہند** کو دیکھو زمین کے درست کرنے اور جنس کو اعلیٰ
اور عمدہ بنانے کی کیا کیا نادر تدبیریں لکھی ہیں مگر سچ یہ ہے کہ پرانے ڈھرے

---

۱ پشیمان ۔ ۲ معمولی ہی سی ۔ ۳ کھیتی سب سے اعلیٰ چیز ہے اور بیچ کی راس
لین دین تجارت ۔ نوکری سب سے بدتر اور بھیک تو ہے ہی خراب چیز ۔ ۴ مثلاً اناج
وغیرہ ۔ ۵ رستے ۔ ۱۲

چلنے والے ہیں کوئی کچھ کرتا کراتا نہیں - زمین جوت کر بیج بو دیا اللہ خیر صلاح - حسن آرا - کیا دیہات میں عورتیں بھی کھیتی کرتی ہیں؟
خیر النسا - غریب آدمی جن میں پردے کا رواج نہیں اُن کی بہو بیٹیاں مردوں کے برابر کھیتی میں کام کرتی ہیں مگر ہم لوگوں میں ایسا نہیں ہوتا ہماری یہی کھیتی ہے کہ گھر میں ترکاریاں بو لیں - امرود انار - آڑو - فالسہ - کھرنی - لیمو - نارنگی - بیر - آم - اس طرح کے میوہ دار درخت جگہ ہوئی تو لگا لیئے یا جی بہلانے کو ایک آدھ کیاری میں پھول - مگر پھر بھی دیہات والے اس قدرتِ الٰہی سے ایسے ناواقف نہیں کہ خشخاش کے پیڑ اور ثقبجن کے درخت کو دیکھ کر حیرت کریں - حسن آرا - دیہات والیوں کے حال پر البتہ مجھ کو بھی اس خیال سے تاسف[1] ہوا کرتا ہے کہ ان کی عقل کی صلاح کا کچھ سامان بہم نہیں پہنچتا بے چاریاں انواع و اقسام کے اوہام میں مبتلا[2] رہتی ہیں ٹونے ٹوٹکے - اُتارے چڑھاوے - نظر گزر جن - آسیب - بھوت - پریت - پچھل پائی - چڑیل - فال شگون - جھاڑ - پھونک - جادو - منتر - نذر نیاز - منت ان چیزوں کا بچار[3] گاؤں والوں میں اکثر ہوتا ہے - شہر میں بھی یہ خرابی کیوں نہیں تھی اب خدا خدا کر کے تعلیم نے ان کی آنکھیں کھول دی ہے اور ان کا کفر ٹوٹا ہے - (از بنات النعش بعد ترمیم مناسب)

---

[1] افسوس - [2] پھنسی - گرفتار - [3] رواج - مسلمہ بات - ۱۲

# سچ کی تاثیر

راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

ایک شریف خاندان کا نوعمر لڑکا علم و کمال حاصل کرنے کے شوق میں اپنے عزیز وطن کو چھوڑ دینے پر آمادہ ہے۔ وہ اپنی ضعیفہ ماں سے عرض کرتا ہے کہ "اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک قافلے کے ساتھ سفر کرنا چاہتا ہوں جو عن قریب ہمارے ملک کی دارالسلطنت کو جانے والا ہے کیوں کہ میں سنتا ہوں کہ اُس بڑے شہر میں ہر قسم کے کامل لوگ موجود ہیں اور وہاں علم کا بڑا چرچا ہے"۔ اُس یتیم لڑکے کی یہ درخواست اگرچہ ماں کے دل کو غمگین کرنے والی تھی لیکن اُس دانا ماں کی محبّت کا ولولہ عقل کے قابو سے باہر نہ تھا۔ اس لیے وہ اپنے پیارے بچّے کی جدائی کو علم کی دولت کے مقابلے میں گوارا کر سکتی تھی چنانچہ اُس ہونہار بچّے کے اس نیک خیال کو بہت پسند کیا اور نہایت خوشی کے ساتھ اُس کی درخواست کو منظور فرمایا۔ بزرگ ماں نے ضروری سامان سفر تیار کیا اور جب کہ قافلے کی روانگی کا وقت قریب آیا تو چالیس روپیے جن کا اُس عہد میں رواج تھا۔ لڑکے کے حوالے کیے لیکن نقدی کے علاوہ ایک اور چیز بھی عطا کی

سچائی سے اللہ راضی ہوتا ہے اور جو شخص سچائی کا پابند ہے وہ کبھی سیدھے رستے سے نہیں بھٹکتا یعنی نقصان نہیں اُٹھاتا اپنے مقصد پر ناک کی سیدھ۔ جا پہنچتا ہے بڑھیا۔ دارالخلافہ۔ وہ شہر جہاں بادشاہ رہے جیسے ہندوستان کا دارالسلطنت دہلی گو یہاں بادشاہ نہیں ہے مگر نایب السلطنت اس کا قایم مقام وَیسرائے اور گورنر جنرل رہتا ہے۔ ۱۲

جو کہ دنیا کے تمام جواہرات سے زیادہ بیش قیمت تھی وہ نفیس چیز کان یا دریا سے نکلی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ نورانی دل کے سرچشمہ سے پیدا ہوئی تھی۔ وہ بے بہا[1] چیز صرف یہ نصیحت تھی کہ میرے بچے "**ہمیشہ سچ بولیو۔ زبان اور ہاتھ کو نیچا رکھیو۔ کیسا ہی خوف و خطر پیش آئے سچ پر ثابت قدم رہیو۔ اب تو مجھ سے عہد کر کہ ہمیشہ اس نصیحت پر عمل کروں گا**"۔ سعادت مند لڑکے نے مہربان ماں کی باتیں بہت غور سے سنیں اور سچے دل سے عہد کیا کہ "میں کسی حال اس کے خلاف نہ کروں گا"۔ یہ کہہ کر سلام رخصت کیا اور قافلے کے ہمراہ **بغداد** کو روانہ ہوا۔ شاید قافلے نے دو تین ہی منزلیں طے کی تھیں کہ اُس کم عمر مسافر کی آزمائش کا وقت آ پونہچا۔ ناگاہ قزاقوں[2] کا ایک زبردست گروہ نمودار[3] ہوا۔ اہل قافلہ اُن کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ہر ایک شخص خوف زدہ اور بے قرار تھا۔ سوائے اُس لڑکے کے جس کو اپنی سچائی پہ پورا اعتماد تھا۔ اُس کو یقین تھا کہ سچ مجھ کو ہر آفت سے بچائے گا اور سچائی کی تلوار کا وار کبھی خالی نہ جائے گا۔ جب قزاق ہر مسافر کی پوشیدہ نقدی طلب کر رہے تھے اور جو شخص کچھ حیلہ عذر کرتا تھا وہ اُن کو بے رحم ہاتھوں سے بری طرح

---

[1] جس کی قیمت کا اندازہ نہ ہو سکے یعنی بیش قیمت۔ [2] لٹیروں۔ ڈاکوؤں۔ آن پونہچا۔ [3] ظاہر ہوا۔ ۱۲

ستایا جاتا تھا۔ ایک قزاق نے لڑکے سے سوال کیا کہ "جو کچھ تیرے پاس ہو بیان کر" لڑکے نے بے تامل اپنے روپیوں کی تعداد بتادی۔ اس دلیرانہ سچے جواب نے قزاق کو دھوکے میں ڈال دیا۔ اسی طرح چند قزاقوں نے پوچھا مگر اپنے رفیق کی طرح لڑکے کی طرف کسی نے توجہ نہ کی۔ آخرکار تمام قزاق مال اکٹھا کرنے کے لیئے ایک مقام جمع ہوئے۔ اُس وقت اپنے سردار سے لڑکے کا ماجرا بیان کیا۔ اس کو یہ بات ایسی عجیب معلوم ہوئی کہ فوراً اُس لڑکے کو طلب کر کے خود دریافت کرنے لگا۔ جب اُس نے معلوم کیا کہ وہ عجیب لڑکا اپنے عہد پر ثابت قدم ہے اور اپنی مہربان ماں کے حکم کی ایسی تعظیم کرتا ہے تو سردار کی حالت میں ایک بڑی تبدیلی پیدا ہوئی۔ اُس سردار کو اپنے دل کے اندر سے ایک آواز آئی "او احمد الغنی۔ کیا تجھ کو شرم نہیں آتی کہ یہ بچہ اپنی ماں کے عہد پر قائم ہے اور تو اُس بڑے مالک کے عہد کی بھی کچھ پروا نہیں کرتا۔ ناحق اُس کی خلقت کو ستاتا اور غارت کرتا ہے" اس آواز کے سنتے ہی قزاقوں کے سردار نے اپنے ظالمانہ پیشے سے فوراً توبہ کی اور اُس کے تمام رفیقوں نے بھی اُس کا ساتھ دیا۔ وہ تمام غارت گر جن کے سامنے لوٹ کے مال کا انبار لگا ہوا تھا یکایک ایسے رحم دل پارسا بن گئے کہ اُنھوں نے ہر ایک شخص کا مال واپس کر دیا اور جن کو اذیت پہنچائی تھی اُن سے معافی چاہی اور آئندہ تمام عمر نیکی کے ساتھ

---

چالیس روپئے۔ کیفیت حال۔ پاک باز۔ اچھے متقی پرہیزگار۔ تکلیف۔ ۱۲

بسر کی۔ وہ سچا لڑکا جس کے بیج کی ایسی تاثیر ظاہر ہوئی آیندہ زندگی میں ایک بڑا بزرگ شخص ہوا ہے جس کا نام آج تک زندہ ہے اور وہ **شیخ عبدالقادر جیلانی** رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہے۔ (مولوی محمد اسمٰعیل)

## ادب

ادب تاجیست از فضل الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

تم کو سمجھنا چاہیئے کہ گو آدمی سب ایک طرح کے ہیں۔ دو کان دو ہاتھ دو آنکھیں دو پاؤں ایک ناک ایک سر سب کے برابر ہیں لیکن پھر بھی آدمی آدمیوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کوئی باپ ہے کوئی بیٹا کوئی اُستاد ہے کوئی شاگرد کوئی آقا اور مالک کوئی نوکر اور خادم کوئی مولوی کوئی جاہل کوئی حاکم کوئی طبیب کوئی دکاندار کوئی مزدور بس اگر سب آدمی درجے میں برابر ہوں تو دنیا کا تمام انتظام ٹوٹ جائے۔ اس لئے ہر ایک کے واسطے خاص درجے اور خاص ستبے مقرر ہیں۔ بیٹے کو باپ کا شاگرد کو اُستاد کا نوکر کو مالک کا اور بیمار کو طبیب کا حکم ماننا لازم و واجب ہے۔ عمر۔ رشتے۔ ذات۔ ہنر۔ لیاقت۔ دولت اور حکومت سے بھی درجہ معلوم ہوتا ہے۔ جس کی عمر زیادہ ہو اور رشتے میں بڑا یا جو ذات میں شریف ہو جیسے کہ مسلمانوں میں سید اور ہندوؤں میں برہمن یا جس کو لیاقت زیادہ ہو جیسے مولوی اور پنڈت یا جو دولت مند یا حاکم ہو سب قابل ادب ہیں

---

گزار دی – ادب اللہ کے فضل کا ایک تاج ہے جو ادب اختیار کرتا ہے اسے کچھ بھی روک ٹوک نہیں ہر جگہ بے دھڑک جا سکتا ہے یعنی اسے لوگ عزیز رکھتے ہیں اور اُس کا کام بن جاتا ہے۔ ۱۲

اگر تم ادب کرتی ہو تو مت سمجھو کہ ہم دنیا کی ایک رسم ادا کرتے ہیں اور اس
ادب کو نہ بھی کریں تب بھی کچھ نقصان نہیں - خبردار ایسی بات ہرگز ذہن
میں مت آنے دو - ادب نہ کرنے میں سراسر تمھارا نقصان ہے - جس کا تم
ادب کروگی ضرور وہ تم سے خوش ہوگا اور اُس کا جی چاہے گا کہ تمھیں
کچھ نفع پہونچائے - اُستاد کا ادب کرو تو جی لگا کر اور سمجھا کر سبق دے گا
جب بھولوگی خوشی سے بتا دے گا - ماں باپ کا ادب کرو تو دیکھو کیسے
کیسے چین تم کو کراتے ہیں - جو مانگا وہ موجود - جو کہا وہ حاضر - حاکم کا
ادب کرو تو عزت سے پاس بٹھائے گا ہر بات میں تمھاری رعایت
کرتا رہے گا - اب ادب نہ کرنے والوں کی حالت پر نظر کرو بے ادب
شاگرد کو اُستاد بے دلی سے پڑھاتا ہے - بھولا ہوا پوچھتا ہے تو بتانے میں
دریغ[1] کرتا ہے اور کہتا ہے کیسا بے سمجھ ہے ایک دفعہ بتایا ہوا یاد نہیں رکھتا
اُٹھ اپنی جگہ پر کھڑا ہو - بے ادب بیٹا ماں سے کچھ چیز مانگتا ہے تو ماں
کہتی ہے چل دُور ہو میں نہیں دیتی - جانہار تو نے خوب جلایا ہے - باپ کو
آنے دے دیکھ کیسا ٹھیک بنواتی ہوں بے ادب جب حاکم کے
دربار میں جاتا ہے تو چپراسی الگ دھکا دیتا ہے - نوکری الگ - ادب صرف
حکم ماننا ہی نہیں ہے - اگر تم باپ کا حکم مانو تو تم نے باپ کا ادب پورا نہیں
کیا بلکہ ادب میں حکم ماننے کے علاوہ دل سے اطاعت اور دل سے
تعظیم یعنی بڑائی کرنا اور لحاظ ضرور ہے - تم پر جس جس کا ادب لازم ہے اُن کو

[1] تامّل - پس و پیش - ۱۲

جُھک کر سلام کیا کرو۔ جہاں تک ہو سکے اُن کی خدمت کرو۔ اُن کے سامنے بد لحاظی[1] کی کوئی بات مت کرو۔ یہاں تک کہ نشست برخاست میں بھی اتنا خیال کرو کہ اُن کی طرف پُشت[2] نہ ہو۔ اُن سے اونچے مت بیٹھو اُن کی طرف پاؤں مت پھیلاؤ۔ اُن کے آگے مت چلو۔ اُن سے بات چیت میں رو و کد[3] مت کرو۔ اُن کے سامنے بہت مت بولو اور بہت مت ہنسو اُن سے آنکھ مت ملاؤ اُن کا نام نہ لو ہرچند کوئی پوچھے اور جو ضرورتاً لو بھی تو بہت ادب کے ساتھ نام کے پہلے لفظ جناب اور نام کے بعد لفظ صاحب لگا کر لو جب تم اتنی باتوں کو کرو گی تو ادب والی پیاری بیٹی کہلاؤ گی۔ جو اپنے بڑوں کا ادب نہیں کرتے دنیا میں ہمیشہ کے واسطے ذلیل اور خوار رہیں گے کیسی کم بخت ہوتی ہیں وہ بیٹیاں جو ماؤں کو جواب دیتی ہیں اور اُن کی تعظیم نہیں کرتیں۔ بہتر تھا کہ بجائے ایسی ناہموار اولاد کے سانپ پیدا ہوتے یا بن اولادی عورت بانجھ ہو جاتی اور ایسی ناشُدنی اولاد نہ پیدا ہوتی۔ تم ماں باپ کی قدر نہ جانو گی جب تک کہ تم خود ماں نہ بنو گی اور جب تک وہ وقت آئے بہت کم اُمید ہے کہ ماں باپ تم سے ادب کرانے کے لیے زندہ رہیں۔ پس اس فرض کے ادا کرنے میں ہرگز وقت ضائع نہ کرو۔ (شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب)

## ادب کے متعلق سید کے خیالات

ادب کیا چیز ہے۔ یہاں ادب کے معنی یہ ہیں کہ لڑکا اپنے بزرگوں کے ڈر کے مارے سچی بات

---

[1] بے شرمی۔ [2] پیٹھ۔ [3] حجت۔ برباد۔ ادب۔ نالائق۔ جن سے آیندہ کی کوئی اُمید نہیں۔ نامراد۔ برباد۔ ۱۲

زبان سے نہ نکال سکے۔ جُھک جُھک کے بلا ضرورت سلام پر سلام پرکرے
یہ ایسا ادب ہے جیسا ایک بندر والا بندر کو سکھاتا ہے کہ ٹانگ اُٹھا کر کھڑا رہے
ہاتھ جوڑ کر گردن نیچی جُھکا کر سامنے آئے۔ اشارے کے ساتھ ڈگڈگی
پر چڑھ بیٹھے۔ ہمارے مُلک میں جن بزرگوں کے ہاں کے لڑکے
گھٹنے جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور نہایت جُھک کر سلام کرتے اور اشاروں پر
کام دیتے ہیں اُن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ بہت ادب سکھایا ہے مگر میں
سچ کہتا ہوں کہ یہ ادب نہیں ہے۔ ایسے ادب دینے والوں کو اس بات کا
خیال نہیں آتا کہ اولاد کو ایسے ادب کھانے سے اُس کا دلی جوش مرجاتا
ہے۔ اُن کی عادت ذلیل بننے کی ہوجاتی ہے اور جرأت دلیری اور
شرافت جاتی رہتی ہے۔ تربیت بُری باتوں سے بچنے کی ہونی چاہیے
اندرونی قویٰ کے مارنے کی ضرورت نہیں۔ اگر لڑکے اپنی والدین
کے سامنے اپنے دلی جوش کام میں لائیں گے تو آیندہ عمر میں باعثِ
فخر ہوں گے۔ ہمارے ہاں بجائے اس کے کہ اُن کو صداقت اور
آزادی رائے کی تعلیم ہو جھوٹ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔ زبان
کھُلنے کے ساتھ ہی جب کہ اُن کی زبانیں لُکنت[1] کرتی ہیں گالیاں سکھائی
جاتی ہیں۔ اُن کی توتلی زبان کی گالیاں پیاری لگتی ہیں جب بڑے
ہوجاتے ہیں تو دل کی سچائی ظاہر کرنے سے روکے جاتے ہیں۔ کیا
کوئی انصاف سے یہ بات کہے گا کہ یہ سچی تعلیم اور سچی تربیت ہے۔ صداقت
اور آزادی سے سچی بات کہنے کی عادت اس سے پیدا ہو سکتی ہے۔

[1] ہکلانی ۔ ۱۲

ہرگز نہیں۔ اصلی ادب کے ساتھ آزادی کا کام میں لانا باعث فخر ہے۔
جو خیالات چھوٹی سی عمر سے دل میں بیٹھتے ہیں اُن کا نکلنا بہت مشکل ہو بلکہ نہیں نکلتے
اور اسی سبب سے ہمارے ہاں کے اکثر لوگ جوان ہو کر بھی بہت سی باتیں اپنے دلی
خیالات کے خلاف کہتے ہیں۔ ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ادب
کوئی ضروری چیز نہیں۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ ہماری مراد صرف اس قدر ہے
کہ ادب وہاں تک مناسب ہے جہاں تک اخلاق اس کی اجازت دیتا ہے اور وہ
ادب جس میں تصنع[1] اور بناوٹ ہو کسی طرح پسندیدہ نہیں۔ ماں باپ
کی عزت کرنا۔ اُن سے ادب و لحاظ سے پیش آنا۔ اُن کے روبرو
کوئی نازیبا[2] لفظ زبان پر لانا اُن کے سامنے چیخ کر نہ بولنا اور اسی
قسم کی باتیں ہیں جو ادب میں داخل ہیں۔ اسی طرح اپنے سے بڑے
اور حکام وقت کا ادب بھی تم پر واجب ہے مگر اُسی حد تک کہ
اُس میں بناوٹ اور فریب نہ ہو۔ (سر سید احمد خاں)

## ہم جولیوں میں پاسِ ادب

**محمودہ۔** اب میں یہ پوچھتی ہوں کہ آپ نے
بے چاری زبیدہ کی دل شکنی کیوں کی؟ **حسن آرا۔**
بوا! میں نے تو زبیدہ کو کچھ بھی نہیں کہا۔ تم ناحق بے چاری کو
مجھ سے لڑواتی ہو۔ **محمودہ۔** چھوٹی لیاٹن کہا اور کچھ بھی
نہیں کہا۔ آپ نہیں جانتیں کہ جھوٹ بولنا بڑے عیب کی بات ہے

---

[1] جو اصلی نہ ہو۔ بناوٹ۔ [2] نامناسب۔ ۱۲

اور بھلے مانسوں کی بہو بیٹیاں جھوٹ نہیں بولا کرتیں۔ کسی کو جھوٹی کہہ دینا ایسا ہی ہے جیسے کسی کو چوری لگا دینا۔ حسن آرا۔ بوا! میں نے تو ہنسی ہنسی میں کہا تھا۔ آپس کی بے تکلفی میں ایسی بات بے ساختہ[1] منہ سے نکل جاتی ہے۔ اگر رات دن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں سے ایسا تکلف کریں تو زندگی دشوار[2] ہو جائے۔ محمودہ۔ یہ تو کچھ ہنسی اور بے تکلفی کی بات نہیں بلکہ لڑائی اور بگاڑ کی بات ہے۔ اگر ساتھ کے اٹھنے بیٹھنے والوں میں ایسی باتوں کا لحاظ نہ رہے گا تو پھر عادت پڑ جائے گی۔ (از بنات النعش)

ہم کہیں اور لکھ آئے ہیں کہ ہنسی کا گھر پھنسی۔ ٹھٹھے مذاق میں اکثر رنجش پیدا ہو جاتی ہے جہاں چار سہیلیاں مل بیٹھیں کہ ایک کو چھیڑنے یا بنانے لگیں۔ تین ایک طرف ہو گئیں چوتھی کو[3] نکو بنا۔ اچھی سوسائٹی کا یہ طرز نہیں۔ متانت کا لحاظ ہر وقت اور ہر جگہ رہنا چاہیئے۔ زبان سے کوئی ایسا لفظ نہ نکلے جو دوسرے کو کھٹکے۔ آوازے توازے کسنا یا دوسروں پر ڈھال کر بات کہنا ثبوت ہے اس بات کا کہ تم میں پاس ادب ہے اور نہ تمھارے اخلاق جیسے صاف ستھرے ہونے چاہئیں ویسے ہیں۔ میٹھے بول۔ اچھی جنچی تلی بات شرافت کی کھلی علامتیں ہیں۔ سہیلیوں میں بے تکلفی ضرور ہوتی ہے اور ہونی بھی چاہیئے۔ رکاوٹ یا منہ بنا کر بس ہیا

[1] بلاقصد۔ بے ارادہ۔ [2] مشکل۔ [3] مطعون۔

بیٹھنا نخوت اور غرور کی علامت ہے۔ ملو جلو۔ ہنسو بولو۔ اسے کوئی منع نہیں کرتا۔ ہے

زندگی زندہ دلی کا نام ہے + مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

مگر تہذیب کو ہاتھ سے نہ دو۔ مہذب اور دل خوش کن مذاق باعثِ رونق محفل ہوتا ہے لیکن بیہودہ بات چیت ہنسی ٹھٹھا اور پھکڑ مردوں کو بھی معیوب ہے چہ جائے کہ شریف عورتوں کو جن کی بڑی صفت شرم و حیا ہے۔ (مولوی نذیر احمد صاحب لفظی ترمیم کے بعد)

## شرافت

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شرافتِ نسب کوئی چیز نہیں ہمارے پاس عقلی شہادت[1] موجود ہے کہ کل آدمی ایک آدم کی اولاد ہیں۔ ان کی جسمانی بناوٹ[2] ان کی خواہشیں ان کی ضرورتیں سب یکساں[3] ہیں۔ کسی کو کسی پر ترجیح[4] نہیں۔ دوسرا فریق کہتا ہے نہیں نہیں شریف رذیل کیسے برابر ہو جائیں گے۔ کہنے کو تو آدمی یہ بھی مگر آدمی آدمی انتر[5] کوئی ہیرا کوئی کنکر۔ انتظامِ دنیا اسی طرح واقع ہوا ہے کہ سب لوگ ایک حالت کے نہ ہوں تو ایک محتاج[7] ہو ایک محتاج الیہ[8] ایک آمر[9] ہو دوسرا مامور[10] ایک خادم[11] ہو دوسرا مخدوم[12] اور اگر سب کی ایک ہی حالت ہوتی تو دنیا کا انتظام دگرگوں[13] ہوتا۔ آپ اگر سب کو ایک حالت کا بنانا چاہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ انتظامِ الٰہی

---

[1] گواہی شہادت۔ [2] ساخت۔ [3] ایک ہی طرح کی۔ [4] برتری۔ بڑائی۔ [5] آدمی آدمی میں فرق کوئی اچھا کوئی برا۔ [7] حاجت مند جس سے ضرورت ہو۔ [8] جس سے ضرورت ہو۔ [9] حکم دینے والا [10] جس کو حکم دیا جاتا ہے۔ [11] خدمت کرنے والا [12] جس کی خدمت کی جاتی ہے۔ [13] الٹ پلٹ جائے۔ ۱۲

دخل دیتے ہیں۔ آج تو آدمی ہے کل کو آپ جانوروں کی وکالت کریں گے کہ یہ بھی جان رکھتے ہیں۔ ان کو بھی آرام و تکلیف کا احساس ہے۔ آدمی کیوں ان پر سوار ہو۔ کس لیئے ان پر بوجھ لادے۔ ان سے محنت مشقت کے کام لے اور سب سے بڑھ کر کیوں کس واسطے اپنے مزے کے لیئے ان کو جان سے مارے۔ پھر آپ اور ترقی کریں گے تو درختوں کا ترس کھائیں گے کہ ان کی بھی ایک طرح کی زندگی ہے۔ لکڑی نہ کاٹو۔ پتّہ نہ توڑو۔ اندھن نہ جلاؤ۔ خلاصہ یہ کہ دوسروں کی خاطر مر رہو۔ اگر میں یہ کہوں کہ دونوں صاحب اصلِ مطلب سے الگ ہو کر افراط تفریط کے کناروں پر آ گئے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔ ہم کو صرف یہ دیکھنا ہے کہ شرافتِ نسب کوئی چیز ہے بھی یا نہیں؟ میں کہتا ہوں اور دنیا کی تمام قومیں اس کو تسلیم کرتی ہیں بے شک زمانے میں ایسے باکمال لوگ ہوتے آئے ہیں جو ایک صفت یا چند صفتوں میں اپنے ابنائے جنس پر تفوّق رکھتے تھے اور جس کو خدا ممتاز کرتا ہے اُس کی نسبت سے اُس کی سب چیزوں میں وقعت آجاتی ہے۔ یہاں تک کہ رہنے کے مکان میں۔ پہننے کے کپڑوں میں باندھنے کے ہتیاروں میں سواری کے جانوروں میں۔ لارڈ ٹینیسن مشہور انگریزی ملک الشعرا حال میں مرا ہے اُس کے بیٹھنے کی کرسی کے لکھنے کی میز کے قلم کے۔ دوات کے لوگ لاکھوں روپیئے دینے کو موجود ہیں

---

¹ علم ہے۔ معلوم ہوتی ہے۔ خبر ہے۔ ² رحم۔ ³ زیادتی۔ کمی۔ ⁴ ٹانٹی میں۔ ⁵ آپ نے جیسے۔ ⁶ برتری۔ بڑائی۔ ⁷ شہر بند۔ ۱۲

اُس کے وارث چوں کہ خود مقدور والے ہیں نہیں دیتے اور اس طرح کی
مثالیں ڈھونڈھنی چاہو تو ہر ایک ملک اور ہر ایک قوم میں کثرت سے ملیں گی
کہ نامی نام ور لوگوں کی کیسی قدر کی جاتی ہے۔ تو جب ممتاز لوگوں کی نسبت سے
اُن کی سب چیزوں میں وقعت آجاتی ہو تو کیوں اُن کی نسلوں کی وقعت
نہ ہو جو اُن کی زندہ یادگار ہیں اور اُن کے ساتھ نسبت بھی قوی اور
قریب کی رکھتے ہیں۔ یہ ہے ماخذ[1] شرافتِ نسب کی قدر کا۔ ایک دوسری
بات میں یہ کہنی چاہتا ہوں کہ آدمی اشرف المخلوقات[2] تو ہے مگر اس کی مجموعی[3]
حالت کے اعتبار سے۔ ورنہ اسی کی بہت سی باتیں حیوانوں سے
ملتی ہیں کہ اُنھیں کی طرح وہ کھاتا پیتا سوتا چلتا پھرتا ہے۔ اُس میں کئی
خواص نباتات[4] کے ہیں کہ اِس کو بالیدگی[5] ہے۔ پھولنے پھلنے کے عوض
اس کی نسل چلتی ہے۔ درختوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک درخت کے
مزاجِ شخصی[6] کے مطابق اُس میں پھل لگتا ہے۔ ہو نہیں سکتا کہ نیم کے
درخت میں نیبو پھلیں یا نیبو کے درخت میں نبولیاں۔ جس درخت
کے پھل میں ایک خاص ذائقہ[7] ہے اُس سے جتنی نسل چلے گی وہ ذائقہ
کم و بیش[8] سب پھلوں میں ہو گا۔ غرض یہ بات نباتات حیوانات اور
انسان سب میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے کہ نسلیں اپنے بزرگوں کے ساتھ
مشابہت[9] اور مماثلت[10] کو باقی رکھتی چلی آتی ہیں۔ اس کی تصدیق

---

[1] جڑ۔ [2] مخلوقات عالم میں سب سے بزرگ تر یا بہتر۔ [3] سب باتوں کے لحاظ سے۔ [4] درخت پھل پھلاری۔ [5] روئیدگی۔ بڑھنا۔ [6] اپنا اپنا مزاج۔ [7] مزہ۔ [8] تھوڑا بہت۔ [9، 10] ایک ہی وضع طرح۔ ملنا جلنا۔ ۱۲

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ سے ہوتی ہے اور اسی طرح کی ایک کہاوت ہندی میں
بھی ہے۔ "باپ پہ پوت پتا[1] پہ گھوڑا بہت نہیں تو تھوڑا تھوڑا" یہ
مشابہت نہ صرف جسمانی بناوٹ میں ہوتی ہے بلکہ افتادِ[2] مزاج میں بھی۔
ہم خیال نہیں کرتے ورنہ اس مشابہت کی مثالیں اس کثرت سے
موجود ہیں کہ ہر فردِ بشر[3]۔ ہر جانور۔ ہر پھل پھول ہر پتا اس کی گواہی
دے رہا ہے۔ پس شرافتِ نسب کی قدر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم حقیقت
میں اُن صفتوں کی قدر کرتے ہیں جو بانی[4] سلسلۂ نسب میں تھیں اور
اُن صفتوں کے قابلِ قدر ہونے میں کسی کو گنجائش[5] گفتگو نہیں۔ تو قدرِ
نسب میں کیوں ہو۔ لیکن ہاں یہ بات بھی خیال کرنے کی ہے کہ تعلیم سے
تربیت سے۔ دوسروں کے پاس اُٹھنے بیٹھنے رہنے سہنے سے بھی
آدمی کے مزاج پر۔ اخلاق پر۔ عادات پر بڑا اثر پڑتا ہے اور اچھوں
کی اولاد بُری اور بُروں کی اچھی ہو جاتی ہے اور یہی حال نباتات کی
پود[6] اور حیوانات کی نسل کا ہے۔ پھر بھی اصالت اپنا رنگ دکھائے
بدون[7] نہیں رہتی "اصل سے خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں"
ہم مردوں کی طرف سے ایسا مطمئن نہیں ہوں جیسا عورتوں کی طرف سے
کیوں کہ جو چیزیں خارج[8] سے مزاج پر اثر کرتی ہیں۔ عورتیں اُن سے
زیادہ محفوظ ہیں۔ اُن کے پاس وہی موروثی اثاثہ[9] ہے جو اُنھوں نے

[1] باپ - [2] اصلِ طبیعت - [3] ہر انسان - [4] جس سے وہ سلسلہ چلا ہے - [5] جگہ - موقع - [6] نسل -
[7] بغیر - [8] باہر والے - [9] پونجی - ۱۲

اپنے بڑوں سے پایا اور بس۔ (ملخص از رویائے صادقہ)

## اصلی شرافت

کہتے ہیں کسی ملک میں ایک بادشاہ تھا بڑا خوش مزاج اور نیک طبیعت۔ اس بادشاہ کا ایک لڑکا تھا۔ نہایت تیز مزاج اور بدخصلت مغرور ایسا کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھتا تھا اور ہر ایک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا تھا اُستاد ڈر کے مارے کچھ نہ کہہ سکتے تھے اور بادشاہ کے خوف سے اُس کے مزاج کی اصلاح نہ کر سکتے تھے۔ بُری عادتیں روز بروز اُس کی طبیعت میں بیٹھتی گئیں یہاں تک کہ جب اُس کی عمر بیس برس کی ہوئی اور شادی ہو چکی تو بھی مزاج نہ بدلا۔ اب بادشاہ کو خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح اس کے مزاج کی اصلاح کی جائے۔ اتفاقاً اس عرصے میں اُس کے ہاں پوتا پیدا ہوا اور اُسی دن اُس کے ایک ملازم کے گھر میں بھی لڑکا پیدا ہوا۔ بادشاہ یہ خبر سُن کر محل سرائے میں گیا۔ حکم دیا کہ دونوں لڑکوں کو ایک پلنگ پر پاس پاس لٹا دیں یہ کہہ کر بادشاہ تو چلا گیا اور شہزادہ اپنے لڑکے کو دیکھنے آیا۔ دیکھا کہ دو لڑکے ایک ہی شکل و شباہت کے پلنگ پر لیٹے ہیں۔ بہت حیران ہوا اور خواصوں سے دریافت کیا کہ ان میں میرا لڑکا کون سا ہے۔ اُنھوں نے اپنی لاعلمی[1] ظاہر کی۔ شہزادہ بہت کھسیانا ہوا اور قریب تھا کہ خواصوں کو مارنا پیٹنا شروع کر دے کہ اتنے میں بادشاہ آ گیا اور سب ماجری[2] سُن کر شہزادے سے کہا کہ تم کو

---

[1] نادانستگی یعنی ہم نہیں جانتے۔ [2] کیفیت۔ حال۔ ۱۲

اپنی شرافت اور حسب و نسب پر بہت گھمنڈ تھا۔ کیا تم اتنا نہیں بتا سکتے
کہ ان دونوں لڑکوں میں تمھارا شریف لڑکا کون سا ہے اور دوسرا رذیل
لڑکا کون سا۔ تمہارا لڑکا تو بہت اصیل و نجیب ہونا چاہیئے پھر کیا وجہ ہے کہ
تم شناخت[1] نہیں کر سکتے۔ یہ کہہ کر بادشاہ نے پوتے کو گود میں اٹھا لیا
اور کہا لو میں تمھیں بتاتا ہوں۔ تمھارا لڑکا یہ ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ میں نے
بھی اسے خاص وجہ سے پہچانا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں پہلے اسے
دیکھنے آیا تھا تو اس کے گلے میں ایک ڈورا باندھ گیا تھا اگر وہ ڈورا
نہ ہوتا تو میں بھی ہرگز نہ پہچان سکتا۔ اب تم نے دیکھ لیا کہ خدا کے ہاں سے
نہ کوئی شریف آتا ہے نہ رذیل۔ سب ایک سے آتے ہیں ہاں شکلوں کا
اختلاف[2] ضرور ہوتا ہے مگر اس میں بھی ادنیٰ[3] اعلیٰ[4] اور غریب اور امیر کی
کچھ تمیز نہیں۔ بعض غریبوں کے بچے ایسے خوب صورت ہوتے ہیں
کہ امیروں کے بچے ان کی ایڑی کی بھی برابری نہیں کر سکتے۔ اگر
ان لڑکوں کو بھی انصاف کی نظر سے دیکھو تو نوکر کا لڑکا تمھارے لڑکے
سے نقشے میں بیش[5] ہے۔ شہزادہ باپ کی تقریر سن کر بہت شرمندہ ہوا
اپنی غلطی کا اقرار کیا اور اس روز سے لوگوں کو حقارت سے دیکھنا چھوڑ دیا
اسی عرصے میں بادشاہ کو شہزادے کے درست کرنے کا ایک اور موقع
ہاتھ آیا۔ شہزادہ بیمار ہو گیا اور حکیموں نے تجویز کی کہ اس کی فصد لینی

---

[1] پہچان۔ [2] فرق۔ [3] کم درجے۔ [4] اونچے درجے۔ [5] کچھ زیادہ اچھا ہے۔ ورہی۔ ۱۲

چاہیئے۔ اتفاقاً ایک غلام بھی اسی بیماری میں مبتلا تھا بادشاہ نے اُسے بھی بلوایا اور کہا کہ ان دونوں کی فصدیں کھولو اور ایک پیالے میں شہزادے کا خون لو اور دوسرے میں اس غلام کا۔ جب دونوں کا خون علیحدہ علیحدہ دو پیالوں میں لے چکے تو حکیموں سے کہا کہ ان دونوں خونوں کا امتحان کرکے دیکھو کہ کونسا زیادہ صاف اور اچھا ہے۔ حکیموں نے دونوں کے خون کو اچھی طرح دیکھ بھال کر رائے دی کہ حضور! غلام کا خون زیادہ صاف اور اچھا ہے۔ بادشاہ نے لڑکے کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ تم نے سنا۔ کس کا خون زیادہ صاف اور اچھا ہے تمھارا یا تمھارے غلام کا۔ لڑکے نے شرمندگی سے سر جھکاکر جواب دیا کہ بے شک غلام کا خون زیادہ صاف اور اچھا ہے بادشاہ نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ تم بات بات پر بھنّے ہوتے ہو اور لوگوں سے نفرت کرکے طیش میں آتے ہو اور اپنے خون کو خراب کرتے ہو۔ غلام ہر وقت ہنسی خوشی رہتا ہے اسی لیئے اس کا خون خراب نہیں ہوتا۔ دوسری یہ بات ہے کہ تم عمدہ سے عمدہ کھانوں۔ لباسوں اور سامانوں کو بھی نخوت کے سبب پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے اور نہیں پہنتے اس لیئے کہ تم کو کبھی خوشی حاصل نہیں ہوتی اس کے برخلاف غلام جو کہ اُسے ملتا ہے خوشی خوشی کھاتا۔ خوشی خوشی پہنتا اور ہر ایک چیز خوشی سے برتتا ہے۔ غرض وہ ہر وقت

گرفتار۔ بھنّے ہوئے۔ آڑ نتا۔ غصّے میں جلنا۔ غرور۔ تکبر۔ استعمال کرتا ہے

خوش خرّم رہتا ہے اور خدا کا شکر بجالاتا ہے۔ پھر تمھارا خون صاف اور ستھرا ہوا اُس کا۔ یہ بھی تم کو یاد رہے کہ جن لوگوں سے تم کو سابقہ[1] پڑتا ہے اُن میں سے شاید ہی کوئی تمھاری بدمزاجی کے سبب خوش ہوگا اگرچہ مُنہ[2] پر نہ کہیں مگر دل میں سب ناراض ہیں اور تمھارے غلام کا جن لوگوں سے واسطہ ہے اُن میں سے شاید ہی کوئی اُس سے ناخوش ہوگا کیوں کہ وہ بڑا خوش خلق اور نیک طینت[3] ہے۔ پس معلوم ہوا کہ شرافت و نجابت کوئی ماں کے پیٹ سے لے کر نہیں آتا۔ پیدا سب ایک سے ہوتے ہیں۔ پھر جو اپنے اخلاق و عادات و دل و دماغ کی حالت کو اچھا کر لیتا ہے وہی اصلی شریف و نجیب ہو جاتا ہے اور جو خراب کر لیتا ہے وہ کمینہ اور رذالہ بن جاتا ہے۔ (محمد عبد الاحد خاں)

## شرم

جس کو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگ دیں | دنیا کو جس کی شرم ہے مرد شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اُس کو کیا کہوں | فطرت میں وہ رذیل ہے دل کا کثیف[4] ہے
(اکبر)

انسان میں بہت سی صفتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات کہلایا۔ ان میں سب سے عمدہ سب سے بکار آمد شرم ہے۔ اگر ہم شرم کا مطلب دوسرے لفظوں میں بیان کرنا چاہیں تو شرم ایک طرح کا ڈر ہے کہ میں نے جو یہ بے جا بات کی ہے ایسا نہ ہو کسی پر ظاہر ہو جائے تو وہ میری نسبت کیا خیال کرے گا کہ یہ کیسا نالائق ہے تو اس کے ڈر کے لیے چاہیے پہلے بھلے بُرے کی تمیز[5] اور تمیز کے ساتھ اتنا اور

---

[1] کام پڑتا ہے۔ [2] سامنے۔ دو بدو۔ روبرو [3] اچھی خصلت۔ [4] گندہ۔ غلیظ۔ [5] فرق

کہ یہ بات بُری ہے تو مجھ کو کرنا زیبا[1] نہیں اور یہی وجہ ہے کہ حیا کو جزوِ ایمان[2]
ٹھیرا کر فرمایا ہے اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ ۔ کہنے کو تو شرم ایک چیز ہے مگر وہ اکھٹے
تین کام دیتی ہے ۔ وقوعِ جرم[3] سے پہلے روک تھام ۔ دنیا میں کتنے
گناہ ہیں جو شرم کی وجہ سے ہونے نہیں پاتے ۔ دل میں ارادہ ہوتا
ہے لیکن شرم دامن گیر[4] ہو کر باز رکھتی ہے اور بندہ بشر[5] ہے شرم مانع[6] آتی ہے
رہی اور اس سے قصور[7] سرزد ہو گیا تو شرم اس کو ماخوذ[8] کرتی ہے اور
جج[9] بن کر اس کو سزا دیتی ہے اور یہ افسوس کرتا ہے کہ ہائے کیوں میں نے ایسا جھک مارا اور آئندہ
کے لیے اس سے مچلکہ[10] مانگتی ہے کہ پھر ایسا نہیں کروں گا ۔ خیر یہ تو مطلق شرم کی نسبت میں نے چند باتیں
بیان کیں اب مجھ کو اس شرم کے بارے میں کہنا ہے جو شادی بیاہ کے معاملات میں
کی جاتی ہے ۔ عورت تو کوئی رذیل[11] سے رذیل بھی اپنے بیاہ کی صلاح میں شریک
نہیں ہو سکتی ۔ میں سمجھتا ہوں وثوقاً تو نہیں مگر مردوں کا حال بھی
قریب قریب عورتوں ہی کا سا ہے ۔ پہلے مجھ کو تعجب ہوتا تھا کہ وہ
ضرورت جو ہر فرد بشر کے پیچھے لگی ہے اور خدا کی حکمت کاملہ[12] اسی کی مقتضی[13]
ہوئی کہ اسی ضرورت کو دنیا کے بڑھنے اور باقی رہنے کا ذریعہ[14] قرار دے
اتنی ساری شرم تو اس میں کہاں سے آ گھسی ۔ بہت غور کرنے سے معلوم
ہوا کہ یہ ضرورت طرح طرح کے فسادات اور انواع و اقسام کے جھگڑوں کا

---

[1] مناسب ۔ لائق ۔ سزاوار ۔ [2] ایمان کا ایک حصہ ۔ [3] جرم کے ہو جانے ۔ [4] مانع ہوتی ہے ۔
روکتی ہے ۔ [5] انسان ہے ۔ [6] روکتی ہے ۔ [7] غلطی کر بیٹھا ۔ [8] پکڑتی دھر لیتی ہے ۔ [9] حاکم ۔ منصف ۔
[10] تحریری ذمہ داری ۔ [11] کمینی ۔ گھٹیا ۔ کم مرتبت ۔ [12] بھرپور دانشمندی ۔ [13] چاہتی ہے ۔
[14] واسطہ ۔ سبب ۔ ۱۲

پھاٹک ہے۔ اگر اس کو سختی کے ساتھ بند نہ رکھا جائے تو دنیا میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ اخلاق کی کتابوں میں شرم کے تین درجے لکھے ہیں۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے ابنائے جنس سے شرم کرے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ خدا سے شرم کرے اور سمجھے کہ وہ دانائے نہاں و آشکارا[1] ہمارے دلوں کے ارادوں تک سے واقف ہے اور ہم اندھیری رات میں ستر پردوں کے اندر کوئی کام کریں تو اور روزِ روشن میں ڈھول بجا کر کوٹھے پر چڑھ کر کریں تو اس کی نظر میں دونوں یکساں ہیں۔ لیکن شرم کا ایک درجہ اس سے بھی بڑھ کر ہے کہ آدمی اپنے نفس سے شرم کرے اور بُرے کام کرنے سے اس کو یہ خیال مانع ہو کہ یہ کام میری شان کے لائق نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حالات میں لکھا ہے کہ وہ بڑے شرمالو[2] تھے یہاں تک کہ اکیلے مکان میں بھی برہنہ[3] غسل نہیں کرتے تھے۔ بے شک یہ ہے اعلیٰ درجے کی شرم جس کو خدا نصیب کرے۔ میں نے بہت غور کیا کہ ہم لوگوں کی شرم ان تین قسموں میں سے کس قسم کی ہے۔ تو میری سمجھ میں یوں آیا کہ اس کو ایک قسم جداگانہ[4] قرار دینا چاہیے کہ گلگلوں کے نام سے تو چڑیں اور گڑ پائیں تو بھیلیاں کی بھیلیاں چٹ کر جائیں۔ غرض اس چھچھوری اور منافقانہ اور دکھلاوے کی شرم کو شرم کہتے ہوئے مجھ کو خود شرم آتی ہے۔ ایک بات اور ہے کہ یوں تو وہ شرم سے خارج ہے

[1] جو باتیں ڈھکی چھپی ہیں اور جو ظاہر یا کھلے خزانے ہیں سب کو جانتا ہے۔ [2] شرمیلے۔ حیا دار۔ [3] ننگے [4] ایک اور ہی قسم جو سب سے علیحدہ ہے۔ ناپسند کریں۔ گڑ کی چکتی۔ اڑا جائیں۔ جھٹ سے کھائیں۔ تو ان میں کچھ منہ پر کچھ دھوکا بازی یعنی شرم میں شامل نہیں ۱۲

مرد اور عورت جلد[1] جوان ہو جاتے ہیں اور سوسائٹی کی حالت دیکھ کر یہ
مسلمانوں کو شادی بیاہ میں زیادہ دیر لگانے کی ہرگز رائے نہیں دوں گا۔
اگر ہمارے یہاں کچھ جلدی ہوتی ہو اور اس سے کچھ قباحت[2] لازم[3]
آتی ہو تو وہ اُس قباحت بلکہ اُن قباحتوں سے آگے ہرگز قابل[4] لحاظ
نہیں جن کا دیر کی صورت میں پیدا ہونا کچھ بعید[5] نہیں۔ بلا سے آگے کو
نسل چلے اور مرجھونی[6] ہو اور ہم بھلے[7] مانس رہیں۔ بہتر ہی اس سے
کہ چلے ہی نہیں۔ یا چلے اور بعد خرابی[8] بصرہ چلے۔ (از رویائے صادقہ)

**حیا**

اوحیا او پاسبانِ آبرو
پاک دامانی پہ تجھ کو ناز ہو
گھٹ[9] گئی جس آنکھ میں تو مثلِ نور
دامنِ عصمت کو تو رکھتی ہی پاک
گر نہ ہوتا در میاں تیرا حجاب
خواہشوں کو جو نہ تو دیتی لگام[10]
جب خطا کرتی ہو دل میں شور و شر[11]

نیکیوں کی تو تب باز و ہو تو
کیا ہی تیرا دل پذیر انداز ہو
بدنگاہی سے رہی وہ آنکھ دور
ہو سدا جرم و گنہ سے تجھ کو پاک
فعلِ بد سے کون کرتا اجتناب
آدمی حیوان بن جاتے تمام
تو ہی بن جاتی ہو وان سینہ سپر[12]

[1] یورپ کی آب و ہوا سرد ہو وہاں میں اکیس برس میں لڑکی جوان ہوتی ہو۔ ہندوستان گرم ملک ہو۔ یہاں لڑکیاں بارہ تیرہ برس کی ہی لوٹھا کی لوٹھا ہو جاتی ہیں۔ [2] برائی۔ نقصان۔ [3] اگر ہتا ہو [4] خیال کرنے کے قابل۔ [5] دور نہیں۔ [6] مریل۔ مضمحل۔ [7] ساری خرابیاں ہو چکنے کے بعد [8] چونکنا۔ سما گئی۔ [9] بچنا۔ پرہیز کرنا۔ [10] یعنی روکتی۔ باز رکھتی۔ [11] غل غپاڑا۔ فساد۔
[12] زور سے تیرا سینہ ڈھال بن جاتا ہو۔ ۱۲

ذلت وخواری تجھے بھاتی نہیں
تاب رسوائی کی تو لاتی نہیں

تو مذمت کو سمجھتی زہر ہے
اور ملامت تیرے حق میں قہر ہے

مفلسوں کی ہے تو ہی پشت[1] و پناہ
تو سجھاتی ہے عرق ریزی[2] کی راہ

گو تہی دستی[3] سے ہو جائیں شکار
ہے مگر تجھ کو گدائی ننگ[4] و عار

ہے ترے نزدیک مرجانا پسند
پر نہیں ہے ہاتھ پھیلانا[5] پسند

اس قدر تجھ کو نہیں پروائے نان[6]
جس قدر تو آن[7] پر دیتی ہے جان

آبرو کھوتی نہیں از بہر قوت[9]
لب پہ بن جاتی ہے تو مہر سکوت[10]

اغنیا[11] کے دل کو گرماتی ہے تو
بخل[12] اور خست[13] سے شرماتی ہے تو

تو ہی سکھلاتی ہے ان کو بذل مال[14]
زخم خنجر ہے تجھے ردِ سوال[15] (للاعلم)

**عزت** اکثر لوگ دولت کو عزت کا زیور سمجھتے ہیں مگر ایسا سمجھنا بڑی غلطی ہے۔ دولت بلاشبہ اس بات کا ذریعہ ہے کہ چند خوشامدی اور اور کمینہ خصلت خوشامد کے لیے اور جھوٹی تعریف کرنے اور جھوٹی عزت دینے اور جھوٹی دوستی جتانے کو موجود ہو جاتے ہیں اور

---

۱ حمایت کرنے والی۔ ۲ محنت۔ جانفشانی۔ ۳ مفلسی۔ ۴ شرم کی بات۔ ۵ مانگنا۔ ۶ روٹی۔ معاش کی ضرورت۔ ۷ عزت آبرو۔ وضع داری۔ ۸ عزت۔ وقار۔ ۹ روزی کے لیے۔ ۱۰ یعنی منہ سے بات نہیں نکلنے دیتی۔ خاموشی۔ ۱۱ امیروں۔ خوش حال لوگوں۔ ۱۲ بخیلی۔ ۱۳ کنجوسی۔ ۱۴ مال کا خرچ کرنا۔ ۱۵ اگر کوئی تیرے سوال کو پورا نہ کرے تو تجھے ایسی چوٹ لگتی ہے کہ گویا کسی نے خنجر گھونپ دیا۔ ۱۲

جب تک وہ ہی یہ بھی حاضر ہیں اور جب وہ نہیں تو پھر یہ بھی حاضر نہیں
عزت خود ایک صفت ہے جو مثل اور صفتوں کے خود انسان کی ذات
میں ہوتی ہے۔ سب سے پہلے خود انسان اپنے کو خود معزز سمجھتا ہے اس
عزت کی بدولت اس کا دل نہایت قوی اور نہایت خوش رہتا ہے۔
وہ مطلق اس بات کی خواہش نہیں رکھتا کہ کوئی دوسرا اُس کی عزت
کرے بلکہ اُس کی خوشی اس میں ہوتی ہے کہ وہ خود ایسا ہو کہ آپ اپنی
عزت پر یقین کرے۔ جب انسان ایسا ہو جاتا ہے تو تمام دنیا از خود
اُس کی عزت کرتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ لوگ میری عزت کریں مگر
بے اختیار دوست دشمن اس کے آگے جھکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس زمانے
کے لوگ قبل اس کے کہ وہ خود اپنی عزت پر آپ یقین کریں دوسروں سے
اور خصوصاً اس معزز نزہبیت یافتہ قوم سے جس کو خدا نے اپنی بڑی
حکمت سے ہمارے ساتھ ہندوستان میں بسایا ہے (یعنی انگریز) اپنی عزت
کے خواہاں ہوتے ہیں اور چوں کہ غلطی پر ہوتے ہیں اس لیے مقصد کو
نہیں پہنچتے۔ اس کے ساتھ ایک بڑا افسوس یہ ہے کہ ہمارے زمانے
کے لوگوں نے عزت کے معنی سمجھنے میں بھی بڑی غلطی کی ہے۔ اُنھوں نے
عزت کے مفہوم[۱] کو چند ظاہری باتوں پر منحصر[۲] سمجھ رکھا ہے۔ خانگی امور
میں تو اپنی عزت اُنھوں نے اس میں سمجھ رکھی ہے کہ دو چار خدمت گار
دست بستہ[۳] اُن کے سامنے کھڑے ہیں۔ حضور و جناب عالی کہہ کر اور

---

[۱] مطلب۔ [۲] موقوف۔ [۳] ہاتھ باندھے ہوئے۔ ۱۲

ہاتھ جوڑ کر کچھ بات عرض کرتے ہیں۔ سواری کے جلو[1] میں دو چار عصا بردار دوڑتے ہیں۔ دو تین خواص پان کا ڈبہ ایک پیک تھوکنے کا پیکدان لیے حاضر ہیں۔ برادری میں اور اپنی قوم میں اپنی عزت اس میں سمجھ رکھی ہے کہ بیٹے کی بسم اللہ اور ختنے کی شادی میں وہ کچھ کیا کہ آج تک کسی نے ویسا نہیں کیا تھا۔ کوئی دوست نہیں رہا جو نہ بلایا ہو۔ کوئی رقاصہ[2] نہیں رہی جو مجرے کو نہ آئی ہو۔ بھانڈوں نے ایسا سماں باندھا کہ کسی کے ہاں نہ بندھا ہو۔ حاکموں کے دربار کی عزت اس پر منحصر ہے کہ صاحب آج ہم سے ہنس کر بولے۔ یہ عزت حقیقی عزت نہیں ہے بلکہ نیک افعال اور پسندیدہ اطوار سے لوگوں کے دلوں میں خود بخود جو وقعت اور عظمت بیٹھتی ہے وہی حقیقی عزت ہے۔ جھوٹی عزت چوں کہ دل سے نہیں کی جاتی اس لیے اس کو قیام[3] نہیں ہوتا۔ جن اسباب سے ایسی عزت حاصل ہوتی ہے ان کے زائل ہوتے ہی وہ بھی جاتی رہتی ہے۔ حقیقی عزت کی جگہ دل میں ہوتی ہے اور چوں کہ اس کے اسباب قوی ہوتے ہیں اس لیے اس کا قیام زندگی بھر کیا دوام[4] کے لیے ہوتا ہے۔ نیک اور اچھے لوگ مر بھی جاتے ہیں تو خاص و عام اُن کے نام کی عزت کرتے ہیں۔ (سر سید احمد خاں)

## لباس

انسان کی ظاہری زینت و زیبائش لباس سے ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ لباس زرق برق ہو گوٹا کناری لگا ہو کار چوبی کام ہو رنگینی حد سے زیادہ اور ناموزوں ہو۔ لباس کی

[1] ساتھ۔ اردلی میں۔ [2] ناچنے والی یعنی طوائف۔ [3] ثبات۔ دیر پائی۔ جانے ہی۔ [4] ہمیشہ۔ ۱۲

بڑی خوبی اُس کی ثقاہت[1] اور سادگی اور موزونیت[2] میں ہے۔ ہر طبقے[3]
ہر ملک اور ہر قوم کے لباس میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہوتا ہے۔ مردوں
اور عورتوں کے لباس میں بھی بڑا فرق ہے۔ دہلی اور لکھنؤ کی مستورات
کے غرارے دار پاجاموں کے پائنچے ضرورت سے زیادہ بڑے
ہوتے ہیں۔ لکھنؤ میں اتنے لمبے پائنچوں کے پاجامے ہوتے ہیں کہ
لونڈیاں باندیاں اُن کو اٹھا کر چلتی ہیں[4] لیکن اب یہ رواج کم ہوتا جاتا
ہے کیوں کہ اتنے بڑے پائنچے بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں پنجاب
میں عورتوں کے پاجامے جن میں گلبدن کا ایک ایک تھان خرچ ہوتا ہے
عام طور سے معزز گھرانوں میں استعمال کیے جاتے ہیں۔ مختلف مذاہب
کے لوگوں کا لباس بھی جداگانہ ہے ہندو کی مستورات عموماً لہنگا اور ساڑی
پہنتی ہیں مسلمانوں کی عورتیں تنگ موری کا اور ڈھیلا پاجامہ اور اب
ساڑیوں کا رواج بھی ہو چلا ہے پورب اور مدراس میں زیادہ بالائی[5]
ہندوستان میں کم۔ انگریزی لباس جڑ[6] پکڑ جاتا ہے اور عورتوں میں بھی
چپکے چپکے غیر محسوس طور پر سرایت[7] کرتا چلا جاتا ہے۔ سلیم شاہی۔ کفش پائی

---

[1] بھاری بھرکم پنا جس میں چھچھوراپن نہ ہو۔ [2] مناسبت۔ بے جوڑ نہ ہو۔ [3] فرقے۔ گروہ۔ [4] یورپ میں اب بھی درباری لباس میں نہ صرف عورتوں کے گَونوں بلکہ مردوں کے چغے بھی کبھی کبھی لڑکے لڑکیاں اُٹھائے رہتے ہیں لباس کا فرش پر لٹکتا ہوا حصہ ٹرین کہلاتا ہے اور جو اُٹھاتے ہیں وہ پیج کہلاتے ہیں۔ دلہنوں کا لباس بھی اسی قسم کا ہوتا ہے کہ کبھی کبھی لڑکیاں اسے سہارا دیتی اور سنبھالتی ہیں۔ یہ سب امیری کی شان ہے [5] ہندوستان کا اوپر والا حصہ یعنی شمالی ٹکڑا [6] مضبوط ہوتا جاتا ہے [7] نامعلوم طور پر۔ نامعلوم اثر۔ داخل ہوتا جاتا ہے

اور کامدار بھدی جوتیوں کے عوض گرگابی اور بوٹ چل پڑے ہیں۔ سایہ نما اٹھے پاجامے نے کثرت سے رواج پالیا ہے۔ ملبوس جاکٹ طرح طرح کی فرل دار قمیصوں و اسکٹوں نے پرانی وضع کی محرم کرتی کی جگہ لے لی ہے۔ انگریزی لباس بلحاظ چلت پھرت اور موسم کے اسی ملک کے موزوں ہے مگر ہندوستان جیسے گرم ملک میں جہاں تن پہ کپڑا بار ہے یہ لباس بہت تکلیف دہ ہے۔ قیمتی بھی زیادہ ہے دیسی لباس سے چوگنی پچگنی قیمت خرچ ہوتی ہے اور اس کے لیئے میز کرسی کی نشست کی ضرورت ہے فرش پر بیٹھنے والی عورات کے لیئے یہ لباس مناسب نہیں۔ البتہ تھوڑے سے تغیر تبدل سے یہ لباس ہماری ضرورتوں کے موافق اور طرزِ معاشرت کے لحاظ سے موزوں ہو سکتا ہے زمانے کی وہ حالت اب نہیں رہی جو پہلے تھی۔ پہلے جو کوئی لباس تو لباس صرف بوٹ پہن لیتا تھا تو کرسٹان کہلاتا تھا لوگ انگلیاں اٹھاتے تھے مگر جوں جوں زمانہ ترقی کرتا جاتا ہے اس قسم کے خیالات رفع ہوتے جاتے ہیں اور اب کوئی کان تک بھی نہیں ہلاتا۔ لباس کی وضع قطع ہر شخص کی طرزِ معاشرت اور مقدور پر منحصر ہے اگر کوئی شخص صاحبِ مقدور ہے اور اس کی طرزِ معاشرت اس امر کی مقتضی ہے کہ وہ انگریزی لباس پہنے تو مضائقہ بھی نہیں ہے۔　　(محمد عبداللہ خاں بہ ترمیم مناسب)

---

۱ بیٹھی ہوئی ایڑیوں کی جوتی۔ ۲ چلنے پھرنے۔ اٹھنے بیٹھنے ۳ بوجھ۔ تکلیف دینے والا۔ ۵ بیٹھنے کا ۶ ادلی بدلی۔ عیسائی۔ عجیب چینی کرتے تھے۔ اٹھتے چلے جاتے ہیں۔ کچھ اعتراض نہیں کرتا۔ ۱۲

# اندرونی بیماریاں

ایک ماں بچے کو نصیحت کر رہی ہے
یہ جو ظاہری بیماریاں ہیں ان میں تو

جان کا ڈر ہے اور دل کی بیماریوں میں ایمان کا خوف ہے۔ بچہ پوچھتا ہے اچھی امّاں جان! وہ کیا بیماریاں ہیں؟ کہا بیٹا وہ بیماریاں ہیں کہ انسان اپنے تئیں سب سے اچھا جانے اور اپنے سامنے کسی کو کچھ نہ سمجھے۔ کسی کو اچھے حال میں دیکھے تو جل جائے۔ دل میں کپٹ[1] رکھے اور ظاہر میں دوست بنا رہے۔ لوگوں کو پیٹھ پیچھے بُرا کہے اور سامنے خوشامد کرے۔ جس سے ملے اپنی غرض کے لیئے ملے۔ اپنے فائدے کے لیئے دوسرے کے نقصان کا روادار[2] ہو۔ نیک کام لوگوں کے دکھانے کو کرے۔ کسی پر ذرا احسان کرے تو ایک ایک سے کہتا پھرے اور دل میں ڈھونڈ ڈھونڈ کر عیب نکالے اور اپنے عیبوں سے آنکھیں بند کرے۔ کسی میں ایک عیب دیکھے تو اس کی ساری خوبیوں پر پانی پھیر دے[3]۔ اسی طرح لالچ۔ دھوکہ۔ لُتراپن[4] جھوٹ۔ مکر۔ دغا۔ یہ سب بیماریاں ہیں خدا دشمن سے دشمن کو یہ آزار[5] نہ لگائے۔ چوری۔ جُوا۔ بدکاری یہ عیب بلا سے ایسے تو ہیں کہ ان کا کرنے والا ان کو عیب تو جانتا ہے اور یہ جو عیب ہیں جو میں نے بتائے ان کا تو حال ہی نہیں کُھلتا۔ غرور کرنے والا کبھی اپنے آپ کو مغرور نہیں جانتا۔ غیبت کرنے والا کبھی کسی کی بُرائی کرنے سے شرمندہ

---

[1] کپٹ۔ بُغض۔ [2] جائز رکھتا ہو۔ [3] غارت کرے۔ [4] چغل خوری۔ لگائی بجھائی۔ [5] روگ۔ ۱۲

نہیں ہوتا۔ فریبی ہمیشہ فریب دینے کو ہنر جانتا ہے۔ بچے نے کہا اماں جان پھر یہ عیب آدمی سے کیونکر چھوٹیں؟ کہا بیٹا! ان کا علاج اُسی ہوسکتا ہے جو علم رکھتا ہے اور ہر وقت اخلاق کی کتابیں دیکھتا رہتا ہے اور ہر ایک عیب کو اس طرح جانتا ہے جیسے طبیب ہر ایک بیماری کی جڑ کو پہچانتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری قیصرۂ مرحومہ ملکہ وکٹوریہ ایسی رحم دل اور خلق والی تھیں کہ ایسا ہونا مشکل ہے۔ غرور اور گھمنڈ کہیں اُن کے پاس سے ہو کر نہ گزرا تھا۔ سُنا ہے کہ ایک دن کہیں گاڑی میں بیٹھی ہوئی سڑک پر چلی جا رہی تھیں اور آبادی وہاں سے بہت دور تھی۔ ایک بوڑھا آدمی گھاس کا گٹھا سر پر رکھے چلا جاتا تھا۔ ملکہ نے اُس کا گٹھا گاڑی میں رکھوا لیا اور اُس کو گاڑی کے پیچھے بٹھا لیا۔ جب وہ جگہ آئی جہاں اُس کو پہنچنا تھا۔ ملکہ نے فرمایا جاؤ تمہاری جگہ آگئی وہ اُتر کر آداب بجا لایا اور عرض کیا کہ آج میری ماں جیتی ہوتی تو وہ بھی میرے ساتھ اس سے زیادہ نہ کرتی جو حضور نے کیا۔ اسی طرح ایک دن رستے میں کچھ ہجوم[1] سا تھا۔ ملکہ کی گاڑی جو اُدھر آئی تو نوکر چاکر لوگوں کو ہٹانے لگے۔ ملکہ نے دیکھا کہ انبوہ[2] بہت ہے فوراً گاڑی سے اُتر لیں اور جب تک اس ہجوم سے نکل نہ لیں سوار نہ ہوئیں۔ اسی طرح ایک دن شہزادہ کھیلتا کھیلتا دریا کی طرف جا نکلا۔ وہاں کسی غریب کا لڑکا مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ شہزادے نے اُس سے مچھلیاں مانگیں اُس نے ایک

[1] و [2] بھیڑ - کثرت - مجمع - ۱۲

مچھلی تو دے دی۔ پھر جو مانگی نہ دی۔ شہزادے نے کچھ سختی کی۔ وہ ان سے عمر میں بڑا تھا۔ اس نے انھیں خوب مارا۔ کسی طرح یہ خبر ملکہ کے حضور میں بھی پہنچ گئی۔ ملکہ نے اس لڑکے کو بلا کر بہت آفریں کی اور کہا شاباش! تم بڑے غیرت دار اور بہادر ہو کہ بادشاہ کی اولاد سے نہ ڈرے۔ پھر اس کو شہزادوں کے ساتھ تعلیم و تربیت کرایا اور تجارت کے لئے روپیہ دیا۔ اسی ملک میں ایک جزیرہ تھا وہاں اس کے برابر کوئی سوداگر نہیں۔ دیکھو علم والوں کا ایسا خلق ہوتا ہے۔ آج ایک ادنیٰ ماما کا ایک روپیے سے دو روپئے مہینہ ہو جاتا ہے تو سیدھے منہ بات نہیں کرتی اور جو دو ولایتوں کی مالک تھی اس کا یہ حال ہے۔

(حالی)

**اچھے اور برے کی پہچان**

آئینے خانے میں عالم کے سمجھ یہ مثال
تا تجھے جانیں کہ ہے صاحب نظر اچھا ہوا
ہو برا تو ہی اگر آیا نظر تجھ کو برا + تو ہی اچھا ہے تجھے معلوم گر اچھا ہوا

نیک آدمی اپنے دشمنوں کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو چندن کلھاڑی کے ساتھ کرتا ہے۔ کلھاڑی اسے کاٹتی ہے وہ اس کی دھار کو خوشبودار کرتا ہے۔ اس لئے چندن کو یہ عزت حاصل ہوئی ہے کہ دیوتاؤں کی

---

شاباش دی۔ اور اگر ہمارے کسی بادشاہ کے لڑکے کے ساتھ ایسی بے ادبی کی جاتی تو کچھ شک نہیں کہ اس کا جن بچہ کو لھو پلوا دیا جاتا اور خدا جانے کیا کیا مصیبت ٹوٹتی۔ بتاؤ۔ ایک خوشبودار لکڑی صندل کی طرح کی ہوتی ہے۔

ہے اور گلھاڑی کی درشتی پیدا ہوئی کہ اس کا منہ آگ میں تپا ہتھوڑوں سے کوٹا پیٹا جاتا ہے۔ بھلے آدمی سیدھا سادہ مزاج رکھتے ہیں۔ جو خدا نے دیا ہے اُس پر راضی رہتے ہیں۔ دنیا کی خواہشوں سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ ہر حال میں خوش مزاج رہا کرتے ہیں۔ فیاضی کے کان ہوتے ہیں۔ پرائے دکھ دیکھ دکھی ہوتے ہیں اور دوسرے کے سکھ جان کر سکھی ہوتے ہیں۔ تن من دھن سے وہ پرایا بھلا کرتے ہیں۔ ان کا خود کوئی دوست ہو یا دشمن یا دونوں میں سے ایک بھی نہ ہو وہ اُن سب پر ساتھ محبت والفت و شفقت سے پیش آتے ہیں۔ وہ کسی سے دشمنی نہیں رکھتے۔ انھیں غرور اور گھمنڈ نہیں ہوتا۔ وہ دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔ حرص و ہوا کی ہوا نہیں لگتی۔ بغض و کینے کا سایہ اُن پر نہیں پڑتا۔ وہ غریبوں پر مہربانی کرتے ہیں۔ اپنی تعظیم کی پروا نہیں کرتے مگر اور سب کی تعظیم خود کرتے ہیں۔ عاجزی اور تواضع سے پیش آتے ہیں۔ کسی سے ایسی بات نہیں کہتے جو اُس کو کڑوی معلوم ہو۔ اپنے قول و فعل میں سچے ہوتے ہیں۔ کوئی اُن کی برائی کرے یا تعریف۔ کوئی اُن کی عزت کرے یا حقارت۔ اُن کے نزدیک سب برابر ہیں۔ اُن کو تو خدا پرستی کی اور انسان کے ساتھ بھلائی کرنے کی لَو لگی ہوتی ہے۔ ایسے ہی آدمیوں کو خدا رسیدہ کہتے ہیں۔ اب تم بُرے آدمیوں کی باتیں سنو۔ کبھی اُن کے ساتھ بھول کر بھی صحبت میں نہ بیٹھو۔

---

۱ گُنت بھی۔ حالت ہوئی ہے ۱۲

اُن سے ہمیشہ تم کو تکلیف ہی حاصل ہوگی۔ اُن کے دل میں وہ
حسد کی آگ ہوتی ہے کہ جہاں اُنھوں نے دوسرے کا بھلا دیکھا وہ
جل مرے۔ جب کسی کی غیبت اور برائی سنتے ہیں تو ایسے خوش
ہوتے ہیں کہ اُن کے ہاتھ رستے میں پڑا خزانہ لگ گیا۔ غضبناک
حریص۔ مغرور۔ بے رحم۔ شریر ہوتے ہیں۔ اُن کے دل میں سب
گناہوں کا گھر ہوتا ہے۔ جو اُن کا بھلا کرے اُس کے ساتھ بُرا کرتے
ہیں۔ جھوٹ ہی اُن کا لینا اور جھوٹ ہی اُن کا دینا۔ جھوٹ ہی اُن کا
کھانا جھوٹ ہی اُن کا پہننا ہے غرض کہ سب چھوٹی بڑی باتوں میں
جھوٹ ہی بولتے ہیں۔ موروں کی طرح بولتے ہیں میٹھے مگر دل ایسے
سخت کہ بڑے موٹے سانپ کو نگل جائیں اور ڈکار تک نہ لیں۔
وہ اوروں کو تکلیف دیتے ہیں۔ ہمسایے کا مال اور دولت چھیننے
کی فکر میں رہتے ہیں اور اوروں کی غیبت کرتے ہیں۔ لالچ اُن کا
اوڑھنا بچھونا ہے۔ کھاتے پیتے ہیں جانوروں سے کم نہیں ہوتے۔
موت سے بھی نہیں ڈرتے۔ جب کسی کی بڑائی اور ترقی سنتے
ہیں۔ ایسے ٹھنڈے لمبے لمبے سانس بھرتے ہیں کہ
جیسے اُن کو بخار ہی چڑھ آیا ہے۔ جب اوروں کی مصیبت سنتے
ہیں تو ایسے خوش ہوتے ہیں جیسے اُن کے ہاتھ کہیں کی سلطنت لگ
گئی۔ اُن کو سوائے اپنے مطلب کے کسی دوسرے سے کام نہیں تا
جب چاہیں گے اوروں کی بُرائی چاہیں گے۔ ماں۔ باپ۔ مرشد

اُستاد سب کو چھچاتے ہیں۔ کسی کا کہا نہیں مانتے۔ جیسے بڑے ہیں ایسا ہی اوروں کو بُرا بنانا چاہتے ہیں۔ وہ اوروں کے ساتھ بُرائی کرنے میں بڑے گرم جوش ہوتے ہیں۔ نیک صحبتوں سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ گو ظاہر میں وہ اچھے بھی معلوم ہوتے ہیں مگر باطن میں خراب ہوتے ہیں خدا کے ذکر سے نفرت کرتے ہیں۔ اپنی ہی دولت سمجھتے ہیں۔ ظاہر میں۔ وہ اپ اچھا بناتے بیٹھے ہیں مگر دل میں بڑے دھوکے باز اور مکار۔ ایسے بُرے آدمی دنیا میں ہزاروں ہیں۔ جو آدمی دوسرے کو دُکھ دیتا ہے وہ آخر بُری مصیبت بُھگتتا ہے۔ آدمی اپنی خود غرضی اور نفس پروری میں ایسا اندھا ہو جاتا ہے کہ اُس کو عاقبت کا کچھ خیال نہیں رہتا۔ یہ سارے کام غفلت اور جہالت سے ہوتے ہیں۔ اچھے آدمیوں کا حال کپاس اور بھوج کے درخت کا سا ہوتا ہے۔ کہ وہ پرائے واسطے اپنے اوپر سینکڑوں مصیبتیں سہتے ہیں اور آخر کو اُسی میں ہلاک ہو جاتے ہیں۔ بُرے آدمی کا حال سن کے درخت کا سا ہوتا ہے کہ وہ رسّی بن کر اوروں کے باندھنے کے واسطے کھال کھچواتا ہے۔ وہ چوہوں اور سانپ کی طرح پر نقصان ہی کیا کرتا ہے۔ گو کوئی اپنا مطلب اس سے نہ نکلے اوروں کا ناش کر کے آپ بھی ناس ہو جائے۔ جیسے پالا اور اولا کھیت کو مٹا کر خود مٹ جاتے ہیں۔ دنیا میں کوئی ثواب اس سے زیادہ

[1] دھتکارتے ہیں۔ منہ نہیں لگاتے۔ تخرابا بربادی - ۱۲

نہیں کہ آدمی اوروں کو سکھ دے۔ کوئی گناہ و عذاب اس کے برابر نہیں کہ اوروں کو دکھ پہنچائے۔ نیک آدمی پرائے دکھ سے ایسے گھلتے ہیں جیسے کہ مکھن اپنی گرمی سے آپ گھلتا ہے۔ (شمس العلما مولوی ذکاء اللہ)

## نظم

کرتے ہیں سو سو طرح سے جلوہ گر ۔۔۔ ایک ہوتا ہی اگر ہم میں ہنر
جانتے ہیں آپ کو پرہیزگار ۔۔۔ عیب گوئی کر نہیں سکتے اگر
دوست اس کے ہیں نہ اُس کے آشنا ۔۔۔ گو بظاہر سب سے ہیں شیر و شکر
خصلتیں روباہ کی رکھتے ہیں ہم ۔۔۔ گو دکھاتے آپ کو ہیں شیر نر
اپنی نیکی کا دلاتے ہیں یقیں ۔۔۔ کرتے ہیں نفرت بدی سے جس قدر
کرنی پڑتی ہے کسی کی مدح جب ۔۔۔ کرتے ہیں تقریر اکثر مختصر
گر کسی کا عیب سن پاتے ہیں ہم ۔۔۔ کرتے ہیں رسوا اُسے دل کھول کر
کی نہیں جس سے کبھی کوئی بدی ۔۔۔ شکر کے ہیں اس سے خواہاں عمر بھر
ایک رنجش میں بھلا دیتے ہیں سب ۔۔۔ ہوں کسی کے ہم پہ لاکھ احسان گر
خیر کا ہوتا ہے ظن غالب جہاں ۔۔۔ کھینچ کر لاتے ہیں اُس کو سوئے شر

آرام – چین۔ سلے – جلے۔ گھل مل جاتے ہیں۔ لومڑی – جو بڑی مکار ہوتی ہے۔ تعریف – تھوڑی – بدنام – خوب چاہتے ہیں کہ ساری عمر ہمارا شکریہ ادا کیا جائے۔ جہاں بہتری کا گمان زیادہ ہوتا ہے۔ تو زبردستی اس کو برائی کی طرف گھسیٹ کر لے جاتے ہیں۔ ۱۲

بنتے ہیں یاروں کے ناصح تاکہ ہو | عیب اُن کا ظاہر اور اپنا ہنر
دوست اک عالم کے ہیں مطلب کے دوست | ایسے یاروں سے حذر۱ یارو حذر۱
عیب حالیؔ اپنے یوں کہتا ہے کون | خواہشِ تحسین ہے حضرت کو مگر

## خیرات

تام منظور ہے توفیق کے اسباب بنا
پُل بنا چاہ بنا چاہ بنا مسجد و تالاب بنا

سرمۂ چشم عزیزاں نہ بنا ہیں اے چرخ + کیا بنا خاک اگر بارِ دلِ احباب بنا

دُنیا میں اگر انسان نے اچھے کام نہ کیے اور اپنی نیکی کی یادگار نہ چھوڑی تو ایسا آدمی دنیا میں آیا نہ آیا برابر۔ خیرات سے بڑھکر دنیا میں کوئی مفید کام نہیں۔ کام وہ کرنا چاہیے جس سے دوسروں کو فائدہ پہونچے۔ اُن کو مدد ملے۔ اُن کے بگڑے ہوئے کام بنیں اور وہ نہیں ہے مگر خیرات۔ خدا کے بندے سب برابر۔ اللہ تعالیٰ جتنا ایک امیر کو چاہتا ہے اتنا ہی اپنے غریب بندے پر بھی اُسکا پیار ہے۔ ایک کو اس نے اتنا دے رکھا ہے کہ وہ مالا مال ہے دوسرا نانِ شبینہ کو محتاج اور کنگال ہے۔ آخر اس تفاوت کا سبب کیا ہے۔ سمجھ دار لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ دولت اور مال خدا کی بخشش اور امانت ہے۔ ہم اس کے امین ہیں جس کو وہ دلواتا ہے ہم دیتے ہیں پس امیر در اصل

۱ پناہ مانگنا۔ خدا بچائے۔ ۲ آپ کو اپنی تعریف سننے کی آرزو ہے۔ ۳ فائدے کا کام۔ ۴ دولت مند ۵ رات کے ٹکڑوں۔ غریب ۶ مفلس۔ ۷ فرق۔ ۸ دیتی۔ ۹ امانت رکھنے والے۔ ۱۲

وہ ہے جو دل کا بھی غنی[1] اور امیر ہو اور اُس کی دولت سے غریبوں کو
فائدہ پہونچے اگر کوئی امیر مُمسِک[2] نہ ہو تو وہ ہمارے حساب ایک کنجوس
سے بدرجہا بدتر ہے - خیرات کا مصرف[3] بھی خیر کا ہونا چاہیئے -
نام و نمود[4] کے واسطے دینا اور غیر مستحقوں[5] کو دینا یا جہاں ضرورت ہے
وہاں نہ دینا اور بھروں کو بھرنا سچی خیرات نہیں - انگریزی میں ایک
مثل ہے کہ "خیرات گھر سے شروع ہوتی ہے" جس کا مطلب یہ ہے کہ اوّل[6]
خویش بعد درویش - سب سے[7] پہلے حق دار تمہارے رشتے دار ہیں
تمہاری دولت میں استحقاقاً[9] اُن کا حصہ ہے - پھر حق ہمسایے - پھر
مسکین اور مسافر - ہٹے کٹے[10] مفت خورے مُشٹنڈوں[11] کو دینے کی
بجائے اگر ایسے لوگوں کو خیرات دی جائے جو شرم کے مارے[12] دستِ
سوال نہیں پھیلا سکتے یا وہ عورتیں جو گھر کے باہر نہیں نکل سکتیں
فاقے پر فاقہ کرتی ہیں نہ اُن کو پیٹ بھر روٹی ملتی ہے نہ تن پر ثابت
کپڑا ہے تو زیادہ کارِ ثواب ہے - قرآن شریف میں ایسے ہی حاجت مندوں
کے واسطے خاص طور پر ارشاد ہے - لِلْفُقَرَاۤءِ[13] الَّذِیْنَ اُحْصِرُوْا فِیْ

[1] سیر چشم - [2] خیرات نہ دینے والا - ممسک - [3] خرچ کرنے کا طریقہ - [4] شہرت - ناموری - [5] جن کا حق نہیں
جن کے پاس ہے اُن کو دینا - [6] پہلے آپ پھر فقیر یعنی پہلے آپ پھر اور - [7] حق دار ہونے کے
سبب - [10] مضبوط - توانا - [11] موٹے تازہ - [12] دل - سوال کا ہاتھ - [13] (خیرات تو) اُن حاجت مندوں کا
حق ہے جو اللہ کی راہ میں گھر بیٹھے ہیں ملک میں کسی طرف کو جانا چاہیں تو جا نہیں سکتے
(جو شخص ان کے حال سے) بے خبر (ہے وہ) ان کی خودداری (کی وجہ) سے ان کو
غنی سمجھتا ہے (لیکن اے مخاطب) تو (ان کو دیکھے تو) ان کی صورت سے ان کو صاف پہچان جائے (کہ محتاج
ہیں مگر ایسا) لگ لپٹ کر لوگوں سے نہیں مانگتے اور جو کچھ بھی تم لوگ (اپنے) مال میں سے (خیرات کے طور پر)
خرچ کرو گے تو (خوب یقین رکھو کہ) اللہ اس کو جانتا ہے - جو لوگ رات اور دن چھپے اور ظاہر اپنے مال
(اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تو اُن (کے دینے) کا ثواب اُن کے پروردگار کے ہاں اُن کو ملے گا اور
(قیامت میں) ان پر نہ (تو کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے - ۱۲

سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ضَرْبًا فِی الْاَرْضِ یَحْسَبُہُمُ الْجَاہِلُ
اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُہُمْ بِسِیْمٰہُمْ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا
وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰہَ بِہٖ عَلِیْمٌ اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَہُمْ
بِالَّیْلِ وَالنَّہَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَۃً فَلَہُمْ اَجْرُہُمْ عِنْدَ رَبِّہِمْ
وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ یہ جو صبح سے شام تک
فقیروں کا تانتا دروازے پر لگا رہتا ہے کہ ایک گیا نہیں کہ دوسرا
پونہچا جنہوں نے باوجود توانا اور تن درست ہونے کے بھیک
مانگنے کا پیشہ اختیار کر لیا ہے یہ لوگ ہرگز امداد کے مستحق نہیں۔
ان کی پرورش مفت کے ٹکڑوں پر ہوتی ہے۔ ہماری بے جا خیرات
نے اس گروہ کو ایسا بڑھا دیا ہے کہ ایک ایک فقیر دس دس
بارہ بارہ آنے روز سمیٹ لیتا ہے اور جھولیاں بھر بھر کے ہر قسم کا
کھانا اور اناج اس کے سوا۔ ایسے لوگوں کو دینا مفت خوری کو
ترقی دینا ہے۔ کام کے آدمیوں کو اور بھی آرام طلب اور بے کار
بنانا۔ اپاہجوں اور محتاجوں کا پیٹ مارنا ہے۔ اب سوال یہ ہے
کہ ہم کو کیسے معلوم ہو کہ سچ مچ کا ضرورت مند کون ہے اور مکار کون
تو غریب حاجت مندوں کا دریافت کر لینا کچھ مشکل نہیں۔ ہمارے
ہی اڑوس پڑوس میں بیسیوں عورتیں بیوہ ایسی ہیں جن کا کوئی
سہارا نہیں اوپر خدا اور نیچے وہ۔ یا ایسی بڑھیاں اپاہج اور

حاجتمند ۔ دانائی ۔ مکر کرنے والے ۔ دھوکے باز ۔ سامنے ۔ محتاج ۔ ۱۲

لاچار[1] ہیں جو چل پھر بھی نہیں سکتیں۔ سچ بتاؤ کہ خیرات کے مستحق
ایسے لوگ ہیں یا مداری فقیر ہیں۔ جو "مست قلندر دودھ ملیدا" کہتے
جاتے ہیں اور ایسا کودتے اُچھلتے ہیں کہ زمین ہل جاتی ہے۔ خیرات
جو دی جاتی ہے تو تخص[2] ثواب آخرت کے لیے۔ خفیہ[3] خیرات دینا اس
طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو بہت اچھی بات ہے اور کھلم[4] کھلا دینا بشرطیکہ اُس میں
ریا یعنی دکھاوا نہ ہو یہ بھی بُرا نہیں کہ ایک کے دیکھا دیکھی دوسروں کو ترغیب[5]
ہوتی ہے۔ خیرات دے کر احسان مندی کی اُمید رکھنا یا کسی کو دے کر
احسان جتانا بہت بُری بات ہے۔ ایسی دکھاوے کی خیرات کا رتی[6] برابر
ثواب نہیں۔ جب تم خدا کے نام پر کسی کو دیتے ہو تو پھر احسان کیسا
اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا
وَّلَآ اَذًى لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ
قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ
يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

[1] بے بس۔ صحیح لفظ ناچار ہے مگر زبان پر یوں ہی چڑھا ہوا ہے [2] بالکل [3] پوشیدہ، مخفی [4] علانیہ۔ ظاہر بظاہر [5] شوق [6] ذرا سا بھی۔ جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں پھر خرچ کیے پیچھے (کسی طرح کا) احسان نہیں جتاتے اور نہ (لینے والے کو کسی طرح کی) ایذا دیتے ہیں اُن کو اُن (کے دیے) کا ثواب اُن کے پروردگار کے ہاں ملے گا اور (روزِ آخرت میں) نہ تو اُن پر (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح پر) آزردہ خاطر ہوں گے۔ نرمی سے جواب دے دینا اور (سائل کے اصرار سے) درگزر کرنا اُس خیرات سے بہت بہتر ہے جس کے (دیے) پیچھے (سائل کو کسی طرح کی) ایذا پہنچے اور اللہ بے نیاز اور بردبار ہے مسلمانو! اپنی خیرات کو احسان جتا کے اور (سائل کو) ایذا دے کے اُس شخص کی طرح اکارت مت کرو جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روزِ آخرت کا یقین نہیں رکھتا۔ ۱۲

ایک خیرات کے دو بدلے بھلا کہیں ہو سکتے ہیں کہ عاقبت کا ثواب بھی لو اور دنیا میں بھی ادب تعظیم اور غلامی کی خواہاں رہو۔ پس خیرات دے کر یہ امید پیدا کرنا کہ یہ ہمارا ادب کرے توقع بے جا ہے اور ہرگز ایسے خیال کو دل میں جگہ نہ دو اور اس حکم الٰہی پر پورا پورا عمل کرو۔ وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِیْنًا وَّیَتِیْمًا وَّاَسِیْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِیْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا۔ (از مؤلف)

## آناں کہ غنی تر اند محتاج تر اند

محمودہ۔ محتاج کے سر پر کیا سینگ ہوتے ہیں آپ سے بڑھ کر اور محتاجی کیا ہو گی کہ آپ کا ایک دن بھی بے نوکروں کے نہیں کٹ سکتا۔ بھلا میں پوچھتی ہوں۔ ماما نہ ہو تو کھانا کون پکائے کونڈیاں نہ ہوں تو پانی کون پلائے۔ پنکھا کون جھلے۔ چیز کون اٹھا کر دے بچھونے کون بچھائے گھر میں جھاڑو بہارو کون دے۔ یہ تو روزمرہ کے کام ہیں۔ کھانا۔ کپڑا۔ برتن۔ زیور اور ضرورت کی کل چیزیں چھوٹی یا بڑی یہاں تک کہ پانی پینے تک کا مٹی کا آبخورہ۔ کنگھی سوئی سلائی۔ کیا آپ نے اپنے ہاتھوں بنا کر دی ہیں۔ اس پر بھی آپ کہتی ہیں کہ خدا نہ کرے ہم کسی کے محتاج کیوں ہونے لگے حسن آرا۔ بے شک

---

(۱) ترجمہ اور خدا کی محبت کر کے محتاج اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلا دیتے ہیں (اور ان کو جتا بھی دیتے ہیں کہ) ہم تو تم کو صرف خدا کا منہ کر کے کھلاتے ہیں ہم کو تم سے نہ (کچھ) بدلہ درکار ہے اور نہ شکرگزاری۔ (۲) جو لوگ زیادہ مالدار ہیں وہی زیادہ محتاج بھی ہیں۔ یعنی محتاج ہیں اور کون سی عجیب بات ہوتی ہے۔ یعنی نہیں گزر سکتا۔ ۱۲

ضرورت کی سب چیزیں اور لوگ بناتے اور ٹہل خدمت بھی اور لوگ کرتے ہیں مگر کیا کوئی چیز ہم کو مفت دے جاتا ہے اور کیا بے لیے کوئی ٹہل خدمت کرتا ہے - ہر چیز اور ہر کام کے لیئے ہم روپیہ خرچ کرتے ہیں روپیے کے لالچ سے لوگ خود بخود چیزیں لیئے دوڑے چلے آتے ہیں بے بُلائے ٹہل خدمت کرنے کو حاضر ہوتے ہیں - روپیہ ہو تو گھر بیٹھے دنیا بھر کا سامان لے لو - اور نوکر تو ایک صبح رکھو ایک شام - میں تو یہ جانتی ہوں کہ دولت بڑی چیز ہے - جس کے پاس دولت ہے وہ کسی کا محتاج نہیں اور تمام دنیا اُس کی محتاج ہے -

اے زر[1] تو خدائی ولیکن بخدا ✤ ستار عیوبی و قاضی الحاجاتی

م - آپا آپ بڑی غلطی کرتی ہیں - بھلا اگر لوگ آپ کی دولت کی قدر نہ کریں اور کوئی روپیے کا خواہاں نہ ہو تب آپ کیا کیجیئے گا - یہ سُن کر تو حسن آرا چپ ہوئی اور سوچ کر کہا تو یہ کہ ایسی صورت میں سوائے مر رہنے کے اور کیا تدبیر ہے - کام کاج ہم سے کچھ ہو نہیں سکتا اور فرض کیا کہ اپنے اوپر جبر سہا اور آپ اُٹھ کر پانی پی لیا بچھونا اپنے ہاتھوں ہی کر لیا تب بھی کھانا پکانا تو ممکن نہیں اور مانا کہ کوئی آسان سا کھانا مر گر کر پکا بھی لیا کیوں کہ میں نے سنا ہے کہ آنا جان سوئیاں اور خشکہ اُبال لینا جانتی ہیں مگر ضرورت کی اور ہزاروں چیزیں ہیں کپڑا کون بُنے گا زیور کون گھڑے گا - لیکن کیا ایسا ممکن ہے کہ دولت کی قدر روپیے کی

[1] اے روپیے پیسے ہم جانتے ہیں کہ تو خدا تو نہیں لیکن قسم خدا کی کہ عیبوں کا چھپانے والا اور حاجتوں کا بر لانے والا (ضرور) ہے - ۱۲

خواہش نہ ہو۔ ہم ۔ بے شک ممکن ہے۔ بہت دن ہوئے میں نے
ایک کتاب پڑھی تھی اُس میں لکھا تھا کہ ابتدائے[1] دنیا میں بہت مدت تک
اشرفی روپئے پیسے کا چلن کچھ بھی نہ تھا۔ اُس زمانے میں لوگ کھیتی
کے کام سے بھی پوری طرح واقف نہ تھے۔ سمندر کی مچھلیاں اور جنگل کے
جانور مار لاتے اور انھیں کے گوشت سے اپنا پیٹ بھر لیتے تھے یا جنگل میں
جو ساگ پات از خود اُگ آتا تھا جانوروں کی طرح اُس کو کھا لیتے۔ یہ
زرق برق[2] اور تکلف کے کپڑے اب اس زمانے میں ایسے سستے
ہیں کہ ہر ایک غریب آدمی کو بھی میسر آجاتے ہیں پہلے ان کا نام بھی
کسی نے نہیں سنا تھا۔ جانوروں کی کھالیں اور ڈھاک وغیرہ کے
پتوں سے تن بدن کو ڈھانکتے اور عالی[3] شان محلوں کی جگہ درختوں
کی چھاؤں اور پہاڑوں کی کھوؤں[4] میں پانی اور سردی گرمی سے پناہ
لیتے۔ جوں جوں دنیا کی عمر زیادہ ہوتی گئی اپنے آرام کے
لیئے نئے نئے پیشے اور نئی نئی چیزیں ایجاد[5] کرتے گئے۔ یہ تو ممکن
نہ تھا کہ ایک آدمی ہر طرح کا کام اکیلا کر لیتا اور ہر طرح کی چیز آپ بنا لیتا
اس سبب سے کسی نے ایک کام لیا اور کسی نے دوسرا۔ کوئی کھیتی
کرنے لگا کوئی لوہار بنا کوئی سنار کوئی جولاہا کوئی موچی۔ اس کا مطلب
یہ تھا کہ کھیتی والا سب کے لیئے کھانے کا غلہ پیدا کرے۔ لوہار چاقو
قینچی وغیرہ لوہے کی چیزیں بنائے۔ بڑھئی ہل۔ چارپائی۔ چوکی۔

---

۱ شروع شروع۔ ۲ چمک دمک۔ ۳ اونچے اونچے۔ شان دار۔ ۴ غاروں ۵ نئی نکالتے گئے ۱۲

کرسی وغیرہ لکڑی کی چیزیں - سنار زیور گھڑا کرے - جولاہا ہر قسم کے
کپڑے بُنے اور آپس میں ضرورتوں اور چیزوں کا مبادلہ[1] کر لیا کریں -
چندے[2] اسی طرح بے روپیے پیسے کے دنیا کا کام چلا مگر آخر کار
مشکلیں پیش آنے لگیں کہ تبادلہ[3] اشیا میں ضرورت مقدم تھی کسی کو ضرورت
ہوئی کسی کو نہ ہوئی - کام اٹکے[4] رہنے لگے تب سب نے مل کر یہ تجویز
نکالی کہ چیز کا مبادلہ چیز سے ٹھیک نہیں ایک ایسی چیز ٹھہراؤ کہ
ہر کوئی ہر ایک چیز کے بدلے اس کو لے لیا کرے پہلے لوہے کا
سکہ چلا جو ایسا بھاری تھا کہ سو روپیے کی مالیت کے سکے پیچھے چھکڑا
بوجھ ہوتا تھا پھر تانبے اور چاندی اور سونے کے سکے چلے کہتے
ہیں کہ کسی زمانے میں چمڑے کا روپیہ چلا تھا - اس میں بھی سونے
کی کیل تھی اب انگریزوں نے یہ انتظام نکالا ہے کہ کاغذ کا سکہ چلاتے
ہیں ایک روپیے سے لے کر دس ہزار تک کے نوٹ چل پڑے ہیں -
جتنا روپیہ کاغذ میں لکھا ہے جہاں چاہو بھنا لو نہ بٹہ ہے نہ دستوری
پس روپیہ اپنی ذات سے کسی کام کا بھی نہیں نہ اس کو نان خطائی کی
طرح کھاتے نہ اس کا ہار بنا کر گلے میں پہنتے ہیں مگر جو چیز چاہو روپیے
کے بدلے البتہ لے سکتے ہو - پس حقیقت میں درکار ہوتی ہے وہ چیز
اور روپیہ اس کے حاصل کرنے اور بہم پہنچانے کا ایک ذریعہ ہو
جاتا ہے - یہ حقیقت ہے اس روپیے کی جس پر امیروں اور دولت مندوں

---

[1] بدلہ - [2] چند روز - [3] چیزوں کے پھیر بدل میں - [4] رُک گئے - ۱۲

اس قدر ناز ہے۔ ح۔ کیا ہی اچھی بات آپ نے مجھ کو بتائی۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ جب روپیہ ہر ایک چیز کا عوض[1] ہو سکتا ہے تو جس کے پاس روپیہ ہے گویا وہ ہر ایک چیز کا مالک ہے اور ہر ایک چیز اُس کے اختیار میں ہے تو ضرور روپیہ بڑی قدر و منزلت کی چیز ہے اور روپئے والوں کو جتنا ناز اور گھمنڈ ہو سب بجا اور درست ہے م۔ گھمنڈ کی تو کوئی وجہ نہیں روپیہ بے شک چیز کا بدل ہے مگر خود اُس چیز کا کام نہیں دے سکتا مثلاً فرض کرو کہ ہم کو ایک جوتی کی ضرورت ہے تو دو باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جوتی درکار تھی اور جوتی موجود ہے اور دوسری یہ کہ جوتی تو موجود نہیں مگر روپیہ ہے جس کے بدلے ہم جوتی مول لے سکتے ہیں۔ یہ دونوں باتیں غور کیجیے ہرگز یکساں نہیں۔ پھر بھی روپئے والے کو اتنی حاجت باقی ہے کہ روپیہ لے کر بازار جائے اور جوتی مول لائے۔ فرض کیجیے کہ جوتی نہ ملی یا ملی اور قیمت نہ ٹھیری تو آخر روپئے والا مجبور رہے گا یا نہیں اور یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جب روپئے والا جوتی لینے جاتا ہے یہ جوتی کا محتاج ہے مگر جوتی والا درحقیقت جوتی کا محتاج نہیں بلکہ وہ اُس چیز کا محتاج ہے جس کے بدلے جوتی کی قیمت خرچ کرے گا۔ غرض کہ روپئے والا زیادہ محتاج ہے اور اگر زیادہ نہیں تو جوتی والے کے برابر سہی۔ پھر اس کو گھمنڈ کس بات کا ہے۔ ایک چیز کا یہ خواہش مند ہے یعنی جوتی کا اور دوسری چیز یعنی روپئے کا دوسرا۔ ح۔ لیکن روپئے کے بدلے ہر وقت چیز میسر آ سکتی ہے۔

[1] بدل۔ ۱۲

۴ - یہ غلطی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیسے کی جگہ دو دو پیسے کو موجود ہیں اور چیز نہیں ملتی - میری اماں جان کبھی غدر کے حالات بیان کیا کرتی ہیں کہ سب لوگ بھاگ کر سلطان جی[1] میں جا رہے تھے - روپے کا سیر بھر آٹا تلاش کرتے تھے اور نہیں ملتا تھا - دن بھر مردوے روپیے لیئے پھرتے تھے اور شام کو ہار کر خالی ہاتھ چلے آتے تھے - غدر کے سبب رسد[2] کا باہر سے آنا بالکل بند تھا - گاؤں والوں کے پاس جو رسد تھی وہ کہتے تھے کہ روپیہ لے کر ہم کیا کریں گے - گھر میں تھوڑا بہت اناج رکھا ہے تو بال بچوں کا سہارا تو ہے[3] - البتہ اگر ایسا اتفاق پیش آجائے تو روپیہ بالکل نکما ہے مگر کیا روز غدر ہوتا پڑا ہے یہ بھی خدا جانے کیا بات تھی - اب تو جس کے پاس دولت ہے وہ آسودہ ہے - (از بنات النعش - بہ تبدیلِ مناسب)

**ہم دردی**

ہستی گویا ہے اک مسافر خانہ | ہر روز ہے قافلوں کا آنا جانا
رنجیدہ کسی کو یاں نہ رکھ اپنے سے | پھر جائے نہیں ہے اس سرا میں آنا
(جرأت)

ہم دردی کا لفظ ہم اور درد دو فارسی کلموں سے مرکب[5] ہے - درد کے معنے دکھ اور تکلیف کے ہیں اور ہم کا لفظ اشتراک کے معنے دیتا ہے پس ہم درد کے لفظ سے دو یا کئی شخصوں کا دکھ اور تکلیف میں شریک ہونا

---

[1] دہلی سے کوئی چار میل حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ شریف ہے اُسے عورتیں سلطان جی کہتی ہیں - اصل میں وہ بستی غیاث پور تھی مگر اب تو آبادی ہی کا نام نظام الدین ہے اور دلی سے آگے جی آئی پی ریلوے کا پہلا اسٹیشن ہے - [2] سامان مراد کھانے پینے کی چیزیں - [3] بےکار - [4] خوش حالی [5] مفرد اکیلا مرکب - ملا ہوا - جڑا ہوا - ۱۲

ظاہر ہوتا ہو، خواہ ارادے سے ہو، خواہ بے ارادہ مگر آج کل کے
استعمال میں ہمدردی سے وہ شراکت مراد لی جاتی ہو جو ارادے سے
کی جائے مثلاً ایک شخص بیمار ہو اور دوسرا رحم یا محبت سے اُس کی دوا[1]
دارو کرتا ہو تو دوسرے کو پہلے کا ہمدرد کہیں گے۔ اگر یہ بات سچ ہو
کہ تمام انسان اصل میں ایک ہی درخت کی مختلف شاخیں[2] اور ایک ہی
دریا کے مختلف شعبے ہیں، تو یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ تمام انسان ایک
دوسرے کی ہمدردی کے ذمہ دار ہیں اور ہر شخص مصیبت کی حالت
میں ہم جنسوں سے مدد لینے کا استحقاق رکھتا ہو۔ کون ہو جو اس
بات سے انکار کرے گا کہ بھائی کو بھائی سے ایک تعلق ہو جو ایک دوسرے کی
ہمدردی پر مجبور کرتا ہو۔ پھر کیا وجہ ہو کہ ان بھائیوں کی اولاد میں اُس
ہمدردی کا کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ بے شک جب تک کہ باپ کے
خون کا قطرہ اولاد کی رگ پے[3] میں باقی ہو ہمدردی کا رشتہ کبھی منقطع[4] نہیں
ہو سکتا۔ ہمدردی اور حیوانات میں بھی پائی جاتی ہو۔ بچوں کو مدت تک
پرورش کرنا۔ اُن کے لیئے غذا بہم پہونچانا تا بمقدور اُن کو دشمن کے
حملے سے بچانا سب جانوروں کی عام خصلت ہو۔ اس کے سوا عام
ہمدردی بھی اُن میں دیکھی گئی ہو۔ جنگلی بطخوں کا غول جب کسی کھیت
میں اُترتا ہو اور وہاں کسی طرح کا کھٹکا نہیں پاتا، تو سب کے سب ایک صف

---

[1] علاج معالجہ [2] شاخیں [3] رگ پٹھے۔ [4] ٹوٹ نہیں سکتا۔۱۲

باندھ کر دانہ چگتے ہیں مگر اُن میں سے ایک ایک بطخ نوبت بہ نوبت اپنے ہم جنسوں کی چوکسی کرتی ہے اور جب تک پہرہ دیتی رہتی ہے۔ ایک دانہ نہیں کھاتی۔ چینوٹا جب کہیں اناج کا ذخیرہ پاتا ہے تو کبھی تن پروری نہیں کرتا بلکہ اُسی وقت اپنے ہم جنسوں کو خبر کر دیتا ہے اور تھوڑی سی دیر میں لاکھوں چینوٹوں کو وہاں جمع کر دیتا ہے۔ اسی طرح اور مثالیں بھی پائی جاتی ہیں۔ اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ ہمدردی انسان کی طبیعت میں ضرور رکھی گئی ہے کیوں کہ جو خیال قدرت نے اور حیوانات کو عنایت کی ہیں انسان اُن کا زیادہ تر مستحق ہے دوسرے یہ کہ ہمدردی ایک قدرتی خاصیت ہے جو بغیر تعلیم اور اکتساب کے انسان کی طبیعت میں خود بخود جوش مارتی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اور حیوانات میں جو عقلی تعلیم سے بالکل محروم ہیں اُس کا وجود ہرگز نہ پایا جاتا۔ ہمدردی انسان میں اس لیئے پیدا کی گئی ہے کہ کارخانۂ دنیا کا انتظام برہم نہ ہونے پائے۔ کیوں کہ انسان اپنی ضروریات میں ایک دوسرے کے محتاج ہیں۔ ایک کی گاڑی دوسرے کی مدد بغیر نہیں چل سکتی۔ سب سے زیادہ حقیر حلال خور کی قوم سمجھی گئی ہے۔ مگر وہ بھی ایسی ضروری جماعت ہے جس کے بغیر دنیا کا کام نہیں چل سکتا۔ پس اگر انسانوں میں ہمدردی نہ ہو تو یہ تمام کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔ شاید یہاں یہ شبہ پیدا ہو کہ دنیا میں جو کام اپنے ذاتی اغراض کے لیئے کیئے جاتے ہیں وہ ہمدردی میں

نگہبانی۔ حفاظت۔ اپنی خیر منانا۔ حاصل کرنا۔ ۱۲

کیونکر داخل ہو سکتے ہیں۔ مثلاً کسان زمین کے جوتنے بونے میں کوشش کرتا ہے اور بیوپاری جو مال بھر کر سیکڑوں کوس سے لے جاتا ہے اس سے اگرچہ اوروں کو بھی فائدہ پہونچتا ہے مگر اس کا اصل مقصود اپنا ذاتی فائدہ ہے۔ مگر اس کو ہمدردی کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جو خصلتیں انسان کو قدرت نے تعلیم کی ہیں وہ کبھی اُس کے فائدے سے خالی نہیں ہوتیں۔ پس ہمدردی جو کہ آدمی کی قدرتی خاصیت ہے اُس کے فائدے سے خالی نہیں ہو سکتی۔ جو شخص کسی اپنے ہم جنس کو نفع پونہچاتا ہے وہ حقیقت میں اپنی آسائش کے کسی وسیلے کو تر و تازہ کرتا ہے اور ایک یا چند واسطوں[1] سے اپنی ذات کو فائدہ پہونچاتا ہے۔ ہمارے ہم وطن بھی ہمدردی کی اصل سے بے خبر نہیں ہیں۔ کنوئیں بنوانے۔ پیاؤ بٹھانی۔ سبیل لگانی۔ محتاجوں کی خبر لینی بیواؤں کی مدد کرنی۔ بیاہ شادیوں میں شریک ہو کر ایک دوسرے کے کام بنوانے۔ بیمار کی عیادت۔ میت کی تعزیت اور اسی طرح بہت سی باتیں ہمارے ملک میں بھی پائی جاتی ہیں۔ بعض اوقات یہ قدرتی خصلت جس کا نام ہمدردی ہے۔ مشق اور تعلیم سے تمام قوم میں پھیل جاتی ہے اور اُس کا اثر کسی قدر تیز ہو جاتا ہے۔ ہم کو بھی ہماری گورمنٹ طرح طرح سے ہمدردی کی تعلیم دے رہی ہے۔ قومی ہمدردی کا بڑا سرچشمہ سررشتۂ تعلیم ہے کیونکہ اُس کے سبب سے بے شمار لڑکوں کو ایک معقول مدت تک باہم میل جول رکھنا پڑتا ہے

[1] ذریعوں - ۱۲

اور رفتہ رفتہ اُن کے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت کا بیج بویا جاتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ جب وہ مدرسہ چھوڑ کر ملکوں میں متفرق ہوں اُن کا تعلق اور رابطہ ہمیشہ برقرار رہے۔ اس کے سوا گورنمنٹ کا یہ اصول (کہ جو چندہ علم یا فن کی تعلیم کے لیئے رعایا کی طرف سے فراہم ہو اُس کے برابر گورمنٹ کی جانب سے امداد کی جائے) ہم کو زبردستی اس بات کی طرف کھینچتا ہے کہ تھوڑے بہت ہاتھ پاؤں ہلا کر گرانٹ ان ایڈ کا استحقاق حاصل کریں اور اپنے ملک میں علم کی روشنی پھیلائیں۔ میونسپل کمیٹیاں جو سرکار نے جا بجا شہروں اور قصبوں میں قائم کی ہیں اگر پورا پورا اپنا فرض ادا کیئے جائیں اور جس غرض کے لیئے مقرر ہوئی ہیں اسی کو مدنظر رکھیں تو یہ بھی ہمدردی کے اچھے نمونے ہیں۔ علمی یا قومی سوسائٹیاں جن کی بنیاد صرف انگلش گورمنٹ کے پرتو سے ہندوستان میں پڑی ہے اگر اُن میں کچھ جان ہو اور فقط دھوکے کی ٹٹیاں نہ ہوں تو وہ ایسے چیون چشمے ہیں جن سے تمام ملک سیراب ہو سکتا ہے۔ زمانہ بھی طرح طرح سے ہم کو ہمدردی کی طرف مائل کر رہا ہے۔ ایک اعلیٰ درجے کی شایستہ قوم جو ہماری خوش قسمتی سے ہم پر حکمراں ہے اُس کا چال چلن۔ اُس کا اخلاق۔ اُس کا طریق معاشرت۔ اُس کے علوم و فنون۔ اُس کی دانش مندی۔ اُس کی تہذیب۔ اُس کے نئے نئے ایجادات جو ہر وقت ہماری آنکھوں کے سامنے موجود ہیں۔

---

ا گ۔ (انگریزی) جو عطیہ سرکار بطور امداد کے دے۔ زندہ ۱۲

جب ان باتوں کو اپنے مُلک کی موجودہ صورت کے ساتھ مقابلہ کریں تو
ضرور ہے کہ ہم کو اپنی اور اپنے ہم وطنوں کی نہایت وحشیانہ حالت پر افسوس
آئے اور ہمدردی کا جوش ہمارے دلوں میں موج زن ہو۔ مذہب بھی
ہم کو بہت زور سے ہمدردی کی طرف کھینچتا ہے۔ ہندو مُسلمان اگر اپنی مذہبی
کتابیں دیکھیں گے تو اُن کو ہمدردی کی ترغیب سے مالا مال پائیں گے
یہ تمام تقریر جو اب تک کی گئی اس سے تین باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک
یہ کہ قادرِ مطلق نے اپنے ہم جنسوں کی ہمدردی انسان کی سرشت[1] میں
پیدا کی ہے۔ دوسرے یہ کہ ہمدردی کا عمل در آمد قدیم سے کسی نہ کسی
قدر ہمارے ملک میں پایا جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ بہت سے اسباب
ہمارے دائیں بائیں ایسے موجود ہیں جو ہر وقت ہم کو ہمدردی کی
تنبیہ دلاتے ہیں۔ پس ضرور ہے کہ ہمارے ہم وطنوں میں اعلیٰ درجے
کی ہمدردی پائی جائے۔ لیکن انصاف سے دیکھیے تو وہ بے سمجھ
چیونٹا جو اپنی فتوحات سے ساری قوم کی پرورش کرتا ہے اور وہ
نادان بطخ جو اپنے ساتھیوں کی نگہبانیوں میں گھڑیوں ایک ٹانگ سے
کھڑی رہتی ہے ہم سے بہت زیادہ اس فخر کے مستحق ہیں۔ ہمارے
ملک میں تین قسم کے آدمی ہیں۔ ایک دولت مند۔ دوسرے تعلیم یافتہ
تیسرے وہ جو نہ دولت مند نہ تعلیم یافتہ۔ پچھلے گروہ سے مُلک کو
کوئی عام فائدہ نہیں پہونچ سکتا۔ مگر پہلے دونوں گروہوں کو مُلک کی ترقی
اور بہبودی میں اُسی قدر دخل ہے جیسے گورنمنٹ کو۔ بہت سے فائدے

[1] خصلت ۔ خمیرہ ۱۲

ایسے ہیں جو مُلک کو بغیر اُن کی کوشش کے ہرگز نہیں پہونچ سکتے ہمارے وطن کے یہ دونوں معزز گروہ آج تک مُلک کے حقوق سے کچھ بھی سُبک[1] دوش نہیں ہوئے۔ دولت مند اُن میں اکثر بے پروائی سے اور بعضے اس خیال سے کہ ہماری کوشش سے تمام مُلک کی حالت کیونکر بدل سکتی ہے ہم وطنوں کی بھلائی کا خیال نہیں کرتے اور جو لوگ بے پروائی سے ادھر متوجہ نہیں ہوتے اُن سے ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر اُن کو اپنے ہم وطن بھائیوں کی پروا نہیں ہے تو کیا اس بات کی بھی پروا نہیں ہے کہ اُن کی دولت کی ترقی ہو۔ اُن کی عزت گورنمنٹ میں زیادہ ہو۔ اُن کی اولاد علم اور لیاقت حاصل کرے۔ اُن کے خاندان کی عزت و آبرو ہمیشہ بنی رہے۔ اگر اُن کو یہ تمام خواہشیں ہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ بغیر قومی ترقی کے وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جب تک کہ تمام قوم کسی نہ کسی قدر عزت کا استحقاق حاصل نہیں کرتی اُس قوم کے چند آدمی اصلی عزت کے مستحق نہیں ہو سکتے جب تک تمام قوم میں علم کی روشنی نہیں پھیلتی علم کا سلسلہ کسی خاندان میں قایم نہیں رہ سکتا۔ جب تک تمام قوم کے اخلاق درست نہیں ہوتے کوئی شخص خاندان کے اخلاق کی حفاظت نہیں کرسکتا جب تک تمام قوم مرفہ[2] الحال نہیں ہوتی کوئی شخص دولت و حشمت سے اصلی خوشی حاصل نہیں کرسکتا۔ (حالی مختصر کرکے)

[1] ہلکے۔ عہدہ برآ۔ [2] خوش حال۔ ۱۲

## وفاداری

میں نے کہا کیوں لاش پہ آقا کی ہو مرتا
ہوٹل کی طرف جا کہ غذا ابھی ہو کوئی چیز
کُتّے نے کہا ہو یہ جہالت کہ تعصّب + لیکن مرے نزدیک وفا بھی ہو کوئی چیز

وفاداری کا لفظ ایسا عام ہی کہ اس کا مفہوم[1] ہر ایک شخص سمجھتا ہی۔ جو شخص اچھے اور بُرے وقت میں اپنے آقا کا ساتھ دینے کے لیئے موجود ہو اُسے ہم وفادار کہتے ہیں اور جس شخص میں یہ خو بو نہ ہو اُسے بے وفا کہتے ہیں ہر زمانے میں ایسے لوگ گزرے ہیں جنھوں نے آقاؤں پر اپنی عزیز جانیں قربان کیں اور حقِ نمک ادا کیا اور اسکے برخلاف ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جو وقت پڑے بے وفا ثابت ہوئے اور اپنے نام پر نمک حرامی کا دھبہ لگا گئے۔۔۔

وفاداری صرف اسی کا نام نہیں کہ کوئی شخص اپنے آقا یا ولیِ نعمت کا حقِ نمک یا کسی دوست کا حقِ دوستی ادا کرے بلکہ سب سے اعلیٰ درجے کی وفاداری یہ ہی کہ انسان اپنے ملک کے آئین و قوانین کا پابند رہے اور اس سے کوئی بات ایسی ظہور میں نہ آئے جو ملک کے امن میں خلل پیدا کرے بلکہ جو لوگ امنِ عامہ میں خلل[2] انداز ہوں اُن کی سرکوبی[3] اور گوشمالی[4] کے لیئے گورنمنٹ[5] کا ممد[6] و معاون بنے۔ قانونِ[7] رائج الوقت کا خود پابند[8] رہنا اور دوسروں سے اس کی پابندی کرانے میں ساعی[9] و کوشاں[10] رہنا عین وفاداری ہی۔ جو قانون کسی ملک میں

---

[1] مطلب ۔ غرض۔ [2] رخنہ ڈالیں۔ [3] سرزنش ۔ دبانا۔ کان [4] مروڑنا ۔ تنبیہ ۔ تادیب۔ [5] سرکار حکومت [6] مدد کرنے والا۔ [7] جو قانون اس وقت جاری ہو۔ [8] عمل کرنا۔ اُس پر چلنا۔ [9، 10] کوشش کرنا۔ ۱۲

نافذ[1] اور رائج[2] ہوتے ہیں اور اُن کا نفوذ[3] اور رواج بادشاہِ وقت کی جانب[4] سے ہوتا ہے پس جو شخص اُس کی عزت کرتا ہے وہ بادشاہ کی عزت کرتا ہے اور جو اُن کی توہین کرتا ہے وہ اپنے بادشاہ کی توہین کرتا ہے۔ اولاد کے لیئے والدین۔ بی بی کے لیئے میاں۔ رعیت کے لیئے بادشاہ سایۂ خدا ہیں۔ جو شخص اس سائے میں بیٹھ کر مستفیض[5] ہونا چاہتے ہیں اُنھیں چاہیئے کہ اُس توقیر[6] و منزلت[7] میں کوتاہی[8] نہ کریں ورنہ خدا کی بارگاہ میں جواب[9] وہ ہوں گے۔ (محمد عبداللہ خاں)

## اوسان

خدا تعالیٰ نے انسان کو بہت سی صفتیں عطا کی ہیں جو اس کے لیئے نہایت کار آمد ہیں۔ بہادری۔ حلم۔ ہمدردی سخاوت اور اسی طرح کی بہت سی صفتیں ہیں جو انسان کو اوروں کی نگاہ میں معزز بنا دیتی ہیں اور خود اس کی ذات کو بھی فائدہ بخشتی ہیں۔ ایک صفت ایسی ہے جس کی ضرورت کبھی کبھی آپڑتی ہے لیکن ہے نہایت کار آمد۔ یہ صفت مصیبت کے وقت آدمی کے اوسان بجا رہنے کی ہے۔ دنیا میں بعض موقعے ایسے پیش آتے ہیں کہ آدمی کی عقل چکّر میں آجاتی ہے اور اُس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔ ایسے موقعوں پر اوسان بجا رہنے سے مشکل آسان ہو جاتی ہے اور ذرا بھی اوسان خطا ہونے سے کام بگڑ جاتا ہے۔ امیر تیمور دنیا میں بہت بڑا بادشاہ ہوا ہے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ مُلکِ ترکستان میں ایک قلعے کو فتح کرنے چلا۔ جب موقع پر پہنچا تو معلوم ہوا

---

[1] جاری۔ [2] رواج پائے ہوئے۔ [3] جاری رہنا۔ [4] طرف۔ [5] فائدہ اُٹھانا۔ [6] عزت۔ [7] قدر۔ [8] کمی۔ [9] اُن کو جواب دینا ہوگا۔ ۱۲

کہ قلعے کے چاروں طرف بہت گہری خندق کُھدی ہوئی ہے اور جو لوگ قلعے میں محصور ہیں اُن کی تعداد بھی کئی ہزار ہے۔ اگر باقاعدہ طور پر اُن سے فوج لڑائی جائے تو خدا جانے کب فتح نصیب ہو۔ امیر رات کے وقت ایک تختے پر سے خندق کے پار ہو گیا اور قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگا کر دو تین سو ہمراہیوں ہمیت قلعے میں داخل ہو گیا۔ دشمن بے خبر پڑے سو رہے تھے کہ امیر نے بگل بجا کر سوتوں ہی کو مارنا شروع کر دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر قلعے والوں کے اوسان جاتے رہے اور سمجھے کہ خدا معلوم کس قدر فوج ہم پر آ پڑی ہے۔ سب کے سب قلعہ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے۔ امیر کو آسانی سے قلعہ ہاتھ آ گیا۔ اگر قلعے والوں کے اوسان بجا رہتے تو وہ امیر تیمور کے تھوڑے سے آدمیوں کو جو قلعے میں داخل ہوئے تھے پل کی پل میں قتل کر ڈالتے یا زندہ پکڑ لیتے۔ مگر بگل کی آواز سنتے ہی اُن لوگوں کے ایسے ہوش و حواس باختہ ہوئے کہ کچھ تو وہیں مارے گئے اور کچھ بھاگ نکلے

اکبر بادشاہ نے اپنے ایک سردار سے پوچھا کہ مصیبت کے وقت کون سی چیز کام آتی ہے؟ عرض کی۔ جہاں پناہ! اوسان۔ بادشاہ نے تجربہ کرنے کے لیئے ایک دن اُس سردار پر ایک مست ہاتھی چھُڑوا دیا۔ سردار بے خبر بیٹھا تھا اور کچھ ہتیار بھی پاس نہ تھا مگر بالکل نہ گھبرایا دیکھا پاس ہی ایک کُتا بیٹھا ہے۔ جھٹ اُس کی ٹانگ پکڑ کر ایسا پھرا کر ہاتھی کے مستک پر مارا

---

۱؎ بند۔ گھرے ہوئے۔ ۲؎ ذرا سی دیر میں۔ ۳؎ پریشان۔ گم۔ ۴؎ پیشانی۔ ۱۲

کہ ہاتھی ڈر کر اُلٹا بھاگ گیا۔ بادشاہ کو سردار کی بات کا یقین ہو گیا اور اُس کو بہت سا انعام دے کر خوش کر دیا۔ بعض طالب علموں کا یہ حال ہوتا ہے کہ جہاں اُستاد نے اُن سے کوئی سوال پوچھا نہیں اور اُن کے ہوش حواس باختہ ہوئے نہیں۔ سوال کچھ ہوتا ہے جواب کچھ دیتے ہیں۔ اس قدر گھبرا جاتے ہیں کہ اُن کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ اُستاد کیا پوچھتا ہے اور ہم کیا کہتے ہیں جو بات آتی ہے وہ بھی زبان سے نہیں نکلتی۔ ایسے طالب علم اگر اپنی طبیعت پر تھوڑا سا قابو بھی پیدا کریں تو بہت معقول جواب دے سکیں۔　　(عبد اللہ خاں)

مجھے بھی ایک واقعہ استقلال ہمت اور اوسان بجا رہنے کا یاد ہے۔ مسٹر آرنلڈ پروفیسر علی گڈھ کالج اور مولٰنا شبلی نعمانی جہاز میں ہم سفر تھے۔ رستے میں ایک سخت طوفان آیا۔ جہاز ہوا کے تھپیڑوں سے ڈگمگانے لگا۔ سب لوگ سراسیمہ[1] ہو گئے۔ اُسی حالت اضطراب میں مولٰنا گھبرائے ہوئے اپنے کمرے سے نکل کر آرنلڈ صاحب کے کمرے میں گئے کہ دیکھیں اُن کی کیا حالت ہے۔ وہاں جا کر دیکھا تو ایک کتاب کے مطالعے میں ایسے منہمک ہیں کہ اُن کو ذرا بھی انتشار[2] نہیں۔ مولٰنا نے متعجب ہو کر پوچھا یہ وقت آپ کے کتاب دیکھنے کا ہے پروفیسر صاحب نے نظر کے سامنے سے کتاب ہٹائی اور کہا یہی وقت تو کتاب دیکھنے کا ہے کیوں کہ جتنا کچھ تھوڑا بہت وقت حیاتِ مستعار[3] کا باقی ہے وہ بے کار اور رائگاں نہ جائے۔ یہ لوگ ہیں جو وقت کی پوری پوری

---

[1] گھبرا گئے - [2] پریشانی - [3] چند روزہ زندگی - ۱۲

قدر کرتے ہیں بھلا ہم ان کی کیا ریس کریں گے جو برسوں بے کار گھلا دیتے ہیں اور کبھی بھول کر بھی افسوس نہیں کرتے اور افسوس کرتے جب کہ ہم کو وقت کی قدر ہوتی۔

**کاہلی** یہ ایک لفظ ہے جس کے معنی میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ ہاتھ پاؤں سے محنت نہ کرنا کام کاج۔ محنت مزدوری میں چستی نہ کرنا۔ اُٹھنے بیٹھنے چلنے پھرنے میں سستی کرنا کاہلی ہے۔ مگر یہ خیال نہیں کرتے کہ دلی قویٰ کو بے کار چھوڑ دینا سب سے بڑی کاہلی ہے۔ ہاتھ پاؤں کی محنت اوقات بسر کرنے اور روٹی کما کر کھانے کے لیے نہایت ضروری ہے۔ روٹی پیدا کرکے اپنا پیٹ پالنا ایک ایسی چیز ہے کہ بہ مجبوری اس کے لیے محنت کی جاتی ہے اور ہاتھ پاؤں کی کاہلی چھوڑی جاتی ہے۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ محنت مزدوری کرنے والے بہت کم کاہل ہوتے ہیں۔ محنت کرنا اور محنت کے کاموں میں ہر روز لگے رہنا گویا اُن کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے مگر جن لوگوں کو ان باتوں کی نہیں ہے وہ اپنے دلی قویٰ کو چھوڑ کر کاہل اور حیوان صفت بن جاتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ لوگ پڑھنے میں ترقی بھی کرتے ہیں اور ہزار پڑھے لکھوں میں شاید ایک کو ایسا موقع ملتا ہوگا کہ اپنی تعلیم کو اور اپنی عقل کو ضرورتاً کام میں لائے۔ لیکن اگر انسان اُن عارضی ضرورتوں کا منتظر رہے اور اپنے دلی قویٰ کو بے کار ڈال رکھے تو وہ نہایت کاہل اور وحشی ہو جاتا ہے۔ انسان بھی مثل اور حیوانوں کے ایک حیوان ہے۔

اور جب اُس کے دلی قویٰ کی تحریک سُست ہو جاتی ہے اور کام میں نہیں لائی جاتی تو وہ اپنی حیوانی خصلت میں پڑ جاتا ہے اور جسمانی باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے اور انسانی صفت کو کھو کر پورا حیوان بن جاتا ہے۔ پس ہر ایک انسان پر لازم ہے کہ وہ اپنے اندرونی قویٰ کو زندہ رکھنے کی کوشش میں رہے اور اُن کو بے کار نہ چھوڑے۔ ایک شخص کی کسی حالت کو خیال کرو جس کی آمدنی اُس کے اخراجات کے مناسب ہے اور اُس کے حاصل کرنے میں اُس کو چنداں محنت و مشقت کرنی نہ پڑے جیسے کہ ہمارے ہندوستان میں ملکیوں اور اُن لوگوں کا حال تھا جو کسی قسم کا خراج نہ دیتے تھے۔ اگر ایسا شخص اپنے دلی قویٰ کو بھی بے کار ڈال دے تو اُس کا کیا حال ہوگا۔ یہی ہوگا کہ اس کا میلان وحشیانہ باتوں کی طرف بڑھتا جائے گا۔ شراب پینا اور مزے دار غذائیں کھانا اُس کا رات دن کا شغل ہوگا۔ قمار بازی اور تماش بینی کا عادی ہو جائے گا۔ یہی باتیں اُس کے وحشی بھائیوں میں بھی ہوتی ہیں۔ البتہ اتنا فرق ہوتا ہے کہ وہ بدسلیقہ ہوتے ہیں اور یہ ایک وضع دار وحشی ہوتا ہے۔ شراب پی کر پلنگ پر پڑے رہنا اور پیچوان کے دھوئیں اُڑانا اُس کو پسند ہوتا ہے۔ پس پیچوان اور ناریل اور بچھونے اور ریت کے فرق سے کچھ مشابہت میں جو اُن دونوں میں ہے کمی نہیں آتی۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں ہندوستانیوں کے لیے ایسے کام بہت کم ہیں جن میں اُن کو قوائے دلی اور قوت عقلی کو کام میں لانے کا موقع ملے اور برخلاف اس کے اور ولایتوں میں

خصوصاً انگلستان میں وہاں کے لوگوں کے لیئے ایسے موقع بہت ہیں
اور اس میں بھی کچھ شک نہیں کہ انگریزوں کو بھی کوشش اور محنت کی ضرورت
اور اُس کا شوق نہ رہے جیسا کہ اب ہی تو وہ بھی بہت جلد اپنی وحشت
پنے کی حالت کو پہنچ جاویں گے۔ مگر ہم اپنے ہم وطنوں سے یہ کہتے ہیں
کہ ہمارے ملک میں جو ہم کو اپنے قوائے قلبی اور قوت عقلی کو کام میں
لانے کا موقع نہیں رہا ہی اُن کا سبب یہی ہی کہ ہم نے کاہلی اختیار
کی ہی یعنی اپنے دلی قوای کو بے کار چھوڑ دیا ہی اور ہم کو قوائے قلبی اور
قوت عقلی کام میں لانے کا موقع نہیں ہی تو ہم کو اس کی فکر و کوشش
کرنی چاہیئے کہ وہ موقع کیوں کر حاصل ہو۔ اگر اس کے حاصل کرنے میں
ہمارا کچھ قصور ہی تو اس کی فکر اور کوشش چاہیئے کہ وہ قصور کیوں کر
رفع ہو۔ غرض کہ کسی شخص کے دل کو بے کار پڑا نہ رہنا چاہیئے کسی
نہ کسی بات کی فکر و کوشش میں مصروف رہنا لازم ہی تاکہ ہم کو اپنی تمام
ضروریات کے انجام کرنے کی فکر اور مستعدی رہے اور جب تک کہ
ہماری قوم سے کاہلی یعنی دل کو بے کار پڑا رکھنا نہ چھوٹے گا اُس وقت تک
ہم کو اپنی قوم کی بہتری کی توقع کچھ نہیں ہی نہایت حکیمانہ قول ہی کہ:-

بے کار مباش[1] کچھ کیا کر + گر کر نہ سکے تو کچھ کہا کر (سر سید احمد خاں)

**حلم** اگر کوئی شخص تمہارے سامنے گستاخی سے پیش آئے
اور ایسے سخت سست لفظ زبان پہ لائے جو طبیعت کو

---

[1] خالی نہ رہو۔ ۱۲

بھڑکانے والے ہوں تو ظاہر ہے کہ تم غصیلی ہو تو اُس کو ویسے ہی سخت لفظوں میں جواب دوگی جیسے اُس نے استعمال کیے تھے اور اگر نرم طبیعت رکھتی ہو تو بجائے سختی کے نرمی کے ساتھ جواب دوگی اور اپنے غصّے کو پی جاؤگی اسی صفت کو حلم یا بردباری کہتے ہیں خداوند تعالیٰ کی صفتوں میں سے ایک صفت حلم کی بھی ہے۔ نبیوں۔ ولیوں بڑے بڑے بزرگوں اور مہاتماؤں میں یہ صفت کمال درجے پر موجود ہوتی ہے۔ عام لوگوں میں کسی میں کم کسی میں زیادہ جس شخص میں یہ صفت نہ ہو وہ آدمی کہلائے جانے کے لائق نہیں۔ جو شخص غصّے کی حالت میں اپنے آپ کو سنبھالے رکھتا ہے اور دوسرے کا دل نہیں دُکھاتا وہ خدا کا نیک بندہ ہے۔ بغیر حلم اور بردباری کے دنیا کے کام آسانی سے نہیں چلتے اور طرح طرح کی تکلیفیں پیش آتی ہیں۔ جو شخص حلیم ہوتا ہے سب لوگ اُس کے فرماں بردار بن جاتے ہیں۔ غصیلے اور جو فیلے[1] آدمی کو ہر ایک شخص نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بغیر سخت ضرورت کے اُس کے پاس نہیں پھٹکتا۔ یہ ایسی صفت ہے جو بغیر کچھ خرچ کرنے کے دوسرے کو اپنا غلام بنا لیتی ہے۔ اپنی طبیعت بھی خوش رہتی ہے اور دوسرا بھی خوش ہو جاتا ہے۔ اب ہم تمھیں خلیفہ ماموں رشید کی ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تمھیں معلوم ہوگا کہ باوجود بادشاہ ہونے کے اُس میں کس قدر حلم اور بردباری تھی۔ کہتے ہیں کہ ماموں رشید کے پاس ایک سُرخ یاقوت تھا جو رنگ اور آب داری میں بے مثل تھا۔ بیش بہا،

[1] کوئی نزدیک نہیں آتا تھا۔ ۱۲

جوہر اُس کے خزانے کی زیب و زینت تھا۔ مامون اُس کو بہت عزیز رکھتا تھا اور خاص خاص موقعوں پر توشے خانے سے نکلوا کر اور اُس کی آب و تاب دیکھ کر نہایت خوش ہوتا تھا۔ ایک دفعہ اُسے خیال ہوا کہ انگوٹھی میں جڑوا کر پہنا کرے۔ چنانچہ ایک کاریگر سنار کو بلا کر یہ لعل بے بہا حوالے کیا اور تاکید کی کہ نہایت احتیاط سے انگوٹھی میں جڑ دے۔ سنار نگینے کو لے کر رخصت ہوا اور دو چار دن بعد پھر حاضر ہوا۔ مگر اُس کی عجیب حالت تھی۔ تمام بدن بید کے مانند رعشے سے کانپتا تھا اور ڈر کے مارے بے حواس ہو رہا تھا۔ مامون نے اُس کی جب یہ حالت دیکھی تو سمجھ گیا کہ نگینے کی خیر نہیں۔ لیکن نہایت بُردباری اور حلم سے دریافت کیا کہ تیری یہ حالت کیوں ہے؟۔ سنار نے جواب دیا کہ جان کی امان پاؤں تو سارا حال کہہ سناؤں۔ مامون نے کہا میں نے امان دی کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ سنار نے جیب سے نگینہ نکال کر پیش کیا چار ٹکڑے ہو گیا تھا۔ عرض کی کہ جہاں پناہ! جس وقت میں اس نگینے کو جڑنے لگا ہاتھ سے چھوٹ کر نہائی پر جا پڑا اور ٹوٹ گیا قصوروار ہوں جو سزا چاہے دیجیے۔ کاریگر تو میں ایسا ہوں کہ اگر چاہتا تو ایسا بے لاگ جوڑ کر جڑ دیتا کہ کوئی نہ پرکھتا مگر میرے دل نے یہ بات گوارا نہ کی کہ اپنا قصور حضور کے سامنے چھپا کر دھوکا دوں۔ مامون سنار کی یہ تقریر سن کر بہت خوش ہوا اور مسکرا کر فرمایا میں نے تیرا قصور معاف کیا۔ جا ان چار ٹکڑوں کو چار انگوٹھیوں پر جڑ کر لے آ۔ اس کہانی سے تم کو معلوم ہو گا کہ

مامون نے اپنی طبیعت پر کس قدر جبر کیا اور کس قدر حلم اور بردباری کو کام میں لایا۔ ایسا لعل[1] بے بہا جسے وہ اس قدر عزیز رکھتا تھا ٹوٹ گیا مگر وہ اپنے دل پر ذرا ملال[2] نہ لایا۔ پس تمھیں بھی چاہیئے کہ غصّے کو ضبط[3] کرنے کی عادت اختیار کرو اور حلم اور بردباری اپنا شیوہ بناؤ۔

(محمد عبداللہ خاں)

## غصّہ

غصّہ ایک قسم کا جنون ہے جس وقت آتا ہے تو انسان کی عقل زایل ہو جاتی ہے اور غصّے کی حالت میں نیک و بد[4] کچھ نہیں سوجھتا غصّے کا انجام ہمیشہ پشیمانی ہے اور اس پشیمانی سے روح کو سخت صدمہ ہوتا ہے۔ پس جب تم کو غصّہ آئے تو ضبط کرو۔ بات کو ٹال دو جس شخص پر غصّہ آیا ہو اُس کے سامنے سے ہٹ جاؤ۔ دل تو نہیں مانے گا لیکن زبردستی دوسرے کام میں دھیان لگاؤ۔ کوئی بات اور کرنے لگو۔ کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔ پیاس بھی نہ ہو تاہم تھوڑا سا پانی پی لو جس سے غصّہ فرو[5] ہو جائے۔ غصّے کی حالت میں گالی دینی یا کوئی سخت کلمہ کہنا یا دست درازی[6] کرنی بہت بڑی بات ہے۔ خبردار! منہ اور ہاتھ دونوں روکے رکھو۔ اگر تم نے کسی کو غصّے میں گالی دی اور اُس نے الٹ کر جواب دیا یا تم نے کسی پر ہاتھ چلایا اور وہ لپٹ پڑا تو عزت گئی گزری ہوئی۔ اس واسطے غصّے کا پی جانا عین مصلحت ہے۔

(والد مرحوم)

[1] ایسا لعل جس کی قیمت کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ [2] رنج۔ [3] روکنے۔ [4] اچھا برا۔ [5] کم ہونا۔ اُتر جانا [6] ہاتھ چھوڑنا یعنی مار بیٹھنا۔ ۱۲

## بدمزاجی

ظاہر ہی تواضع کے اثر ہوتے ہیں
ہر نخل میں لاکھوں ہی ثمر ہوتے ہیں

دنیا میں تکبر سے کبھی کام نہ لے - جھکتے ہی نہال بارور ہوتے ہیں

آدمی میں طرح طرح کی خصلتیں ہوتی ہیں بعض پسندیدہ بعض ناپسندیدہ - حلم - عجز و انکسار - رحم - ہمدردی - محبت - خوش خلقی - زندہ دلی - راست بازی دیانت داری - سخاوت - فیاضی وغیرہ وغیرہ پسندیدہ خصلتیں ہیں - بدمزاجی - غرور تکبر - بے رحمی - عداوت و دشمنی - بداخلاقی کج ادائی - ترش روئی - دروغ گوئی - بددیانتی - دغابازی بخل وغیرہ وغیرہ نہایت مذموم اور ناپسندیدہ عادتیں ہیں - بُری خصلتوں کے ضمن میں جتنی ناپسندیدہ خصلتیں ہم نے بیان کی ہیں اُن میں سے صرف بدمزاجی کی نسبت ہم تمھیں کچھ بتانا چاہتے ہیں - بدمزاجی سے ہماری مراد وہ خصلت ہی جو آدمی کے دل میں یہ خیال پیدا کر دیتی ہی کہ میں سب سے اچھا ہوں اور اَور آدمی میرے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتے - بدمزاج شخص جب کسی سے بات کرتا ہی تو اکڑ اکڑ کر بولتا ہی تو تیز ہو کر - نرم الفاظ زبان پر لانا گناہ خیال کرتا ہی سخت اور درشت الفاظ بے سمجھے بوجھے زبان سے نکال بیٹھتا ہی اور یہ خیال کبھی دل میں نہیں لاتا کہ اس سے دوسروں کا دل دُکھے گا اور میری زبان خراب ہو گی - طرزِ گفتگو ایسا اختیار کرتا ہی جس سے اپنی مشیخت اور دوسروں کی ذلت ہو علم

---

۱ درخت - پھل - ۲ جھکنے والے درختوں ہی میں پھل لگتے ہیں - ۳ بُری - مذمت کے قابل - ۴ سخت - ۵ شیخی - دوسروں کی ابتدا ۱۲

وہ انکسار کو خیر باد کہتا ہے اور بات بات پر تیزی دکھا کر لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھانا چاہتا ہے۔ بدمزاج شخص لوگوں کی نگاہ میں بہت جلد ذلیل اور خوار ہو جاتا ہے اور اُس سے بات کرنے کو کسی کا دل نہیں چاہتا۔ لوگ اُس کی صحبت سے گریز[1] کرتے ہیں۔ رستے میں نظر پڑ جاتا ہے تو اس سے کترا[2] کر نکل جاتے ہیں۔ کوئی شخص بدمزاج آدمی سے محبت نہیں رکھتا البتہ جو لوگ اُس کے دست نگر[3] ہوتے ہیں اُن کو بہ مجبوری اُس کی تعظیم[4] و تکریم کرنی پڑتی ہے۔ ہم چشم[5] اور برابر والے اُس کے سفلہ پن[6] پر قہقہے لگاتے ہیں اور اُسے خلل دماغ[7] کا روگی بتاتے ہیں۔ بدمزاج اپنی بدمزاجی کی وجہ سے خود بھی کبھی خوش نہیں رہتا۔ لوگوں کے ساتھ سخت کلامی سے پیش آتا ہے اور لوگ بھی اُس کے ساتھ ویسی ہی درشتی سے پیش آتے ہیں۔ اسے برداشت نہیں ہوتی اور خون[8] کے سے گھونٹ پی پی کر دل ہی دل میں جلتا بھنتا رہتا ہے۔ نوکر چاکر بھی ایسے آدمیوں سے کوسوں بھاگتے ہیں۔ ہر روز نئے نوکر تلاش کرنے پڑتے ہیں اور چوں کہ وہ مزاج سے واقف نہیں ہوتے اس لئے اُن کو سخت مصیبت اُٹھانی پڑتی ہے۔ گھر والوں کا دم[9] بھی ناک میں آجاتا ہے۔ کوئی شخص جلدی سامنے نہیں آتا۔ اگر کوئی کام بھی آن پڑے تو ادھر اُدھر ٹل

---

[1] دور بھاگتے ہیں۔ بچتے ہیں۔ [2] رستہ کاٹ کر۔ [3] محتاج۔ ضرورت مند۔ [4] عزت کرنا۔ [5] ساتھی۔ برابری کے لوگ۔ [6] کمینہ پن۔ [7] پاگل پنا۔ [8] غصے میں۔ [9] جی اُکتا جاتا ہے۔ بیزار ہو جاتے ہیں۔ ۱۲

جاتے ہیں غرض اپنے دل پر وقت غم و غصے کی تکلیف برداشت کرنے کے علاوہ دنیاوی کاروبار میں بھی طرح طرح کے حرج واقع ہوتے ہیں اور زندگی وبالِ جان ہو جاتی ہے - بد مزاجی کا مرض انسان اپنی طبیعت میں خود پیدا کر لیتا ہے جس کا دور کرنا کوئی مشکل امر نہیں - مذہبی اور اخلاقی کتابیں - بزرگانِ دین اور بزرگانِ قوم کے حالات طبیعت میں یقیناً اصلاح پیدا کر دیتے ہیں - بعض لوگ بھی اس قسم کے ہوتے ہیں جو دوسروں کی طبیعت کو اصلاح پر لے آتے ہیں اور اُس کا اثر اس قدر جلد اور پائدار ہوتا ہے جو کتابوں کے پڑھنے سے ایک مدت میں حاصل ہوتا ہے تمثیل کے طور پر ہم تمھیں ایک بادشاہ کا قصہ سناتے ہیں جس نے اپنے ایک فوجی افسر کی بد مزاجی کو ایک آن کی آن میں مدت العمر کے لیے درست کر دیا - کہتے ہیں کہ روس کا بادشاہ الگزینڈر نہایت حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھا اور اُس کی فوج کا ایک افسر سخت بد مزاج اور تند خو تھا - ایک روز وزیر اعظم نے بادشاہ کے آگے شکایت کی اور کہا کہ وہ ایسا بد مزاج ہے کہ اُس کے ماتحت جس قدر فوج ہے سب اُس کے ہاتھ سے تنگ آ گئی ہے - مناسب ہے کہ اُسے فوراً برخاست کر دیا جائے - بادشاہ نے جواب دیا کہ دو چار دن ٹھیرو

---

دو پھر نا گوار خاطر ۔ مضبوط - جو دیر تک قایم و برقرار رہے ۔ مثال ۔ ایک لمحے میں ۔ ساری عمر ۔ طبیعت کا ٹھنڈا ۔ متحمل ۔ مزاج میں عاجزی ۔ غربت ۔ تیز خصلت ۔ ہاتھ کے نیچے والے ۔ سلوک ۔ برتاؤ ۔ موقوف ۔ ۱۲

ممکن ہے کہ اس کی عادت بدل جائے۔ دوسرے دن بادشاہ بھیس بدل کر چل کھڑا ہوا اور اپنے بدمزاج افسر کی فوج میں جا پہنچا۔ افسر کو دیکھا کہ اپنی کوٹھی کے صحن میں ٹہل رہا ہے۔ بادشاہ نے نہایت ادب کے ساتھ سلام کیا۔ افسر نے جواب تو دیا مگر نہایت بدمزاجی اور بے پروائی کے ساتھ۔ بادشاہ نے پوچھا کہ سوءِ ادبی[1] نہ ہو تو میں جناب سے دو چار باتیں پوچھوں۔ افسر نے نہایت تکبّر سے کہا۔ پوچھ کیا پوچھنا چاہتا ہے؟۔ بادشاہ نے کہا حضور کا عہدہ کیا ہے؟ افسر نے کہا تو کیا خیال کرتا ہے؟۔ بادشاہ۔ کیا جناب لفٹنٹ کے عہدے پر مامور[2] ہیں؟ افسر تیوری[3] چڑھا کر۔ نہیں ہے؟ تو میری ہتک[4] کرتا ہے؟۔ بادشاہ معاف فرمائیے کیا جناب کپتان ہیں؟ افسر اکڑ کر۔ اس سے بھی زیادہ۔ بادشاہ۔ میجر؟ افسر دیا پائپ کا ایک لمبا دم لگا کر اور سینہ اُبھار کر ہاں یہی معزز عہدہ ہے جس پر میں مامور ہوں جب بادشاہ کے سوال ختم ہو گئے تو افسر نے پوچھا تو کون ہے؟ بادشاہ نے کہا حضور کا قیافہ[5] کیا کہتا ہے؟ افسر۔ لفٹنٹ؟ بادشاہ۔ اس سے بڑھ کر۔ افسر کپتان؟۔ بادشاہ کچھ اور زیادہ۔ افسر۔ میجر؟۔ بادشاہ ابھی اور بڑھتے جائیے۔ افسر۔ کرنل؟ بادشاہ۔ اور بڑھیے۔ یہ سن کر افسر نے پائپ منہ سے نکال لیا اور نہایت ادب سے پوچھا کیا آپ جرنیل ہیں؟ بادشاہ۔ اب تم

---

[1] بے ادبی [2] مقرر۔ [3] پیشانی پر بل ڈال کر۔ [4] ذلّت۔ بے عزتی۔ [5] کسی کی صورت دیکھ کر تاڑ لینا کہ وہ کیسا آدمی ہے۔ ۱۲

قریب پہونچ گئے ہو۔ اب تو افسر کے ہوش وحواس باختہ ہوئے[1] اور گھبرا کر[2] کہا کیا حضور کمانڈر ان چیف[3] ہیں؟ بادشاہ ذرا اور آگے بڑھے۔ یہ سُنتے ہی افسر بادشاہ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا معلوم ہوا کہ حضور بادشاہ ہیں۔ میں معافی کا طالب ہوں[4] اور صدق دل سے[5] وعدہ کرتا ہوں کہ آیندہ پھر کبھی آپ کے کانوں تک میری بدمزاجی کی خبر نہ پہنچے گی[6]۔ بادشاہ نے اُس کی پیٹھ ٹھونکی[7] اور کہا شاباش ہیں تمھارے وعدے پر اعتماد[8] کرتا ہوں اور تمھارا پچھلا قصور معاف کرتا ہوں۔

(مولوی عبداللہ خاں)

## معافی اور انتقام

"در عفو لذتیست[9] کہ در انتقام نیست"

خطا سے پاک جُرم سے بری عام آدمیوں میں تو کوئی نظر نہیں آتا۔ نہایت غنیمت ہیں وہ لوگ جن میں خوبیاں زیادہ اور بُرائیاں کم ہیں اور بہت ہی نیک ہیں وہ لوگ جو اوروں کی تاک میں نہیں رہتے بلکہ اپنے ہی کاموں کو جانچتے ہیں۔ اُن میں جو خطا قصور پاتے ہیں عین وقت پر اُن کا علاج کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے تمام فعلوں کو انصاف کی نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو کہ ہم ہی سے بہت سی خطائیں روزمرہ[9] سرزد ہوتی ہیں[10]۔ ہمارے اکثر کاموں سے دوسروں کو تکلیف پہونچتی ہے لیکن ہم اپنے کرتوت[11] کی جانچ میں بہت غفلت کرتے ہیں۔ اسی سبب سے

[1] بدحواس ہو گیا۔ [2] گھبرا گیا۔ [3] سپہ سالار۔ فوج کا سب سے بڑا افسر۔ [4] میں آپ سے معافی چاہتا ہوں۔ [5] سچے دل سے۔ [6] آپ کبھی نہ سنیں گے۔ [7] شاباش دی۔ [8] بھروسہ۔ [9] معافی میں جو مزہ ہے وہ بدلہ لینے میں تھوڑا ہی ہے۔ [9] ہر روز۔ [10] ہوا کرتی ہیں۔ [11] افعال بد۔ برے کام۔

نہ اپنی خطاؤں کو پہچانتے اور نہ اُن کو بُرا جانتے ہیں۔ جب کہ ہم اپنے آپ کو بے قصور۔ بے خطا۔ بے جرم۔ بے گناہ نہیں پاتے تو نہایت ناانصافی کی بات ہے کہ اوروں کی خطا کو سخت نگاہ سے دیکھیں۔ کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو تو معذور سمجھیں اور دوسروں کی ادنیٰ بھول چوک کو بھی معاف نہ کریں۔ افسوس ہے کہ ہم اپنے قصوروں کو بالکل فراموش کر دیتے ہیں اسی واسطے دوسروں کے خفیف قصور کا بھی بدلہ چاہتے ہیں نیک آدمی سب کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں۔ لوگوں کی پوشیدہ خطاؤں کی ٹوہ[1] میں نہیں رہتے۔ ادنیٰ قصوروں پر گرفت نہیں کرتے۔ اپنے آپ کو ایسا بنا لیتے ہیں کہ گویا انھوں نے کوئی قصور دیکھا ہی نہیں۔ اسی کو چشم پوشی کہتے ہیں۔ جو چشم پوشی کرتا ہے اُس کا رعب اوروں پر قائم رہتا ہے۔ جو شخص ذرا ذرا سی باتوں پر بگڑتا اور خفا ہوتا ہے وہ اپنا وقر اور بھرم کھوتا ہے۔ البتہ جو قصور تمھارے مقابلے میں علانیہ[3] اور قصداً[4] کیا گیا ہو۔ اُس پر ضرور باز پرس[5] کرو۔ اگر قصوروار اپنے قصور کا اقرار کرے اور اپنے کام سے نادِم[6] ہو کر اپنی خطا کی معافی چاہے تو فیاضی اور جواں مردی یہ ہے کہ فوراً معاف کر دو۔ معافی سے تم کو ایسی خوشی حاصل ہوگی جو انتقام لینے سے ہرگز نہیں ہو سکتی۔

| | |
|---|---|
| نادموں کی خطا معاف کر د | ہے معافی میں لذّت اور سرور |
| اپنے دل میں ذرا کرو انصاف | کون ہے جو ہے بے خطا و قصور |

[1] ٹوہ لگانا۔ پتہ چلانا۔ کرید۔ [2] چھوٹے چھوٹے۔ [3] پکڑ۔ [4] آن جان ہو جانا۔ [5] کھلے خزانے۔ عمداً۔ [6] پوچھ گچھ۔ شرمندہ۔ ۱۲

بدلے کے قابل صرف وہ خطائیں ہوتی ہیں جن کا کرنے والا اطلاع پانے کے بعد بھی پشیمان نہ ہو اور اپنی خطاؤں کو خطا نہ جانے بلکہ اُس پہ اصرار کرے اس صورت میں انتقام لینا واجب ہے۔ نہیں تو وہ قصور عادت بن جائے گا خود قصور کرنے کو بلا میں پھنسائے گا اور دوسروں کو اذیت پہونچائے گا۔

| | |
|---|---|
| جو انتقام نہ لینے سے ہو خطا افزوں<br>وہ کام جس سے اوروں کو فائدہ پہونچے | تو یہ تمہاری خطا ہے جو انتقام نہ لو<br>تم اُس کے کرنے سے زنہار ہاتھ تھام نہ لو |

نیک اور شریف آدمی اول تو کسی کے آزار کے روادار نہیں ہوتے اور اگر ناوانستہ کسی کے حق میں کوئی ادنیٰ خطا بھی اُن سے ہو جاتی ہے تو اُن کو بہت افسوس اور بڑی ندامت ہوتی ہے اور وہ بے تامل اپنی خطا کا اقرار کرتے اور بہت منت سے اُس کی معافی چاہتے ہیں۔ کیوں کہ خطا پر اصرار کرنا اور اُس کو بُرا نہ جاننا یہ دوسری خطا ہے۔ خطا کرنے سے آدمی کے دل میں اس قدر بُرائی پیدا نہیں ہوتی جس قدر اپنی خطا کو خفیف سمجھنے سے پیدا ہوتی ہے۔

| | |
|---|---|
| ہے بیمار تو لیک بچنے کے قابل<br>مگر ایسے نادان کا کیا ٹھکانا<br>بُرا مانتا ہے جو سمجھائے کوئی<br>وہ انجام کو روئے گا سر پکڑ کر | جو اپنی خطا کو خطا جانتا ہے<br>کہ جو درد ہی کو دوا جانتا ہے<br>بُرائی کو اپنی بھلا جانتا ہے<br>نہیں اس میں کچھ شک خدا جانتا ہے |

(مولوی محمد اسمٰعیل مرحوم)

۱ پچھتائے ۔ ۲ ضد ۔ ۳ بدلہ ۔ ۴ تکلیف ۔ ۵ بڑھے ۔ ۶ ہرگز ۔ ۷ تکلیف ۔ ۸ اَن جان پنے سے ۔ ۹ ہلکی ۔ کم ۔ ۱۰ لیکن ۔ ۱۲

اتنی ہی دشوار اپنے عیب کی پہچان ہے
جس قدر کرنی ملامت اور کو آسان ہے

دیکھ لی بلبل فرازِ گلبن پہ آنکھیں کھول کر
پھول میں گر آن ہے کانٹے میں بھی اک شان ہے

عقل پھیلی پر نہ سمٹی حرص و آز انسان کی
ہے نہ نام اب آدمیت کا اگر انسان ہے

چیونٹیوں میں اتحاد اور مکھیوں میں اتفاق
آدمی کا آدمی دشمن خدا کی شان ہے

دل میں حالی کے رہے باقی نہ ارمان کچھ
جی میں ہے کچھ اب اگر باقی تو یہ ارمان ہے

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

موسیٰ نے کی عرض کہ اے بارِ خدا
مقبول ترا کون ہے بندوں میں سوا

ارشاد ہوا بندہ ہمارا وہ ہے
جو دے سکے اور نہ لے بدی کا بدلا

## تعصب

(حالی)

انسان کی بدترین خصلتوں میں سے تعصب بھی ایک بہت ہی بری خصلت ہے کہ انسان کی نیکیوں اور اُس کی تمام خوبیوں کو غارت اور برباد کر دیتی ہے۔ متعصب گو اپنی زبان سے نہ کہے مگر اس کا طریقہ یہ بات جتلاتا ہے کہ عدل و انصاف کی خصلت جو عمدہ ترین خصائل انسان سے ہے۔ اُس میں نہیں ہے۔ متعصب اگر کسی غلطی میں پڑتا ہے تو اپنے تعصب کے سبب اس غلطی سے نکل نہیں سکتا کیونکہ اس کا تعصب اس کے برخلاف بات کے سننے اور سمجھنے اور اُس پر غور کرنے کی اجازت نہیں دیتا اور اگر وہ کسی غلطی میں نہیں ہے بلکہ سیدھی اور سچی راہ پر ہے

حرص۔ لالچ۔ سب سے بری۔ تعصب سے بہتر۔ ۱۲

تو اس کے فائدے اور اس کی نیکی کے پھیلنے اور عام ہونے نہیں دیتا
کیوں کہ اس کے مخالفوں کو اپنی غلطی پر متنبہ[1] ہونے کا موقع نہیں ملتا۔
تعصب انسان کو ہر طرح کی نیکیوں کے حاصل کرنے سے باز[2] رکھتا ہے۔ اکثر
ایسا ہوتا ہے کہ انسان کسی کام کو نہایت عمدہ اور مفید[3] سمجھتا ہے مگر صرف تعصب
سے اُسکو اختیار نہیں کرتا اور دیدہ و دانستہ[4] برائی میں گرفتار اور بھلائی
سے بیزار رہتا ہے۔ انسان قواعد قدرت کے مطابق مدنی الطبع[5] پیدا
ہوا ہے۔ وہ تنہا اپنی حوائج ضروری[6] کو مہیا[7] نہیں کر سکتا۔ اس کو ہمیشہ مددگاروں
معاونوں[8] کی جو دوستی اور محبت سے ہاتھ آتے ہیں ضرورت ہوتی ہے۔ مگر
متعصب اپنے تعصب کے سبب تمام لوگوں سے منحرف[9] اور بیزار رہتا ہے اور کسی
کی دوستی اور محبت کی طرف بجز[10] اُن چند لوگوں کے جو اس کے ہم رائے[11]
ہیں مائل[12] نہیں ہوتا۔ عقل اور قواعد قدرت کا مقتضا[13] یہ معلوم ہوتا ہے کہ امور[14]
متعلق تمدن و معاشرت میں جو باتیں زیادہ منفعت[15] اور زیادہ آرام اور
زیادہ لیاقت اور زیادہ عزت کی ہیں اُن کو انسان اختیار کرے مگر متعصب
ان نعمتوں سے محروم[16] رہتا ہے۔ ہنر اور فن اور علم ایسی عمدہ چیزیں ہیں
کہ ان میں سے ہر ایک چیز کو نہایت اعلیٰ درجے تک پہنچنے سے محروم رہتا ہے
وہ اُن تمام دلچسپ[17] اور مفید[18] باتوں سے جو نئی تحقیقات سے اور

---

[1] واقف - آگاہ - مطلع۔ [2] روکنا۔ [3] فائدہ مند۔ [4] جان بوجھ کر۔ [5] ملنسار۔ [6] ضروری حاجتیں۔
[7] اکٹھی - جمع۔ [8] مدد کرنے والوں۔ [9] بدل جانا۔ [10] سوائے۔ [11] رائے سے موافقت کرنے والے ہیں۔
[12] متوجہ۔ [13] منشا۔ [14] جو باتیں زندگانی سے تعلق رکھتی ہیں۔ [15] فائدہ۔ [16] بے بہرہ۔ [17] جن میں دل لگے۔ [18] فائدہ مند۔

نئے علوم سے حاصل ہوتی ہیں محض[1] جاہل اور ناواقف رہتا ہے اُس کی عقل اور اُس کے دماغ کی قوت محض بے کار ہو جاتی ہے۔ جو کچھ اُس میں سمائی[2] ہوئی ہے اس کے سوا اور کسی بات کے سمجھنے کی اُس میں طاقت اور قوت نہیں رہتی۔ وہ ایک ایسے جانور کے مانند ہو جاتا ہے کہ اس کو جو کچھ بالطبع[3] آتا ہے اس کے سوا اور کسی چیز کی تعلیم و تربیت کے قابل نہیں ہوتا۔ بہت سی قومیں ہیں جو اپنے تعصب کے باعث[4] سے تمام باتوں میں کیا اخلاق میں اور کیا علم و ہنر میں اور کیا فضل[5] و دانش[6] میں اور کیا تہذیب و شائستگی میں اور کیا جاہ[7] و حشمت[8] اور مال و دولت میں اعلیٰ درجے سے نہایت پست[9] درجہ ذلت اور خواری[10] کو پہنچ گئی ہیں اور بہت سی قومیں ہیں جنھوں نے اپنی بے تعصبی سے ہر جگہ اور ہر قوم سے اچھی اچھی باتیں حاصل کیں اور ادنیٰ درجے سے ترقی کے اعلیٰ سے اعلیٰ درجے تک پہنچ گئیں۔ غیر متعصب مگر اپنے مذہب میں پختہ[11] ہمیشہ سچا دانا[12] دوست اپنے مذہب کا ہوتا ہے اُس کی خوبیوں اور نیکیوں کو پھیلاتا ہے اُس کے اصول[13] کو دلائل[14] و براہین[15] سے ثابت کرتا ہے۔ برخلاف اس کے متعصب نادان دوست اپنے مذہب کو رسوا[16] کرتا ہے اور سراسر[17] اپنی نادانی سے اپنے مذہب کو نقصان پہنچاتا ہے غرض کہ تعصب خواہ دینی باتوں میں ہو یا دنیاوی باتوں میں نہایت بُرا

---

۱ بالکل ۔ ۲ گنجائش ۔ ۳ اپنی طبیعت سے ۔ ۴ سبب ۔ ۵ بزرگی ۔ ۶ عقل مندی ۔ ۷ مرتبہ ۔ ۸ شان و شوکت ۔ ۹ گرے ہوئے ۔ ۱۰ ذلت ۔ ۱۱ پکے ۔ ۱۲ عقل مند سمجھ دار ۔ ۱۳ قواعدِ مسلّمہ ۔ ۱۴ دلیل کی جمع ۔ ۱۵ براہان کی جمع اس کے معنے بھی دلیل کے ہیں ۔ ۱۶ بدنام ۔ ۱۷ بالکل ۔ ۱۲

اور بہت سی خرابیوں کا پیدا کرنے والا ہے - مغرور متکبر ہو جانا اور اپنے ہم جنسوں کو سوائے چند کے نہایت حقیر و ذلیل سمجھنا متعصب کا خاصّہ[1] ہوتا ہے - اسکے اصول کا مقتضا یہ ہوتا ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں سے سوائے چند کے کنارہ گزیں[2] ہو - مگر ایسا کر نہیں سکتا اور بہ مجبوری ہر ایک سے ملتا ہے اور اوپری دل سے اُن کا ادب اور اپنی جھوٹی نیازمندی بھی ظاہر کرتا ہے اور ایسا کرنے سے ایک اور بدخصلت نفاق[3] اور کذب[4] اور دغابازی اور فریب و مکاری کی اپنے میں پیدا کرتا ہے - دنیا میں کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس نے خود ہی تمام کمالات اور تمام خوبیاں اور خوشیاں حاصل کی ہوں بلکہ ہمیشہ ایک قوم نے دوسری قوم سے فائدہ اُٹھایا ہے الّا[5] متعصب شخص ان نعمتوں سے بدنصیب رہتا ہے - علم میں اُس کو ترقی نہیں ہوتی ہنر و فن میں اُس کو دستگاہ[6] نہیں ہوتی - دنیا کے حالات سے وہ ناواقف رہتا ہے - عجائبات قدرت کے دیکھنے سے وہ محروم ہوتا ہے حصولِ معاش اور دنیاوی عزّت اور تموّل[7] اور تجارت[8] وغیرہ کے وسیلے[9] اس کے ہاتھ سے جاتے رہتے ہیں اور رفتہ رفتہ[10] تمام دنیا کے انسانوں میں روز بروز ذلیل اور خوار اور حقیر و ناچیز ہوتا جاتا ہے - اُس کی مثال ایسے جانور کی ہوتی ہے جو اپنے ریوڑ میں ملا رہتا ہے

---

[1] عادت ہوتی ہے - [2] الگ ہو جائے - [3] دو دلی - [4] جھوٹ - [5] مگر - سوائے - [6] آمیری - دولتمندی - [7] سوداگری - بیوپار - [8] ذریعے - [9] بہ تدریج - ۱۲

اور نہیں جانتا کہ اُس کے اور ہم جنس کیا کر رہے ہیں۔ بلبل کیا چہچہاتی ہے
اور قمری کیا غل مچاتی ہے۔ بیا کیا بُن رہا ہے اور تیتری کیا چُن رہی ہے۔ وہ بجز
کوڑے پر کی گھانس چرنے کے اور کچھ نہیں جانتا کہ باغ کیوں بنا ہے
اور پھول کیوں کھلا ہے۔ نرگس کیا کہتی ہے اور انگور کی تاک کیا تاکتی ہے۔
تعصب میں سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ جب تک وہ نہیں جاتا کوئی ہنر
اور کمال اُس میں نہیں آتا تہذیب و شائستگی تہذیب و انسانیت کا
مطلق نشان نہیں پایا جاتا اور جب کہ وہ مذہبی غلط فہمی کے پردے
میں ظہور کرتا ہے تو اور بھی سخت قاتل ہوتا ہے کیوں کہ مذہب اور تعصب
سے کچھ تعلق نہیں ہے۔ انسان کے خراب و برباد کرنے کے لیے شیطان کا
سب سے بڑا داؤں تعصب کو مذہبی رنگ سے دل میں ڈالنا اور اُس کی تاریکی
کے فرشتے کو روشنی کا فرشتہ کرکے دکھلاتا ہے۔ پس میری التجا اپنے
بھائیوں سے یہ ہے کہ ہمارا خدا نہایت مہربان اور بڑا منصف اور سچا
(زہنوں) سچائی کا پسند کرنے والا وہ ہمارے داؤں پیچ سب جانتا ہے وہ ہماری نیتوں کو
پہچانتا ہے پس ہم کو اپنے مذہب میں نہایت سچائی سے پختہ رہنا مگر
تعصب کو جو ایک بُری خصلت ہے چھوڑنا چاہیے۔ تمام بنی نوع انسان
ہمارے بھائی ہیں۔ ہم کو سب سے محبت اور سچا معاملہ رکھنا اور سب سے
سچی دوستی اور سب کی سچی خیر خواہی کرنا ہمارا قدرتی فرض ہے۔ پس

[۱] انگور کا درخت۔ [۲] ہر ہلا ہل۔ ہر قسم کے انسان۔ ۱۲

اس کی ہم کو پیروی کرنی چاہیئے ۔ (سر سید احمد خاں)

## دلیری

ہمّت[۱] بلند دار کہ پیش خدا و خلق
باشد بقدر ہمتِ تو اعتبار تو

جس وقت کوئی خطرہ یا دشواری[۲] پیش آئے یا آفت و مصیبت کا سامنا ہو
اگر اس وقت انسان اپنی ذات پر بھروسہ کرے اور اپنی رائے
اور تدبیر سے اُن خطروں اور آفتوں کے رفع کرنے پر آمادہ ہو تو
اس خصلت کو **دلیری** کہتے ہیں ۔ دلیری سے ثابت قدمی اور
استقلال پیدا ہوتا ہے ۔ استقلال کے وسیلے سے مشکلیں آسان
ہوتی ہیں جس کام کو آدمی شروع کرتا ہے اس کو تمام کرکے چھوڑتا ہے ۔
دلیری انسان کو بڑے بڑے کاموں کا حوصلہ دلاتی اور کامیابی کی
راہیں سجھاتی ہے ۔ دلیری ہی وہ چیز ہے جو آدمی کو ادنیٰ درجے سے اعلیٰ
رتبے پر پہنچاتی ہے ۔ دلیری دشمنوں کے حملے ۔ ظالموں کے ظلم اور
شریروں کی شرارت سے بچاتی ہے ۔ دلیری ہی سے انسان اپنے
نفع ۔ اپنے حق اور اپنی عزت و حرمت کی حفاظت کرتا ہے ۔ دلیری
سے صبر و تحمل پیدا ہوتا ہے ۔ جو آدمی کو مصیبتوں پر غالب اور فتح مند
بنا دیتا ہے ۔ شاید تم نے دیکھا ہو کہ انجن چلاتے ہیں جس سے بھاپ
بنتی ہے ۔ بھاپ کی روک تھام سے باقاعدہ حرکت پیدا ہوتی ہے ۔ اس

[۱] ہمت بلند رکھو تاکہ خدا اور بندگانِ خدا کے سامنے تمھارا اعتبار اُتنا ہی قائم ہو جتنی کہ تمھاری ہمت ہے ۔ [۲] مشکل ۔ ۱۲

حرکت سے بڑے بڑے کام نکلتے ہیں۔ اسی طرح غصہ آدمی کے دل میں ایک طاقت پیدا کرتا ہے۔ جب عقل اس طاقت کو اپنے قابو میں رکھتی ہے تو آدمی سے دلیری کی خصلت ظاہر ہوتی ہے۔ جب غصہ حد سے زیادہ بڑھتا ہے تو عقل سلامت نہیں رہتی۔ انجام کار فکر اور نیک و بد کی تمیز اٹھ جاتی ہے۔ اس جوش میں وہ ایسی نامعقول حرکتیں کر بیٹھتا ہے کہ غصہ فرو ہونے کے بعد اُس کو خود ندامت ہوتی ہے۔ بدلا اور انتقام کا خوف دل پر چھا جاتا ہے۔ ایسے سے دوست آشنا نفرت کرنے لگتے ہیں۔ دشمن اُس کی بیہودگی پہ ہنستے اور خوش ہوتے ہیں۔ غصّے کی حرارت کا بالکل مر جانا بھی بُرا ہے۔ جب یہ حرارت آدمی کے دل کو نہیں اُبھارتی تو وہ بودا۔ ڈرپوک۔ کم ہمت سُست اور بے غیرت بن جاتا ہے۔ اگر دشمن اُس کی حق تلفی یا ہتک کرے تو وہ لذت کے ساتھ گوارا کرتا ہے۔ کوئی آفت یا خطرہ سامنے آئے تو اُس کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں۔ ایسا آدمی کسی دشوار کام کو انجام نہیں دے سکتا۔ اس لیے وہ انسانیت کی تمام خوبیوں سے محروم رہتا ہے۔ ۵

نہ حلوا بن کہ چٹ کر جائیں بھوکے ؛ نہ کڑوا بن کہ جو چکھے سو تھوکے

(مولوی محمد اسمٰعیل)

آخر کار = ۱۲

## جھوٹ کسے کہتے ہیں

راستی موجب رضائے خداست
کس نہ دیدم کہ گم شد از راہ راست[1]

بزدل آدمی جھوٹ کی آڑ میں پناہ لیتا ہے۔ الفاظ سے یا افعال سے تحریر سے یا تقریر یا کسی بات کے جواب میں سکوت اختیار کرنے سے دوسرے آدمی کو دھوکا دینا جھوٹ کہلاتا ہے۔ اگر کسی سچ بات کو اپنا عیب چھپانے کے لیئے اور دوسروں کو دھوکا دینے کے لیئے بیان کریں تو وہ بھی جھوٹ ہے اور جب ظاہر ہو جاتا ہے تو بڑی ندامت ہوتی ہے۔ پس اے لڑکیو! یہ بات خوب یاد رکھو خواہ تم کچھ ہی الفاظ کیوں نہ استعمال کرو اگر تمہارا ارادہ یہ ہے کہ دوسروں کو دھوکا دیں یا اپنا قصور چھپائیں تو اسی کا نام جھوٹ ہے۔ (مولوی عبداللہ خاں)

عورتوں کو جھوٹ بولنے کا بڑا لپکا پڑ جاتا ہے۔ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے جھوٹی بات دیر سویر کھلتی ضرور ہے۔ جھوٹ بولنے والے کو ہمیشہ سخت ندامت اور شرمندگی ہوتی ہے۔ جھوٹ بولنا گناہ ہے اور آدمی کا وقر اعتبار کھو دیتا ہے۔ جھوٹا اگر سچ بھی بولے تو لوگ اسے جھوٹ ہی سمجھتے ہیں۔ کچھ بھی ہو جائے مگر بھول کر بھی کبھی جھوٹ نہ بولو کہ سچائی کا بول بالا اور جھوٹ کا منہ کالا ہوتا ہے۔ اور یہ جو تم نے سنا ہوگا کہ دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز تو اس کے خاص خاص مواقع ہیں کہ مصلحت وقت کے تقاضے سے جھوٹ بولا جائے اور اُس سچائی سے جو فساد ڈلوائے ایسا حکمت عملی کا جھوٹ یقیناً بہتر ہے۔[2]

## باتیں گھڑنی

باتیں۔ بڑے آدمیوں کے دل بہلانے کے لیئے ایسے ہی اوزار ہیں جیسے بچوں کے دل بہلانے کے لیئے کھلونے۔ مگر آج کل ہم میں بری باتوں سے دل بہلانے کی عادت ہو گئی ہے۔ ہمارے پیچھے یہ مرض ایسا لگ گیا ہے

---

[1] سچائی سے خدا راضی رہتا ہے ہم نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ جو سیدھی راہ چلا جا رہا ہو اور وہ بھٹک جائے۔

[2] عادتِ بد [3] جھوٹ بولنے والے میں جرأت نہیں ہوتی اُس کا دل بودا ہوتا ہے۔ [4] وہ جھوٹ جو مصلحت سے بولا جائے اُس سچائی سے بہتر ہے جو فساد برپا کر دے۔ ۱۲

کہ خواہ ہم اپنا حال بیان کریں یا کسی دوسرے کا جس میں ہماری کوئی غرض بھی نہ ہو تو
کوئی اُس کا اعتبار نہیں کرتا شاید تھوڑے ہی آدمی ہوں گے کہ جن کی باتوں پر لوگوں کو
یقین ہوتا ہو اور وہ یقین کے قابل بھی ہوں ۔ ساری بد اخلاقیوں کی جڑ یہ ہو کہ ہمارے
کلام سے سچائی رخصت ہو گئی ۔ ہر نیکی کی ابتدا سچ ہی سے ہوتی ہے اب سچ بولنا اس کا نام رہ گیا
ہے کہ ہم باتیں بنا بنا کر دوسرے آدمی کو اپنے سچ بولنے کا یقین کرا دیں ۔ جھوٹے سکے چالاکی سے
چلا کر کھرے سکوں میں گنوا دیں ۔ جھوٹ بولنا قسم کھانا کوئی برا نہیں جانتا بلکہ جس کلام میں داخل ہیں بات
بیان کرنے میں نفس الامری واقعات پر خیال نہیں کرتے بلکہ جس طرح اپنے تئیں اُس کا بیان
اچھا معلوم ہو یا سمجھیں کہ اس طرح بیان کرنا اوروں کو اچھا معلوم ہو گا اُسی طرح بیان
کرتے ہیں اور اس کا نام حسنِ بیان رکھتے ہیں غرض ریاکاری اور مکاری کے ساتھ
باتیں بنانا ہماری عادت میں داخل ہے اور وہ عیب کی جگہ ہنر سمجھا جاتا ہے ۔ کوئی گالی اور
دُشنام اور بُرا لفظ اس سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا کہ کوئی تم کو جھوٹا کہے ۔ ہر مذہب کسی
بُرائی پر ایسی لعنت ملامت نہیں کرتا جیسے کہ جھوٹ بولنے پر ۔ مگر رواج نے ان دونوں
باتوں کا اثر دل پر اتنا بھی باقی نہیں رکھا جتنی اُلٹا دینے میں ہوتی ۔ ایک حکیم خوب کہتا ہے
کہ جھوٹ بولنا اور آدمیوں سے ڈرنا ۔ خدا کی تحقیر کرنا ہے ۔ خدا کا حکم ہے کہ جھوٹ مت بولو جب
یہ حکم ہوا تو اُس کے حکم کی تذلیل ہوئی ۔ پس اس سے زیادہ کون سی انسان کی ذلیل اور
خوار کرنے والی بُرائی ہو گی کہ جس سبب سے وہ آدمیوں سے تو ڈرے اور خدائے تعالیٰ سے
بہادری کرے ۔ ہماری باتیں ہی ہمارے دل کی ترجمان ہیں ۔ صرف انہیں کے ذریعے سے ہم
خیالات کو دوسرے تک پہونچا سکتے ہیں ۔ اپنے ارادوں اور نیتوں کو ظاہر کر سکتے ہیں لیکن جب
وہی جھوٹے ہوں تو گویا ہم اپنے بنی نوع کو فریب دیتے ہیں اور اُن سے اپنے تعلقات کے رشتوں کو

۱؎ راست راست سچے سچے ۔ دیکھا ۱۰-۱۲

توڑتے ہیں۔ اپنے تمام خط و کتابت کا۔ گورمنٹ کے کاموں کی ذمہ داری کا اعتبار رکھتے ہیں۔ ہم سے تو وہ وحشی قومیں اچھی ہیں کہ جب جھوٹ بولتے ہیں یا جھوٹی بات سنتے ہیں تو اپنی زبان اور کان کا خون کفارے میں بتوں پر چڑھاتے ہیں اور جھوٹ سے توبہ کرتے ہیں مگر یہاں تو جیسے آہن گر لوہے کو زرگر سونے کو ٹھوک ٹھاک کر کچھ سے کچھ بنا دیتا ہے اسی طرح ہم باتونی باتوں کا بتنگڑ بنا کے کچھ سے کچھ کر دیتے ہیں۔ (شمس العلما منشی ذکاء اللہ خاں مرحوم)

## غیبت

اگرچہ مرد بھی اس عیب سے خالی نہیں مگر عورتیں کثرت سے اس بلا میں گرفتار ہیں۔ جہاں دو مل کر بیٹھیں کہ بس برائیاں شروع ہوئیں۔

قرآن شریف میں غیبت کی بڑی سخت مذمت ہے۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ۔ اس آیت میں غیبت کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے اور وجوہ تشبیہ یہ ہیں اول بے خبری کہ جیسے مردے کو اپنی بوٹیوں کے نوچے جانے کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح اس شخص کو جس کے پیٹھ پیچھے برا کہا جاتا ہے غیبت کی خبر نہیں ہوتی۔ دوسرے جس طرح گوشت خوار نے لاش کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھائیں اسی طرح غیبت کرنے والے نے اپنے بھائی کی عزت کا خون کر دیا یوں کہو کہ اس کی عزت کا خون پی لیا۔ فارسی میں غیبت کو "پوستین مردم افتادن" کہتے ہیں یہ محاورہ اس تشبیہ سے

---

بہت باتیں کرنیوالے۔ زبانی جمع خرچ کرنے والے سے چھوٹی بات کو بڑا کر دینا یا کسی بات کی نوک ٹانگ جانا۔

مسلمانو! (لوگوں کی نسبت) بہت شک کرنے سے بچتے رہو کیوں کہ بعض شک (داخل) گناہ ہیں اور ایک دوسرے کی ٹٹول میں نہ رہا کرو اور تم میں سے ایک کو ایک پیٹھ پیچھے برا کہے بھلا تم میں سے کوئی (اس بات کو) گوارا کرے گا کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے یہ تو یقیناً تم کو گوارا نہیں (تو غیبت کیوں گوارا ہو کہ یہ بھی ایک قسم کا مردار کھانا ہے) اور اللہ (کے غضب) سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ ۱۲

بہت ہی ملتا ہوا ہے۔ حدیث شریف میں بھی کئی جگہ بڑی بُرائی آئی ہے اور اس کو زنا سے بھی بڑھ کر فرمایا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی زنا کرکے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اُس کی توبہ قبول کر لیتا ہے کہ زنا حق اللہ کا ہے لیکن غیبت کرنے والے کی بخشش نہیں ہوتی کیوں کہ یہ حق اُسی کا ہے اور حضرت انس سے روایت ہے کہ پیغمبر صاحب صلعم نے فرمایا کہ زانی توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کے لیئے توبہ نہیں۔ اس کے یا تو وہی معنے ہیں جو پہلی روایت میں مذکور ہوئے یا یہ کہ زانی حد سے ڈرتا اور کانپ کانپ اُٹھتا ہے اور عہد کرتا ہے کہ بار دیگر اس فعل کا مرتکب نہ ہوں گا اور غیبت کرنے والا ذرا نہیں ڈرتا اور غیبت کو ایک سہل سی بات جانتا ہے حتّٰی کہ رفتہ رفتہ غیبت کو حلال جاننے لگتا اور ورطۂ کفر میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ غصّہ۔ انتقام نفاق۔ بزدلی اتنی بدخصلتوں کا نچوڑ ہے غیبت اور اسی لیئے خدا نے اپنے کلام میں غیبت کنندہ کو مُردار خوار فرمایا ہے۔ غیبت کے معنے ہیں کسی کو اُس کے پسِ پشت بُرا کہنا۔ عام اس سے کہ وہ برائی اُس میں ہو یا نہ ہو۔ ہے تو نری غیبت ہے اور نہیں تو غیبت کے ساتھ بہتان بھی۔ اگر کسی کو اُس کے مُنہ پر بُرا کہو تو اُس کو اتنا بُرا نہیں لگے گا جتنا کہ پیٹھ پیچھے۔ اس لیئے کہ رُو کہنے سے اُس کو جواب دینے کا موقع ہے غفلت میں ایک آدمی پیچھے سے پتھر کھینچ مارے تو کیا روکا جائے۔ غیبت ہی کی قسم کی

---

نتیجہ ماحصل۔ پیٹھ پیچھے۔ طوفان لینا۔ اتہام لگانا۔ دوبدو۔ منہ پر۔ ۱۲

مگر سب میں بدتر چغلی ہے کہ چغل خور امانتِ راز میں خیانت کرنے کے علاوہ دو شخصوں میں پھوٹ[۱] ڈلواتا ہے۔ ۵

میانِ دو کس جنگ چوں آتش است ✛ سخن چین بدبخت ہیزم کش است

جس کی چغلی کھائی جاتی ہے اُس کو تو شاید نقصان نہ بھی پونہچیں مگر چغل خور تو ضرور پردہ فاش ہونے پر بے اعتماد ٹھیرتا اور رسوا ہوتا ہے۔ اصل میں چغل خور کو اپنے کسی واقعی یا ادعائی رنج کا انتقام لینا منظور ہوتا ہے مگر قدرت[۲] نہیں پاتا تو وہ اپنے کرنے کا کام دوسرے سے کراتا ہے اور اگر کہیں اُس شخص کو جس سے چغلی لگائی ہے اس کا علم ہوگیا تو وہ اُلٹا اُسی پر پلٹ پڑتا ہے۔

(از الحقوق والفرائض۔ ملخص شدہ)

## خوشامد

دل کی جس قدر بیماریاں ہیں ان میں سب سے مہلک[۵] خوشامد پسندی ہے۔ جب انسان کے جسم میں ایسا مادّہ پیدا ہوجاتا ہے جو بائی ہوا کے اثر کو جلد قبول کرلیتا ہے تو انسان مہلک امراض میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ اسی طرح جب آدمی کے مزاج میں خوشامد پسندی آجاتی ہے تو اُس میں ایک ایسا مادہ پیدا ہوجاتا ہے جو زہریلی باتوں کے زہر کو چوس لینے کی خواہش رکھتا ہے۔ جس طرح کہ خوش گلو[۶] گانے والے کا راگ اور خوش آیندہ باجے کی آواز انسان کے دل کو نرم کردیتی ہے اُسی طرح خوشامد بھی ایسا پگھلا دیتی ہے کہ ہر ایک کانٹے کے چبھنے کی جگہ اُس میں ہوجاتی ہے۔

---

تفرقہ۔ بگاڑ۔[۱] دو آدمیوں کی لڑائی گویا ہے گویا دہکتی آگ ہے اور کم بخت چغل خور لکڑہارے کی سی ہے یعنی وہ آگ کے بھڑکاتے میں مدد کرتا ہے۔ بھید کھل جانا۔[۳] طاقت۔ اختیار۔[۲] ہلاک کر دینے والا۔ سخت۔[۵] اچھے گلے والے۔[۶] اچھے معلوم دینے والا۔ ۱۲

اوّل اوّل یہ ہوتا ہو کہ ہم اپنی آپ خوشامد کرتے ہیں اور اپنی ہر ایک چیز کو اچھا سمجھتے ہیں اور اپنی خوشامد کرکے اپنے دل کو خوش کرتے ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ اوروں کی خوشامد ہم میں اثر کرنے لگتی ہو جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہو کہ اوّل تو خود ہم کو اپنی محبت پیدا ہوتی ہو پھر یہی محبت ہم سے باغی ہو جاتی ہو اور ہمارے بیرونی دشمنوں سے جا ملتی ہو اور جو محبت اور مہربانی ہم خود اپنے ساتھ کرتے تھے وہ ہم خوشامدیوں کے ساتھ کرنے لگتے ہیں اور وہی ہماری محبت ہم کو یہ بتلاتی ہو کہ اُن خوشامدیوں پر مہربانی کرنا حق اور انصاف ہو جو ہماری باتوں کو ایسا سمجھتے ہیں[1] اُن کی اُتنی قدر کرتے ہیں ہمارا دل ایسا نرم ہو جاتا ہو تو ہماری عقل خوشامدیوں کے مکر و فریب سے اندھی ہو جاتی ہو اور وہ مکر و فریب ہماری بیمار طبیعت پر بالکل غالب آجاتا ہو۔ لیکن اگر ہر شخص کو یہ بات معلوم ہو جاوے کہ خوشامد کا شوق کیسے نالائق اور کمینہ سببوں سے پیدا ہوتا ہو تو یقینی خوشامد کی خواہش کرنے والا شخص ویسا ہی نالائق اور کمینہ متصوّر ہونے لگے گا جب کہ ہم کو کسی ایسے وصف کا شوق پیدا ہوتا ہو جو ہم میں نہیں ہو یا ہم ایسے بننا چاہتے ہیں جیسے کہ در حقیقت ہم نہیں ہیں تب ہم اپنے تئیں خوشامدیوں کے حوالے کرتے ہیں جو اور وں کے اوصاف اور اوروں کی خوبیاں ہم میں لگانے لگتے ہیں۔ گو بسبب اس کمینہ شوق کے خوشامدیوں کی باتیں ہم کو اچھی لگتی ہوں مگر در حقیقت وہ ہم کو ایسی ہی بدزیب[2] ہیں جیسے کہ دوسرے کے کپڑے جو ہمارے بدن پر کسی طرح ٹھیک نہیں۔ اس بات سے ہم کو اپنی حقیقت کو چھوڑ کر دوسرے کے اوصاف اپنے میں

[1] خیال کیا جانے لگے گا [2] نامناسب ۱۲

سمجھنے لگیں یہ بات نہایت عمدہ ہے کہ ہم خود اپنی حقیقت کو درست کریں
سچ مچ وہ اوصاف اپنے میں پیدا کریں اور بعوض جھوٹی نقل بننے کے
خود ایک اچھی اصل ہو جائیں کیوں کہ ہر قسم کی طبیعتیں جو انسان رکھتے
ہیں اپنے اپنے موقع پر مفید ہو سکتی ہیں۔ ایک تیز مزاج اور چست چالاک
آدمی اپنے موقع پر ایسا ہی مفید ہے جیسے کہ ایک روتی صورت کا چپ چاپ
آدمی اپنے موقع پر۔ خوشامد انسان کو برباد کرنے والی چیز ہے جب چپ چاپ
سوئی ہوئی ہوتی ہے تو خوشامد اس کو جگاتی اور ابھارتی ہے اور جس کی خوشامد
کی جاتی ہے اس میں چھچھورے پن کی کافی لیاقت پیدا کر دیتی ہے۔ مگر یہ بات
بخوبی یاد رکھنی چاہیے کہ جس طرح خوشامد ایک بدتر چیز ہے اسی طرح مناسب
اور سچی تعریف کرنا نہایت عمدہ اور بہت ہی خوب چیز ہے۔ مثلاً جب
لائق شاعر دوسروں کی تعریف کرتے ہیں تاکہ اُن کے کلام سے اُن لوگوں کا
نام باقی رہے جن کی کہ وہ تعریف کرتے ہیں تو شاعری کی خوبی سے
خود اُن شاعروں کا نام بھی دنیا میں باقی رہتا ہے۔ اس طرح دونوں شخص
خوش ہوتے ہیں۔ ایک اپنی لیاقت کے سبب سے اور دوسرا اُس لیاقت
کے تمیز کرنے کے سبب پس لیاقت شاعری کی یہ ہے کہ وہ نہایت بڑے
اُستاد مصوّر کے مانند ہے کہ وہ اصل صورت اور رنگ اور خط و خال کو
بھی قائم رکھتا ہے اور پھر بھی تصویر ایسی بناتا ہے کہ خوش نما معلوم ہو۔ ایشیا کے
شاعروں میں ایک بڑا نقص یہی ہے کہ اس بات کا خیال نہیں رکھتے بلکہ جس

---

خفیف الحرکاتی۔ رنگ روپ۔ بھلا۔ ۱۲

تعریف کرتے ہیں اُس کے اوصاف ایسے جھوٹے اور ناممکن بیان کرتے ہیں جن کے سبب سے وہ تعریف تعریف نہیں رہتی بلکہ فرضی خیالات ہو جاتے ہیں۔ نام وری کی مثال نہایت عمدہ خوش بو کی ہے۔ جب ہوشیاری اور سچائی سے ہماری تعریف ہوتی ہے تو اس کا ویسا ہی اثر ہوتا ہے جیسے عمدہ خوش بو کا مگر جب کسی کم زور دماغ میں زبردستی وہ خوش بو ٹھونس دی جاتی ہے تو ایک تیز بو کی مانند دماغ کو پریشان کر دیتی ہے۔ فیاض آدمی کو بدنامی اور نیک نامی کا زیادہ خیال ہوتا ہے اور عالی ہمت طبیعت کو مناسب عزت اور تعریف سے ایسی ہی تقویت ہوتی ہے جیسی کہ غفلت اور حقارت سے پست ہمتی ہوتی ہے۔ جو لوگ کہ عوام کے درجے سے اوپر ہیں انہی لوگوں پر اس کا زیادہ اثر ہوتا ہے جیسا کہ تھرمامیٹر میں وہی حصہ موسم کا زیادہ اثر قبول کرتا ہے جو صاف اور سب سے اوپر ہوتا ہے۔ (سر سید احمد خاں)

**لالچ** دیکھو کوئی آدمی بھی اس مرض سے خالی ہے جس کو دیکھتے ہیں اسی فکر میں ہے کہ پگڑی تک ملے تو لے بھاگیں لیکن سچ یہ ہے کہ یوں اپنی نیت کو ڈانواڈول کیوں کرے۔ ملے گا تو وہی جو تقدیر میں ہے پس بہتر ہے کہ آدمی تقدیر پر قناعت کرے۔ لڑکوں کے لالچ اور طرح کے ہیں جس سے ندیدہ پن ظاہر ہوا کرتا ہے وہ یہ کہ کوئی کھاتا ہے اور آپ کھڑے دیکھتے ہیں بلکہ کھانے والے کی طرح آپ بھی منہ چلاتے جاتے ہیں۔ یا مزے کا کھانا کوئی

جو اصلی نہ ہوں۔ قوت۔ دل شکنی ہمت ہار جانا۔ تکلیف الحرارت ۔ ڈگمگانا۔ صبر۔ ۱۲

لذیذ چیز یا اچھا کپڑا دیکھا اور ٹوٹ ہو گئے ارادہ یہ کہ سب ہمیں سے ملے۔
یا باہر سے کوئی چیز کھانے کی آئی تو دروازے تک دوڑے گئے۔
اباجی پلاؤ! اباجی مٹھائی! اور لانے والے نے سر سے نہیں اُتاری اور اُنھوں نے مانگنا شروع کیا۔ ایسا لالچ گھر کو خراب کرتا ہے۔ لوگ کہیں گے فلانے کے بچے کیسے بدنیت اور بھوکے ہیں۔ کھانے کو ترستے ہیں۔ بہت احتیاط کرو۔ جب باہر سے کوئی چیز آئے تو بے پروائی کے ساتھ خبر نہ ہو۔ مانگنا بڑی شرم کی بات ہے اگر مانگنا منظور رہے تو چپکے سے تنہائی میں اپنی ماں سے مانگو اس کا عیب نہیں۔ پھر ایسی نیت بھی ٹھیک نہیں کہ جو چیز ہو سب کی سب تم کو ملے آخر دوسرے بچے بھی تو ہیں اور پھر بچے کھائیں تو بڑوں نے کیا قصور کیا ہے ان کا بھی تو پیٹ ہے اُن کو بھی میٹھی چیز مزے کی معلوم ہوتی ہے۔ گھر میں جو چیز ہوگی سب کو حصہ رسد ملے گی کیا وجہ ہے کہ تم کو سب حوالے کر دی جائے؟ جب دیکھتے ہیں کہ غیروں کے روبرو لڑکے بدنیتی ظاہر کرتے ہیں اور چیز آتی دیکھ کر دوڑتے اور گرے پڑتے ہیں تو ہم کو بہت رنج ہوتا ہے کہ خدایا رنگ رنگ کی نعمتیں تو آئے دن ان کو کھلاتے ہیں اور پھر یہ بھوکے کے بھوکے۔ اُس وقت جی چاہتا ہے کہ آخر لوگوں میں نام تو بد ہوتا ہے آیندہ سے ان کو کچھ مٹھائی وغیرہ نہ دی جائے اس کے قطع نظر بچوں کے مزاج میں لالچ کا جڑ پکڑنا نہایت زبون ہے۔ لالچ ایسا مرض ہے کہ افیون کے نشے کی عادت کی طرح اس کو ترقی ہوتی جاتی ہے اور بیمار کو خبر نہیں ہوتی۔ لالچ کی چاٹ بچوں کو چوری سکھاتی ہے۔

ل فریفتہ۔ بڑا۔ ۱۲

کیوں کہ جب اُن کی طمع کو جائز طریقے سے سیری نہیں ہوتی تو اُن کو ناجائز طور سے چیزوں کے حاصل کرنے پر آخرکار دلیری پیدا ہو جاتی ہے۔ لالچ تخم حسد ہے جس کا بیان علیحدہ کیا گیا ہے۔

## حسد

(والد مرحوم)

کفر است در طریقۂ ما کینہ داشتن
آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن[1]

حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے کو اچھا کھاتے اور اچھا پہنتے دیکھ کر ناخوش ہونا۔ جس کو کہتے ہیں کہ وہ تم کو دیکھ کر جلا مرتا ہے۔ یہ مرض عالم گیر ہے۔ کنبے اور رشتے کے لوگوں میں اکثر دیکھتے ہیں کہ جہاں کسی کو خدا نے زیادہ فراغت[2] دی یا کسی نے نام و نمود[3] پیدا کیا۔ رشتے داروں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ ہیں! اب ان کے گھر میں چین ہے۔ اچھے سے اچھا کھاتے اور پہنتے اور سونے چاندی سے لدے پھرتے ہیں۔ ان کا مکان اتنا بڑا ہے ان چیزوں سے بڑھ کر اولاد پر حسد ہوتا ہے۔ دو حقیقی بھائی۔ ایک کے اولاد کم۔ ایک کے زیادہ۔ ایک کے لڑکیاں اور دوسرے کے لڑکے۔ یا ایک کے ہے اور دوسرے کے نہیں۔ اب بھائی کو بھائی دیکھ نہیں سکتا۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ خدا کا انتظام سب ان کی رائے کے موافق ہو۔ دو بھائی ہوں تو جیسے ورثے اور ترکے میں برابر ہیں رزق بھی برابر ہو چاہیے اولاد بھی برابر ہو۔ بلکہ دونوں کے گھر ایک دن پیدا ہوا کرے ورنہ اولاد کی عمر پر حسد ہوگا۔ وہ کہے گا کہ بھائی کا بیٹا جوان ہوا اور میرا بیٹا

---

[1] واجبی۔ ہمارے نزدیک کینہ رکھنا کفر ہے۔ ہمارا طریقہ یہ ہے کہ سینہ آئینے کی طرح صاف رہے۔
[2] خوش حالی۔ [3] نام آوری۔ عزت۔ شہرت۔ ۱۲

ابھی تک دود ھ پیتا ہی ابھی اس کے دانت نکلے ہیں۔ چیچک نکلنی ہی۔
کس نے دیکھا ہی کہ ان آفتوں سے بچے یا نہ بچے۔ غرض دونوں بھائیوں
کی تمام حالت یکساں ہو۔ ایسے لوگ خدا کی حکمت میں دخل دیتے اور اُس کے
انتظام کو ناپسند کرتے ہیں۔ بیوقوفی کے علاوہ ایسے لوگ درپردہ بے ایمانی بھی رکھتے
ہیں۔ اگر اُن کا ایمان درست ہوتا تو وہ جانتے کہ رزق ہو یا اولاد رنج ہو
یا خوشی۔ سب تقدیری بات ہی اور خدا کی مرضی اور اس کے حکم سے ہی
اور جو اُس کا حکم ہی عین انصاف ہی۔ لڑکوں میں حسد اس طرح شروع ہوتا ہی کہ
اگر ایک بھائی کو ایک مٹھی چنے یا دو سنگھاڑے یا مٹھائی کی ایک ڈلی بھی
زیادہ دی جائے تو دوسرا ہی کہ لڑ مرتا ہی کہ ہیں! ہم برابر لوں گا۔ کم و بیش
کیوں ہی؟ اس سے یقین ہوتا ہی کہ جب یہ بڑے ہوں گے تب بھی
برابری کا دعوی رکھیں گے۔ آج ماں باپ کی تقسیم پر اعتراض کرتے
ہیں کل کو بڑے ہو کر خدا کی تقسیم پر اعتراض کریں گے۔ انسان کو
چاہیئے کہ اپنی حالت پر قانع رہے۔ جس حالت میں خدا نے رکھنا
پسند کیا ہی وہی مصلحت ہی اگرچہ ہم اپنی بدعقلی سے اس مصلحت کو نہیں
سمجھ سکتے۔ لڑکیو! ماں باپ کو اپنا مالک جانو۔ جو اُنھوں نے دیا خوشی
سے لیا۔ شکوہ شکایت مت کرو۔ کوئی تو وجہ ہی کہ ماں باپ نے تم کو
کم دیا ہی۔ شاید وہ چیز زیادہ تم کو نقصان کرتی یا تم کو کسی اور چیز میں
حصہ مل چکا ہی یا نہ دینا منظور رہی۔ حسد کی بنیاد ہمیشہ عداوت ہوتی ہی یعنی

[1] درپردہ میں یعنی اصل میں۔ پوشیدہ طور پر۔ [2] قانع = صبر کرے ۱۲

جس شخص کو تم سے پہلے سے دشمنی ہو اُس کے نفع سے تم کو ناخوشی ہے۔ اب تم ذرا اپنی اور اپنے دشمن کے حالت پر غور کرو۔ اُس کو کامیابی کی مسرت ہے اور تم کو حسد کی تکلیف۔ پس دشمن جیت میں ہے اور تم ہار میں۔ یہ کیسا بُرا پہلو تم نے اختیار کیا۔ حسد کی تکلیف تم کو دشمن نے تو ہرگز نہیں پہونچائی کیوں کہ یہ تو ایک خیالی تکلیف ہے اور خیال خود تمھارے دل سے پیدا ہوا۔ پس تم آپ اپنے دشمن ہو کہ اپنے تئیں تکلیف دیتے ہو۔

## دوستی[1]

ہو ملاقات تو صفائی ہے ۔۔۔ اور صفائی نہیں تو پھر کیا ہے
گلہ ہوتا ہے آشنائی میں ۔۔۔ آشنائی نہیں تو پھر کیا ہے
موت آئی تو ٹل نہیں سکتی ۔۔۔ اور آئی نہیں تو پھر کیا ہے
لیسِ[2] قاب اغنیا ہونا ۔۔۔ بے حیائی نہیں تو پھر کیا ہے
نہیں رونے میں گر ظفر تاثیر ۔۔۔ جگ ہنسائی[3] نہیں تو پھر کیا ہے
(حالی)

دنیاوی تعلقات دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو وہ تعلقات جن پر ہمارا کوئی قابو[4] نہ ہو اور خداوند کریم نے ہماری بہتری اور فلاح کے لیئے پہلے ہی سے تجویز کر دیئے ہوں۔ مثلاً باپ کا تعلق بیٹے سے۔ بھائی کا بہن سے چچا کا بھتیجے سے۔ دوسرے قسم کے وہ تعلقات ہیں جو ہماری مرضی اور پسند پر منحصر[5] ہیں۔ ان تعلقات کو ہم بغیر کسی مجبوری کے خود پیدا کرتے ہیں اور اُن کا قائم رکھنا یا نہ رکھنا محض ہماری رائے پر ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ شناسائی[6] اور ملاقات۔ دوستی اور اتحاد[7] میں سب سے اعلی مرتبہ اُس تعلق کا ہے جسے ہم دوستی کے نام سے موسوم[8] کرتے ہیں۔ دوست سے

[1] دوستی [2] امیروں کی رکابی کی مکھی بننا۔ [3] جس پر دنیا ہنسے [4] اختیار [5] موقوف۔ [6] جان پہچان۔
[7] میل ملاپ۔ [8] نام رکھنا پکارنا۔ ۱۲

مراد وہ شخص ہے جس کے ساتھ دلی اتحاد ہو جس کی صحبت میں بیٹھنے کی ہر وقت آرزو[1] ہو۔ ہم اُس کو اُسکو دیکھنے سے خوش ہوں وہ ہمارے دیکھنے سے نہ ہمارے راز[2] اُس سے پوشیدہ ہوں نہ اُس کے راز ہم سے۔ ہمارے صلاح ومشورے کا وہ محتاج ہو اور ہم اُس کے صلاح ومشورے کے ...... اگر کسی گھر میں ایک شخص نمازی ہو تو دوسرا بھی اُسے دیکھ کر نمازی بن جاتا ہے اگر کسی گھر میں ایک شرابی ہو تو دوسرا بھی اُس کی تقلید[3] پر آمادہ[4] ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ نیک بختی اور بد بختی[5] عموماً اچھی اور بُری صحبت میں رہنے کا نتیجہ ہے۔ پس اگر تمھاری دوستی ایسے شخص کے ساتھ ہے جس میں اخلاق حمیدہ[6] اور اوصاف پسندیدہ موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ تمھاری طبیعت نیکی کی طرف مائل ہو گی اور اگر تمھارے دوست میں اخلاق ذمیمہ[7] اور خصائل[8] ناپسندیدہ پائے جاتے ہیں تو تمھاری طبیعت کا میلان[10] بھی بدی کی طرف ہو گا۔ دوستوں کے انتخاب[11] میں بڑی احتیاط چاہیئے کیوں کہ اُن کی طبیعت کا اثر تمھاری طبیعت پر یقیناً ہو گا اور یہ اثر یا تو اچھا ہو گا یا بُرا پس یہ ضروری امر ہے کہ تم ایسے لوگوں کو دوستی کے لیے منتخب کرو جن کا اثر تم پر اچھا پڑے۔ وہ اشخاص کسی طرح دوستی کے لائق نہیں جن کا چال چلن اچھا نہ ہو یہ لوگ خواہ کیسے ہی ذی رتبہ[12] اور ذی علم ہوں اُن سے علیحدہ ہی رہنا مناسب ہے۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے لوگوں کی

---

[1] تمنا۔ خواہش۔ [2] بھید۔ [3] مخفی۔ چھپے ہوئے۔ [3] پیروی۔ [4] مستعد۔ طیار۔ [5] بدنصیبی۔ [6] قابلِ تعریف۔ [7] بُرے۔ خراب۔ [8] عادتیں خصلتیں۔ [9] رغبت۔ جھکاؤ۔ [10] رجحان۔ [11] چھانٹنے۔ [12] صاحب مرتبت۔ عزت دار۔ صاحبِ علم۔ ۱۲

صحبت اچھوں کو بھی بُرا بنا دیتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ذی رتبہ شخص کا دباؤ چھوٹے درجے کے آدمی پر زیادہ پڑتا ہے اور وہ چار و ناچار[1] اُسے خوش کرنے کے لیے اُس کی مرضی کے مطابق کام کرتا ہے۔ ایسے لوگوں کی صحبت سے بھی گریز[2] کرنا چاہیئے جو اپنا عزیز وقت ہنسی دل لگی میں گذارتے ہوں نہ تو خود کوئی کام کرنا چاہیں اور نہ دوسرے کو کوئی کام کرنے دیں۔ ہر وقت بے کار کاموں میں مصروف[3] رہیں۔ کبھی تاش ہے کبھی گنجفہ کبھی شطرنج کبھی چوسر نہ اپنے وقت کی قدر ہے نہ دوسرے کے وقت ضائع[4] کرنے کا افسوس۔ ایسے لوگ خود بھی برباد ہوتے ہیں۔ اور اپنے دوستوں اور ہم جنسوں کو بھی ساتھ لے ڈوبتے ہیں۔

دوستی کے لائق ہمیشہ وہی شخص ہوتے ہیں جو اپنی عزت کا بھی خیال رکھتے ہوں اور دوسرے کی عزت کو بھی عزیز جانتے ہوں۔ ایماندار ہوں راست[5] باز ہوں خدا کا خوف دل میں رکھتے ہوں۔ جن لوگوں میں یہ خوبی ہے بے شک وہ دوستی کے لائق ہیں خواہ وہ مسلمان ہوں یا عیسائی ہندو ہوں یا سکھ۔ دوستوں کی تعداد کا محدود[6] رکھنا بھی ضروری امر ہے۔ جن لوگوں کے دوستوں کا دائرہ[7] وسیع نہیں ہوتا اُن لوگوں کی قدر و منزلت بھی کم ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی ہے جس قدر دوست تھوڑے ہوتے ہیں اُسی قدر اُن کے ساتھ ارتباط[8] بڑھانے کا موقع ملتا ہے اور جس قدر اُن کی تعداد[9] زیادہ ہوتی ہے اُسی قدر خصوصیت کم ہو جاتی ہے۔ لوگوں کو دوست بنانا تو نہایت آسان ہے مگر نبھانا[10]

---

[1] مجبوراً [2] بھاگنا ۔ بچنا [3] لگے [4] برباد ۔ رائگاں [5] معاملے کے سیدھے ۔ کھرے ۔ سچے [6] حد میں رکھنا [7] حلقہ [8] میل جول [9] گنتی [10] چلانا ۔ جاری رکھنا ۔ ۱۲

بہت مشکل ہی جو شخص اس بات کا طلب گار[1] رہی کہ لوگ اس کے دوست نہیں اس کا برتاؤ لوگوں کے ساتھ دوستانہ ہونا چاہیئے۔ جس شخص کو اس بات کا گھمنڈ ہی کہ مجھے کسی کی پروا نہیں اُسے یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کی بھی کسی کو پروا نہ ہوگی۔ جب تم لوگوں کا خیال کروگے تو وہ لوگ خود[2] بخود تمھارا خیال کریں گے۔ اگر تمھارا کوئی دوست نہ بنے تو سمجھ لو کہ تم میں کوئی نہ کوئی ایسا نقص ضرور ہی کہ لوگ تم سے متنفر[3] ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد اور ایک دوسرے کی نسبت گمان نیک دوستی کا پہلا اصول ہی۔ اگر دوست تمھارے سامنے موجود نہ ہو تو اس کی غیبت[4] میں کوئی ایسا لفظ زبان پر نہ لاؤ جو اس کی دل شکنی[5] کا باعث ہو۔ یوں تو ایک دوسرے کی امداد[6] ہر وقت ضرور ہی مگر جب کسی دوست پر مشکل آ بنے تو ایسے موقع پر ہر گز پہلو تہی[7] کرو یہ وطیرہ[8] مردانگی کے خلاف ہی۔ اگر تمھارا دوست بیمار ہو تو اس کی خدمت تمھارا عین فرض ہی۔ اس کی دوا دارو اور علاج معالجے کا حق عزیز اقربا سے زیادہ تم پر واجب ہی۔ اسی طرح اور موقعوں پر بھی جب دیکھو کہ تمھارا دوست مصیبت میں ہی تو اس کی امداد کرو۔ مگر یاد رکھو کہ بُرے کاموں میں دوست کا ساتھ ہرگز نہ دو کیوں کہ اس قسم کا برتاؤ اُسے بدی پر جرأت[9] دے گا۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ تمھارا دوست تمھیں ایسے کام کرنے پر مجبور کرتا ہی جو انصاف سے بعید[10] ہی یا قانون و شریعت کے برخلاف تو اس کی

---

[1] خواہش مند۔ [2] آپ سے آپ۔ [3] نفرت کرتے ہیں۔ [4] پیٹھ پیچھے جب کہ وہ نہ ہوں۔ [5] آزردگی رنجیدگی۔ [6] مدد کرنا۔ [7] بچنے کی کوشش نہ کرو، نہ ٹالو۔ [8] طریقہ۔ طرز۔ [9] ہمت۔ آمادہ کرے گا۔ [10] دور۔

پابندی[1] تم پر واجب نہیں - دوست کے فائدے کے لیئے جھوٹ بولنا یا دوست کے کہنے سے دوسرے شخص کو نقصان پوہنچانا دوستی کے فرائض میں داخل نہیں بلکہ تمھاری دوستی کا یہ اصول ہونا چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے دوست کو بُرے کاموں سے روکو اور نیک کاموں کی طرف مائل کرو - دوسروں کو ایک دوسرے کی برداشت[2] بھی ضرور ہونی چاہیئے - اگر دوست سے کوئی زیادتی ہوجائے تو اُس کی برداشت کرو - دنیا کے کاروبار اسی طرح چلتے ہیں کہ ایک شخص دوسرے کی برداشت کرے خصوصًا اُس حالت میں جب کہ دوستی اور اتحاد کا واسطہ درمیان[3] ہو - جب ایک مرتبہ دوستی ہوجائے تو جہاں تک بن پڑے ترک نہ کرو کیوں کہ دوستی کا نباہ دوستی کے لوازمات میں داخل ہے - (مولوی محمد عبد اللہ خاں)

اوپر والے مضمون کے مخاطب اگرچہ لڑکے ہیں مگر اُس سے لڑکیاں بھی یکساں مستفید ہوسکتی ہیں دوست کی جگہ سہیلی - بہنیلی یا دوپٹہ بدل بہن قائم کرنے سے مطلب حاصل ہوسکتا ہے - جاننا چاہیئے کہ شناسائی[4] اور دوستی بالکل دو جُدا گانہ[5] امر ہیں - جو دونوں کا مفہوم[6] ایک سمجھتے ہیں غلطی کرتے ہیں معمولی جان پہچان کا نام شناسائی ہے لیکن ہر جان پہچان والا دوست نہیں ہوسکتا - دوستی کا مرتبہ اور اُس کی ذمہ داریاں بہت بڑھی ہوئی ہیں - جان پہچان سب سے ہوتی ہے مگر وہ جو دوستی کہلاتی ہے اُس کو سوچ سمجھ کر جانچ تول کر کرنا چاہیئے - جلدی گھُل مل جانا جلدی

[1] عمل کرنا - [2] سہار - [3] بیچ میں ہو - [4] پہچانت - [5] الگ الگ - [6] مطلب - ۱۲

قطع تعلق کی بنیاد ہی۔ جس کسی کو بھی اپنی سہیلی بناؤ چندے دیکھ بھال کر جو لڑکی تمھارے ہم خیال ہوگی اُسی کا سہیل بناہ نبھے گا۔ غرض بہناپے کے بیٔے مناسبت[1] اور ہم جنسی اور یگانگت اور توافق عادات و اطوار لازم و ملزوم ہے۔ بھاری بھرکم غیور[4] لڑکی کا بہناپا ایک سام ظرف چھچھوری خفیف الحرکات لڑکی سے کب نبھ سکتا ہی۔ لہذا سہیلی بنانے سے اول ہی ان سب باتوں پر غور کر لو اور جب کسی سے بہناپا کرو تو اُسے خوش اسلوبی سے نبھاؤ یہ نہیں کہ آج بڑے زور شور سے بہن بنیں اور کل کٹی[5]۔ اس میں جگ ہنسائی ہوتی ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی ناگزیر سبب سے آگے چل کر میزان نہ پٹے تو بھی کھلم کھلا لڑنا شریفوں کا کام نہیں نہ دوستی کی جگہ دشمنی کوئی اچھی بات ہی۔ جب تک دوستی چلے بھلی طرح چلے اور خدانخواستہ بگاڑ ہو جائے تو وہ بھی ایک خوب صورتی سے ہو۔ مانا کہ وہ خلوص نہ رہے تو یہ بھی ضرور نہیں کہ تو تو میں میں ہو اور ایک دوسرے کی صورت سے بیزار اور معمولی علیک سلیک کے بھی روادار نہ ہوں۔

**موافقت** گھر میں اپنے بھائی بہنوں سے کبھی مت لڑو۔ آپس میں لڑنا بہت بڑی بات ہی بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر مہربانی شفقت یہ دو باتیں جو شخص کرے گا اُس کو کبھی کسی سے لڑنے بھڑنے کا اتفاق

---

[1] عادتوں کا یکساں ہونا۔ [2] ضرور۔ [3] صاحب وقار۔ [4] غیرت مند۔ یا حیا۔ [5] دوستی القطع۔ [6] مجبوراً۔ [7] ایک مت نہ ہو۔ مرضی نہ ملے۔ [8] علانیہ۔ [9] نفرت کرنے لگے۔ [10] سلام۔ ۱۲

نہ ہوگا۔ چھوٹے بھائی بہنوں میں لڑائی اکثر کھانے کپڑے۔ روپے پیسے کی تقسیم پر ہوا کرتی ہے۔ دیکھو نہایت شرم اور پست ہمتی کی بات ہے کھانے کے واسطے لڑنا۔ جو تم کو دیا جائے سب مل کر کھاؤ بلکہ کیسی اچھی بات ہے کہ اپنے بھائی بہن کھائیں۔ اپنے حصے میں سے بھی بہنوں کو بانٹ دیا کرو۔ جو لڑکیاں سیر چشم بلند حوصلہ۔ عالی ہمت۔ ہونہار ہیں اُن کا دل اپنے کھانے سے اتنا خوش نہیں ہوتا جتنا کہ اپنے بھائی بہنوں کے کھانے سے۔ تم سب بھائی بہن اس طرح ملے جلے رہو کہ گویا ایک جان ہیں۔ اگر کسی وقت چھوٹا بھائی ضد بھی کرے اور تمہارے خلاف مزاج کچھ بات اُس سے سرزد ہو۔ درگزر کرو۔ تم سے چھوٹا ہے اُس میں عقل نہیں ہے۔ بات خوب نہیں سمجھتا آخر سب میں بڑی بہن تم ہو اور آدمی بڑا نہیں ہوتا اس واسطے کہ سب سے زیادہ کھائے یا سب سے زیادہ حصہ لے۔ بلکہ وہی بڑا ہے جو اوروں کو دیتا اور کھلاتا ہے۔

(شمس العلما مولوی نذیر احمد صاحب)

## مصیبت

در عالم وفا کسے خرم نیست
شادی و نشاط در بنی آدم نیست

آں کس کہ دریں زمانہ او را غم نیست [2] یا آدم نیست یا دریں عالم نیست

مصیبت میں اس قدر رنج کرنا شان عبودیت کے خلاف ہے۔ رنج سے

[1] اس بے وفا دنیا میں کوئی بھی خوش نہیں ہے۔ خوشی اور چین کی جو کہو تو وہ انسان کی تقدیر میں ہے ہی نہیں اور اگر کوئی ایسا نظر آئے جسے غم نہیں تو یوں جانو کہ یا تو وہ سرے سے انسان ہی نہیں ہے یا اس دنیا میں نہیں ہے (وہ اور کسی عالم میں ہوگا) [2] بندہ ہونے کی حیثیت۔ ۱۲

نہ مصیبت ٹلتی ہے نہ کم ہوتی ہے بلکہ اُلٹی بڑھتی ہے۔ یہ تو تم جانتی ہوگی کہ جیسی محبت ماں باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے اس سے ہزارہا گنا زائد اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ہے۔ امیر ہو یا غریب بادشاہ ہو یا فقیر کیسے[1] باشد سب بندے اُس کے محتاج اور اُس کے آگے عاجز اور درماندہ[2] ہیں۔ اپنے اختیار سے کوئی ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتا کسی انسان کا نفع و ضرر اُس کے اختیار میں نہیں ہے۔ نہ بدون[3] حکم خدا کے کوئی دوسرا اُسے کسی قسم کا نقصان یا فائدہ پہنچا سکتا ہے دنیا کی ساری محبتیں نمائشی ہیں جن کا دارومدار[4] تعلقات پر ہے اصلی اور سچی محبت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ ساری برکتیں اور دنیا بھر کی نعمتیں بخشی[5] کہ ہماری جان بھی اُسی کی دی ہوئی ہے وہ مالک و مختار ہے دُنیا میں جو آیا ہے اُسے خوشی اور راحت رنج و مصیبت دونوں ہی صورتیں پیش آتی ہیں۔

رنج و راحت جہاں میں توام[6] ہے۔ کہیں شادی ہے اور کہیں غم ہے

جو مصیبت انسان پر پڑتی ہے گو وہ بظاہر کیسی ہی کٹھن[7] ہو اور تم اُس کی لِم[8] کو نہ سمجھ سکو اور اپنی غلط فہمی سے اُسے بلاوجہ ہی سمجھو مگر یاد رکھو کہ اُس میں درپردہ کوئی نہ کوئی فائدہ انسان کا ضرور ہوتا ہے۔ جس طرح کہ ڈاکٹر بیمار کو کڑوی دوا پلاتا ہے۔ کبھی پھوڑے پھنسی کو چیرتا پھاڑتا بھی ہے بلکہ ضرورت ہو تو عضوِ ماؤف[9] کو کاٹ بھی ڈالتا ہے مگر کوئی سمجھ دار آدمی کہہ سکتا ہے کہ یہ فعل اُس نے مریض کو نقصان پہنچانے یا خدانخواستہ کسی

[1] کوئی بھی ہو۔ [2] ناچار۔ مجبور۔ [3] سوائے۔ [4] انحصار۔ یہاں تک کہ۔ [5] ساتھ ساتھ لگا ہوا ہے۔ [6] مشکل۔ [7] سخت۔ [8] اصلی وجہ۔ [9] دُکھتے ہوئے جوڑ۔ ۔ ۔

عداوت سے کیا بلکہ جو کچھ کیا تمھارے ہی فائدے کے واسطے کیا۔ اسی طرح جو تکلیفیں ہم کو دُنیا میں پہونچتی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے پہونچتی ہیں۔ بندے کا اُس میں رتّی برابر بھی دخل نہیں مصیبت ہمیشہ راحت کا پیش[1] خیمہ ہوتی ہے مصیبت اس وجہ سے زیادہ تر ناگوار اور گراں[2] گزرتی ہے کہ ہم اُس کے اندازہ کرنے میں غلطی کرتے ہیں صبر و تحمل کو بالائے[3] طاق رکھ دیتے ہیں۔ صبر اور استقلال سے اُسے برداشت نہیں کرتے۔ فرض کرو کہ کسی عورت کا میاں مر جائے ظاہر میں تو اُس پر غم والم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ سہاگن سے رانڈ ہو گئی اور اُس کے خیال میں دُنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت ہو ہی نہیں سکتی لیکن کیا یہ ممکن نہ تھا کہ شوہر زندہ رہتا اور سوکن لا بٹھاتا یا لڑ بھڑ کر بیوی کو طلاق دے دیتا اور جیتے جی چھوٹ جاتا یا ایسا بیمار پڑتا کہ کمائی کے قابل نہ رہتا محتاج اور اپاہج[4] ہو کر بیوی کے لیئے عذابِ جان ہو جاتا اور ایسے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں جن کی وجہ سے بیوگی سہاگ سے بہتر سمجھی جا سکتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ جب تک انسان کو علم غیب نہ ہو جس کا ہونا ناممکن ہے تو وہ کسی حالت کو یقینی طور پر بُرا کہہ نہیں سکتا۔ ہم نے مانا کہ جو تکلیف ہم کو پہونچتی ہے وہ حقیقت میں تکلیف ہی ہے تو کیا شفیق باپ اپنے پیارے بیٹے کو یا رحم دل اور منصف بادشاہ اپنی عزیز رعایا کو تادیب[5] یا تنبیہ[6] یا کسی مصلحت سے اُس کے خلاف مرضی کوئی کام

---

[1] پہلے سے جو چیز آ جائے۔ [2] بوجھل۔ بار۔ [3] یعنی چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ [4] معذور۔ [5] ادب دینا۔ [6] جتلانا۔ ۱۲

نہیں کرتا۔ ایسی تکلیفیں تو انسان سے انسان کو آئے دن پونہچتی رہتی ہیں لیکن کوئی نہ کوئی فریاد کرتا ہو نہ شکایت۔ اسی طرح اگر اللہ تعالی کی طرف سے جس کے ہزارہا احسان اور بے شمار نعمتیں ہم پر ہیں اگر ایک فرضی ایذا ہم کو پونہچ جائے تو شرطِ عبودیت نہیں کہ اُس پر اظہار ناخوشی کیا جائے۔ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰبِجَانِبِهٖ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَؤُسًا۔ اگرچہ بظاہر مصیبت سے ہمیشہ تکلیف ہوتی ہو لیکن ایک بڑا فائدہ بھی اس کے ساتھ لگا ہوا ہو کہ مصیبت سے عموماً عجز و انکسار، حلم و بُردباری، ہمدردی کی صفتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور اوبدا کر سچّے دل سے بندہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہو۔ پس ایسی مصیبت فی الحقیقت مصیبت نہیں ہو بلکہ ایک طرح کی راحت ہو۔ انسان کو چاہیئے کہ مصیبت میں بے صبر ہو کر گلہ اور شکایت ہرگز نہ کرے بلکہ رضا اور تسلیم کا درجہ اختیار کرے اور اور اپنے دل میں خوب سمجھے کہ جو کچھ ہوا ہو اللہ تعالی کے حکم سے ہوا ہو اس میں کچھ نہ کچھ بہتری ضرور ہو گی۔ دنیا جس طرح چند روزہ ہو اُسی طرح اُس کی خوشی اور غم بھی عارضی ہیں۔ پس خوشی بھول جانا اور خدا کو بھول جانا اور مصیبت میں اُس کی ناشکری کرنا اور رونا پیٹنا بالکل شیوہ انسانیت سے بعید ہو۔

---

[1] اور جب ہم آدمی پر اپنا فضل و کرم کرتے ہیں تو وہ (ہماری طرف سے) مونھ پھیر لیتا ہو اور (ہم سے) کنارہ کش ہو جاتا ہو اور جب اُس کو تکلیف پونہچتی ہو اُس توڑ بیٹھتا ہو۔ [2] بے اختیار متوجہ ہوتا ہو۔ [3] رضامندی اور مان لینا۔ [4] آدمیت کے طریقے۔ ۱۲

ز رنج[1] و راحتِ گیتی مرنجاں دل مشو خرم + کہ آئینِ جہان گاہے چنیں گاہے چناں باشد

کیا کوئی فانی[2] ایک فانی حالت کے لیئے اتنا واویلا کرتا اور روتا پیٹتا ہے؟ — مصیبت پڑنے سے انسان کی حالت کی اصلاح ہو جاتی ہے کاہل[3] چست و چالاک۔ آرام طلب جفاکش[4]۔ بھولا سیانا۔ فضول خرچ محتاط[5] و کفایت شعار۔ جلد باز دھیما۔ بدروش[6] نیک رویہ۔ سنگ دل رقیق القلب[7] ہو جاتا ہے جس آدمی کو کبھی مصیبت کی ٹھوکر نہ لگی ہو وہ کبھی پختہ کار[8] ہو نہیں سکتا قدرِ عافیت[9] کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید۔ تن درستی کی قدر بیماری سے۔ وطن کی پردیس سے۔ تونگری[10] کی مفلسی[11] سے آرام کی دُکھ سے راحت کی مصیبت سے ہوتی ہے۔ جو شخص حقیقی راحت کا طلب گار ہے ضرور ہے کہ وہ مصیبت کا مزہ بھی چکھے — انسان کو ہمیشہ اپنی حالت کا مقابلہ اپنے دوسرے ہم جنسوں سے کرنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی عورت بیوہ ہے تو اُس کو اپنے سے بدتر ہزاروں بیوہ عورتیں ملیں گی۔ یہ تو شاید کچھ دن گھر کر کے بیوہ ہوئی ہے مگر سیکڑوں اللہ کی بندیاں ایسی بھی ہیں جنھوں نے میاں کی صورت تک نہیں دیکھی اور اُن کو اولاد بھی نہیں کہ جس سے دل بہلا سکیں اور شاید اُن کو روٹی کا سہارا[12] بھی نہ ہو اور شاید وہ خود دُکھیا[13] اور بیمار بھی ہوں۔ ہم کو اگر ایک معمولی سی

[1] دنیا کے رنج و آرام پر نہ رنج کرنا چاہیئے نہ خوشی یہ تو دنیا کا دستور ہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی ویسا۔ [2] مٹنے والا۔ [3] سست۔ ہوشیار مستعد۔ [4] محنتی۔ [5] احتیاط کرنے والا۔ [6] کنجوس۔ [7] بُرے چال چلن والا۔ [8] نرم دل۔ [9] کام میں پکّا۔ تجربہ کار۔ [10] امن چین کی کیفیت تو وہی کچھ خوب جانتا ہے جو مصیبت میں آن پھنستا ہے۔ [11] امیری۔ [12] غریبی۔ [13] آسرا۔ تنبیہ نمبر ۵ و ۱۲

شکایت ہے تو ہم جیسے سیکڑوں آدمی اندھے اور لنگڑے اور لولے اور کوڑھی ہیں۔ پس کیا اُن کی حالت دیکھ کر تم کو تسلی نہیں ہو سکتی اور تم کو اپنی حالت پر خدا کا شکر نہیں کرنا چاہیئے۔ الغرض دنیا کا یہی حال ہے ایک سے ایک بہتر اور ایک سے ایک بدتر ہے۔ بہتری پر مغرور ہونا اور بدتری پر رنجور ہونا عبث ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم پر مصیبت نہیں پڑی۔ بے شک پڑی لیکن کیا یہ مصیبت تم پر انوکھی ہے کہ دنیا میں آج تک کسی پر نہیں پڑی ہے؟۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے سیکڑوں عورتوں پر سوکنیں آئیں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمھاری حالت اب بھی سیکڑوں سے بہتر ہے خاوند سر پر سلامت ہے۔ عزت آبرو سے اپنے گھر میں بیٹھی ہو۔ مامائیں اصلیں تمھاری ٹہل خدمت کو موجود ہیں۔ پکا پکایا کھانا دو وقتہ تمھارے سامنے آجاتا ہے اچھے سے اچھا پہنتی اوڑھتی ہو کیا تمھاری ہی طرح کی عورتیں دربدر بھیک مانگتی نہیں پھرتیں اور کیا تم نہیں جانتیں کہ اُن کے پاس نہ پیٹ کو روٹی ہے نہ تن پر کپڑا اور نہ بیٹھنے کو گھر۔ خاوند اُن کا مدتیں ہوئیں کہ مرگیا اس پر یہ مصیبت ہے کہ تین چار چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ ہیں جن کے ریتڑے لگے ہوئے ہیں۔ پس یہ کیا خدا کی بندیاں نہیں ہیں؟ دور کیوں جاؤ خود تمھارے ہی محلے میں جتنی عورتیں کہو میں تم کو بتلا سکتا ہوں جن کی حالت ناگفتہ بہ ہے اور جو یقیناً تم سے بہت زیادہ

---

رنجیدہ - بے فائدہ - لاحاصل - جھینجھٹ - پھٹے ہوئے کپڑے جو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہوں پہننے کے قابل نہیں - ۱۲

زرنج و راحتِ گیتی مرنجان و دل مشو خرم + کہ آئینِ جہان گاہے چنیں گاہے چناں باشد

کیا کوئی فانی ایک فانی حالت کے لیئے اتنا واویلا کرتا اور روتا پیٹتا ہے؟ – مصیبت پڑنے سے انسان کی حالت کی اصلاح ہو جاتی ہے کاہل چست و چالاک۔ آرام طلب جفاکش۔ بھولا سیانا۔ فضول خرچ محتاط و کفایت شعار جلدباز دھیما۔ بدروِش نیک رو۔ سنگ دل رقیق القلب ہو جاتا ہے جس آدمی کو کبھی مصیبت کی ٹھوکر نہ لگی ہو وہ کبھی پختہ کار ہو نہیں سکتا قدرِ عافیت کسے داند کہ بہ مصیبتے گرفتار آید۔ تن درستی کی قدر بیماری سے۔ وطن کی پردیس سے۔ تونگری کی مفلسی سے آرام کی دُکھ سے راحت کی مصیبت سے ہوتی ہے۔ جو شخص حقیقی راحت کا طلب گار ہے ضرور ہے کہ وہ مصیبت کا مزہ بھی چکھے – انسان کو ہمیشہ اپنی حالت کا مقابلہ اپنے دوسرے ہم جنسوں سے کرنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی عورت بیوہ ہے تو اُس کو اپنے سے بدتر ہزاروں بیوہ عورتیں ملیں گی۔ یہ تو شاید کچھ دن گھر کر کے بیوہ ہوئی ہے مگر سیکڑوں اللہ کی بندیاں ایسی بھی ہیں جنھوں نے میاں کی صورت تک نہیں دیکھی اور اُن کو اولاد بھی نہیں کہ جس سے دل بہلا سکیں اور شاید اُن کو روٹی کا سہارا بھی نہ ہو اور شاید وہ خود دُکھیا اور بیمار بھی ہوں۔ ہم کو اگر ایک معمولی سی

دنیا کے رنج و آرام پر نہ رنج کرنا چاہیئے نہ خوشی یہ تو دنیا کا دستور ہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے اور کبھی ویسا۔ مٹنے والا۔ سُست۔ ہوشیار مستعد۔ محنتی۔ احتیاط کرنے والا۔ تجربہ رس۔ بُرے چال چلن والا۔ نرم دل۔ کام میں پکا۔ تجربہ کار۔ امن چین کی کیفیت تو وہی کچھ خوب جانتا ہے جو مصیبت میں آن پھنستا ہے۔ امیری۔ بیماری۔ آسرا۔ سہارا۔ ضعیفہ

شکایت ہو تو ہم جیسے سیکڑوں آدمی اندھے اور لنگڑے اور لُولے اور گوڑھی ہیں۔ پس کیا اُن کی حالت دیکھ کر تم کو تسلی نہیں ہوسکتی اور تم کو اپنی حالت پر خدا کا شکر نہیں کرنا چاہیئے۔ الغرض دنیا کا یہی حال ہو ایک سے ایک بہتر اور ایک سے ایک بدتر ہو۔ بہتری پر مغرور ہونا اور بدتری پر رنجور[1] ہونا عبث[2] ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم پر مصیبت نہیں پڑی۔ بے شک پڑی لیکن کیا یہ مصیبت تم پر انوکھی ہو کہ دُنیا میں آج تک کسی پر نہیں پڑی ہو؟۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے سیکڑوں عورتوں پر سوکنیں آئیں۔ خدا کا شکر ہو کہ تمھاری حالت اب بھی سیکڑوں سے بہتر ہو خاوند سر پر سلامت ہو۔ عزت آبرو سے اپنے گھر میں بیٹھی ہو۔ ماما ئیں اصلیں تمھاری ٹہل خدمت کو موجود ہیں۔ پکا پکایا کھانا دو وقتہ تمھارے سامنے آجاتا ہو اچھے سے اچھا پہنتی اوڑھتی ہو کیا تمھاری ہی طرح کی عورتیں دربدر بھیک مانگتی نہیں پھرتیں اور کیا تم نہیں جانتیں کہ اُن کے پاس نہ پیٹ کو روٹی ہو نہ تن پر کپڑا اور نہ بیٹھنے کو گھر۔ خاوند اُن کا مدتیں ہوئیں کہ مرگیا اس پر مصیبت ہو کہ تین چار چھوٹے چھوٹے بچے بھی ساتھ ہیں جن کے چیتھڑے[3] لگے ہوئے ہیں۔ پس یہ کیا خدا کی بندیاں نہیں ہیں؟ دور کیوں جاؤ خود تمھارے ہی محلے میں جتنی عورتیں کہو میں تم کو بتلا سکتا ہوں جن کی حالت ناگفتہ بہ ہو اور جو یقیناً تم سے بہت زیادہ

[1] رنجیدہ [2] بے فائدہ۔ لاحاصل۔ [3] چیتھڑے۔ پھٹے ہوئے کپڑے جو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے ہوں پہننے کے قابل نہیں۔ ۱۲

مصیبت زدہ ہیں اور جن پر تم کو ضرور ترس[1] آئے گا۔ کسی حکیم کا یہ قول
سچ ہے کہ "دنیا میں ہر شخص اپنی حالت میں خوش ہے اور وہ اپنی حالت کو کسی دوسرے
کی حالت کے ساتھ بدلنا پسند نہ کرے گا"۔ بادی[2] النظر میں یہ بات کچھ
انوکھی[3] سی معلوم ہوتی ہے لیکن تم اپنی جگہ غور کرو گی تو تم بھی اس بات کو
مان لوگی۔ میں نے خود غور کیا اور اپنے ملاقاتیوں میں سے چند آدمی
چھانٹے[4] جن کی حالت بظاہر مجھ سے بہتر تھی لیکن جب دریافت کیا تو
ایک لاولد[5] تھے دوسرے دائم[6] المرض تیسرے اپنی بیوی کی بدمزاجی بدزبانی
اور پھوہڑ[7] پن سے نالاں[8] تھے چوتھے صاحب اولاد تو تھے لیکن
بیٹیاں ہی بیٹیاں تھیں بیٹا ایک بھی نہ تھا پانچویں صاحب کے بیٹا
تو تھا مگر آوارہ اور بدچلن جس نے باپ کا ناک[9] میں دم کر رکھا تھا[10]
اور ان کی ساری دولت خاک میں[11] لگادی تھی رحمٰن جوڑے پلی پلی
شیطان لڑھائے کپا۔ غرض کوئی بھی بے داغ[12] نہ تھا۔ تب مجھے
اس مقولے[13] کی تصدیق ہوئی۔ غم کیسا ہی سخت اور
صدمہ کیسا ہی بڑا کیوں نہ ہو بتدریج[14] اس کا اثر گھٹتے گھٹتے مساوات[15]
ہوجاتی ہے چار و ناچار[16] انسان کو صبر کرنا پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود صبر دے دیتا ہے

---

[1] رحم۔ [2] بظاہر ظہور۔ [3] عجیب غیر معمولی۔ [4] چھانٹے۔ [5] بے اولاد۔ [6] ہمیشہ کے روگی۔ [7] بدسلیقہ۔ [8] عاجز۔ شاکی۔ لغوی معنی رونے کے ہیں۔ [9] بدرویہ۔ [10] عاجز کر رکھا تھا۔ [11] گنوا دی۔ برباد کر دی [12] جمع کرنے والا تھوڑا تھوڑا جمع کرتا ہے اور شیطان ایک دم بے دریغ سارے کا سارا برباد کر دیتا ہے۔ [13] بے عیب۔ [14] بات سچ معلوم دی۔ [15] رفتہ رفتہ۔ [16] سہارے بردا[شت]
مجبوراً۔ ۱۲

خیال کرو کہ جب اپنا عزیز و قریب کوئی مرجاتا ہے تو اس وقت کیا حال ہوتا ہے
اُس وقت تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھی اس کے ساتھ مر جائیں گے یا کم سے
ہماری آئندہ کی ساری خوشیوں کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن آج کی بات کل نہیں
رہتی اور کل کی برسوں تک۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد دنیا کا کارخانہ
اپنی معمولی رفتار سے چلنے لگتا ہے۔ مصیبت امتحان اور آزمائش کی
چیز ہے۔ اگر بے صبری میں خداوند تعالیٰ کی شان میں کوئی کلمہ شکایت کا
نکل گیا یا خدانخواستہ دل میں خدا کی بے رحمی یا بے انصافی کا ذرا بھی
خیال آ گیا تو دین و دنیا دونوں غارت ہوئے۔ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ
ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ۔ (ماخوذ از محصنات۔ بعد ترمیم مناسب)

## کفایت شعاری

کفایت شعاری کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے روپے پیسے کو احتیاط اور عقل مندی
سے خرچ کرے۔ یوں تو کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کے فائدوں سے
واقف نہ ہو لیکن پھر بھی ایسے لوگ بہت نکلیں گے جو کسی نہ کسی وجہ
کے سبب حدِّ اعتدال سے گزر جاتے ہیں اور فضول خرچ کہلاتے
ہیں۔ ان وجوہ میں سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگوں میں خود نمائی کی
عادت پڑ جاتی ہے اور وہ اوروں کی نگاہ میں اپنی عظمت و شان

---

۱ چال۔ روش۔ طریقے۔ ۲ خدا نہ کرے کہ۔ ۳ برباد۔ ۴ میانہ روی کے طریقے۔
۵ اسباب۔ ۶ شیخی۔ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے۔ ۷ بڑائی۔ ۱۲
ے اس نے دنیا (بھی) کھوئی اور آخرت (بھی) صریح گھاٹا یہی (کہلاتا) ہے۔ ۱۲

دکھانے کے لئے حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔ دوسری وجہ زبان کا چٹخارا قیمتی لباس کا شوق۔ آرائش و آسائش کے پُر تکلف سامانوں کی خریداری کا خیال ہو۔ اس کے علاوہ بعض لوگ دل کے ایسے نرم اور کم زور ہوتے ہیں کہ خواہ مخواہ حدِ اعتدال سے گزر جاتے ہیں مثلاً جب کوئی شخص اپنی احتیاج اُن کے روبرو پیش کرتا ہو اور مدد کا طالب ہوتا ہو تو خواہ قرض ہی لینا کیوں نہ پڑے وہ اُس کی حاجت پوری کرنے کے لیئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح جب کوئی مہمان اُن کے گھر میں آجائے تو اُس کی خاطر و مدارات میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر خرچ کرتے ہیں۔ ۵

ہم رسومات میں کرتے ہیں وہ بے جا اسراف
اپنی ہر بات نرالی ہو انوکھا ہو ڈھنگ
صرف بے جا نہ ہوئے موت کی تقریبوں میں
پاس اب کچھ نہ رہا جس سے بسر اوقات
بخل کے وقت سخا وقت سخا بخل مدام
عیش و عشرت میں تو اسراف کی حد کوئی نہیں

کہ کسی قوم میں ہوتا نہیں ایسا اسراف
کام ادھورا ہی سہی اس میں بھی پورا اسراف
بیاہ شادی میں کیئے ہم نے نہ کیا کیا اسراف
ایسی حالت میں بھی پر ہم سے نہ چھوٹا اسراف
اپنا اسراف بھی ہے سب سے نرالا اسراف
پر کبھی قوم کے کاموں میں نہ دیکھا اسراف

(مولوی عبد المجید پلیڈر سیالکوٹ)

فضول خرچی کے چند اسباب جو ہم نے اوپر بیان کیئے ان سے بڑھ کر تباہی میں ڈالنے والی ایک اور چیز ہے اور وہ یہ ہو کہ آدمی اپنی آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب نہ رکھے اور جو ہاتھ آئے اناپ شناپ خرچ کرتا رہے۔ یہ عادت

---

۱ مزہ ۔ ۲ بنانا سنوارنا ۔ ۳ آرام طلبی ۔ ۴ سامنے ۔ ۵ مانگتا ہو ۔ ۶ ضرورت ۷ آؤ بھگت ۔ ۸ اندھا دُھند ۱۲

کفایت شعاری کے اُصولوں کے بالکل برخلاف ہے اور تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ آمد و خرچ کا باقاعدہ حساب رکھنے اور اُس کو جانچنے اور پرتالنے سے آدمی کو فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ میں اعتدال سے کس قدر بڑھ رہا ہوں۔ اس بات کے معلوم ہوتے ہی وہ اخراجات میں کمی کرنی شروع کر دیتا ہے اور ہر روز تھوڑا بہت پس انداز کرتا ہے۔ یہ تھوڑی سی بچت سال کے آخر میں ایک معقول رقم بن جاتی ہے اور اگر کسی موقع پر اخراجات میں زیادتی بھی ہو جائے تو یہ سالانہ بچت اُس کی تلافی کر دیتی ہے۔ اگر اخراجات کی تمام مدیں ہر وقت ہمارے پیش نظر نہ ہوں گی تو یہ دریافت کرنا کہ کس مد میں کمی کی گنجائش ہے نہایت دشوار ہوگا۔ مثلاً فرض کرو کہ ایک مہینے میں تمہارے ہاں دس روپے کی لکڑی خرچ ہوئی اور دوسرے مہینے میں بارہ کی اور ان دونوں میں لکڑی کا نرخ بھی ایک ہی رہا اور کوئی غیر معمولی خرچ بھی نہیں پڑا تو ظاہر ہے کہ یا تو تمہاری ماما نے تغلب کیا یا جلانے میں بے احتیاطی کی یا جس کے ہاں سے لکڑی آئی اُس نے کم دی۔ پس تم دونوں مہینے کے اخراجات کا موازنہ کر کے فوراً دریافت کر لو گی کہ زیادتی کی وجہ کیا ہوئی اور آئندہ مہینے میں معمول سے زیادہ خرچ نہ ہونے کی ترکیب نکالو گی۔ حساب کتاب رکھنے سے تمھیں وقتاً فوقتاً معلوم ہوتا رہے گا کہ کہیں آمدنی سے خرچ بڑھ تو نہیں رہا۔ اگر بڑھ رہا ہے تو تمھیں اُس میں کمی کرنے کی فکر پیدا ہوگی اور جس طرح ممکن ہوگا اُسے حدِ اعتدال پر لے آؤ گی۔

پرتالنے - دیکھ بھال - تغلب ہی - جلد - بچانا - تلافی - معاوضہ - بدل - مدیں - بابتیں - دشوار - مشکل - تغلب - دھوکا دے کر ہضم کر جانا خیانت کرنا - پس انداز - اندازہ - ۱۲

کفایت شعاری کے اور بھی بہت سے اصول ہیں جو جا بجائے خود نہایت کار آمد اور مفید ہیں مثلاً کوئی چیز خواہ وہ کیسی ہی بے کار کیوں نہ ہو معلوم ہو ضائع نہ کرو۔ داشتہ آید بکار اگرچہ باشد سر مار۔ اسی طرح کسی چیز کو صرف اس خیال سے کہ یہ سستی ہے ہرگز نہ خریدو اگر تمھیں اس چیز کی ضرورت نہیں تو اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی مہنگی چیز نہیں۔ ادنیٰ ادنیٰ اخراجات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے کیونکہ یہی مل جُل کر بڑی رقم بن جاتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو اخراجات ضروری اور ناگزیر ہیں ان میں بھی کوتاہی نہ آئے۔ تم نے سنا ہوگا کہ بعض دفعہ جہاز کے تباہ ہو جانے سے سوداگروں کا لکھوکھا روپیے کا مال تلف ہو جاتا ہے۔ جو سوداگر عقل مند ہوتے ہیں وہ تو مال لادنے کے وقت اپنے اسباب کا بیمہ کرا دیتے ہیں اور اس خفیف سی رقم کے عوض جو بیمے پر خرچ کرتے ہیں اُن کا مال تلف ہونے کی صورت میں مال کی کُل قیمت مل جاتی ہے اور اس طرح وہ تباہی سے بچ جاتے ہیں لیکن جو لوگ بیمہ نہیں کراتے اور اس تھوڑے خرچ سے جو بیمہ کرانے میں پڑتا ہے بچنا چاہتے ہیں وہ اپنی بے وقوفی کا خمیازہ بھگتتے ہیں اور اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بالکل برباد ہو جاتے ہیں اور اسی طرح وہ کاریگر جو عمدہ اوزار اور

---

۱ کام کے۔ رکھی ہوئی چیز ایک نہ ایک دن کام آ ہی جاتی ہے خواہ وہ سانپ کا پھن ہی کیوں نہ ہو۔ ۲ جن کے بدون کام نہیں چل سکتا ہی۔ ۳ بربادی۔ بیمہ کے معنی ذمہ داری یعنی نقصان ہو جائے تو بیمہ کرنے والا رقم بھر دیتا ہے۔ ۴ تھوڑی۔ ہلکی۔ ۵ بدلے۔ بدلہ۔ نتیجہ۔ ۶ اٹھاتے۔ برداشت کرتے۔ ۱۲

ہتھیار خریدنے سے گریز کرتا ہے اور ٹوٹے ہوئے سامان پر قناعت کرتا ہے وہ کبھی اپنے پیشے میں کامیاب نہیں ہوتا بعض لوگوں کا خاصہ یہ بھی ہے کہ سستی سے سستی چیز کی تلاش میں رہتے ہیں اور اس کی پائداری اور مضبوطی کا خیال نہیں کرتے۔ جوتی پہنتے ہیں تو ایسی کہ چار ہی دن میں پیتڑے لگ جائیں کپڑا بناتے ہیں تو ایسا جھر جھرا کہ پہلی ہی دھلائی میں تار تار ہو جائے۔ غرض یہ کہ جو چیز خریدتے یا بناتے ہیں گھٹیا اُنھوں نے شاید نہیں سنا کہ ارزاں بعلت گران بہ حکمت۔ کفایت شعاری کے اصولوں کو دیدہ و دانستہ توڑتے ہیں اور بے فائدہ اپنا روپیہ ضائع کرتے ہیں۔ (مولوی محمد عبداللہ خاں بہ ترمیم لفظی)

**قرض** اگر تم چاہتے ہو کہ دولت مند ہو تو جس طرح تمھاری پر توجہ دولت جمع کرنے پر مائل ہے۔ اسی طرح کفایت شعاری پر اپنی توجہ مبذول کرو۔ سب آدمی دولت جمع کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں مگر جو آدمی دانش مند اور عاقبت اندیش ہیں وہ اس بات کی قابلیت رکھتے ہیں کہ اول دولت جمع کریں پھر اُس کو محفوظ رکھیں بعض لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں مگر خود اُس پر عمل نہیں کرتے ایک حکیم کا قول تھا کہ کام کرنا اور محنت سے بھی عمدہ یہ ہے کہ کفایت شعاری کا خیال ہر دم پیشِ نظر رہے

بچنا چاہتا ہے۔ عادت۔ طرز۔ چھٹ جائے۔ بے کار ہو جائے۔ گھٹیا۔ کم قیمت۔ ادنیٰ درجے کا۔ سستی چیز میں کچھ نہ کچھ خرابی ضرور ہوگی اور رہی مہنگی چیز اس کی مہنگائی میں کچھ بھید ہوگا یعنی سستی چیز میں دھوکا ہے اور مہنگی میں کچھ بہتری مثل پائداری وغیرہ کے ہوتی ہے جان بوجھ کر۔ ۱۲

جو آدمی دولت کمانی جانتا ہو مگر یہ نہیں جانتا کہ اُس کو کیوں کر محفوظ رکھے وہ زندگی بھر تھکا دینے والی محنت میں مشغول رہتا ہو اور مرتے وقت کچھ باقی نہیں چھوڑتا۔ بلکہ خوش نصیب اور تونگر[1] وہ آدمی ہو جو دنیا میں دولت کما کر چھوڑ جاتا ہو۔ خدا نے عادت میں یہ طاقت رکھی ہو کہ انسان ہر قسم کے کام اُس کی مدد سے بغیر کسی تکلیف اور مشقت کے انجام دے سکتا ہو۔

جس طرح ہر ایک انسان آسانی سے فضول خرچی کی عادت ڈال لیتا ہو اسی طرح اگر وہ چاہے تو کفایت شعاری کا عادی بھی بن سکتا ہو۔ ایک حکیم کے اقوال کفایت شعاری کے متعلق ایسے مفید اور کار آمد ہیں کہ اُن پر ہر شخص کو غور کی نظر ڈالنی چاہیئے۔ ہم اُن میں سے بعض اقوال اس مقام پر درج کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہو "اگر تم دولت کی قدر و قیمت معلوم کرنی چاہتے ہو تو اُس کی آسان ترکیب یہ ہو کہ تم کسی سے قرض لو۔ اس سے تم یہ بات جان جاؤ گے کہ جو شخص لیتا ہو وہ لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہو جاتا ہو۔ اگر تم اپنے سوا اور کے مقروض ہو تو یقین کرو کہ تم اُس کے غلام ہو۔ ہر ایک روپیہ جو تم اپنے ہمسایہ سے قرض لیتے ہو وہ تمھاری ذاتی شرافت اور آزادی کی قیمت ہو جس کے عوض میں تم نے اس شرافت اور آزادی کو دوسرے کے ہاتھ گروی کر دیا ہو۔ افلاس انسان کی دلیری اور آزادی کو ملیامیٹ[2] کر دیتا ہو۔ غور کرو کہ خالی تھیلی جس میں روپیہ نہیں ہو فرش پر سیدھی کھڑی نہیں ہو سکتی" اگر تم جانتے ہو کہ جو شخص کسی سے قرض لیتا ہو وہ اُس قرض دینے والے کا

---
[1] امیر۔ [2] برباد، ستیاناس۔ ۱۲

غلام ہو جاتا ہے تو میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس لعنت کے طوق سے اپنی گردن بچاؤ اور اپنی آزادی پر داغ نہ آنے دو اور دنیا کا ہر ایک ادنیٰ سے ادنیٰ کام جو تم سے ہو سکے اختیار کر لو۔ پھر کفایت شعاری کا خیال رکھو۔ اس سے تمھاری آزادی برقرار رہے گی اور تم کسی کے غلام نہیں ہو گے۔ اگر تم اپنا خرچ اپنی آمدنی سے کم رکھ سکتے ہو تو سمجھ لو کہ پارس کا پتھر[1] تم نے حاصل کر لیا۔ عرب کی مشہور مثل ہے کہ "قرض محبت کی قینچی ہے" اس کے سچ ہونے میں کیا شک ہے۔ میرے عزیز نوجوانو! اگر تم چاہتے ہو کہ دنیا کے لوگ تم سے محبت کریں اور تم اُن سے محبت کرو تو خبردار اس قینچی کو ہاتھ میں نہ لینا کیوں کہ اس سے محبت کا رشتہ بہت آسانی سے کٹ جاتا ہے۔ چین کی کہاوت ہے کہ "قرض عزت کی درانتی ہے" اس کے سچ ہونے میں ذرا شبہ نہیں۔ میرے عزیزو! اگر تم جانتے ہو کہ دنیا کے آدمی تم کو عزت کی نظر سے دیکھیں اور تم اُن کے ساتھ عزت سے پیش آؤ تو بھولے سے بھی اس درانتی کو نہ پکڑنا۔ کیوں کہ اس سے عزت کی کھیتی کٹ کر ڈھیر ہو جاتی ہے۔ (مولوی وحید الدین سلیم)

## نظم

دام[2] بلا ہے قرض کا پھندے[2] اور ہے گلو[3] کا ہے پاس[4] آبرو تو رہو ہوشیار تم
کنیاتے[5] ہی رہو گے سدا قرض خواہ سے اس ننگ و عار[6] کو نہ کرو اختیار تم
دیکھو یہ قرض وعدہ خلافی نہ دے سکھا ہو جاؤ گے جہان میں بے اعتبار تم

---

[1] ایک قسم کا فرضی پتھر ہے جس چیز کو چھو جائے وہ سونا ہو جاتی ہے۔ [2] جال۔ [3] عزت کا کچھ خیال ہو تو۔ [4] کنیاتے پھرتے۔ [5] باعث شرم۔ ۱۲

| | |
|---|---|
| جب تنگ حالِ جان نہ جانو گے قرض کو | ہرگز نہ بن سکو گے کفایت شعار تم |
| گوہر[1] ترشا ہوا ملے کوڑیوں کے مول | زنہار[2] بھول کر بھی نہ لینا اُدھار تم |
| مقروض ہو گئے تو پیادے سے ہو بتر | مانا کہ رکھتے ہو فرس راہوار[3] تم |
| غالب ہو ریل پر بھی ہو قطعِ سفر[4] محال | جو قرض کے ٹکٹ سے ہوئے کبھو سوار تم |
| کشتیِ نوح پر بھی چڑھے گر بطورِ قرض | مجھکو یہ خوف ہے کہ نہ پہنچو گے پار تم |
| مقروض کی نہیں ہے زمانے میں آبرو | یوں اپنے دل میں بات بٹھاؤ ہزار تم |
| تم جانتے ہو گرچہ بُرا سود خوار[5] کو | ہے اصل یہ کہ بن گئے بے سود خوار[6] تم |
| وہ بندۂ درم[7] ہی سہی اُسکا غلام کون؟ | اپنے ہی دل میں سوچ لو اپنا وقار[10] تم |
| پھر ہو سکے گا کوئی بھی افسوں[8] نہ کارگر | لُقمے کو قرض کے نہ کرو زہر مار[9] تم |

**زیور** زیور کے متعلق متعدد مضامین اخباروں میں نکل چکے ہیں۔ کوئی بیوی زیور کو بُرا کہتی ہیں اور کوئی پسند کرتی ہیں۔ ایک بیوی زیور کی سخت مخالف ہیں اور زیور پہننے کو وحشت خیال کرتی ہیں۔ نہیں معلوم کہ اُن کو زیور سے اس قدر نفرت کیوں ہے۔ خیر اپنی اپنی طبیعت ہے۔ کسی کو پسند ہے اور کسی کو ناپسند مگر یہ کیا ضرور ہے کہ جو چیز ہماری پسند نہ ہو ہم اُس کو لغو ٹھیرائیں۔ زیور کا شوق عورتوں میں آج کل سے نہیں ہے بلکہ ہمیشہ سے ہے۔ دنیا میں سب جگہ کی عورتیں کم و بیش زیور اپنے اپنے مذاق کا پہنتی ہیں اور تموّل[11] کے ساتھ ساتھ

[1] گراں قدر موتی۔ [2] ہرگز۔ [3] چلنے والا گھوڑا۔ [4] سفر طے کرنا۔ [5] سود کھانے والا۔ [6] بے فائدہ ذلیل۔ برباد۔ [7] روپیے کا غلام۔ [8] شوبی جادو نہ چلے گا۔ [9] نگل جانا۔ [10] امیری۔ ۱۲

یہ شوق بھی بڑھتا جاتا ہے۔ اور یہ وحشت ایسی ہے کہ کُل بادشاہ اور شہنشاہ اور کُل معززین نے اس کو جائز رکھا ہے آج تک نہ کسی قومی لیڈر نے اس کی مخالفت کی اور نہ کسی مذہبی پیشوا نے یہاں تک کہ ہمارے ہادیِ برحق محمد مصطفیٰ صلعم نے بھی اس کو حلال و جائز قرار دیا ہے۔

خداوند کریم کی کتنی بڑی عنایت ہے کہ ہیرے جواہرات۔ سونا چاندی اور رنگین ریشمی پارچات وغیرہا زیب و زینت کی چیزیں عورتوں پر حلال کر دیں اور نیک لوگوں کے لیئے خوش خبری دی گئی ہے کہ آخرت میں ریشمی لباس اور جواہرات زیور پہننے کو ملیں گے۔ غرض خداوندِ بے نیاز کی طرف سے یہ خاص عطیہ ہے جو عورتوں کے لیئے مخصوص ہے۔ اگر ہم اپنی نالائقی سے اس بیش بہا عطیہ کی قدر نہ کریں اور اس کو ایک شانِ بے نیازی کے ساتھ پرے پھینک دیں اور اُس سے نفرت ظاہر کرنے لگیں اور اس پر پھبتیاں کہیں تو کتنی بڑی غضب کی بات ہے۔ اس سے بڑھ کر کفرانِ نعمت اور کیا ہوگا؟ اگر اس کے خلاف ہوتا مردوں کو اس کے پہننے کی اجازت ہوتی اور ہم اُس سے محروم رکھے جاتے تو اُس وقت قدر ہوتی بے شک انسان بہت بڑا ناشکر ہے۔ خیر اس بحث کو بھی ہم چھوڑ دیں۔ جب بھی میں نہیں سمجھی کہ زیور پہننے میں ہمارے لیئے کیا برائی ہے۔ کوئی قرض لے کر یا گھر بیچ کر تو زیور نہیں بناتا۔ اپنے ضروری مصارف کی تکمیل کے بعد جو روپیہ بچ رہا اُس کا زیور بنوا لیا گیا تو کیا بُرا ہوا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زیورات بے جا استعمال ہوتا ہی کانوں اور ناک

میں سوراخ کرکے زیور پہنے جاتے ہیں جس سے تکلیف ہوتی ہوگی بے شک
میں اس کو مانتی ہوں۔ کان اور ناک میں سوراخ کرنا ایک لغو حرکت ہے اس کو
برا کہیے تو بجا ہے مگر اتنی بات کے لیے سب زیور پہننے کا دستور اٹھا دینے
کی کوشش کرنا کیا ضرور ہے؟ بے جا استعمال کس چیز کا برا نہیں ہوتا۔ کپڑے
ہی کو لیجیے کس قدر آرام اور خوبصورتی کی چیز ہے اگر اس کو سلیقے سے
پہنے تو آدمی کس قدر خوب صورت اور خوش وضع بن سکتا ہے مگر بجائے اس
کے کوئی ایک تھان لے کر جسم پر اور ایک تھان سر پر لپیٹ لے تو اس کی
شکل کیسی معلوم ہوگی۔ اب اگر کوئی کہے کہ کپڑا کیا واہیات چیز ہے۔ اس سے
آدمی بالکل بہروپیا معلوم ہوتا ہے تو اس میں کپڑے کی کیا خطا ہے؟ سارا
قصور تو پہننے والے کا ہے۔ اب کیا اس بدسلیقگی کے خوف سے کپڑا پہننا
چھوڑ دیں؟ بس یہی حال زیور کا ہے محض یہ خیال کہ چوں کہ اگلے زمانے
میں نہ بنک تھے اور نہ ڈاک خانے اس لیے لوگوں نے روپیہ پیسہ انداز
کرنے اور محفوظ رکھنے کا یہ طریقہ نکالا گو ایک حد تک یہ خیال درست ہو
مگر میری عقل اس کو نہیں مانتی بلکہ میرا خیال ہے کہ اگلے زمانے میں دولتمندوں
کی بیگمات اور امیرزادیاں بہت کثرت سے زیور پہنا کرتی تھیں
ان کی دیکھا دیکھی اور متمول لوگوں کی بیبیاں پہننے لگیں۔ اس طرح
ہوتے ہوتے یہ رواج عوام تک پھیل گیا۔ چوں کہ سستا زمانہ تھا
خوش حالی برس رہی تھی اس لیے تکلیف نہ ہوئی اور یہ رواج
آسانی سے نبھتا چلا گیا۔ اگلے زمانے میں یہاں کے کھانے پینے کا

خرچ بہت کم پڑتا تھا۔ اتنا کم کہ سن کر حیرت ہوتی ہے۔ کتابوں میں
لکھا ہے کہ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں ایک آدمی کا ماہانہ اوسط خرچ سات
یا آٹھ آنے ہوتے تھے۔ جتنا روپیہ بچتا اس کے زیورات بنتے یا مکانات
خریدے جاتے۔ بے شک یہ طریقہ روپیہ محفوظ رکھنے کا بہت عمدہ تھا
نقد روپیہ کسی نہ کسی وقت خرچ ہو ہی جاتا ہے۔ زیور چھوٹی موٹی ضرورتوں
کے لیئے نکالنا معیوب خیال کیا جاتا ہے جب ویسی ہی ضرورت آپڑتی ہے تو زیور نکالنے کی نوبت
آتی ہے یہ میں نہیں کہتی کہ کوئی بنک میں روپیہ رکھے ہی نہیں جن کو خدا نے دیا ہے وہ شوق
رکھیں مگر یہ کیا ضرور ہے کہ بنک میں روپیہ رکھنے کے لیئے ہم زیور پہنیں ہی نہیں
آخر ہم کو اس بات کا بھی خیال چاہیئے کہ ہم عورت ہیں آرائش و زیبائش
عورتوں کا خاصہ ہے۔ ہم کو کبھی عورت ذات کے اوصاف سے باہر نکلنے
کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے کہا جاتا ہے کہ مہذب قومیں کتنا سخت اعتراض
کرتی ہیں اور انھیں نیم شائستہ کہتی ہیں مجھے ایسے خیالات پر تعجب ہوتا ہے
زیور پہننا کوئی چوری کرنا نہیں۔ گناہ نہیں اور کسی کا گھر لوٹنا نہیں پھر
ہمیں ڈر کس بات کا ہے ہر جگہ کا رواج جدا ہے۔ وہ بڑی بڑی ٹوکریوں
کی ٹوپیاں۔ جوتے موزے۔ دستانے اور موٹے موٹے کملوں کے
کپڑے اپنے ملک کی آب و ہوا کے لحاظ سے پہنتے ہیں اگر کوئی ان پر
ہنسے اور اعتراض کرے کہ یہ لوگ سر پر ٹوکریاں پہن لیتے ہیں اور جانوروں
کے پروں سے اپنی ٹوپیاں سجاتے ہیں اور کملوں کو کاٹ کر کپڑے بنا نے پہن

تو کیا وہ اعتراض کے ڈر سے اس کو چھوڑ دیں گے بلکہ وہ سمجھیں گے
کہ یہ سب بے وقوف ہیں۔ اسی طرح یہاں کے لوگ بھی یہاں کی آب وہوا کے
لحاظ سے باریک اور مختصر کپڑے پہنتے ہیں اور موزوں جوتوں دستانوں
کی جگہ زیور پہن لیتے ہیں تو کیا برا کرتے ہیں؟ دوسروں کو کیا حق ہے کہ
اُن پر ہنسیں اور اعتراض کریں۔ اُن کا طریقہ اُن کے ساتھ اور ان کا
طریقہ ان کے ساتھ۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ مہذب مُلک جو کہلاتے ہیں
کیا وہاں زیور مطلق نہیں پہنا جاتا۔ توبہ۔ یہ ساری کہنے کی باتیں ہیں
وہاں زیور کی نہایت قدر و قیمت ہے اور نہایت وقعت کی نگاہ سے
دیکھا جاتا ہے سوائے شہزادیوں اور امیر زادیوں کے میسّر کس کو آتا ہے
عوام کی ساری کمائی کھانے اور پہننے میں خرچ ہو جاتی ہے زیور آئے تو
کہاں سے؟ پھر بھی امیر زادیاں۔ شہزادیاں گلے اور ہاتھوں میں
زیور پہنتی ہیں۔ کان تک چھدوانے میں تامل نہیں کرتیں البتہ پاؤں
میں زیور نہیں پہنا جاتا۔ اس لئے کہ موزے اور جوتے سے پاؤں ڈھکا
رہتا ہے۔ خیر یہ تو عورتیں ہیں وہاں کے مرد بھی اس معاملے میں نہیں
چوکتے۔ وہ برابر ہاتھ گلے میں جڑاؤ ہی اور طلائی بٹن لگاتے ہیں اور طلائی
گھڑیاں اور توڑے استعمال کرتے ہیں۔ انگوٹھیاں پہنتے ہیں۔ بعض
لوگ طلائی تمغوں سے اپنے سینوں کو مزین کرتے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں
کہ کسی کے کہنے سننے کی پروا نہیں کرتے برابر اپنی کیئے جاتے ہیں اور
ایک یہاں کے لوگ ہیں کہ بے علمی اور جہالت کی وجہ سے اپنی ہر ادا سے

آپ ہی فرماتے جاتے ہیں کوئی برا کہنے نہ کہے خود ہی اپنے آپ کو
ذلیل و خوار سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جس قوم پر فلاکت چھاجاتی ہے
اُس کو اپنا ہر کام بُرا نظر آتا ہے غیر اقوام تو اپنے عیب کو بھی ہنر بنانے
کی کوشش کرتے ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ اپنے ہنروں میں بھی سو سو کیڑے
ڈالتے ہیں۔ معلوم نہیں ہماری قوم کو کیا ہو گیا ہے۔ ان میں اخلاقی جرأت
نام کو نہیں رہی۔ دولت اور حکومت کے ساتھ ساتھ آن بان وضع داری
بھی رخصت ہو گئی۔ زیور مانع علم نہیں ہے زیور پہن کر بھی بہنیں کمال
حاصل کر سکتی ہیں۔ بہنوں تم حقیقت میں ایسی گئی گزری نہیں ہو جیسا
خیال کرتی ہو۔ تم اپنی عزت آپ کرو۔ تو دوسرے بھی تمھاری عزت
کریں گی۔ اتنا خیال رکھو۔ کہ تمھارے بزرگ کسی زمانے میں سارے
عالم میں ممتاز ہو چکے ہیں۔ خود داری کا مادہ پیدا کرو۔ بہنوں زیور ہماری
وحشت اور ناشائستگی کی علامت نہیں ہے بلکہ ہماری گزشتہ شان و شوکت
مال و دولت کی یادگار ہے جس کو زمانہ مٹا دینے کی کوشش کر رہا ہے اگر تم
زیور پہننا ترک کرو اور میموں کی تقلید کرکے سایہ پہن لو تو بھی میم بننے سے
رہیں اور نہ بال میں شریک ہونے کا حوصلہ ہے پھر کیا ہوگا نہ وہاں عزت
ہوگی نہ یہاں۔ ؎

گئے دونوں جہان کے کام سے ہم + نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

کسی زمانے میں یہاں لوگوں کو تبدیل لباس کا بھی خبط ہو گیا تھا۔ جسے
دیکھو اپنے لباس سے متنفر۔ سب انگریزی اور پارسی لباسوں کے شیدا۔

یہاں سے رنگین - زرّین مسالے دار بیش بہا کپڑوں کو پہننا ایک دم ترک کر دیا قیمتی قیمتی لباسوں کو نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھنے لگیں اور اس سے برداشتہ خاطر ہوگئیں - جیسے پہلے کبھی پہنا ہی نہیں - اگر اتفاق سے کسی کو پہنے بھی دیکھ لیا تو اس کی وہ دل لگی اور ہنسی اڑائی کہ کبھی اس کو ہنٹھنی کے لقب سے یاد کیا اور کبھی ٹھمّنی کہے - غرض پیٹ بھر کے اس کو ذلیل کیا - یہاں تک کہ یہ وبا اخباروں تک پھیل گئی ہر اخبار میں یہی رونا تھا اور اسی طرح بہنوں نے اپنے آپ کو اور اپنے لباس کو خوب اچھی طرح ذلیل و بدنام کیا - ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے + جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے

اس طرح ہوتے ہوتے سب لوگ اپنا لباس چھوڑ بیٹھے - گوٹے کنارے کی جگہ باہر کی نقلی بیلیں اور لیس استعمال ہونے لگیں - چند روز میں یہ حالت ہوگئی کہ اب پہچاننا بھی مشکل ہوگیا کہ بیبیاں کس قوم کی ہیں اور کس ملک کی - اس انتظام سے سارے کاریگر بیکار ہوگئے - سارے کارخانے تباہ و برباد ہوگئے - روپیہ تمام باہر چلا گیا - اغیار[1] نہال ہوگئے اپنا ملک قلاش[2] ہوگیا - جب اچھی طرح مفلسی چھا گئی تب جا کے ہماری قوم کی آنکھیں کھلیں - چنانچہ اب پھر اخباروں میں تحریک ہو رہی ہے کہ ہر شہر میں ایک ایک کمیٹی بنائی جائے - اس کی کوشش ہو کہ نقلی بیلوں اور لیسوں کی جگہ اپنے ملک کا گوٹا کناری استعمال کریں کیوں کہ ایسا نہ کرنے سے ملک مفلس ہوا جا رہا ہے

[1] غیر - [2] خوش - [3] مفلس - ۱۲

اور صنعت اور کاریگری مفقود- آنکھیں وہ بھی دیکھ چکیں یہ بھی دیکھ رہی ہیں - میں کہتی ہوں اب وہ ذوق وشوق کہاں گیا - چرا[1] کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی - خدائے تعالیٰ ہماری قوم سے اندھی تقلید دُور کرے - ہماری تعلیم یافتہ قوم[2] ہیں اپنی قوم کے نقائص دور کرنے کی کوشش کریں مگر یہ کوشش نہ ہو کہ اپنی قوم کو دوسرے قالب میں لے جائیں - (از خیر النسا بیگم حیدرآباد دکن - منقول از اخبار تہذیب لنسواں ۱۴ اگست ۱۹۱۵ء)

## سفر

سفر عربی لفظ ہے اس کے معنے رستہ چلنے کے ہیں - اگر تم اپنے گھر سے مدرسے جاؤ یا کسی دوست سے ملنے جاؤ یا شام کو ہوا خوری کرنے نکلو تو اُسے سفر نہیں کہتے - سفر سے مراد ایک سے دوسرے شہر یا ایک مُلک سے دوسرے مُلک کو جانا ہے - پہلے پہل لوگ پیدل سفر کرتے تھے کیوں کہ اُس زمانے میں اور کوئی طریقہ نہ تھا ایسے سفروں میں تکلیفیں بھی زیادہ ہوتی تھیں اور راستہ دیر میں کٹتا تھا - اس کے بعد جانوروں کو سواری کے لیئے سدھایا اور اُن پر سفر کرنا شروع کیا - کہیں گھوڑے سواری میں آنے لگے کہیں اونٹ - کہیں گدھے کہیں خچر - جنوبی افریقہ میں بیل پر زین کس کر سوار ہوتے ہیں - ریگستانوں میں اونٹ پر سفر کرتے ہیں - عرب کے مُلک میں لوگ گدھوں پر سوار ہوتے ہیں - ہندوستان میں راجہ - مہاراجہ - نواب اور بعضے امیر آدمی ہاتھی کو سواری کے کام میں لاتے ہیں - ایک اور عجیب بات سنو! بعض جگہ شتر مرغ پر بھی سوار ہوتے ہیں ہندوستان

[1] عقلمند آدمی ایسا کام ہی کیوں کرے جس کے بعد میں پچھتانا پڑے - [2] عیوب - ۱۲

میں پالکی[1] اور سُکھ پال کا بہت رواج تھا۔ اب کم ہوتا جاتا ہے۔ پالکی کی صورت کی ایک اور چیز بھی ہوتی تھی جسے تام جھام کہتے تھے اس کی شکل کرسی سے بہت ملتی جلتی تھی۔ پالکی اور سُکھ پال میں چاہیں تو لیٹ بھی سکتے تھے۔ مگر تام جھام میں بیٹھے رہنا پڑتا تھا۔ اس کا چین میں بہت رواج ہے۔ اب سے دو سال پہلے لندن میں بھی امیر آدمی اس پر اکثر سوار ہوا کرتے تھے۔ یورپ میں پالکی اُٹھانے کے لیے کہاروں کی جگہ گھوڑے لگاتے تھے۔ اب اس قسم کی پالکیوں کا رواج صرف منگولیا میں رہ گیا ہے۔ چین اور جاپان میں جن رِکشا گاڑیاں اکثر استعمال کی جاتی ہیں جنھیں قُلی کھینچتے ہیں۔ ہندوستان میں بعض جگہ اس میں سوار ہوتی ہیں۔ یہ سواریاں جن کا بیان اوپر ہوا ہے۔ تنگ اور اونچے نیچے راستوں میں بھی چل سکتی ہیں لیکن گاڑیوں کے لیے کشادہ[2] اور ہموار[3] رستوں کی ضرورت ہے۔ پہلے جب سڑکیں کچی ہوتی تھیں تو گاڑیاں ایک گھنٹے میں تین چار میل چل سکتی تھیں۔ اس زمانے میں لوگ بہلیوں اور رتھوں میں سوار ہوتے تھے لیکن جب سے سرکار انگریزی کی حکومت ہوئی اور پکی سڑکیں بن گئیں تو سفر میں آسانی ہوگئی اور بگھیاں دوڑنے لگیں۔ آج کل دنیا کے تمام

---

[1] پالکی سکھ پالکی۔ مونڈھا۔ لپچا۔ یہ سواریاں بھی مروج تھیں پہاڑوں پر رکشا اور ڈانڈی کا رواج کثرت سے ہے۔ [2] کھلی ہوئی۔ [3] برابر مسطح۔ ۱۲

شہروں میں بائیسکلیں اور موٹر گاڑیاں اور موٹر سیکلیں کثرت سے دیکھنے میں آتی ہیں۔ یہ ایسی تیز ہوتی ہیں کہ گھوڑا ان کے برابر نہیں چل سکتا۔ الکٹرک ٹریموے کا بھی بہت رواج ہو چلا ہے۔ بڑے بڑے شہروں کے ہر کوچے میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جس زمانے میں پکی سڑکیں نہ تھیں۔ ندی نالوں پر پُل نہ تھے۔ جنگل جھاڑی کثرت سے تھی مسافروں کو چور چکار لٹیروں۔ ڈاکوؤں۔ ٹھگوں کا بڑا ڈر رہتا تھا اور لوگ قافلے بنا بنا کر چلتے تھے۔ ایک قافلے میں سو سو ڈیڑھ ڈیڑھ سو آدمی ہوا کرتے تھے۔ ہندوستان میں اب قافلے چلنے موقوف ہو گئے ہیں لیکن جن ملکوں میں سڑکیں نہیں ہیں وہاں اب بھی یہی دستور ہے۔ ۱۸۲۱ء میں ریل ایجاد ہوئی اور اس کے جاری ہوتے ہی سفر کی صعوبتیں جاتی رہیں۔ اب تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم گھر میں بیٹھے ہیں یا سفر کر رہے ہیں ؎

مہینوں کے رستے ہیں رستے پلوں میں + گھروں سے سوا چین ہے منزلوں میں

ہندوستان میں پہلے پہل ۱۸۵۳ء میں ریل جاری ہوئی اور (عالی) بمبئی سے تھانے تک اکیس میل کا ٹکڑا تیار ہوا اس کے بعد رفتہ رفتہ اس کی توسیع ہوتی گئی یہاں تک کہ اب تمام ملک میں اس کا جال سا پھیل گیا ہے۔ بعض ملکوں میں زمین پر اکثر برف جمی رہتی ہے۔ ان ملکوں کے لوگ ایک قسم کی گاڑیاں استعمال کرتے ہیں جنھیں

---

سنہ ۱۹۱۸-۱۹ء میں تمام ہندوستان میں (۳۶۶۱۶) میل ریلوے دوڑتی ہوئی ہے۔ ۱۲

سلیج کہتے ہیں ان میں پہیئے نہیں ہوتے۔ شمالی امریکہ اور روس میں انھیں ہرن یا گتّے کھینچتے ہیں اور بہت تیزی سے برف پر لے جاتے ہیں۔ یہ سب تو خشکی پر سفر کرنے کے ذریعے ہیں۔ دریاؤں اور جھیلوں اور سمندروں میں سفر کرنے کے لیے انسان نے کشتیاں اور جہاز بنائے ہیں کشتی کا خیال انسان کو غالباً درخت کی کسی ٹہنی کو بہتا ہوا دیکھ کر پیدا ہوا ہوگا۔ چنانچہ انسان نے اول اول جو چھوٹی اور بھدی کشتیاں بنائی تھیں ایسی کشتیاں بنگال کے بعض مقاموں پر اب بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ اگلے زمانے میں برطانیہ کے باشندے ایک ٹوکری سی بن کر اس پر چمڑا چڑھا لیتے تھے اور اس میں تیرتے تھے۔ بعض جگہ ایک بڑی سی مشک سے کر اسی میں ہوا بھر لیتے ہیں۔ اور اس پر بیٹھ کر دریا کے پار اتر جاتے ہیں۔ اسے سرنا کہتے ہیں دریائے سندھ میں اس کا رواج بہت ہے۔ کشتیوں کے بعد بادبانی جہاز ایجاد ہوئے۔ ان میں بڑی دقت یہ تھی کہ جب ہوا تیز یا مخالف ہوتی تھی تو ان کا چلنا مشکل تھا۔ اور جب زیادہ تیز ہوتی تو ڈوبنے کا ڈر رہتا تھا۔ اس کے بعد دُخانی

دکھن میں اب تک بھی لوہے کے پیچ کی بڑی بڑی کڑاہیوں کا رواج ہے لیکن چونکہ ان کے ڈوبنے کا بہت خدشہ ہے ممانعت کر دی گئی۔ اب جھاؤ کے بڑے بڑے ٹوکرے بناتے اور اس پر چمڑا منڈھتے ہیں۔ یہ ٹوکرے اتنے بڑے ہوتے ہیں کہ پچاس پچاس آدمی بافراغت اس میں بیٹھتے ہیں۔ گاڑیاں بھی اسی میں لاد لیتے ہیں پھر بھی بہ نسبت کشتی کے یہ بھروسے کی چیز نہیں ہے مگر کشتی میں لاگت بیٹھتی ہے بہت اور ٹوکرے میں کم اس سبب سے بالعموم ٹوکروں ہی کا رواج ہے۔ ۱۲

جہاز نکلے اِن سے زیادہ سہولت پیدا ہوگئی - تیز رَو[1] بھی ہیں اور محفوظ بھی بعض باتوں میں ریل سے بھی زیادہ آرام ملتا ہے - انگلستان اور امریکہ کے درمیان جو جہاز چلتے ہیں ان پر مسافر فُٹ بال ، کرکٹ ، ٹینس بھی کھیلتے جاتے ہیں - ہندوستان انگلستان کے درمیان جو جہاز چلتے ہیں اُنھیں اگر کسی شاہی محل سے تشبیہ[2] دیں تو بے جا نہیں - سجے سجائے کمرے - سنگ مرمر کے نفیس حمام - ہر قسم کے آرام و آسایش کے سامان ان میں مُہیّا ہیں - رات کو بجلی کی روشنی سے تمام جہاز جگمگ جگمگ کرنے لگتا ہے - تیز رو بھی ہیں بیس پچیس میل فی گھنٹے کی رفتار سے چلتے ہیں - یہ تو خشکی اور تری کے سفر کے وسائل ہوے ان کے علاوہ سفر کا ایک طریق اور بھی ہے اور وہ ہوائی جہاز ہیں جو حال ہی میں نکلے ہیں - جو ریل کا دن بھر کا سفر چند گھنٹے میں طے کر لیتے ہیں چنانچہ لندن سے کراچی کو اور کراچی سے مسافر اور ڈاک بمبئی میں ہوائی جہاز سے امتحاناً آچکی ہے اور وہ زمانہ قریب ہے کہ تیز سے تیز ریل بھی ہوائی جہاز کی گرد کو نہ پہونچے گی اور یہ شعر غلط ہو جائے گا کہ

تو کار زمیں را نکو ساختی کہ با آسمان نیز پرداختی

(مولوی مقتدی خاں - کچھ گھٹاؤ بڑھاؤ کے بعد)

## ریل کا سفر

جس طرح ریل کے سفر کی ابتدا انتہا ہے اسی طرح دنیا کا آغاز و انجام ہے - جس طرح ریل کے سٹیشنوں پر لوگ چڑھتے اُترتے ہیں اسی طرح دنیا میں لوگ پیدا ہوتے اور مرتے ہیں -

[1] تیز چلنے والے - [2] مثال سے - تم نے دنیا کا کام خوب کیا دوسرا جو آسمان کی سوجھی - ۱۲

جس طرح ریل کی گاڑیوں کے درجے ہیں اسی طرح کیا دنیا کیا دین کل باتوں میں لوگوں کے مدارج ہیں کوئی امیر ہے کوئی غریب ہے کوئی بد ہے کوئی نیک۔ جس طرح سٹیشنوں پر روانگی سے پہلے لوگوں کو ٹکٹ دیئے جاتے ہیں جن میں ایک مقام خاص تک اُن کو سفر کرنے کی اجازت ہوتی ہے اسی طرح لوگوں کی تقدیریں ہیں۔ عمر کے اعتبار سے۔ رزق کے اعتبار سے۔ اولاد کے اعتبار سے۔ اور سب چیزوں کے اعتبار سے جیسی نسبت سٹیم کو ریل کے انجن سے ہے ویسی ہی یا اُسی کے قریب قریب انسان کی روح کو اُس کے جسم سے ہے جس طرح کوئی مسافر بیچ میں ریل سے اُترنے اور اپنی حد سے بڑھنے نہیں پاتا اسی طرح ہم سے جبراً اذا جاءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ کی تعمیل کرائی جاتی ہے۔ (از رویائے صادقہ)

## ریل کے کچھ ضروری قواعد

ریل کا سفر پابندی وقت سکھلاتا ہے اور ہندوستانی وقت کی جیسی مٹی پلید کرتے ہیں ظاہر اور پھر عورتیں۔ پناہ بخدا! ان کی گٹھڑی مٹھڑی ہی نہ ہٹتے بندھتے ریل یہ جا وہ جا کیونکہ ریل اپنے وقت پر چلی جاتی ہے وہاں نہ کسی کا انتظار کیا جاتا ہے نہ خاطر مروت ہے۔ پھر اگر مردوں کی زبردستی ریل پر جا بھی پونچیں تو کہاں کی سیر اور کدھر کا تماشہ بُرقعہ ہے کہ ہوا سے اُڑا جاتا ہے۔ بچہ گود میں سے

---

لحاظ۔ چھاپ۔ جب موت کا وقت آجاتا ہے تو وہ وقت ایک گھڑی بھی ٹلتا نہیں نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا ہے۔ ۱۲

پھسلا جاتا ہی سو الگ - جوتی ہو کہ قدم قدم پہ پاؤں سے نکلی پڑتی ہو۔ سٹیشن کیا ہو حشر کا میدان ہو۔ ان کے ہوش حواس ایسے پراں ہیں کہ ریل سے بھی دو قدم آگے۔ ٹانگوں نے جواب دے دیا۔ قدم من من بھر کا ہو گیا۔ میاں گھسیٹ رہے ہیں بیوی ہیں کہ پیٹ میں اُن کا سانس نہیں سماتا۔ مردوں کی کشمکش دیکھ کر بے چاری کا کلیجہ بانسوں اُچھل رہا ہو۔ جان عجب غضب میں ہو پردے کا خیال رکھیں تو ریل نہیں ملتی ہو اور ریل ملتی ہو تو پردے کا خاتمہ ہو۔ ان بے چاری کو ایسا کب اتفاق ہوا۔ ان کی دوڑ بس والان سے اُٹھیں صحن میں آ گئیں۔ ذرا اور ہمت کی آگے بڑھیں تو ناج کی کوٹھڑی میں جا گھسیں اور بلند پروازی کی تو ڈولی میں چاروں طرف سے پردے میں منڈھی ہوئی اس محلے سے اُس محلے میں جا اُتریں یا اپنے گھر کی انگنائی کا آسمان دیکھا تھا یا وہاں کا دیکھ لیا۔ جیسے کنتھا گھر رہے ویسے رہے بدیس پلیٹ فارم جانے ان کی بلا۔ لیکن اب ریل کا سفر بالکل شرطِ زندگی ہو گیا ہو۔ چار و نا چار جانا ہی پڑتا ہو۔ ان پر جو مصیبت گزرتی ہو وہ ان کا دل ہی جانتا ہوگا مگر مرد بھی جو ان کے ساتھ ہوتے ہیں خوب مزہ چکھتے ہیں جس طرح اسباب کو چھپا چھپ قلیوں سے لدواتے ہیں سمجھو کہ بیگم صاحب بھی ایک گراں بہا پوٹلی ہیں فرق صرف اتنا ہو کہ سامان کو لادا جاتا ہے

کنتھا - یعنی گھر ہو یا پردیس دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ گھر پر کچھ کام کے نہ پردیس ہی میں جا کر کچھ کیا دھرا - ۱۲

قلی اور ان کو لادتا ہو ان کا وہ عزیز قریب جس پر ان کے لے جانے کی
مصیبت پڑی ہو۔ مردوں کی وہ تاکید ہو کہ بس نہیں چلتا کہ ڈولی سموچی
اٹھا کر ریل کے کمپارٹمنٹ میں دھر دیں پہلے کھڑکیاں بند کر لیں گے
جب کہیں ریل میں قدم دھرنے دیں گے۔ یہ بے چاری سہمی سہائی برقعے
میں لپٹی لپٹائی سمٹی سمٹائی ایک کونے میں جا بیٹھیں نہ ہاتھ ہلا سکتی
ہیں نہ پیر جس طرح بیٹھیں بس گم سم بیٹھی ہیں نہ منہ سے بولتی ہیں نہ
سر سے کھیلتی ہیں۔ گرمی کے مارے دم بوکھلایا جاتا ہو۔ کیا مجال کہ
زانو بھی بدل لیں۔ غرض بیٹھے بیٹھے شل ہو گئیں۔ کمر تختہ ہو گئی۔ بچے کا
وہ حال ہو کہ گھٹا جاتا ہو۔ تالو سے زبان نہیں لگاتا گھڑی ماں کے پاس ہو
تو گھڑی گھبرا کر باوا کے پاس جاتا ہو۔ غرض اسی خرابی سے سفر ختم ہوا
تب کہیں جان میں جان آئی۔ بھلا یہ سفر ہو یا عذاب جان۔ ایسی عورتوں
کو تو سوائے پردے کے قاعدے کی پابندی کے اور کسی قاعدے قانون کے
جاننے کی ضرورت نہیں مگر ہاں جن کے پردے میں ذرا ڈھیل ہو
اور جن کے مرد اس قسم کی ڈھیل کو روا رکھتے ہیں وہ سن لیں۔
اگر تمھارے ساتھ سامان بہت ہو تو ریل کی روانگی کے وقت سے
کم سے کم آدھ گھنٹے پہلے پہنچنے سے کسی قسم کی جھاگڑ نہیں مچتی
سب کام اطمینان سے ہو جاتا ہو اور جگہ بھی اچھی مل جاتی ہو۔ کبھی ریل کی

---

ساری کی ساری ۔ ڈرے ۔ خاموش ۔ گھبرایا ۔ نشست نہ بدل سکیں ۔ ایک دم رکے جاتا ہو ۔ گھبراہٹ ۔ دوڑ ۔ ۱۲

سڑک کو نہ پھلانگو ہمیشہ بالائی پُل پر سے آؤ جاؤ۔ چلتی ریل میں کبھی جھپٹ کر چڑھ جانے کا قصد نہ کرو نہ چلتی ریل میں سے اُترو۔ کھڑکی کے باہر بہت گردن نہ نکالو کہ ٹکر لگنے کا خدشہ ہی۔ دروازے سے مل کر نہ بیٹھو کہ ہر وقت کُھلنے بند ہونے میں اُنگلی دب جانے کا اندیشہ ہی۔ دروازہ اگر اندر وار کُھلتا ہی تو خیر اور جو دروازہ باہر کُھلتا ہی اچھی طرح دیکھ لو کہ بند ہی اور علاوہ بند ہونے کے چٹخنی بھی لگی ہوئی ہی یا نہیں سامان بنچ کے نیچے رکھّو۔ سامان کی فہرست ضرور لکھ لو۔ اُترتے وقت اُس سے ملا لو۔ بھاری بھاری صندوقوں یا گٹھڑوں کا جھمیلا ساتھ نہ رکھّو بریک میں ڈلوا دو کہ بہت سامان کے اُتارنے چڑھانے میں بہت وقت ہوتی ہی اور گاڑی کے اندر زیادہ سامان ہونے سے دوسرے مسافروں کے علاوہ تم کو بھی تکلیف ہوتی ہی ٹکٹ کو حفاظت سے رکھّو اور جب ٹکٹ کلکٹر دیکھنے آئے تو فوراً دکھا دو یہ نہیں کہ گرہ کھولتے ہی کھولتے ریل چل دے۔ کرایہ کم ہونے سے عموماً لوگ تھرڈ کلاس یعنی تیسرے درجہ میں سوار ہوتے ہیں اور اس وجہ سے اُس میں چپقلش زیادہ ہوتی ہی۔ بعض لوگ تیسرے درجے میں سفر کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں۔ اُن کو خیال کرنا چاہیے

---

اُترنے تختہ پٹڑی۔ جو شخص ریل سے سب سے پچھلی گاڑی میں بیٹھتا ہی اور وہ ریل کا محافظ ہوتا ہی وہ گارڈ کہلاتا ہی اور بریک وہی پچھلی یا سب سے اگلی گاڑی ہوتی ہی جس میں مسافروں کا سامان لادا جاتا ہی۔ بھیڑ سے ۔ ۱۲

کہ وہ سفر کرنے جا رہے ہیں یا شان دکھانے ریلوے سٹیشن شان دکھانے
کی جگہ نہیں ہے۔ شان دکھانے کے اور بہت سے مواقع ہیں۔ کسی درجے
میں تم سوار ہو پہنچیں گے سب برابر ہی پھر خواہ مخواہ پیسہ برباد کرنے
سے سوائے جھوٹی شیخی کے فائدہ ؟ سفر تو خیر ختم ہی ہو جائے گا مگر جو پیسہ
تمہارا بچ رہے گا وہ بیس کام آئے گا۔ انگلینڈ کا بڑا نامور وزیر اعظم
**مسٹر گلیڈسٹون** ہمیشہ تھرڈ کلاس میں سفر کیا کرتا تھا۔
کسی نے پوچھا کہ "آپ اتنے بڑے وزیر ہو کر ایسے گھٹیا درجے
یعنی تھرڈ کلاس میں سفر کرتے ہیں ؟" مسٹر گلیڈسٹون نے نہایت
متانت سے جواب دیا کہ "میں تھرڈ کلاس میں اس مجبوری سے سفر
کرتا ہوں کہ ریلوے والوں نے کوئی چوتھا درجہ نہیں رکھا ہے"۔
متوسط الحال[1] لوگ انٹرمیڈیٹ یعنی مجھولے درجے میں سفر کرتے
ہیں جس کا کرایہ تیسرے درجے سے ڈیوڑھا ہے۔ اس میں بہ نسبت
تھرڈ کلاس کے ذرا اچھے چھنائے سفید پوش لوگ ہوتے ہیں اور
تھرڈ کلاس کا سا طوفان بے تمیزی بپا نہیں ہوتا اور اس گیت میں کیا خوب کہا ہے

ایسا فرنگیا پیسے کا لوبھی[2] دھوئیں کی گاڑی اُڑائے لیے جائے
ذات نہیں پوچھے ذات[3] نہیں پوچھے سب کو برابر بٹھائے لیے جائے

اب اوپر بڑھو۔ متموّل لوگ سکنڈ کلاس یعنی دوسرے درجے میں سفر کرتے
ہیں۔ اس میں ہر طرح کا آرام ہے۔ عمدہ عمدہ نرم گدّے گرمی میں پنکھا اور

---

[1] بیچ کی راس کے لوگ یعنی نہ غریب نہ امیر۔ [2] طماع۔ لالچی۔ [3] اصل میں جماعت ہے یعنی
فرقہ۔ گروہ۔ برادری۔ ۱۲

خس کی ٹٹیاں مگر اس میں انگریزوں کی بھرمار ہے[1] اُن میں سے اکثر ہندوستانیوں سے ایسا چھوت کرتے ہیں[2] جیسے ہم چمار سے۔ حالاں کہ کرایہ دینے میں ہم وہ برابر اور سامان اسباب میں اُن سے زیادہ ستھرے اور صاف نہیں تو برابر سرابر ضرور۔ مگر فرق صرف فاتح اور مفتوح کا[3] ہے سو اس فرق کو کون مٹا سکتا ہے۔ چار و ناچار برداشت کرنا پڑتا ہے[4]۔ انٹر کلاس سے اس کا کرایہ دُگنا ہے۔ اس سے اوپر فرسٹ کلاس یعنی اول درجہ ہے جس کا کرایہ درجۂ دوم سے ہم دُگنا ہے۔ آرام و آسایش کے لحاظ سے درجۂ دوم اور درجۂ اول میں زیادہ فرق نہیں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں وہی سوار ہوتے ہیں جن کے پاس روپیہ اُبل رہا ہو اور جو تنہائی پسند ہوں کیوں کہ اس میں اکّا دکّا ہی مسافر ہوتے ہیں اور وہ بھی انگریز۔ مسلمان بہت اُڑے تو سکنڈ کلاس میں ڈٹ گئے فرسٹ میں بہت کم[5] اور رؤسا کی کہی نہیں جاتی اُن کا بس چلے تو شاید چھت پر جا بیٹھیں۔ بہر حال سارا کھیل پیسے کا اور ایمیری چونچلے ہیں۔ فرسٹ کلاس والے ڈیڑھ من سکنڈ والے تیس سیر انٹر والے بیس اور تھرڈ والے بے چارے پندرہ سیر اسباب جا سکتے ہیں اس سے زیادہ وزن میں جو سامان ہوگا اُس کا محصول فاصلے کے لحاظ سے مقرر ہے۔ ہر کلاس میں زنانے درجے الگ ہیں جن میں مرد نہیں آسکتے لیکن میموں کے دماغ مردوں سے بھی زیادہ ہیں وہ کسی ہندوستانی عورت کے ساتھ خواہ وہ کیسی ہی صاف ستھری اور قبول صورت کیوں نہ ہو ہم سفر ہونا اپنی کسرِ شان

---

[1] ریل پیل ـ افراط ـ [2] چھو جانے سے بھی پرہیز کرتے ہیں ـ [3] فتح کرنے والے اور جن کو فتح کر لیا گیا ـ [4] اٹھانا ـ [5] بہت کم ـ ایک دو ہی ـ ۱۲

سمجھتی ہیں - اور بات بھی ٹھیک ہے بیگم صاحب کے گلے میں گُھسی ہوگی پان کی
گلوری وہ پیک تھوک تھوک کر گاڑی کے سفید سفید جگمگاتے ہوئے تختوں کو
گھڑی بھر میں چیتڑی بنادیں گی پھر نہتے کیسے - بہر حال طوعاً کرہاً دو
ناجنسوں کو ایک قفس میں رہنا پڑتا ہے - میں اپنی بیتی کہوں ایک دفعہ کا ذکر ہے
کہ میں فرسٹ کلاس میں سفر کر رہا تھا میرے ساتھ ایک اور مسلمان تھے
اور دو ہی تشتیں تھیں - ایک میم صاحب تشریف لائیں ساری گاڑی کے
سامنے سے انھوں نے کئی چکر کاٹے ادھر سے اُدھر کئی دفعہ پھریں -
میں سمجھ گیا کہ یہ آئیں گی ضرور - مگر انھوں نے ہم دونوں نیٹوؤں کو ایسی
نفرت کی نگاہ سے کن انکھیوں سے دیکھا کہ گویا ہم انسان نہ تھے حیوان
تھے اور وہ انسانیت میں ہم سے کچھ زیادہ تھیں - حالاں کہ ہماری طرح
دو ہاتھ اور دو پاؤں دو آنکھیں دو کان اور صرف ایک ہی ناک جو اُن
کے تھی وہ ہمارے بھی تھی - ہاں اگر اُن کے چار ہاتھ اور چار پاؤں
ہوتے تو اور بات تھی ہم خود دب جاتے مجھ پر اُن کی نظر غضب زیادہ
اس وجہ سے تھی کہ ایک تو کریلا کڑوا اور پر سے چڑھا نیم میں حقہ پینے کا
بھی سخت مجرم تھا - غرض ہم کو تو انھوں نے ناقابل خطاب سمجھا دوڑی دوڑ
جا سٹیشن ماسٹر کو بلا لائیں اور چاہتی تھیں کہ ہم دونوں کو گردن پکڑ کر
نکال دیں - لیکن سٹیشن ماسٹر آیا اور اُس نے مجھے دیکھا تو دم بخود رہ گیا

---

صحبت برآری کیسے ہو - بیٹھنے کی جگہیں - ہندوستانیوں - اس طرح دیکھنا کہ دوسرے کو معلوم
نہ ہو کہ دیکھ رہے ہیں - ۱۲

کیوں کہ وہ مجھے جانتا تھا کہ میں اُسی ضلع کا کلکٹر تھا وہ بے چارہ کیا کہہ سکتا تھا
اُس نے میم صاحب سے کہا میں مجبور ہوں آپ کو اسی کمپارٹمنٹ میں
بیٹھنا ہوگا۔ میم صاحب جز بز[1] ہوگئیں کہا کہ "حقہ نکالو" میں نے کہا کہ حقہ
نہیں نکلے گا ہاں میں نے پینا چھوڑ دیا۔ میں نے سٹیشن ماسٹر سے کہا
"حقہ پینا منع ہے مگر حقہ رکھنا منع نہیں" بات واجبی تھی۔ میم صاحب کی
تیزی حقے کی چلم کی آگ کی طرح بجھ گئی۔ وہ تشریف لائیں مگر منہ پھولا[2] ہوا
اب بیٹھیں کہاں۔ وہی بنچیں تھیں۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ گورے چمڑے
والی کالے منہ کے ہندوستانی کی بغل میں بیٹھ جائے۔ ریل چل پڑی
اور وہ کھڑی رہیں۔ پھر ارشاد ہوا "تم ادھر جائے گا" مجھے انگریزی
آتی تھی مگر حقے کی طرح میں نے اُن کو جلانے کو کہا "ہم نہیں جائے گا
تم بیٹھ جائے گا" اور اپنے پاؤں سمیٹ لیئے۔ خدا خدا کرکے وہ ٹِک
گئیں۔ ایک دو سٹیشن تو وہ تنی رہیں اور میں بھی اکڑا رہا۔ ادھر حقہ ٹھنڈا
ہوا اُدھر میم صاحب سرد پڑیں۔ میں نے تقدیم کی۔ اب اُن کو معلوم
ہوا کہ اوہو علاوہ ہاتھ پاؤں اور ناک کان کے یہ ہمارا ہم زبان بھی ہے۔
میں نے پوچھا۔ "آپ کون ہیں؟" **میم صاحب**۔ "میں فلاں پادری
کی میم ہوں" **میں**۔ "آپ کو پادری کی میم ہو کر اتنا غصہ ہے۔ تو آپ
ہندوستانیوں کو اخلاق کا کوئی عمدہ نمونہ نہیں دکھا سکتیں۔ آپ تو
ایک مذہبی عورت ہیں آپ کے اخلاق بہت وسیع ہونے چاہئیں۔ آپ کے
مذہب کی تو یہ تعلیم ہے کہ کوئی تیرے ایک گال پر تھپڑ مارے تو اپنا

---

۱ عاجز۔ مجبور۔ ۲ خفا ناراض۔

دوسرا گال بھی اُس کے سامنے کردے۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے
مجھ سے جو زیادہ نہیں تو ایک فرسٹ کلاس کا پسینجر[1] اور جنٹلمین ضرور ہے
کیا آپ نے شریفانہ برتاؤ کیا؟" میم صاحب پر میرے چبھتے[2] ہوئے
فقروں نے بڑا اثر کیا اور اُن پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ معذرت کرنے لگیں
کہ میں نے آپ کو پہچانا نہیں معاف کیجئے۔ میں۔ مجھے شخصی اور ذاتی
بحث نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں مگر خدا کا ایک بندہ ضرور ہوں۔
آپ پادری کی جورو ہیں آپ کا مزاج بہت نرم ہونا چاہیئے تاکہ
جن لوگوں کو آپ اپنے مذہب کی طرف کھینچنا چاہتی ہیں جو آپ کا اصلی مقصد
ہے اُن کے سامنے آپ بہترین نمونہ پیش کر سکیں۔" پھر تو میم صاحب
بالکل نرم پڑ گئیں اور ایسی شیر و شکر ہو گئیں کہ سفر ختم ہونے تک اُنھوں نے
اپنا اور میرا دماغ خالی کر دیا۔ میم صاحب چلی گئیں مگر اُن کی کچھ ادائیں
آج تک میرے دل میں جمی ہوئی ہے۔ میرے ساتھ والے صاحب
خموشی[3] معنی دارد کہ در گفتن نمی آید۔ تماشہ دیکھ رہے تھے نہ ادھر کو بولے
نہ اُدھر۔ غرض یہ حال ہے اُس برتاؤ کا جو ایک پادری کی عورت جسے
کسی قسم کی حکومت نہیں ہے ایک ہندوستانی مرد سے عورت ہو کر
تو میت[4] کے بھرے اسٹیشن پر کرتی ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی انگریز اور اُس کا

---

[1] مسافر۔ [2] طعن آمیز۔ [3] چپ رہنے میں بھی کچھ ایسے معنے ہیں کہ جو کہنے میں نہیں آتے۔
[4] گھمنڈ۔ غرور ۔ ۱۲

کلکٹر یا ایجنٹ ہوتا تو خدا جانے کیا نوبت آتی۔ —

مسٹر گرانٹ کہتے تھے کل خیر دین سے — آتا نہیں سلام کو تم صبح و شام اب
کہتا نہیں کمیٹی میں موافق ہماری بات — دیتا نہیں زبان کو اپنا لگام اب
دیتا نہیں رپورٹ کبھی لاگے شہر کا — کرتا ہے گورنمنٹ کا غفلت سے کام اب
اچھا سنا اگرور کا جرمن کو مل گیا — لیتا ہے کالا لوگ کا بھی خبر نام اب
دیکھو بلیک لسٹ[2] پڑا ہے ہمارا پاس — لکھتا ہے باگیوں میں تمہارا بھی نام اب
سن کر دیا جواب میاں خیر دین نے — بس ترک کیجئے یہ طرز کلام اب
عجز و نیاز کا وہ زمانہ گزر گیا — رکھیے نہ ہر کسی سے امید سلام اب
سی۔ آئی۔ ڈی[3] کی طرح کریں ہم رپورٹیں — دل سے نکالیے یہ خیالات خام اب
ترویج[4] پاتا ہے نیا آئین[5] سلطنت — یعنی بدل گیا ہے پرانا نظام[6] اب
آگاہ ہو گئے ہیں سب اپنے حقوق سے — کوئی نہیں جہاں میں کسی کا غلام اب
عزت سے پیش آنا پڑے گا ہمارے ساتھ — منظور ہے کچھ اپنا اگر احترام اب
واجب ہے پاس ان کی تمناؤں کا ضرور — ہوتا ہے جن کا ہم کو کرنا قائم مقام اب
ہندوستان میں ہے نئی زندگی کا دور — چاروں طرف ہے دعوئ اذن عام[7] اب

وہ دن گئے کہ وردِ زباں "جی حضور" تھا

(پنڈت میلا رام۔ وفا)

---

[1] اصل میں جائنٹ ہے یعنی شریکِ مجسٹریٹ ضلع۔ [2] وہ فہرست جس میں بدمعاشوں کے نام لکھے جاتے ہیں۔ [3] خفیہ پولیس مخفف ہے کریمنل انوسٹیگیشن ڈپارٹمنٹ کا۔ [4] جاری ہوتا ہے رواج پاتا ہے۔ [5] قانون۔ [6] سلسلہ طریقہ۔ [7] حکم عام کا دعویٰ۔ ۱۲

خیر یہ تو جملۂ معترضہ[1] تھا اب اصل مطلب سکنڈ اور فرسٹ کلاس کی مسافر عورتیں ایک ماما کو بھی اُس سے ایک درجہ کم کرائے پر جس میں کہ وہ خود سفر کر رہی ہیں اپنے ساتھ بٹھلا سکتی ہیں اور لیڈیز کمپارٹمنٹ میں اگر تنہا ہوں تو رات کے لیئے کسی مرد نوکر کو بھی ساتھ رکھ سکتی ہیں۔ یہ رعایت اس واسطے کی گئی ہے کہ اکیلی عورتوں پر کئی وارداتیں چلتی گاڑی میں ہو چکی ہیں۔ فرسٹ اور سکنڈ کلاس کے مسافروں کے اسباب میں بچھونا۔ ٹفن[2] بیسکٹ۔ ہینڈ بیگ[3]۔ چھتری ایسی چھوٹی موٹی چیزیں معاف ہیں وزن نہیں کی جاتیں۔ انٹر کلاس والے بھی ایک رزائی فالتو لے جا سکتے ہیں۔ ریل کے ہر درجے کی گاڑی میں بلکہ ہر کمرے میں اوپر وار کو دروازے کی بالائی چوکھٹ پر ایک چھوٹی سی زنجیر لگی رہتی ہے یہ بڑے کام کی چیز ہے۔ ریل میں کوئی واقعہ پیش آجائے۔ کوئی چور گھس آئے یا اور کوئی ایسی بات ہو جائے اور چلتی ریل کے رُکوانے کی ضرورت آن پڑے تو اس زنجیر کو زور سے پکڑ کر کھینچنے سے ریل رُک جائے گی مگر وجہ معقول ہو ورنہ پچاس روپیہ جرمانہ دینا آئے گا۔ جہاں تک کا ہمارا ٹکٹ ہے اگر کسی ضرورت سے آگے جانا ہو تو گارڈ سے کہہ دینا چاہیئے جہاں ریل زیادہ ٹھیرے گی وہ ٹکٹ دلوا دے گا۔ اسی طرح اگر بھیڑ یا کسی اور وجہ سے ہم چاہئیں تو رستے میں ہم اپنا ٹکٹ اونچے درجے کا بڑھتی

[1] کسی بات کا بیچ میں آجانا۔ [2] ناشتہ رکھنے کا صندوق۔ [3] ہاتھ کا بٹوا۔ ۱۲

محصول دے کر بدلوا سکتے ہیں۔ تین برس تک کے بچے کا کرایہ معاف ہو۔
تین برس سے اوپر بارہ برس تک کا آدھا۔ مناسب یہ ہے کہ اسباب کو وزن
کرا دیا جائے اگر اثنائے سفر میں کہیں شبہ ہوا اور سامان تولا گیا تو بڑی
خرابی ہے کہ وہ جو ٹکٹ پیچھے وزن معاف ہے وہ بھی مجری نہ ملے گا اور کُل
سامان کا محصول لیا جائے گا۔ ٹکٹ کھو جائے تو جہاں پچھلی دفعہ ٹکٹ
دیکھا گیا ہے وہاں سے کرایہ لے لیا جائے گا اور اسی طرح جو لوگ بے ٹکٹ
سوار ہو جائیں اُن سے کرایہ اور جرمانہ دونوں لیے جائیں گے۔ بڑے
بڑے سٹیشنوں پر ریفرشمنٹ روم ہوتے ہیں جن میں کھانا اور چائے
وغیرہ نرخ مقررہ پر ملتی ہے بلکہ کھانا طیار رکھنے کو گارڈ سے کہہ کر
تار بھی دے سکتے ہیں جس کا کچھ محصول نہیں بعض بعض چلتی گاڑیوں
میں **رستراں کار** یعنی کھانے کی گاڑی لگی رہتی ہے خواہ اُس میں
جا کر کھاؤ یا اپنی گاڑی میں منگوا لو۔ اسی طرح برف سوڈا لمینڈ وغیرہ
گرمیوں میں ملتا ہے۔ بڑے بڑے سٹیشنوں پر ہر درجے کے مسافروں
کے لیے زنانے اور مردانے **ویٹنگ روم** ہیں جن میں مسافر
ریل کے آنے کے انتظار میں ٹھیر سکتے ہیں۔ بڑے سٹیشنوں پر
**بک سٹال** بھی ہوتے ہیں جن میں چنندہ ناول اور تازہ ترین
اخبار اور رسالے بکتے ہیں۔ اسباب جو بریک میں دیا جائے اُس پر
اپنے نام اور مقام کی چٹھی ضرور لگاؤ۔ مضبوطی سے بند کرو عمدہ قفل
لگاؤ کہ کسی اور کنجی سے کھل نہ سکے زیور یا قیمتی چیز ہرگز بریک میں

نہ دو کہ سامان کثرت سے نکل جاتا ہے اور پھر ملتا ملاتا نہیں۔ رات کو
اپنا سارا متفرق چھوٹا موٹا سامان سمیٹ کر اپنی سیٹ کے نیچے رکھو
روپیہ پیسہ جیب میں رکھنا مناسب ہے۔ بڑا صندوق ہو تو اس کے کنڈے
میں ایک پتلی زنجیر ڈال کر وہ زنجیر بنچ کے پائے میں سے نکال کر قفل
ڈال دو کیوں کہ رات بے رات ٹرنک کبھی مغالطے سے کہ ایک ہی شکل
کے ہوتے ہیں اور کبھی عمداً اتار لیے جاتے ہیں کہ سویا اور مرا برابر۔ پان۔
مٹھائی۔ کھانا ہرگز کسی اجنبی کے ساتھ نہ کھاؤ کہ بدمعاش لوگ دھتورا
ملا کر کھلا دیتے ہیں جس سے آدمی تھوڑی سی دیر میں بے ہوش ہو جاتا ہے
اور بعض دفعہ مر بھی جاتا ہے۔ مارواڑن کی طرح ریل میں زیور پہن کر نہ بیٹھو
اس میں اول تو گر گرا جانے کا اندیشہ ہے اور سب سے بڑھ کر خطرہ یہ ہے کہ بدمعاشوں کا
دل للچاتا ہے اور ان کو ترغیب ہوتی ہے کہ اکیلی دکیلی عورت کو لوٹ لیتے ہیں
بڑے پائنچوں کا غرارے دار پائجامہ یا ساڑی پہن کر ریل میں نہ بیٹھو۔
تم اپنے آپ اور اسباب کو سنبھالو گی یا ان بڑے پائنچوں کو۔ تنگ
موری کا پاجامہ سب سے بہتر ہے۔ کپڑے بھڑکیلے نہ ہوں میل خورے ہوں
کہ سفر میں جلد میلے نہ ہو جائیں۔ انجن کے پاس کی گاڑی میں حتی المقدور
نہ بیٹھو کہ جب کبھی کوئی حادثہ ہو جاتا ہے تو پہلے وہی گاڑیاں برباد ہوتی
ہیں انجن کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھو کہ اکثر آنکھوں میں کوئلہ پڑ جانے سے
تکلیف اٹھانی پڑتی ہے بلکہ برعکس یعنی پچھلی گاڑی کی طرف منہ رکھو۔ سٹیشن
کے سودے والے بڑے گراں فروش اور ٹھگ ہوتے ہیں دیکھ بھال

اور چُکا کے سودا لو۔ بے ضرورت محض کسی چیز کو بھڑکیلی دیکھ کر نہ خریدو۔
سقہ ریل کا ملازم ہے پانی پلانے کے لیئے اُسے پیسہ دینا سقّوں کو لالچی
بنانا ہے۔ پان کھاؤ تو گاڑی کے اندر ہرگز پیک نہ تھوکو نہ اس طرح تھوکو کہ گاڑی
کے پٹڑے خراب ہوں یا چھینٹ کسی پر جا پڑے۔ ہوا تیز ہوتی ہے۔ ہاتھ
روک کر جدھر سے ریل آرہی ہے اُدھر تھوکو۔ سامنے وار تھوکو گی تو آسمان
تھو کا مُنہ پر ساری پیک تمہارے ہی مُنہ پر آئے گی۔ ریل کی عورتوں
سے بے ضرورت بات چیت نہ کرو۔ نہ کھود کھود کر اُن کا حال پوچھو نہ اپنی
رام کہانی سُناؤ۔ غرض بہت احتیاط چاہیئے کہ بہت سی عورتیں جرائم
پیشہ بھولی بھالی عورتوں کو طرح طرح سے دام تزویر میں لانے کی کوشش
کرتی ہیں اور آئے دن ایسی وارداتیں سننے میں آتی ہیں۔ بڑے روپیہ
کے علاوہ کچھ ریزگاری اور پیسے ضرور اپنے ساتھ رکھو۔ بجائے نقد
روپیہ ساتھ رکھنے کے ہلکی قیمت دس دس پانچ پانچ بلکہ روپیئے
روپیئے کے نوٹ رکھنا اچھا ہے۔ پانچ۔ دس۔ پچاس اور سو روپیئے کے
نوٹ **یونی ورسل** کہلاتے ہیں بلا بٹّہ ریل میں لیئے جاتے ہیں۔
پان سو اور اوپر کے نوٹ صرف مقامی حلقے میں لیئے جاتے ہیں دوسری جگہ
بنک بھی بے بٹّہ لیئے نہیں جُھنا تا دور کا سفر ہو تو ایک دو وقت کا کھانا
ضرور ساتھ رکھو۔ گو سٹیشنوں پر کھانا ملتا ہے مگر گھر کے کھانے کو کب پہنچتا ہے
گھر کا باسی نہ باہر کا تازہ۔ بچوں کا ساتھ ہے تو بسکٹ وغیرہ

ضرور رکھنا کہ ریل میں بھوک بہت لگتی ہے۔ **ٹیئم ٹیبل** وہ کتاب جس میں ریل کے اوقات درج ہوتے ہیں انگریزی میں ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سٹیشنوں پر دو آنے کو ملتی ہے اور سارے ہندوستان کی ریلوں کی ٹیئم ٹیبل ایک روپیہ کو۔ پڑھی لکھی عورتوں کو اس کا ساتھ رکھنا ضرور ہے کہ ہر سٹیشن کا نام۔ پہنچنے اور روانگی اور ٹھیرنے کے وقت کرایہ کی تعداد کے علاوہ ریل کے متعلق کل ضروری باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ تھوڑی سی انگریزی جاننے والا بھی اس سے بڑا کام نکال سکتا ہے۔ دن بارہ گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات بھی بارہ گھنٹے کی اس طرح دن رات ملا کر چوبیس گھنٹے ہوئے۔ دن کو بھی دو بجتے ہیں اور رات کو بھی۔ اس کا فرق بتلانے کو دن کے گھنٹوں کے ساتھ **اے ایم**۔ اور رات کے گھنٹوں کے ساتھ **پی۔ ایم**۔ جو بڑا بکھیڑا تھا۔ اب یہ سب اڑا کر ایک سے لے کر چوبیس تک مسلسل گھنٹے گنے جاتے ہیں۔ اگر کوئی ہندوستانی کہتا کہ تیرہ بجے ہیں یا اٹھارہ بجے ہیں تو لوگ اُسے پاگل ٹھیراتے لیکن اب تو ع۔ ہر عیب کہ سلطاں بہ پسندد ہنر است[۱]۔ صرف آٹھ بجے کہنے سے سمجھ لو کہ دن کے آٹھ بجے ہیں اور بیس بجے کہیں تو رات کے آٹھ بجے سمجھو۔ میں سمجھتا ہوں کہ ریل کے متعلق جتنی ضروری باتیں ہیں اور جن کا جاننا معمولاً ایک مسافر کو ضرور ہے۔ تم کو بتلا دی ہیں جو کافی ہے۔ (از مؤلف)

---

[۱] جس عیب کو بادشاہ پسند کرے وہ ہنر ہو جاتا ہے - ۱۲

## پھوہڑنامہ

(۱) گھر۔ اسباب۔ لباس۔ برتن وغیرہ میلے رکھنا۔ مکان کے جالے نہ لینا۔ دیواروں کو تھوک اور پیک سے بھرنا۔

(۲) شیشیاں بوتلیں وغیرہ پہلے سے صاف نہ رکھنا اور وقت ضرورت وقت کی تضیع اور پریشانی۔

(۳) دسترخوان اور تولیے صاف اور ستھرے نہ رکھنا۔

(۴) کھانا کھا کر کلی نہ کرنا یا ہاتھ بیسن یا صابن سے دھوکر چکنائی نہ چھڑانا۔

(۵) جھاڑو دی جانے کے وقت چھڑکاؤ نہ کرالینا اور تمام چیزوں کو گردوغبار میں بھرنے دینا۔

(۶) بچھونوں کو جھاڑ جھٹک کر تہ نہ کرنا اور ٹھکانے سے نہ سنگوانا۔

(۷) پلنگ اور چارپائیوں کو بچھونا کرنے سے پہلے نہ جھٹکوانا۔

(۸) پانی کے مٹکے صاف نہ رکھنا اور بن ڈھکے چھوڑ دینا۔

(۹) ایک ہی بوٹے کو جائے ضرورسے جانا اور بن مانجھے کھانے پینے کے کام میں لانا سخت گھناؤناپن[1] ہے۔

(۱۰) لالٹین اور لیمپ کی چمنیوں کو صاف نہ کرانا بتی نہ کترنا تیل نہ بھرنا۔

(۱۱) گرم کپڑوں کو جاڑے برسات میں دھوپ نہ دینا۔ کافور یا فنیل کی گولیاں نہ رکھنا۔

(۱۲) کپڑوں کو تہ کرنا یا کرنا تو شکن کا لحاظ نہ رکھنا۔

---

[1] گندہ پن - ۱۲

(۱۳) جاڑا ختم ہو جانے کے بعد لحاف۔ رزائیوں کو احتیاط سے تہ کر کے نہ رکھنا۔
(۱۴) پھٹے اُدھڑے کو جب کا تب نہ سینا۔
(۱۵) بے جوڑ پیوند لگانا۔
(۱۶) کُرتے کی آستین یا دوپٹے کے پلے یا کسی میلے کپڑے سے منہ پونچھنا یا بچوں کو پونچھنے دینا۔
(۱۷) میلے کپڑے باندھ کر ایک جگہ نہ رکھنا۔ سارے گھر میں اُن کا رُلا رُلا پھرنا۔ دھوبن کے آنے کے وقت جامہ تلاشی لینا۔
(۱۸) چولھے کے آگے بیٹھنے۔ کھانا نکالنے۔ کھانا کھانے۔ لکھنے وغیرہ میں کپڑوں پر چکنائی کے چکتے یا سیاہی کے داغ دھبے لگا لینا یا دوپٹے کا آنچل کیچڑ میں بھر لینا۔ یا بے احتیاطی سے جلا لینا۔
(۱۹) دھوبن کو بن لکھے کپڑے دینا۔ جب وہ لے کر آئے کتاب سے نہ ملانا اور روز کی تُو تُو میں میں کرنا۔
(۲۰) کسی تقریب سے واپس آکر بھاری بھرکم کپڑوں کو سنبھال کر نہ رکھنا بلکہ ایک آدھ دن تک اِدھر اُدھر یوں ہی ڈالے رکھنا۔
(۲۱) بے جوڑ کپڑے پہننا۔ مثلاً سیاہ پاجامے پر سُرخ دوپٹہ گرمی کے کپڑوں کے ساتھ جاڑے کے کپڑوں کا جوڑ ملانا یا اس کے برعکس۔
(۲۲) شوہر کے آرام اور صحت اور تن درستی کے لیئے جن باتوں کی ضرورت ہے اُن کا خیال نہ رکھنا۔
(۲۳) کھانے پینے میں اُن چیزوں کا خیال نہ رکھنا جو شوہر کو پسند ہوں

(۲۴) کھانے کی طرف سے بے پروائی۔ ہنڈیا کی دیکھ بھال نہ کرنا۔ بدمزہ بدرو کھانا پکنا جس سے آئی ہوئی بھوک بھاگ جائے۔

(۲۵) کھانا اوروں سے نکلوانا اور کھانا کھلاتے وقت گھروالی کا پاس نہ بیٹھنا

(۲۶) کھانا خراب پکنے پر اُس کا معاوضہ نہ کرنا یعنی پروا نہ کرنا۔

(۲۷) ہاتھ دُھلانے کا سامان ٹھیک نہ ہونا۔ سلابچی ہے تو لوٹا نہیں لوٹا ہے تو سلابچی ندارد۔ پانی ہے تو بن سمویا بجائے گرم کے ٹھنڈا یا ایسا گرم کہ ہاتھ جھلس جائے۔ صابن کی ٹکیہ کوا لے گیا۔ تولیہ ڈھونڈھے نہیں ملتا۔

(۲۸) شوہر کے کپڑوں کی خبر نہ رکھنا۔ پہلے سے پھٹا اُدھڑا درست نہ کرنا۔ پلنگ کی چادر۔ تکیے کے غلافوں کو وقت پر نہ بدلوانا۔

(۲۹) شوہر بیمار یا کسل مند ہو تو اُس کی خبر نہ لینا۔ دوا ٹھنڈائی یا کسی بات کی خبر نہ رکھنا۔

(۳۰) ضروری دواؤں کا جن کی وقت بے وقت ضرورت پڑتی ہے گھر میں موجود نہ رکھنا یا اُن کی حفاظت نہ کرنا۔

(۳۱) چھالیہ کتر کر پہلے سے طیار نہ رکھنا۔ پانوں کا موجود نہ ہونا۔ آدمی کا بازار دوڑے جانا۔ کتھا پکا ہوا چونا چھنا ہوا موجود نہ ہونا۔ الائچیوں کا قحط۔ زردے کا توڑا چھالیہ میں کنکر۔ کلھیاں لتھڑی ہوئی۔ پٹاری میلی کچیلی۔ گردی گبھا باوا آدم سے بھی پہلے کا۔ غرض پان دان کا بدتمیزی کی دکان ہونا عورت کی بدسلیقگی کی کھلی دلیل ہے۔ ان باتوں کی تعلیم کسی مدرسے میں نہیں ہوتی بلکہ سلیقہ خود سکھلاتا ہے

لے بھری ہوئی۔ ۱۲

(۳۲) فاضل جوتی کے جوڑے ایک آدھ نہ لگا رکھنا۔

(۳۳) پھٹے پرانے اُدھڑے اُدھڑائے موزوں کو درست نہ رکھنا۔

(۳۴) رومال۔ تولیئے۔ نہانے کی لنگیاں۔ صابن کی ٹکیاں۔ منجھن وغیرہ ضروری چیزوں کی دیکھ بھال اور موجود رکھنے سے تغافل۔

(۳۵) چھتری۔ چھڑی۔ جوتی یا بوٹ۔ تولیہ قینچی۔ چاقو۔ بکس یا سلائی۔ لوٹا۔ گلاس۔ کٹورا۔ صراحی۔ قلم۔ دوات پنسل۔ کاغذ۔ لفافے۔ جاذب ٹکٹ کارڈ اپنے اپنے ٹھکانے سے نہ رکھنا۔ جب ضرورت پڑے تو یا تو یہ کہہ دینا کہ نہیں ہے یا یہ کہ ہے اور اپنے ٹھکانے پر چیز نہیں۔ ڈھونڈھے چیز ملتی نہیں۔

(۳۶) کنجیاں رکھ کر بھول جانا۔ کنجیوں کے لیئے کوئی جگہ مقرر نہ کرنا جہاں پایا ڈال دیں اور گھنٹوں اُن کی ڈھنڈیا ہی میں لگوا دینا۔

(۳۷) صندوقوں میں اندھادھند کپڑے رکھنا۔ گھر والی کو خبر نہیں کہ کس صندوق میں کیا ہے۔ ایک چیز کے لیئے سارے گھر کو چھان مارنا۔

(۳۸) بازار کا سودا جس وقت آئے اُسی وقت اُس کی دیکھ بھال یا وزن نہ کرنا

(۳۹) کھانے کا سامان اکھٹا نہ خریدنا۔ ہر چیز کے لیئے نوکروں کو بازار کا کوڑی پھیرا کروانا۔

(۴۰) اناج کی کوٹھڑی کو قفل نہ لگوانا۔ خود جنس نہ دینا۔ ماماؤں کے بھروسے پر گھر کو چھوڑ دینا۔

(۴۱) سودا خراب آنے اور کھانا خراب پکنے پر نوکروں کو اللہ اللہ نہ کہنا۔

نہ خود اصلاح کی طرف توجہ کرنا۔

(۴۲) گھر کا حساب باقاعدہ روزانہ نہ لکھنا۔

(۴۳) مہمان کی خاطر تواضع اچھی طرح نہ کرنا۔

(۴۴) پھٹے پرانے کپڑوں کو چھوٹی ضرورتوں کے لیئے سنگوا کر نہ رکھنا۔ مثلاً چمنی یا گلاس یا چینی کے برتن صاف کرنے یا دوا ٹھنڈائی یا شربت چھاننے کے لیئے۔

(۴۵) گھر میں جو کپڑے بنتے ہیں اُن کی کترنیں سمیٹ کر نہ رکھنا کہ آئندہ ضرورت کے وقت کام آئیں۔

(۴۶) کھیل میں بچّوں کی نگرانی نہ کرنا کہ چوٹ پھینٹ نہ لگے۔

(۴۷) گہنے کی حفاظت نہ کرنا۔ جہاں پایا اُتار کر ڈال دیا جس سے نقصان ہو جاتا ہے۔

(۴۸) کام کو جب کہا جائے نہ کرنا۔ ٹال جانا اور جب جتلا دیا جائے تو بھول جانے کا ناقابلِ قبول عذر کرنا۔

(۴۹) ضروری کام کو چھوڑ کر معمولی کام میں لگ جانا۔

(۵۰) ضروریات خانہ داری کا فکر قبل از وقت نہ کرنا۔ مثلاً موسم کے کپڑوں کا بیاہ شادی کے سامان کا۔ تہیۂ[1] سفر یا کسی اور تقریب کی طیّاری کا۔

(۵۱) چیز ختم ہو جانے کے پہلے سے خبر نہ رکھنا جب کام پڑ جائے تب عین وقت پر کہنا کہ فلاں چیز نہیں رہی۔

[1] سفر کی طیّاری کرنا۔ ۱۲

(۵۲) گھر میں اچار چٹنی۔ مربا۔ مٹھاس۔ چائے۔ بسکٹ شکر وغیرہ کا بروقت موجود نہ ہونا۔

(۵۳) برسات سے پہلے چھتوں وغیرہ کی مرمت نہ کرالینا۔

(۵۴) فرش فروش کا درست نہ رکھنا۔

(۵۵) تانبے کے برتنوں کو قلعی نہ کروانا۔ ٹپکتے ہوئے لوٹوں کو مستری سے جوش نہ کروانا تام چینی یا چینی کے برتنوں کو آگ پر رکھ رکھ کر چٹیں اُڑا کر برباد کر ڈالنا۔ چمچوں کو جوتے سے منجھوا کر خراب کرنا کہ قلعی اُڑ کر نرا پیتل نکل آئے۔ سیلابچی اُگالدان کو نہ دھلوانا۔ تانبے کے برتنوں کو اچھی طرح نہ منجھوانا کہ اُن میں چکنائی لگی رہے۔ باورچی خانے کو غلیظ رکھنا کوڑے کرکٹ۔ ترکاری کی چھیلن کو نہ اُٹھوانا۔ گوشت کا دھووَن اور برتنوں کے دھووَن کے پانی کو باہر نہ پھکوانا۔

(۵۶) گھر میں جھاڑو نہ دلوانا۔ کوڑا کرکٹ نہ سمٹوانا۔ پائخانے کو صاف نہ کروانا اور دُھلوا کر فنیل نہ ڈلوانا۔ موریوں کو صاف نہ کروانا۔ صفائی کی طرف توجہ نہ کرنا۔

(۵۷) نواڑی پلنگوں کو نہ کھنچوانا اور جھولا پڑے رہنے دینا۔ نواڑ کا نہ دھلوانا اور میلا رکھنا چارپائیوں کی ادوانیں نہ کسوانا۔ چارپائیوں کے جھلنگے پڑے رہنے دینا اور نہ بُنوانا۔

(۵۸) مونڈھے کرسیوں کو دھوپ اور مینہ میں پڑے رہنے دینا۔

(۵۹) گرمی کے موسم میں پنکھے نہ رکھنا۔ فرّاشی پنکھے کے علاوہ ایک

دستی بڑا پنکھا نہ رکھنا۔
(۶۰) بلا ضرورت لمپ کو ساری رات جلانا جب کہ ایک مدھم روشنی سے کام چل سکتا ہو۔
(۶۱) پیسے اور ریزگاری کو پٹاری یا صندوقچی میں بن گنتے کھلا ڈال دینا۔
(۶۲) گری پڑی چیز کو اپنے ٹھکانے سے اٹھا کر نہ رکھنا۔
(۶۳) کام کو ادھورا چھوڑ کر کسی ضرورت سے بے سنبھال کر رکھنے کے چلا جانا۔
(۶۴) جن چیزوں کو چھوٹے بچوں کے توڑنے پھوڑنے یا ضائع کرنے کا اندیشہ ہو ان کو بچا کر نہ رکھنا۔
(۶۵) کھانے پینے کے سامان کی جانچ نہ کرنا کہ کتنے دن چلنا چاہیئے تھا اور کتنے دنوں چلا۔
(۶۶) گھر کے سامان کی فہرست نہ رکھنا۔ پرانے سامان کو خارج اور نئے کو درج نہ کرنا۔
(۶۷) خط کا جواب بروقت نہ دینا۔
(۶۸) وعدہ کر کے وقت مقررہ پر کسی تقریب میں نہ جانا اور لوگوں کو منتظر رکھنا یا اپنی عدم حضوری سے مایوس کرنا۔ وعدہ خلافی کی تلافی معذرت سے نہ کرنا۔
(۶۹) بیمار پرسی یا تعزیت کو نہ جانا اور جانا تو پرتکلف لباس میں جانا۔
(۷۰) کسی دوسرے گھر کے طریقۂ انتظام میں نکتہ چینی یا نام دھرنا۔

(۱۷) ریل کے سفر کے لیے وقت پر طیار نہ ہونا۔

(۲۷) سفر میں لوٹا وغیرہ ضروری چیزوں کا ساتھ نہ رکھنا۔

## انمول نصیحتیں

(پچھوز نامہ سے اضافہ کے ساتھ)

(۱) خدا کو برحق جانو اور اُس کے حکموں کو دل سے مانو

(۲) لوگوں کے عیبوں پہ نظر نہ کرو۔ اپنی فکر کرو۔ شاید تم میں بھی عیب ہو۔

(۳) ہر ایک کا پردہ ڈھانکو۔ عیب پوشی سے خدا خوش ہوتا ہے کیوں کہ اُس کا نام ستار ہے اور ستار چھپانے والے اور پردہ پوشی کرنے والے کو کہتے ہیں۔

کسی کی بدی تو نہ کر عیب ہو کہ اُس کا خدا عالم الغیب ہو

(۴) اوروں کو اپنے سے بہتر دیکھ کر ہرگز مت جلو۔ جلنے اور دوسروں کی راہ مارنے سے بہتر یہ ہے کہ تم خود بھی اچھے بن جاؤ خدا سے دعا کرو کہ

محسود تو کیجیو ہمیشہ پر یو نہ حاسدی کا پیشہ

(۵) کسی کی طرف سے دل میں بغض اور کینہ نہ رکھو۔

انسان کو انسان سے کینہ نہیں اچھا جس سینے میں کینہ ہو وہ سینہ نہیں اچھا

(۶) دو آدمیوں کی لڑائی ہو تو اُن میں صلح کرا دو یہ نہیں کہ لگا بجھا کر اور زیادہ بگاڑ ڈلواؤ۔

(۷) کسی مذہب کا جھگڑا نہ کرو۔ جیسا تمھیں اپنا مذہب پیارا ہے ایسا ہی سب کو اپنا مذہب پیارا ہے۔

(۸) جو کام تمھارے اپنے کرنے کا ہو اُس کے لیے دوسروں کا دستِ

نہ ڈھونڈو۔

(۹) بڑے بوڑھوں کی نصیحت پر عمل کرو۔

(۱۰) خرچ ہمیشہ آمدنی سے کم کرو۔ چاہے تمھیں لوگ کنجوس اور بخیل ہی کیوں نہ کہیں۔

(۱۱) کوئی رنج و غم تقدیر سے آئے تو صبر سے برداشت کرو کیوں کہ دُنیا میں شاہ و گدا کوئی بھی اس سے خالی نہیں۔ ؎

درین دنیا کسے بے غم نہ باشد    اگر باشد بنی آدم نہ باشد

(۱۲) نصیحت کرنے والے سے کبھی رنجیدہ نہ ہو۔ چاہے وہ نصیحت کتنی ہی کڑوی کیوں نہ ہو۔ کیوں کہ نصیحت وہی کرتا ہے جسے تمھارے نقصان کا صدمہ ہو۔ نصیحت کے موتی جہاں سے ملیں دامن میں بھر لو۔

(۱۳) دنیا کی عزت دولت سے ہے اور آخرت کی نیک عمل سے۔ دونوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

(۱۴) ایک ایک پیسے پر نظر رکھو۔ جس نے پیسے کی قدر نہ کی وہ روپے کھو چکا۔

(۱۵) جو ضروری کام ہیں اُن کو پورا کرنے کا پختہ ارادہ کرو اور جو ارادہ کرو اُسے پورا کرو۔

(۱۶) دنیا کی چکّی آہستہ آہستہ سب کو پیس ڈالے گی کچھ نیکی کر جاؤ تو تمھارے بعد رہ جائے۔

؎ اس دنیا میں کوئی بے غم نہیں ہے اور اگر کوئی ایسا ہو تو یوں سمجھو کہ وہ سرے سے انسان ہی نہیں۔ ۱۲

(۱۷) بڑی بہادری یہ ہے کہ جس سے تمہیں رنج پہنچے تم اُسے رنج نہ پہنچاؤ۔

(۱۸) بُروں سے اچھا سلوک کرو۔ اچھوں سے اچھا سلوک کرنا کوئی بڑی تعریف کی بات نہیں۔ اچھوں سے تو سب ہی اچھا سلوک کرتے ہیں۔ تعریف یہی کہ بروں سے اچھا سلوک کرو۔

(۱۹) رات کو پلنگ پر لیٹ کر سوچو کہ دن میں کتنی باتیں اچھی کیں اور کتنی بُری۔ بُری باتوں سے توبہ کرو اور اگلے دن ان سے بچو۔

(۲۰) کسی سے مسخراپن نہ کرو۔ ہنسی ہنسی میں پھنسی ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ ٹھٹّا مذاق بعض وقت بگاڑ پیدا کرتا ہے اور مسخراپن کرنے والے کا وقار کھوتا ہے۔

(۲۱) کوئی علم حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنے آپ کو ہر وقت طالب العلم نہ بنائے رکھے۔

(۲۲) علم انسان کی آنکھیں ہیں اس کے بغیر آدمی اندھا ہے۔

(۲۳) جو وعدہ کرو اُسے یاد کر کے ضرور پورا کرو۔ وعدہ خلاف انسان دین و دنیا دونوں میں روسیاہ ہے۔ ع۔ وعدہ آسان ہے وعدے کی وفا مشکل ہے

(۲۴) کبھی کسی پر ظلم نہ کرو۔ ؎

ظلم کی ٹہنی کبھی پھلتی نہیں　　ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں

(۲۵) جھوٹ کبھی نہ بولو۔

(۲۶) قسم کبھی نہ کھاؤ خواہ وہ سچی بات پر ہی کیوں نہ ہو۔ قسم کھانے والے کا اعتبار نہیں رہتا۔

(۲۷) کسی کی غیبت نہ کرو یعنی پیٹھ پیچھے کسی کو بُرا نہ کہو۔

(۲۸) کسی کو دھوکا دینے کی کوشش نہ کرو۔

(۲۹) چغلی نہ کھاؤ۔

(۳۰) جس سے محبت کرو سچے دل سے اور وضع داری کا اقتضا یہ ہے کہ ساری عمر اُسے نبھا دو۔

تلسی ایسے متر سے ملیے بسوے بیس ۔ آئے کا آدر کرے اور چلت نوائے سیس

تلسی وہاں نہ جائیے جہاں کپٹ کی ریت ۔ من اٹکے گھڑی رہو نہیں رہے وہ پریت

تلسی جگ میں چھانڑیے جو کوں اپنے یار کی ریت ۔ لا پاس در سے کیجیے جو بیر کرو یا پریت

(۳۱) بڑوں کا ادب۔ برابر والوں کا لحاظ اور چھوٹوں سے محبت کرو۔

(۳۲) دوسروں کے راز کو اپنے راز سے بھی زیادہ چھپاؤ۔ جو کوئی تم کو اپنا رازدار سمجھ کر کوئی بات کہے اس لیے تمہارا سینہ ایسا صندوق ہونا چاہیے جس کے قفل کی کنجی کھو گئی ہو۔

(۳۳) نوکروں سے اور جو تمہارے دست نگر ہیں مہربانی۔ نرمی اور خلق و مروت سے پیش آؤ۔

(۳۴) لوگوں کی خطاؤں سے چشم پوشی کرو خدا تمہاری خطاؤں سے درگزر کرے گا۔

(۳۵) تم لوگوں کا ادب کرو گے تو لوگ تمہارا بھی ادب کریں گے۔

---

۱ دوست ۔ ۲ بے دھڑک ۔ ۳ عزت ۔ ۴ چلتے وقت سر جھکائے ۔ ۵ بغض کی رسم ۔ ۶ ساری دنیا کا جو طریقہ ہو وہ مت چھوڑنا ۔ ۷ عداوت کرو یا دوستی ۔ ۱۲

(۳۶) کسی کو دے کر احسان نہ جتاؤ۔

(۳۷) غرور تکبر نہ کرو۔

(۳۸) شیخی نہ بگھارو۔ بڑائی۔ نہ مارو۔

(۳۹) اچھے کپڑے زیور پہن کر اتراؤ نہیں بلکہ خدا کا شکر کرو اور دوسروں کو دیکھ کر جن کے پاس وہ نعمتیں نہیں ہیں اور زیادہ جھک جاؤ۔

(۴۰) جو کام کرو صلاح مشورے سے کرو۔ ایک سر سے دو سر بھلے۔

(۴۱) کار امروز بفردا مگذار۔ آج کے کام کو کل پر نہ اٹھا رکھو۔

(۴۲) [۱] کارِ دنیا کسے تمام نکرد۔ ہر چہ گیرید مختصر گیرید۔

(۴۳) اپنے اور پرائے بچوں سے سختی سے پیش نہ آؤ۔ نرمی سے جو کام نکلتا ہے سختی سے نہیں نکلتا۔

(۴۴) معاملے کی سیدھی رہو۔ راست بازی بڑی عمدہ بات ہے [۲]

راستی موجب رضائے خدا است     کس ندیدم کہ گم شد از رہِ راست

(۴۵) عزیز قریب۔ حق ہمسائے کی تا بمقدور ہر طرح کی مدد کرو۔

(۴۶) خدا کی راہ میں دینا دلانا ہی تمہارے کام آئے گا۔

(۴۷) کوشش کرو کہ کسی کو تمہارے ہاتھ سے ذرا سی بھی تکلیف یا رنج نہ پہنچے۔

(۴۸) غصّے کو پی جاؤ یعنی جب غصہ آئے خاموش ہو جاؤ۔

---

[۱] دنیا کا کام کسی سے پورا نہیں ہوا اس لیے جو کچھ کرو مختصر کرو۔ [۲] سچائی سے خدا راضی ہے۔ سیدھے راستہ چلنے والا کبھی بھٹکتا نہیں ۱۲۔

اَلْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ[1]

(۳۹) کسی سے بیر بغض۔ کپٹ نہ رکھو نہ بدلہ لینے کی خواہش کرو۔

(۴۰) بُری صحبت سے بچو۔ بُری صحبت زہریلے جانور کے ڈنک اور آگ کے شعلے سے زیادہ زہریلی اور تیز ہی۔

(۴۱) دن کام کے لیئے ہو اور رات آرام کے لیئے۔

(۴۲) سویرے سونا اور سویرے اُٹھنا ضامنِ صحت ہی۔

(۴۳) صبح ناشتہ کرو۔ یک لقمہ پگاہی بہ از مرغ و ماہی۔ دوپہر کا کھانا کھا کر ذرا کی ذرا چپکی لے لو۔ رات کے کھانے کے بعد ذرا ٹہلو

(۴۴) کپڑے صاف ستھرے رکھو۔

(۴۵) دن کو ایسے کام کرو کہ رات کو چین سے سو سکو۔ رات اس طرح کاٹو کہ صبح دُنیا کو منہ دکھا سکو۔

(۴۶) ہر کام کرتے وقت خدا کو حاضر ناظر جان کر، کہ ایک دن خدا کے سامنے اس کی باز پرس ہونی ہی۔

(۴۷) سچ ایمان کی جڑ ہی۔

(۴۸) جو بات تم اپنے لیئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لیئے بھی ہرگز پسند نہ کرو۔ ع آنچہ برخود مپسندی بہ دیگرے مپسند[2]

(۴۹) دوسروں کو جس بات کی نصیحت کرو پہلے خود اُس پر عمل کرو۔

---

[1] غصّے کو پی جانے والوں اور لوگوں کی خطاؤں کو معاف کرنے اور احسان کرنے والوں کو اللہ دوست رکھتا ہی۔ [2] جو بات تم پسند نہ ہو وہ دوسروں کے لیئے پسند نہ کرو۔ ۱۲

پاک خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت کی مصداق نہ ہو۔

(۵۰) دُکھ بیماری کو تھوڑا نہ سمجھو۔ فوراً علاج کرو ورنہ جڑ پکڑ جانے کے بعد مشکل ہوگی سے[۲] سرِ چشمہ شاید گرفتن زمیل۔ چو پر شد نہ شاید گزشتن بہ پیل۔

(۵۱) بچوں کو نہلا دُھلا کر صاف ستھرا اور اچھے لباس میں رکھو۔ ننگے پاؤں نہ پھرنے دو۔

(۵۲) بچوں کو چیچک کا ٹیکہ لگواؤ۔

(۵۳) کھانا بن بھوک اور بے وقت نہ کھاؤ۔ ثقیل غذا سے پرہیز کرو۔ بھوک سے ذرا کم کھاؤ۔

(۵۴) دنیا کو سرائے سمجھو۔ موت کو ہر وقت یاد رکھو

(محمدی بیگم مرحومہ۔ با اضافہ مناسب)

## حقوق الزوجین

جتنے قسم کے تعلقات آدمی کو ابنائے جنس کے ساتھ رکھنے پڑتے ہیں سب میں زیادہ قوی زنا شوئی کا تعلق ہے۔ اول تو اتنا گہرا اور گاڑھا اختلاط اور کسی تعلق میں نہیں[۳] ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ دوسرے کوئی اور تعلق اتنا ممتد اور دیرپا نہیں ہوتا۔ تیسرے اس تعلق کی بنیاد ہی دوستی اور باہمی محبت پر جس کو طرفین کی اغراض اور حاجتیں

[۲] آپ تو کرو نہیں اور لگو دوسروں کو نصیحت کرنے[۲] چشمے کے خروج مقام کو ذرا سی کیل سے بند کر سکتے ہیں اور جب پھیل جاتا ہے تو اس میں سے ہاتھی بھی نہیں گزر سکتا۔ ۱۲

[۳] عورتیں تمھارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو۔ ۱۲

آخر تک تازہ اور مستحکم کرتی رہتی ہیں۔ ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تعلق کے بدون مرد اور عورت دونوں اپنی اپنی جگہ ناقص الخلقت ہیں اور یہی ایک تعلق ہے جو دونوں کو ملا کر پورا ایک آدمی بناتا ہے۔ خدا کو ایک وقت خاص تک بنی آدم کا آباد رکھنا منظور ہے اور اس تعلق کے بدون نہ اکیلا مرد نسل کو چلا سکتا ہے اور نہ اکیلی عورت یعنی خدا نے مرد اور عورت انہیں اسی غرض سے رکھا ہے کہ دونوں مل کر خدا کے ارادے کی تکمیل کریں۔ زن و شو کی مثال شربت کی سی ہے کہ اس کے دو جز ہیں جداگانہ شکر اور پانی۔ دونوں گھل مل کر ایک ذات ہو جائیں تو شربت بنے۔ یہ بات اسی رشتے میں دیکھی جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے مال متاع۔ اولاد رنج و راحت۔ آبرو۔ ہر چیز اور ہر حالت میں مرد اور عورت کی لازمی شرکت قائم ہو جاتی ہے۔ جیسا یہ تعلق ضروری اور با وقعت ہے ویسا ہی خدا اور خدا کے رسول نے شروع سے آخر تک اس کے ہر ہر پہلو پر نظر کر کے ایسے قاعدے ٹھیرا دیئے ہیں صاف صاف اور واضح کہ مرد اور عورت دونوں ان پر پورے پورے کاربند ہوں تو دنیا کی زندگی میں بہشت کا مزہ آ جائے مگر اول تو خدا رسول کا کہنا کوئی سنتا نہیں اور جو سنتا ہے وہ مانتا نہیں نتیجہ یہ ہے کہ جدھر جاؤ جھگڑے جہاں دیکھو فساد۔ جس سے سنو شکایت۔ غریبوں کے ہاں تو نہ ہوتے جھگڑے ہیں مگر خوش حال گھروں میں اس سے بڑھ کر فساد ات ہیں

بڑی بات جو اصل الاصول ہے وہ یہ ہے کہ خانہ داری کی ساری مزیداری
محبت میں ہے۔ محبت ہی ایک چیز ہے جو تمام مشکلوں کو آسان اور تکلیفوں کو
آرام کر دیتی ہے اور چوں کہ داعیۂ محبت ہمہ وقت موجود نہیں ہوتا۔
محبت کے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ زوجین ایک دوسرے کے فرائض کو
جانیں پہچانیں اور حسبِ موعدۂ شریعت سے تجاوز نہ کریں تاکہ تخمِ محبت حفظِ
حقوق اور ادائے فرائض کی آبیاری سے نشو و نما پاتا رہے ہم مسلمانوں
کی خانہ داریوں میں بڑا نقص یہ ہے کہ نہ محبت کی پروا کی جاتی ہے نہ حقوق
و فرائض کا لحاظ۔ ہماری خانہ داریوں کی بسم اللہ ہی غلط ہوتی ہے معاہدہ
کرے کوئی اور نباہ کرے کوئی جیسے قرض لے کوئی ادا کرے کوئی حق تو یہ
اولاد کا ہے بیٹے ہوں یا بیٹیاں کہ اپنا جوڑا آپ انتخاب کریں۔ مگر والدین نے
مغلوبِ رسم و راہ ہو کر اولاد کا یہ حق غصب کر لیا ہے اور یہی جڑ ہے تمام
بے لطفیوں، تمام فسادات، تمام خرابیوں کی جو خانہ داری میں دیکھی ہو
والدین نے اولاد کا یہ حق تو غصب کیا اور ایک حق زبردستی اپنے اوپر
لازم کر لیا کہ پرورش کی طرح اولاد کا بیاہ دینا بھی ماں باپ کا فرض ہے
اور یہی خیال ارمانوں سے مل کر محرک ہوا کرتا ہے کہ ابھی اولاد بیاہ
کی حقیقت اور اس کے نتائج کے سمجھنے کے قابل بھی نہیں ہوتی
کہ ماں باپ کو بیاہ بارات کی جلدی پڑ جاتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اولاد کو

---

۱ محبت کا اقتضا۔ ۲ ہر وقت۔ ۳ بالکل۔ ۴ بڑھنا۔ ۵ چھین۔ ۶ آمادہ کرتا ہے۔ ۱۲

بیاہ کی ضرورت نہیں تو آگے چل کر پیش آئے گی اور دنیا کے دستور نے بیاہ کے
معاملے کو شرمناک بنا رکھا ہے اُسی دستور نے بیاہ کے ساتھ ساتھ چند در چند
مصارف بھی لازم کر دیئے ہیں بعض ضروری اور اکثر فضول۔ جن کا سرانجام کنواروں
سے نہیں ہو سکتا۔ یہی مجبوریاں ہیں جن کی وجہ سے اولاد کے بیاہ کا بار
ماں باپ کو اپنے اوپر اُٹھانا پڑتا ہے۔ ہم ان مجبوریوں کو خوب سمجھتے ہیں
اور ماں باپ کو اس بار سے سبکدوش کرنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی
تاہم اتنی صلاح تو ضرور دیں گے کہ مجبوری کو مجبوری سمجھیں۔ اتنے سے بھی
بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ اولاد جب تک
عمر کے لحاظ سے بیاہ کے قابل نہ ہو بیاہ کا نام ہی نہ لیں۔ عمر کے علاوہ
پہلے ہی سے اس بات کا بھی خیال کر لینا چاہیئے کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں
بیوی لطف سے ہوں یا بے لطفی سے ہوا اکثر تو بے لطفی ہی ہوتا ہے اور بہر
ضرور الگ گھر کر دیے۔[1] ایسے یوں ہی ہوتی آئی ہے ورنہ شہروں اور قصبوں
اور دیہات میں اتنے الگ الگ گھر کیسے بسنے۔ بیٹی والے تو شروع ہی سے
بیٹی کو الگ گھر کرنے کی صلاح دیں گے۔ بیٹے والے چاہیں گے کہ بیٹا ہو چلا ہوں۔
بیٹے کو اسی دن کے لیئے پالا ہے پرورش کیا ہے کہ بڑھاپے میں کمائے اور ان کو
کھلائے غرض سامنے ہی کشمکش ہو کر لڑائیاں پڑیں گی اور لوگوں کو معلوم نہیں
ہر بیوی کے زائچے میں لکھا ہوتا ہے کہ بیوی کی جیت ہو گی اور ہوتی ہے۔ بھلا کہیں لکھے
بھی جھوٹے ہوئے ہیں۔ آخر بیوی میاں کو ساتھ لے بیٹھیں بسوے
تو اپنے میکے میں نہیں تو کسی اور گھر میں جا رہتی ہے۔

[1] درست کر کے۔ اغلباً۔ ۱۲

اپنی چکی اپنا چولھا، جو چاہا پکایا جو چاہا کھلایا کوئی روکنے والا نہیں۔ تو جب معلوم ہو کہ بیاہ ہوئے پیچھے میاں بیوی اوپر سو پر ضرور الگ گھر کریں گے تو ماں باپ کا فرض ہو اور اولاد کی خیر خواہی بھی اسی کی متقاضی ہو کہ بیاہ سے پہلے اولاد کو اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے یعنی الگ گھر کر بیٹھنے کے لائق بنا دیں۔ مرد ہو تو وہ اس جوگا ہو کہ اپنی کمائی سے بی بی بچوں کے خرچ بات کی کفالت[1] کر سکے۔ عمر کے ساتھ یہ بات بھی دیکھنے کی ہو اور لوگ دیکھتے بھی ہیں کہ دولھا عمر میں دلھن سے بڑا ہونا چاہیئے۔ جب ہم نے یہ کہہ دیا کہ جب تک اولاد عمر کے لحاظ سے بیاہنے قابل نہ ہو تو اولاد کے بیاہ کا نام ہی نہ لیں تو ہم تعیین[2] عمر کو والدین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔ اب فرض کرو کہ اولاد بیاہنے قابل ہوئی اور اس سے بھی اطمینان ہوا کہ لڑکا اپنی حیثیت کی قدر کماتا ہو اور لڑکی ہو تو ماں کے ہاتھ کے تلے رہ کر خانہ داری کا سلیقہ سیکھ چکی ہو تو شوق سے ان کے کار خیر[3] کا فکر کرو۔ مگر جہاں تک ہو سکے غیر جگہ اپنایت ہی نہیں۔ غیر جگہ ناطہ کرنے سے اول تو میل جول بڑھتا ہو دوسرے اکثر دیکھا گیا ہو کہ اپنایت میں جلد دلوں میں فرق پڑ جاتا ہو۔
تیسرے حکیم لوگ کہتے ہیں اور دلیل ہی سے کہتے ہوں گے۔ خدا جانے

---

[1] ذمہ داری۔ [2] مقرر کرنا۔ [3] اچھے کام۔ یعنی شادی بیاہ کا۔ ۱۲

کیا بات ہو کہ اپنا بہت کی نسل کم زور ہوتی ہو۔ سچ پوچھو تو یہ کام بڑا ہی مشکل کام ہی لگا تو تیر نہیں تو تکا۔ اچھا کیا تو خدا نے اور برا کیا تو بندے نے دو آدمیوں کی اگلی زندگی کا اور اُن کی نسل کا فیصلہ کرنا ہو اور آدمی کی طبیعت کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ گھڑی میں تولہ گھڑی میں ماشہ۔ اچھا خاصہ دیکھ کر لیا ہو۔ تھان پر باندھنے کی دیر تھی کہ ہنچ عیب شرعی نکال لایا برا ہو کوئی ہاتھ نہیں دھرتا۔ لینے کی ہامی نہیں بھرتا۔ دو بول کیا پڑھے گئے کہ ساری بادی چھوٹ چھٹا کر صاف ستھرا شایستہ۔ چوں کہ اس تعلق کی مزیداری موقوف ہو رغبت اور میلان پر اور مرد ہو یا عورت ہر ایک کا مذاق مختلف۔ ایک دوسرے سے اجنبی۔ حیا مانع اظہار مافی الضمیر جس نے کی شرم اُس کے پھوٹے کرم۔ ؎

چہ داند مردم کہ در جامہ کیست ۔ نویسندہ داند کہ در نامہ چیست

غرض بڑی پیچ کی گانٹھ ہی۔ کسی کے کھولے کھل نہیں سکتی۔ ماں باپ ہی کا جگرا ہو کہ اولاد کے بیاہ کا بیڑا اُٹھا بیٹھتے ہیں اور جگرا کیا ہو اُن کو اپنے ارمانوں کے آگے حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ ان باتوں پر نظر ہی نہیں اور ہو تو بین دین پر۔ چڑھاوے اور جہیز پر۔ مہر کے

---

کبھی کچھ کبھی کچھ۔ جو بات دل میں ہو۔ کوئی کیا جان سکتا ہو کہ کون کیسا ہو۔ البتہ لکھنے والا جانتا ہو کہ خط میں کیا لکھا ہو۔ کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہو۔

ـــہ کامیابی ہوئی تو خیر ورنہ بُرائی تو بندھی بات ہی۔ ۱۲

ٹھیرا او پدھوم دھڑکے پہ صورت شکل پہ کہیں ذات اور نسب پر اور جو ضروری بات دیکھنے کی ہے - بیاہ والوں کی دلی رغبت - لڑکے کی لیاقت لڑکی کا سلیقہ ان سے بحث نہیں ہاں تو ایسی جیسی سُوڑے ہیں ڈھونڈھن - یہ بات تو ابھی تمدنوں ہوتی دکھائی نہیں دیتی کہ بیاہ والے اپنے بیاہ کی باتوں میں کُھلم کُھلا دخل دے سکیں مگر پھر بھی اگر ماں باپ ڈوہ لگانا چاہیں تو بہتیری تدبیریں ہیں - مولویوں کے سمجھانے سے ناچ رنگ ڈھول ڈھمکے - سہرے - کنگنے - منڈھے وغیرہ خلافِ شرع رسموں میں کسی قدر کمی ہو چلی ہے - اس پر بھی شاید ہی کوئی نکاح ہوتا ہوگا جس میں فضول مراسم کی پابندی کی وجہ سے نامشروع بدعتوں کے علاوہ اسراف نہ ہوتا ہو - اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ[1] - جن کو اندرونی حالات کی خبر نہیں مسلمانوں کے طرزِ تمدن پر اور طرزِ تمدن پر ہو تو مضائقہ نہیں مذہب پر منہ پھاڑ پھاڑ کر اعتراض کرتے ہیں کہ اُنھوں نے عورتوں کو بہت ہی مجبور کر رکھا ہے - ایسے کاش یہ لوگ کسی متوسط الحال کے گھر نکاح کی تقریب میں شریک ہوں تو دیکھیں کہ امورِ خانہ داری میں عورتوں کے آگے مردوں کی ایک نہیں چلتی - خیر بُری طرح یا بھلی طرح جس طرح بھی ہو نکاح ہو جائے تو ماں باپ کی پہلی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ بیٹا بہو الگ گھر کر کے رہیں - ۵

---

[1] اللہ تعالیٰ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا - [2] دریدہ دہنی سے بے دھڑک - ۱۲

اہلِ[1] تجارت کہ گھر سفتہ اند　　خانہ جدا گور جدا گفتہ اند

اور اگر اس بات کا انتظار ہو کہ جو ٹھیوں میں دال بٹ کر الگ ہوں

توخیر ہر کسے[2] مصلحتِ خویش نکوئی داند۔ (از الحقوق و الفرائض)

## مردوں کے حقوق عورتوں پر

(۱) مرد عورتوں کے سر دھرے ہیں (اس کے دو) سبب

(ہیں ایک)، یہ کہ (آدمیوں میں) اللہ نے بعض (یعنی مردوں) کو بعض (یعنی عورتوں) پر (دل کی مضبوطی اور جسمانی توانائی میں) برتری دی ہے اور (دوسرا) سبب یہ کہ مردوں نے (عورتوں پر) اپنا مال[3] خرچ کیا ہے۔

(۲) تو جو نیک (بیبیاں) ہیں (مردوں کا) کہا مانتی ہیں (اور) خدا کی عنایت سے (اُن کے) پیٹھ پیچھے (ہر ایک چیز کی) حفاظت[4] رکھتی ہیں

(۳) اور تم بیبیوں کے سر چڑھنے کا اندیشہ ہو تو (پہلی دفعہ) اُن کو سمجھا دو پھر اُن کے ساتھ ہم بستری موقوف کرو اور (اس پر بھی نہ مانیں تو) اُن کے ساتھ مار پیٹ[5] سے پیش آؤ۔

(۴) پھر اگر تمہاری بات ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے جھگڑے رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو اللہ (سب پر) غالب

---

[1] تجربہ کار لوگ جو باتوں میں موتی پرو گئے ہیں وہ کہہ گئے ہیں کہ قبر اور گھر ہر شخص کا الگ الگ ہونا چاہیے [2] رسوائی ہو کر۔ فضیحت ہو کر اپنی اپنی مصلحت سب (خوب) جانتے ہیں۔ [3] مال سے مراد ہے مہر اور نان و نفقہ [4] جس چیز کی حفاظت سب سے زیادہ ضروری ہے اور اس آیت میں غالباً وہی مراد ہے وہ عصمت ہے اور اس کی تدبیر مطمئن و متعین ہے پردہ [5] حدیث شریف میں صرف ہڑے سے مارنے پیٹنے کی اجازت ہے اور ایسا مارنا پیٹنا تو بے تکلفی کی حالت میں یوں بھی ہو جاتا ہے[12]

اور بڑا زبردست ہے (تو اُس سے ڈرتے رہو) منگیتر[1] کا پہلے سے دیکھنا شرطِ نکاح اور حکم واجب العمل نہیں یہی وجہ ہے کہ اس کے رہیں ائمہ کا اختلاف ہے امام احمدؒ اور امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ مخطوبہ کو نکاح سے پہلے دیکھنا جائز نہیں اور امام مالکؒ کہتے ہیں کہ عورت سے اجازت لے کر دیکھنا جائز ہے بلکہ مشفقانہ اور بزرگانہ صلاح ہے کہ ممکن ہو تو پہلے سے دیکھ لینا چاہیئے اور اس لیئے کہ لوگ عموماً عورتوں میں حسن صورت ڈھونڈتے ہیں مگر ہمارے ہندوستان کے شرفا اس کو جائز نہیں رکھتے اور مصلحت وقت بھی یہی چاہتی ہے اور دیکھنا نہ بھی ہو سکے تو تجسس[2] کرنے والا بہت کچھ دریافت کر سکتا ہے۔ حدیث سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جناب رسولِ خدا صلعم کے عہد میں بھی پردے کا دستور تھا۔

**حدیث** - حضرت انس کہتے ہیں جناب رسولِ خدا صلعم نے فرمایا کہ عورت نے جب پنج وقتہ نماز ادا کی (جو اُس پر فرض ہے) اور مہینے بھر کے روزے رکھے اور پاک دامنی اختیار کی اور شوہر کی فرمانبرداری بجا لاتی تو جنت کے دروازوں میں سے جس دروازے سے چاہے گی داخل ہوگی۔ **حدیث** طلق ابن علی کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جب اپنی بی بی کو کسی ضرورت کے لیئے بلائے

---

[1] جس سے منگنی ہوئی ہو - [2] ڈھونڈنے والا - ۱۲

تو اُسے فوراً آنا چاہیئے اگرچہ شغلِ ضروری (مثلاً روٹی پکانے) میں
مشغول ہو (اور مال کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو)۔
حدیث۔ قیس ابن سعد کہتے ہیں کہ میں شہر حیرہ میں گیا تو میں نے
لوگوں کو دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں اپنے دل میں کہا کہ
جناب رسولِ خدا صلعم زیادہ استحقاق رکھتے ہیں کہ اُن کو سجدہ کیا
جائے چنانچہ جب میں رسول خدا صلعم کے پاس آیا تو میں نے عرض کیا
کہ میں نے حیرہ میں دیکھا کہ وہ اپنے حاکم کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ
زیادہ مستحق ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ فرمایا بھلا بتلا تو سہی اگر تو
میری قبر پر گزرے تو کیا اُسے بھی سجدہ کرے۔ میں نے عرض کیا
نہیں فرمایا مجھے سجدہ نہ کرو اگر میں کسی کو کسی کے لیئے سجدے کا حکم
کرتا تو عورتوں کو حکم کرتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں کیوں کہ
خدا نے مردوں کا حق عورتوں پر بہت کچھ ٹھیرایا ہے۔
حدیث۔ عمرو ابن احوص اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ
جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ لوگو! عورتوں کے حق میں میری وصیت
قبول کرو۔ میں اُن کے بارے میں تمھیں بھلائی کی وصیت کرتا ہوں
کیوں کہ وہ تمھارے ہاتھوں میں قیدی کے منزلے میں ہیں۔ تم
بجز اس کے کہ خدا نے اُن سے متمتع ہونا تمھارے واسطے حلال ہی
کردیا ہے اور کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ مگر ہاں جب کھلی ہوئی بے حیائی کی

مُرتکب ہوں۔ پس اگر وہ ایسا کر بیٹھیں تو اُن کے ساتھ ہم بستری موقوف کردو اور ناگوار اور نشان ڈالنے والی مار نہیں بلکہ ہولے سے مارو پھر اگر وہ تمھارا کہا ماننے لگیں تو تم بھی اُن پر (ناحق کے چھیڑ رکھنے کے) پہلو نہ ڈھونڈتے پھرو۔ بے شک تمھارا تمھاری عورتوں پر حق ہے اور تمھاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے۔ تمھارا حق تو عورتوں پر یہ ہے کہ وہ اُن لوگوں کو گھروں میں آنے اور تمھارے فرش پر بیٹھنے کی اجازت نہ دیں جن کا تمھیں آنا اور عورتوں سے باتیں کرنا ناگوار گزرتا ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ اُنھیں اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ۔

حدیث دوم۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے اور اگر مرد عورت کو حکم دے کہ لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال کی طرف ڈھو ڈھو کرے جائے تو ایسا کرنا اُسے لائق و سزاوار ہے۔ لال پہاڑ کے پتھر کالے اور کالے پہاڑ کے پتھر لال پہاڑ کی طرف ڈھونے سے مراد یہ ہے کہ اگرچہ خاوند اپنی بی بی کو کسی ایسے مشکل اور محال کام کی فرمائش کرے جو اُس کی طاقت سے باہر ہو تاہم اُس کی تعمیل میں اُسے بے عذر کوشش کرنی چاہیئے۔

حدیث۔ اُمّ المومنین بی بی اُمّ سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے

جناب رسولِ خدا صلعم کو فرماتے سنا کہ جو عورت اس حالت میں مری کہ اُسکا شوہر اُس سے خوش تھا تو وہ جنّت میں جائے گی۔

**حدیث** - معاذ رضی کہتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ جب کوئی عورت اپنے شوہر کو دنیا میں تکلیف دیتی ہو تو اُس کی بی بی حُورِ عین کہتی ہو کہ خدا تجھے غارت کرے۔ اسے تکلیف مت دے۔ یہ تو تیرے پاس مسافرانہ زندگی کرتا ہو۔ قریب ہو کہ تجھ سے مفارقت کرکے ہم میں آملے۔

**حدیث** - ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ ایک عورت جناب رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے۔ عورت نے عرض کیا کہ میرا شوہر **صفوان ابن المعطّل** مجھے مارتا ہو جب میں نماز پڑھتی ہوں اور افطار کرادیتا ہو جب میں روزہ رکھتی ہوں اور خود یہ کہ سورج نکلتے تک فجر کی نماز نہیں پڑھتا۔ راوی کا بیان ہو کہ صفوان اس وقت پیغمبر صاحب کے پاس موجود تھے۔ پیغمبر صاحب نے اُن سے دریافت کیا تو عرض کیا یا رسول اللہ اسکا یہ کہنا کہ مجھے مارتا ہو جب میں نماز پڑھتی ہوں تو اصل یہ ہو کہ عورت نماز میں دو دو سورتیں پڑھے چلی جاتی ہو (یعنی قرأت دراز کرتی ہو) اور میں اسے تطویلِ قرأت سے منع کرچکا ہوں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا اگر نماز میں ایک سورت بھی پڑھی جائے گی تو وہ لوگوں کو کافی ہو جائے گی۔ پھر

صفوان نے کہا اور اس عورت کا یہ کہنا کہ وہ (یعنی میں) افطار کرا دیتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں۔ تو بات یہ ہے کہ جب یہ روزہ رکھتی ہے تو برابر رکھے ہی چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں زیادہ دنوں مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ اس پر جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی بے اجازت روزہ نہ رکھے (اس سے نفلی روزے مراد ہیں)۔ (اس کے بعد صفوان نے کہا) اور اس عورت کا یہ کہنا کہ میں صبح کی نماز سورج کے نکلنے تک نہیں پڑھتا تو اس کا سبب یہ ہے کہ ہم لوگوں کی عادت ہی اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ راتوں کو کھیتی اور باغ میں پانی دینے کی وجہ سے سوتے نہیں اور جب تک سورج نہ نکل آئے جاگ سکتے نہیں۔ پیغمبر صاحب نے فرمایا کہ صفوان! تو جس وقت جاگے فوراً نماز پڑھ لے۔

**حدیث**۔ جابر کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا تین شخص ہیں جن کی نہ تو نماز ہی قبول ہوتی ہے نہ اُن کی کوئی نیکی ہی اوپر چڑھتی ہے۔ ایک بھگوڑا غلام۔ یہاں تک کہ اپنے آقاؤں کے پاس واپس آ جائے اور اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھوں میں رکھے۔ دوسرے وہ عورت جس سے اُس کا شوہر ناخوش ہو۔ تیسرے مست آدمی حتیٰ کہ ہوش میں آ جائے۔

**حدیث**۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ جناب پیغمبر خدا صلعم سے

کسی نے عرض کیا کہ عورتوں میں بہتر عورت کون سی ہے - فرمایا وہ کہ جب مرد اُس کو دیکھے تو اُسے خوش اور شاداں کردے - مرد حکم کرے تو اُس کا حکم بجالائے اور اپنی جان و مال میں اُس کی کسی ایسی بات میں مخالفت نہ کرے جو اُسے ناگوار گزرے -

**حدیث** - حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب پیغمبر خدا صلعم نے فرمایا کہ جو شخص چار چیزیں دیا گیا وہ دنیا اور دین دونوں کی فلاح و خیر دیا گیا (۱) قلبِ شاکر - (۲) زبانِ ذاکر (۳) جسم صابر یعنی بلاؤں پر (۴) عورت جو نہ تو اپنی ذات ہی میں شوہر کی خیانت کرنی چاہے اور نہ خاوند کے مال ہی میں - احادیث مذکورۂ بالا سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عورت پر خاوند کا بہت بڑا حق ہے اور ہونا بھی چاہیئے کیوں کہ عورت حقیقت میں خاوند کی خدمت گزار ہے جیسا کہ اوپر ایک حدیث میں گزر چکا کہ اگر خدا کے سوا اور کو سجدہ کرنا درست ہوتا تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کیا کریں - جہاں خاوندوں کے عورتوں پر اور حقوق ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ عورت گھر میں بیٹھی رہے - خاوند کے بے حکم باہر نہ جائے - دریچے پر نہ آئے - چھت پر نہ چڑھے - پڑوسنوں سے زیادہ باتیں نہ کرے اور بلا ضرورت اُن کے گھروں میں آمد و رفت نہ رکھے - اپنے شوہر کی خیر خواہی اور بھلائی پر ہمہ تن مصروف کردے - خلوت میں جو اُس میں اور شوہر میں ہے نہ کسی سے کہے

کسی سے بیان نہ کرے ۔ ہر کام میں خاوند کے مقصود اور خوشی کو
مدِّ نظر رکھے ۔ خاوند کے مال میں خیانت نہ کرے ۔ خاوند پر مہربانی
رکھے ۔ جب خاوند کا کوئی دوست دروازہ کھٹکھٹائے تو اس طرح
جواب دے کہ خود پہچان نہ پڑے اور یہ معلوم نہ ہو کہ صاحبِ خانہ کی
بی بی بول رہی ہے ۔ خاوند کے دوستوں سے پردہ کرے تاکہ وہ اسے
پہچانیں نہیں جس قدر میسر ہو اُسی پر خاوند کے ساتھ قناعت کرے
زیادہ طلبی کا خیال نہ کرے ۔ خاوند کا وقر اپنے عزیزوں سے حتیٰ کہ
اپنے والدین سے بھی زیادہ کرے ۔ اپنے تئیں ہمیشہ صاف اور
ستھرا رکھنے کی کوشش کرے ۔ جو کام اپنے ہاتھ سے کر سکتی ہے
اُس کو انجام پہونچانے میں دریغ نہ کرے ۔ خاوند کے سامنے اپنی
خوب صورتی اور حسن و جمال پر فخر نہ کرے ۔ اُس کے احسان کی ناشکری
نہ کرے ۔ یہ کبھی نہ کہے کہ تُو نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ۔ جناب
پیغمبر صلعم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ کو دیکھا تو اُس میں سب سے زیادہ
عورتیں پائیں ۔ اس کا سبب پوچھا ۔ معلوم ہوا کہ اپنے خاوندوں کے
لعن طعن اور اُن کی ناشکری اور ناحق شناسی کرنے کی وجہ سے ان کا
یہ حال ہے ۔ خلاصہ یہ کہ میاں بی بی کی معاشرت کے بارے میں عام
قاعدوں کے ٹھیرانے کی ضرورت نہیں اور ممکن بھی نہیں لوگوں کے
مزاج اور مذاق اس قدر مختلف ہیں کہ ہر ایک کا طرزِ معاشرت

اپنے طور کا ہوتا ہے۔ عام صلاح جو عورتوں کو دی جاسکتی ہے یہ ہے کہ ہر ایک عورت اپنے شوہر کی رضاجوئی کو ہمہ وقت اپنا فرض مقدم سمجھے اور اس کو ناخوش ہونے کا موقع نہ دے مگر اس کے لیے صبر و تحمل اور نفس کُشی اور مزاج شناسی کی ضرورت ہے تو ان صفتوں کو اپنے میں پیدا کرے یہاں تک کہ طبیعتِ ثانیہ ہوجائے اور خانہ داری میں امن و سکون اور عافیت اور سچی محبت کی حکومت ہو۔

(از الحقوق و الفرائض۔ ملخص شدہ)

## میاں بیوی کے تعلقات پر ایک تبصرہ

اس تعلق کا دار و مدار رغبت اور محبت پر ہے بلکہ رغبت اور محبت کی جگہ لفظِ تعشق استعمال کیا جائے تو زیادہ مناسب ہوگا اور رغبت اور محبت کی مثال میرے نزدیک درخت کی سی ہے کہ ایک دم سے سمو چے کا سمو چا زمین سے نہیں نکل کھڑا ہوتا بلکہ اس کا بیج بویا جاتا ہے پھر وہ جڑ پکڑتا ہے پھر پھوٹتا ہے۔ پھر اس میں کونپل نکلتی ہے پھر پتے لگتے ہیں پھر پھیلتا اور بڑھتا ہے پھر پھولتا اور پھلتا ہے بعینہ یہی حال ہے رغبت اور محبت کا۔ دو طبیعتوں میں ایک طرح کی خلقی مناسبت ہوتی ہے۔ پھر ساتھ رہنے سے اُنس پیدا ہوتا۔

---

دل کو مارنا۔ میلان۔ توجہ۔ پورے کا پورا۔ بجنسہ۔ اصلی۔ تعلق۔ ۱۲

اُنس سے اُلفت - اُلفت سے رغبت اور آخر کار رغبت سے محبت - پھر آگے محبت کے مدارج[1] ہیں جن دو شخصوں نے ایک دوسرے کو دیکھا نہیں ایک دوسرے کے پاس نہیں بیٹھے - ساتھ نہیں رہے ایک دوسرے سے بات نہیں کی - ایک دوسرے کے شریک رنج[2] و راحت[3] نہیں ہوئے کیوں کر ایک کو ایک کی محبت ہو سکتی ہے - پس ہمارے یہاں کا تعلقِ زناشوی[4] ایک طرح کا جُوا ہے - لوگ جیتتے بھی ہیں اور ہارتے بھی ہیں اور چوں کہ محبت ایک کے کرنے سے نہیں ہوتی - جیتنے کا احتمال[5] ایک ہے تو ہارنے کے دو اور یہی وجہ ہے کہ اکثر خانہ داریوں میں فساد سُنے جاتے ہیں - سب سے زیادہ مشکل اُن لوگوں کی ہے جنھوں نے انگریزی پڑھی ہے یا پڑھ رہے ہیں اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ انگریزی پڑھنے سے معلومات میں وسعت[6] اور خیالات میں آزادی آجاتی ہے - اور ایک خاص طرح کا مذاق پیدا ہوتا ہے - پُرانے خیالات کے ہندوستانیوں سے بالکل جُدا[7] اور ممتاز[8] بلکہ متباین[9] - اختلافِ رائے - اختلافِ وضع اختلافِ خیالات کے ہوتے دوسرے تعلقات تو خیر بُری طرح یا بھلی طرح نبھ بھی سکتے ہیں - لیکن یہ خاص تعلق ہے تمام تعلقات سے

---

[1] درجے - [2] تکلیف - [3] آرام - [4] میاں بیوی - [5] شک - [6] پھیلاؤ - [7] الگ - [8] جو الگ پہچان لیا جائے - [9] ایک سے دوسرے میں فرق - [10] فخر - ۱۲

تو ی تر تعلق ہیں نہیں سمجھتا کہ ایک دن بھی خوش اسلوبی سے نبھ سکتا ہے
جو شخص اپنے برابر والوں کو بلکہ اپنے سے بڑوں کو صرف پرانے
خیالات کی وجہ سے مُنہ سے نہ بھی کہے تو دل سے ضرور حقیر
سمجھے کیوں کر مانوس ہو جائے گا اُس عورت سے جس کو اس کے
سے خیالات چھو بھی نہیں گئے - کیا وہ شخص خوش رہ سکتا ہے اس سے
کہ جب دو عورتیں مل کر بیٹھیں اس کی بدی اُس کی غیبت کے علاوہ
اُن میں کوئی مذکور نہ ہو - کیا وہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ جن باتوں
میں اس کو دل چسپی ہے گھر میں کسی کو اُس سے لگاؤ نہیں - کیا یہ
خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ جتنی دیر گھر میں رہے اکیلا پڑا ہوا
کتاب دیکھا کرے یا اخبار پڑھا کرے اس لیے کہ گھر والی کے ساتھ
گفتگو کی سلسلہ جنبانی کرنے کو یہ کوئی مطلب نہیں پاتا - کیا یہ خوش
رہ سکتا ہے اس سے کہ خیالات کے اعتبار سے بی بی کو ایک انچ
اُبھار نہیں سکتا اور اُس کے پست خیالات میں شریک ہونے
کے لیے اپنے تئیں گرا نہیں سکتا - کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے
کہ سارے گھر کی روزی پیدا کرنے کے لیے یہ اکیلا دن بھر
مصیبت جھیلے اور رات کو تھکا ماندہ گھر آئے تو کوئی اتنا نہ

عمدگی - اچھی طرح - جس میں دل لگے - تعلق - بات کا شروع کرنا - تحریک کرنا -
لحاظ - کم درجے کے - نیچے - ۱۲

کہ اس کو صلاح[1] بتائے باز بانی سہارا[2] لگائے۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ پردیس میں ہو تو صرف اس وجہ سے کہ بی بی پڑھی لکھی نہیں نہ اپنی کہہ سکے اور نہ اُس کی سُن سکے۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ ماں کی بے تدبیریوں سے اس کے بچّے ہلاک ہوں وہ پڑیں بیمار اور دوا کے عوض[3] ان کو پلائے جائیں تعویذ۔ باندھے جائیں گنڈے اُتارے جائیں ٹونے ٹوٹکے۔ مانی جائیں منّتیں۔ کیا یہ خوش رہ سکتا ہے اس سے کہ اولاد کی ابتدائی[4] تربیت میں ایسی غلطیاں کی جائیں کہ ساری عمر اُن کی اصلاح نہ ہو سکے۔ یہ اعتراض ایک حد تک بظاہر درست معلوم معلوم دیتے ہیں لیکن ایسے لاجواب[5] اور مُسکت[6] بھی نہیں ہیں کہ اُٹھائے نہ جاسکیں۔ گو یہ رائے مدلل[7] ہے مگر غلطی اور مبالغے[8] سے خالی نہیں۔ قرار داده[9] اُصول[10] میں بڑی مکروه[11] غلطی کی ہے کہ تعلق زناشوئی ہونا چاہیے نتیجہ محبت یعنی طرفین[12] میں پہلے رابطہ[13] محبت قائم ہو لے اُس کے بعد یہ تعلق ہو۔ ہم بالکل اس کے برخلاف[14] سمجھتے ہیں اور ہمارا خیال یہ ہے کہ محبت پیدا ہوتی ہے تعلق زناشوئی کے بعد۔ بے شک دو اجنبی جن میں مطلق سابقہ[15] معرفت نہیں ایک دوسرے کی طرف رغبت کرنے کا مادّہ[16] و ودیعت

---

[1] مشورہ دے۔ [2] مدد دے۔ [3] بدلے [4] شروع شروع کی۔ [5] جس کا جواب نہ ہو سکے۔ [6] بند کر دینے والی۔ ایسی بات جس کے جواب میں آدمی بند ہو جائے۔ [7] موجہ۔ بادلیل۔ [8] کسی بات کو اصلیت سے بڑھا چڑھا دینا۔ [9 و 10] قاعدوں کا مقرر کرنا۔ [11] ناپسندیده [12] دونوں طرف سے [13] سلسلہ تعلق۔ [14] برعکس۔ اُلٹا۔

اور ہی کچھ۔ [15] جان پہچان کا تعلق ہی نہیں۔ [16] خواہش۔ امانت۔ ۱۲

رکھا ہی۔ نکاح سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ مرد اور عورت کو ایک دوسرے کی طرف رغبت کرنے کا موقع دیا جائے۔ چنانچہ[1] موقع پا کر وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف رغبت کرتے ہیں جس کو تخم محبت کہنا چاہیئے اور آخر کار ان میں محبت پیدا ہو بھی جاتی ہی اور جتنی خانہ داریاں ہیں سب مظاہر[2] ہیں اُسی محبت کے۔ معترض[3] صاحب نے محبت کے پیچ[4] کو بہت زور سے کش دیا ہی اور وہ اُس موانست کو جو تعشق سے کم ہو محبت نہیں کہنا چاہتے یہ بھی اُن کی غلطی ہی۔ تعشق[5] کیا چیز ہی؟ بے قراری کی محبت اور اس درجے کی محبت کو عقلا[6] اور حکما[7] اور اطبا[8] اور صلحا[9] ان میں سے کسی نے بھی جائز نہیں رکھا۔ ایسی ہی محبت یعنی شیفتگی[10] ہی جس کو پیغمبر صاحب صلعم فرماتے ہیں۔ حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ[11]۔ ایسی ہی محبت یعنی شیفتگی ہی جس کو اطبا نَوْعٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ[12] لکھتے ہیں۔ انتظام دنیا کے لیے ایسی گاڑھی محبت جو عشق اور شیفتگی کی حد کو پہنچ گئی ہو درکار[13] بھی نہیں اور کیوں اُس کو خانہ داریوں میں ڈھونڈا جائے۔ جتنی معمولی طور کی محبت سے خانہ داریاں چلتی ہیں

[1] محبت کا بیج پیدا۔ [2] جلوے۔ کھلی باتیں [3] اعتراض کرنے والا۔ [4] میل جول۔ یگانگت۔ [5] عاشقی۔ [6] عقل مند لوگ۔ عاقل کی جمع ہی۔ [7] حکیم کی جمع ہی۔ لوگ غلطی سے حکیم اور طبیب میں فرق نہیں کرتے۔ طبیب معالج بدن کو کہتے ہیں اور حکمت کا دائرہ بہت وسیع ہی۔ حکیم وہ ہی جو ہر فن میں کامل دستگاہ رکھتا ہو۔ ایسے ہی انگریزی لفظ ڈاکٹر کا ہی۔ معالج بدن کو فزیشن کہتے ہیں اور ڈاکٹر مترادف ہی حکیم کے پس ڈاکٹر سید احمد خاں یا ڈاکٹر نذیر احمد کے معنے یہ نہیں ہیں کہ وہ طبابت پڑھے ہوئے تھے بلکہ وہ عالم متبحر اور فاضل اجل کے ہم معنی ہی۔ [8] طبیب کی جمع۔ [9] صالح کی جمع۔ نیک لوگ۔ [10] گرویدگی۔ [11] دنیا کی محبت ہماری برائیوں کی جڑ ہی۔ [12] ایک قسم کا جنون۔ [13] چاہیئے بھی نہیں۔

اور چل سکتی ہیں عموماً[1] ہر گھر میں پائی جاتی ہے۔ اس سے کہ میاں بی بی کسی وقت کسی پہ ردّوکد[2] کر لیتے ہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ ان میں محبت نہیں۔ وہ صبح کو روٹھے[3] اور شام کو منتے[4]۔ دن کو لڑتے اور رات کو پیار[5] اخلاص کرتے ہیں۔ (ملخص از رویائے صادقہ)

**پردہ**

مذہب کا تو دم وہ بھرتے ہیں بے پردہ بتوں کو کرتے ہیں

اسلام کا دعویٰ ایک طرف یا کافرادائی ایک طرف
کیا کام چلے کیا رنگ جمے کیا بات بنے کون ان کی سنے
ہے اکبر بےکس ایک طرف اور ساری خدائی ایک طرف

معترض صاحب عجیب حکمت سے پردے کی بحث کو اڑا گئے ہیں لیکن جو ان کا اصل مطلب ہے وہ اُن کی تمام تقریر سے ٹپک رہا ہے وہ حقیقت میں عورتوں کے پردے کے مخالف معلوم ہوتے ہیں کیوں کہ یہی پردہ ہے جو تعلقِ نکاح کے بدون[6] مرد اور عورت میں اختلاط[7] کا مانع ہے۔ لیکن بے پردگی سے جو شرمناک نتیجے یورپ اور امریکا میں پیدا ہوئے۔ ہمیشہ کے لیے ایک غیور[8] اور منصف مزاج آدمی کی آنکھیں نیچی رکھنے کے لیے کافی ہیں۔ ۵

بے پردہ کل جو چند نظر آئیں بیبیاں اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا؟ کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

[1] عام طور پر۔ [2] بحث مباحثہ۔ حجت تکرار۔ [3] ناراض ہوتے۔ [4] ہموار ہو جاتے۔ من جاتے۔ [5] محبت۔ [6] سوائے بغیر۔ [7] میل جول۔ گھل مل جانے۔ [8] غیرت مند۔ ۱۲

شاید سو میں نناوے ہوں گے جو بےپردگی کی رسمِ بد[1] کو آج اٹھادیں اگر اُن کا بس[2] چلے۔

چالیس سال سے ہے نئی روشنی کا دَور[3] کیوں کر اسے کہوں کہ سراسر[4] فضول ہے
البتہ ایک عرض کروں گا دبی زبان گو خوش نما[5] بہت ہے مگر بے اصول ہے

علاوہ بریں وہ محبت جس کو معترض صاحب نے اس تعلق کے لیے ضروری سمجھا ہے اور وہ ضروری ہے بھی پردہ داری کی صورت میں زیادہ محفوظ رہ سکتی ہے کیوں کہ عورت نہ اجنبی مرد کو دیکھتی اور نہ اُس کی نیت ڈانواڈول ہوسکتی۔ پردہ اُس کو سکھاتا ہے کہ وہ صرف اپنے شوہر کے لیے ہے اور بس۔ پردے کی غرض و غایت[7] کیا ہے عورت کی پاک دامنی اور ناموس[11] کی حفاظت۔ لیکن جن لوگوں میں پردے کا دستور نہیں وہ بھی اپنی عورتوں کی پاک دامنی اور ناموس کی ویسی ہی حفاظت کرنی چاہتے ہیں جیسی ہم۔ ہم میں اُن میں اگر فرق ہے تو اتنا ہی کہ مثلاً ایک شخص نے خزانے کے صندوق پر قفل لگایا دوسرے نے قفل بھی لگایا اور صندوق کو ایسی جگہ رکھا کہ چور کی نظر نہ پڑے ہم پوچھتے ہیں اور معترض صاحب کے مُنہ سے سُننا چاہتے ہیں دونوں میں خزانے کی طرف سے مطمئن کون ہے۔ بے شک وہی

---

[1] بُرا طریقہ۔ [2] اختیار ہو۔ قابو چلے۔ [3] زمانہ۔ عہد۔ [4] بالکل بے کار۔ [5] اچھی۔ [6] بے قاعدہ۔ [8] حفاظت سے۔ [9] بھٹکنا۔ [10] منشا۔ مطلب۔ [11] عزت۔ آبرو۔ ۱۲

جس نے قفل بھی لگایا اور صندوق کو ایسی جگہ رکھا کہ چور کی نظر نہ پڑے[5]
گو کہ عصمت بھی سہی لیکن یہ پردہ ہند میں مسلموں کی جاہ و شان و تمکنت کی بات تھی
پردہ در[1] کہتا ہے اب اس کی ضرورت ہی نہیں میرزا یا نہ ادا تھی سلطنت کے ساتھ تھی
خون میں غیرت رہی باقی تو سمجھے گا کبھی خوب تھا پردہ نہایت مصلحت کی بات تھی
(اکبر)

ہم اس کو مانتے ہیں کہ انگریزنیں ہماری عورتوں سے بہت زیادہ لایق ہیں۔ انتظام خانہ داری میں شوہروں کو خوش رکھنے میں۔ اولاد کی تربیت و تعلیم میں۔ بلکہ علمی لیاقت میں بھی۔ لیکن نہ بے پردگی کی وجہ سے بلکہ عام سوسائٹی[2] کی شائستگی[3] اور تہذیب اور ترقی کی وجہ سے۔ ہم میں بھی لایق مردوں کی ماں بہنیں جوروان سے زیادہ لایق ہوتی ہیں۔ دین داروں کی دین دار۔ نیک کرداروں[4] کی نیک کردار۔ بھلوں کی بھلی۔ بروں کی بری۔ شریفوں کی شریف۔ پاجیوں کی پاجی۔ تو جیسی دو آنکھیں مردوں کی ویسی عورتوں کی۔ جیسے دو کان مردوں کے ویسے عورتوں کے جیسے قوی دماغی مردوں کے ویسے عورتوں کے۔ لیکن پھر بھی خدا نے مرد اور عورت میں بڑا فرق رکھا ہے اور عورتیں کتنے ہی ہاتھ پاؤں[5] پیٹیں۔ کتنا ہی

---

[1] پردے کا مخالف۔ لفظی معنے پردے کا پھاڑنے والا۔ [2] میل جول کا حلقہ۔ [3] عمدگی
[4] اچھے کام کرنے والوں۔ [5] بہتیری کوشش کریں۔ ۱۲

غل[1] غپاڑا مچائیں وہ فرق مٹ نہیں سکتا۔ عورت کی حالت کہے دیتی ہے کہ وہ گھر کے کام کاج کے دیکھنے بھالنے، بچوں کے پالنے کے سوائے اور کچھ کر نہیں سکتی اور کرے گی تو کیا۔ کرنا چاہے اور کرنے کا قصد[2] کرے تو ہم سمجھیں گے کہ مردوں کا منہ چڑاتی[3] ہے اور ہم مردوں میں اس سے زیادہ اُس کی قدر نہیں ہو گی جیسی عورتوں میں ہیجڑے[4] کی۔ شور و شغب[5] تو بہت کچھ سنتے ہیں مگر یورپ اور امریکا میں بھی عورتوں نے آزادی پا کر اس سے زیادہ کون سا کمال حاصل کیا کہ میڈم[6] ایکٹ گاتی خوب ہے۔ میڈم ڈھکٹ[8] پیانو کے بجانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی۔ میڈم فلاں[7] تھیٹر[9] میں سوانگ[10] ایسا بھرتی ہے کہ نقل کو اصل کر دکھاتی ہے۔ یا بڑی فضیلت پناہ لیاقت دستگاہ ہوئیں تو ناول یعنی قصہ کہانی کے ڈھکوسلے[11] اُسکنے لگیں اور قصے کہانی بھی گندے ناپاک۔ ع فی[12] ترا دوچہ کنم آنچہ درآو ندرِ من ست۔ کسی نے وزارت کی؟ کوئی سپہ سالار ہوئی؟

---

۱ شور غل۔ ۲ ارادہ۔ ۳ نقل کرنا مگر بُری طرح۔ ۴ جو نہ مرد ہوں نہ عورت۔

۵ غل غپاڑا۔ ۶ انگریزی لفظ ہے اسی کو بگاڑ کر بیم کر لیا ہے۔ اصلی معنی بیگم یا خاتون کے ہیں۔ ۷ ایک ڈھکٹ = فلاں۔ ۸ ایک قسم کے صندوق نما گھریلو باجے کا نام ہے۔ ۹ تماشہ گاہ۔ ۱۰ ناٹک۔ روپ۔ ۱۱ بادِ ہوائی باتیں۔ ۱۲ یہ بات بڑی مشکل کی ہے کہ جو کچھ برتن کے اندر ہو ٹپکے گا وہی یعنی جیسا کوئی دراصل ہو گا اُس کے حرکات سکنات سے ویسا ہی

مقنن[1] نبی اور یوں سیکڑوں برس ہیں دو چار نام و نمود[2] کی ہوگئیں تو ایسی اذان دینے والی مرغیاں کبھی ہمارے دڑبوں میں سے بھی نکل آتی ہیں۔ (از رؤیائے صادقہ)

## نند بھاوج کے تعلقات

ساس بہو کے اختلافات تو شاید تفاوتِ عمر و حالت کے باعث ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے وہ چنداں تعجب کی بات نہیں کیوں کہ جیسی جس کی حالت ویسی اُس کی رائے بھی ہوتی ہے۔ کسی بوڑھی عورت کو ساس کی زیادتیوں کا تذکرہ کرتے کم سنا جاتا ہے مگر بہو کی شکایت اگر وہ بہو رکھتی ہے تو اکثر اس کی زبانی سنی جائے گی۔ اسی طرح وہ عورت جو خود ابھی کسی کی ساس نہیں بنتی ہے بہو کی مذمت نہ کرے گی بلکہ ساس ہی کی شکایت اپنی ہمسنوں میں بیان کرے مگر یہ زیادہ تعجب کی بات ہے کہ نند بھاوج جن کی عمر و حالت عموماً ایک ہوتی ہے آپس میں کیوں ایسا اختلاف رکھتی ہیں کہ بعض اوقات ساس بہو کے اختلافات سے بھی بڑھ جاتا ہے نند بھاوج میں اَن بن ہونے کا اصلی سبب رشک و حسد کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتا نند دیکھتی ہے کہ

[1] قانون داں۔ [2] نامور، مشہور، سربرآوردہ۔ [3] فرق۔ [4] ہم عمروں۔ [5] کھٹ پٹ۔ [6] نااتفاقی۔

جس گھر میں صرف ہمارا دور دورہ تھا اور گھر والوں کو ہماری ہی خاطرداری اور خوشامد مدِّ نظر تھی اب بھاوج بھی آکر اس میں شریک ہوگئی ہے اور شریک بھی شریک غالب اور وہ روز بروز گھر میں زیادہ دخیل ہوتی جاتی ہے بس یہی باتیں ان کو سخت ناگوار گزرتی ہیں اور بھاوج سے ان کو جلن پیدا ہوجاتی ہے تب وہ اپنا دلی غبار نکالنے کے لیے مختلف ذریعے اختیار کرتی ہیں کبھی بھاوج کے کسی قصور و غلطی کی خبر اپنی ماں اور بھائی سے کرکے بے چاری کو باتیں سنواتی ہیں کبھی اس پر اپنا اختیار و حکومت جتا کر دل شکنی کرتی ہیں۔ گھر کے کام کاج جنھیں وہ بھاوج کے آنے سے قبل خود انجام دیا کرتی تھیں اب بالکل بھاوج کے سر ڈال کر الگ ہوجاتی ہیں۔ ان کا میل ملاپ غیر لڑکیوں سے بہنوں کے مثل پایا جاتا ہے مگر بھاوج سے انھیں معمولی اُنس بھی نہیں ہوتا۔ اگر وہ کئی بہنیں ہیں تو بس ایک جگہ سب کی سب سر جوڑ کر بیٹھیں گی مگر بھاوج سے وہ ایسی الگ الگ رہیں گی گویا وہ ان کی ہمجولی ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی بھانجہ بھانجی گھر میں ہیں اور بھاوج کے بھی بچے ہیں تو بس بہن ہی کے بچوں کو چاہیں گی اور بھاوج کے بچوں سے کوئی غرض نہ رکھیں گی ان باتوں پر ان کو اگر کوئی ٹوکتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہماری بھاوج خود ہم سے نفرت

؎ زبردست ساجھی - ۱۲

سے جتنی تکلیف ہو کم ہی غرض کہ ہر انسان کو لازم ہی کہ اپنے انجام پر نظر کر کے ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے تاکہ کل کلاں کو اس سے نیک بدلہ ملے اور راحت حاصل ہو۔ اہلیہ خواجہ حسین علی۔ چنار منقول از تہذیب نسواں - ۱۴ر اگست سنہ ۱۹۲۰ء

## ضمیمۂ اوّل متعلق

## مضامینِ نثر تمام ہوا

# ضمیمۂ دوم چمنستان نظم

نظم میں ہو تو گلو سوز ہو بس شیریں ہی — گر نمک ہو نہ سخن میں تو مزا کچھ بھی نہیں

## مناجات

اے جگ داتا سارے جگ کے — اے پرکھن ہارے رگ رگ کے

اے بن والی سب کے والی — سب ہیں تو سب تجھ سے خالی

اے سچے جھوٹے کے مالک — اے ٹوٹے پھوٹے کے مالک

سوکھے اور ہرے کے مالک — کھوٹے اور کھرے کے مالک

چھوٹے اور بڑے کے وارث — نیٹھے اور کھرے کے وارث

ایسے کو تو ویسا کردے — جس کو چاہے جیسا کردے

اے بے پروا پروا والے — سب بے پر ہیں بازو والے

کیوں کر کوئی تجھ سے بھاگے — تو موجود ہو آگے آگے

چاہے جس جنجال میں رکھے — مالک ہو جس حال میں رکھے

بروں کے جل دینے والے — پھولوں کے پھل دینے والے

اے کانا گوکل ڈالوں کے — پوچھن ہارے بُرے حالوں کے

اے والی ہم بے والوں کے — اے راجا سگری گوالن کے

اے بن باپ کے اے بن ماں کے — مالک دل کے مالک جاں کے

اے منجھدھار میں سوکن ہارے — اے بپتا کے ٹوکن ہارے

اے بے دین سے پاتھ گہیا — اے دکھ کھین کے دکھ چھڑیا

اے چھوٹیا ہم جیسوں کے — اے جگو یا رات اور دن کے

میرا حال ہی تجھ پر روشن ہر چنچال ہی تجھ پر روشن
تو داتا ہی اور تو بینا تیرے ہاتھ ہی مرنا جینا
آنسو ہوں ڈھل جانے والا پہلو ہوں جل جانے والا
دن ہوں لیکن رات سے بدتر عاجز ہوں ہر بات سے بدتر
گھر ہوں لیکن کچھ اجڑا سا کام ہوں لیکن کچھ بگڑا سا
محل ہوں لیلیٰ سے خالی ہوں وہ بات نہ ہونے والی
بات نہ ہونے والی ہوں میں گود بھری پر خالی ہوں میں
مال وہ ہوں جو کام نہ آئے دل جس کو آرام نہ آئے
ای فریاد کے سننے والے کانٹے دل سے چننے والے
ای سجدہ کروانے والے ای اللہ زمانے والے
آس مرے دل کی کر پوری اٹھ جائے پردہ یہ دوری
اپنے پاس بلا لے داتا چین نہیں فرقت میں آتا
تیرا ہوں تو اپنا کر لے اپنے پاس بلا کر دھر لے
دنیا میں کیا خاک دھرا ہی کوئی جیا ہی کوئی مرا ہی
تو باقی باقی سب فانی کب ٹھیرا ہی بہتا پانی
کوئی نہیں دنیا میں میرا یا معبود سہارا تیرا
جو بھی ملا مطلب کا گرجی مورے بھاگ تمہاری مرجی
میری تقدیر ہے تیری مرضی
کیسا باپ کہاں کا بھیا کیسی بہنیں کس کی میّا
کیسی جورو کس کا جاتا سب سے سچا تیرا ناتا

ای میری سُدھ لینے والے اُو! بن مانگے دینے والے
بے کھٹکے مرنے جینے سے بے پروا کھانے پینے سے
تیرا کوئی نہیں تو سب کا سب تیرے تو سب کے ڈھب کا
ای بن گُن کے ناؤ کھویّا اے بیڑے کے پار لگیّا
ای کرتار خدائی والے او یکتا بن بھائی والے
ای ہر پھول میں کھلنے والے ای ہر رنگ میں ملنے والے
ملنے والے ہر ہر شے میں ہر ہر دُھن میں ہر ہر لے میں
ہر ہر تار کے اندر تو ہی کُل سنسار (دنیا) کے اندر تو ہی
بخشش کی کچھ آس نہیں ہے اچھی بھی کچھ پاس نہیں ہے
پچھن کوئی نیک نہیں ہے پلّے نیکی ایک نہیں ہے
یار خفا ہے دُشمن ٹیڑھا ناچ نہ آئے آنگن ٹیڑھا

ای تصویر بنانے والے ای تقدیر بنانے والے
ایک ہوں میں اور سو دُکھ گھیرے اس کے وشکے میرے تیرے
عیش کا میرے گھر ہی لوٹا رنج بہت ہیں دل ہے چھوٹا
بگڑی مت ہے بدقسمت کی پھوٹی قسمت اپنی مت کی
جتنے چاہے صدمے جھیلے خالی خولی پاپڑ بیلے
کوئی کسی کا ہوتا ہے کب دنیا ہے اور اپنا مطلب
مل جا اور ملا دے یارب بگڑا کام بنا دے یارب
تیری یاد میں سب کو بھولوں بارہ ماس ہرا ہو پھولوں

اپنوں کو بیگانہ جانوں
غیروں کو دیوانہ جانوں

تورا دھیان ہو توری دھن ہو
توری گیان گانے کی دھن ہو

کوئی پاس نہ پھٹکے داتا
من اب ٹھور نہ بھٹکے داتا

بھٹکے بھی تو تیرے بارے
مر جائے من میرے بارے

ٹاٹ کا ٹکڑا بستر بچھرے
ہاتھ کے تکیے پر سر بچھرے

مینھ اور استھان گرو کا
دونوں آنکھیں لال بھبوکا

کمبل میں خوش حال رہوں میں
ہردم لالوں لال رہوں میں

آس پاس پیلی ماٹی ہو
چھوٹی سی سنتل پاٹی ہو

رین دنا توری آسا ہو
تورا ہاتھ مورا کاسا ہو

جو مانگوں سو توسے پاؤں
اور کہیں مانگن نا جاؤں

اے سگری مایا کے مالک
اے سگری کایا کے مالک

لے مایا ہوں نا بھو دے دے
دھوپ کے بدلے سایہ دے دے

سایہ دے دے دھوپ کے بدلے
روپ دکھا بہروپ کے بدلے

موت اب آئی کوئی دم میں
ہوں دن رات اسی کے غم میں

اک دن تیری جان ہے جانی
پھر کس برتے تتا پانی

اے آقا حاجت مندوں کے
اے آقا اپنے بندوں کے

اے سب کے ان دینے والے
آپ دھنی او دھن دینے والے

اے رزاق بھلے چنگوں کے
اے سائیں سب بھک منگوں کے

قادر ہو تو قدرت والا
ناظر ہو تو ندرت والا

جو چاہے تو کر دے پل میں | چاہے آگ لگا دے جل میں
چاہے رات بنا دے دن کو | ممکن کر دے ناممکن کو
سر پھیرے سر پھیر کے گھیرے | گھیرے گھیر کے پھر سر پھیرے
منہ موڑے منہ موڑ کے چھوڑے | چھوڑے چھوڑ کے پھر منہ موڑے
دکھ ڈالے دکھ ڈال کے ٹالے | ٹالے ٹال کے پھر دکھ ڈالے
سمجھے کون تری باتوں کو | ان رمزوں کو ان گھاتوں کو
اپنی باتیں تو ہی جانے | اور کوئی کیوں کر پہچانے
اے مضطر کے دکھ کے ساتھی | اے مضطر کے سکھ کے ساتھی
دکھ کو سکھ کو کر دینے والے | سکھ کو دکھ کر دینے والے
دکھ کے مالک سکھ کے مالک | اے میرے دکھ سکھ کے مالک
بس مضطر کب روئے گا | ڈالے داغ وہی دھوئے گا

## مناجات

بادۂ توحید سے دل کو مرے مخمور رکھ
اور بلائے شرک سے تا زیست مجھ کو دور رکھ

دل میں ہو تیری محبت لب پہ تیرا نام ہو | قلب میں ہو استواری اور طریق اسلام ہو
زندگانی میری ہو جائے اطاعت میں بسر | عمر بھر تیری رضا جوئی رہے مد نظر
راہ طاعت میں مجھے آزاد رکھ بے باک رکھ | ہر طرح کے وسوسوں سے دل کو میرے پاک رکھ
غیر کے ہاتھوں میں میرے درد کا درماں نہ ہو | میری خودداری کبھی منت کش احسان نہ ہو
غیر کے آگے سر تسلیم میرا خم نہ ہو | شان اسلامی کبھی ہاتھوں سے میرے کم نہ ہو
آرزو یہ ہے کہ جب تک میرے دم میں دم ہے | گوشہ گوشہ دل کا خودداری کا اک عالم ہے

# میرا خدا ہی میرے ساتھ

کر دوں تیرے نام پر جانِ عزیز اپنی خدا
تا نیا نہ ہو مجھے اللہ اکبر کی صدا

کوڑا۔ چابک
(سید محمد ہادی ہادیؔ)

ہے ہمیشہ مری خدا پہ نظر
رات ہو دن ہو شام ہو کہ سحر

نہ اُجالے میں ہے کسی کا ڈر
نہ اندھیرے میں کوئی خوف و خطر

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

شام کا وقت یا سویرا ہو
چاندنی ہو کہ گھپ اندھیرا ہو
مینھ نے آندھی نے مجھ کو گھیرا ہو
لیک پر ہول دل نہ میرا ہو

خوف زدہ

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ ہے

جب کہ طوفان کا ہو سنّاٹا
سخت اندھیاؤں کا چلے جھونکا
جڑ سے پیڑوں کو دے اکھیڑ ہوا
میرے دل میں نہ خوف ہو اصلا

ہرگز

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

ٹوٹ کر آسمان سے تارے
شب کو گرتے ہیں جیسے انگارے
وہم کرتے ہیں لوگ بے چارے
میں نہ گھبراؤں خوف کے مارے

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

جب ستارہ طلوع ہو دُم دار
دُم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہو انار
سب پہ طاری ہوں خوف کے آثار
میرے بھائیو مگر نہ ہو زنہار

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

میرے رستے میں ہو اگر میدان
یا پرانا کوئی کھنڈر سنسان

کوئی مرگھٹ ہو یا ہو قبرستان — نہ خطا ہوں وہاں مرے اوسان

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

ہو بیابان میں گزر میرا — یا سمندر پہ ہو سفر میرا

دُور رہ جائے مجھ سے گھر میرا — رہے پھر بھی قوی جگر میرا

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

جب کہ دریا میں آئے طغیانی — اور ہاتھی ڈوبا ؤ ہو پانی

پار کھیوا نہ ہو بہ آسانی — مجھ کو اندیشہ ہو نہ حیرانی

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

لشکروں کی جہاں چڑھائی ہو — شہ سواروں نے باگ اٹھائی ہو

اور گھمسان کی لڑائی ہو — واں بھی ہیبت نہ مجھ پہ چھائی ہو

کیوں کہ میرا خدا ہی میرے ساتھ

(مولوی محمد اسمٰعیل)

**نعت** کہاں ہیں آکے دیکھیں باغبانِ گلشنِ مدحت

کہ ہم نخلِ مضامین جا بجا کیوں کر لگاتے ہیں

غرور اب کیا رہے گا جھک گئے اس درجہ پیری میں

ہم اپنے سر کو اپنے پاؤں سے ٹھوکر لگاتے ہیں (رشید)

(۱) خلیلِ حق کی تھی جو اشارت — اور ابن مریم کی جو بشارت

| | |
|---|---|
| ظہورِ احمدؐ سے تھی عبارت | سمجھ گئے صاحب بصارت |
| کہ اب گری کفر کی عمارت | گھٹے گی فارس کی اب تجارت |
| مٹے گی روما کی اب شرارت | لٹے گی اب مصر کی امارت |
| خزانہ ہرقل کا ہوگا غارت | بڑھیگا تقوی بھی اور طہارت |
| ہے باغ اسلام کو نضارت تازگی | ملیا ہے سلطاں نئی وزارت |
| صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر | اور اُس کی سب آل با صفا پر |
| اور اُس کے اصحاب باوفا پر | اور اُس کے احباب اتقیا پر |
| (۲) وہ اوج پیغمبری کا تارا | ہوا ہے مکّے میں جلوہ آرا |
| کریگا جو ماہ کو دوپارہ دو ٹکڑے | ہے جس کا قوسین تک گزارا |
| وہ امتوں کے لئے سہارا | وہ جس نے اخلاق کو سنوارا |
| کرے جو صورت کوئی نظارا | مہابت اس پر ہو آشکارا رعب و داب |
| ہے زلزلے میں جہان سارا | محل کسریٰ و ملکِ دارا |
| نہیں اطاعت سے اُس کے چارا | یہود ہو یا کوئی نصاریٰ |

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر الخ

| | |
|---|---|
| (۳) وہ جلوہ نور کبریائی | وہ صاحب دعوتِ خدائی |
| وہ عین تقویٰ و پارسائی | بنا ہے بت خانہ اُسے ڈھائی |
| ہو قرب حق میں جسے رسائی پہنچ | بہ مجتبائی و مصطفائی |

ہی دھوم توحید کی مچائی — کہ خود بتوں نے بھی دی دہائی
عرب کو انسانیت سکھائی — دلوں سے کینے کی کی صفائی
ہر اک برائی کی جڑ مٹائی — مری ہوئی قوم پھر جلائی

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر الخ

(۴) وہ علم و حکمت سکھانے والا — پیامِ حق کا وہ لانے والا
کلامِ حق کا سنانے والا — عذابِ حق سے ڈرانے والا
وہ رسمِ بد کا چھڑانے والا — وہ جہل و بدعت مٹانے والا
وہ بت پرستی اٹھانے والا — وہ سیدھا رستہ چلانے والا
خدا پرستی بتانے والا — وہ عاصیوں کو بچانے والا
مقامِ محمود پانے والا — وہ بیتِ اقصیٰ کا جانے والا

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر الخ

(۵) نبیِ اُمّی لقب ہی اُس کا
نسب میں خورشید ہاشمی تھا
نہ کچھ کسی سے پڑھا نہ لکھا تھا
وہ اَن پڑھوں میں ہوا تھا پیدا
نہ اُس کے سر پر پدر کا سایا
نہ اُس کو اُستاد نے پڑھایا

کہ اُس پہ رُوح الامین آیا　　کلام ربی اُسے سکھایا

وہ بحرِ اعظم تھا علم حق کا　　نہ تھا وہ محتاج علم اشیا

اُسے تھا کشوف رمز اولی (کھلا ہوا　پہلا اشارہ)　　اُسے تھا معلوم سرِّ اُخری (آخرت کا بھید)

صلوٰۃ اس پر سلام اُس پر الخ

(۶) وہ فخرِ آدم امانِ عالم　　امینِ محکم رسول اکرم

محیطِ اعظم زغیب ملہم (جسپر غیب سے الہام ہوتا ہو)　　بوحی محرم بشہ مسلم

عرب کے اندر وہی معظم　　عجم کے اندر وہی مکرم

لگا کے آدم سے تا بہ اینِدم　　ظہور اُس کا ہی بعدِ آدم

وجود اُس کا مگر مقدم　　وہ نورِ حق تھا ولی مجسّم

کیا مدینے کو سبز و خرم　　دُر و د محمود بھیج پیہم (برابر)

صلوٰۃ اُس پر سلام اُس پر

(۹)

## نعت

یہ جلوۂ حق سبحان اللہ یہ نورِ ہدایت کیا کہنا　　جبریل بھی جس پہ شیدا اُن کے یہ شانِ نعت کیا کہنا

وہ کفر کی ظلمت دور ہوئی اور محفل دین پُر نور ہوئی　　یہ مہرِ ہُدیٰ سبحان اللہ یہ صبح سعادت کیا کہنا

جس دل میں محبت تو کر سمیٰ تُش اس دل کی بلندی صل علیٰ　　جس سینے میں قرآن اترا ہو اُس سینے کی عظمت کیا کہنا

تسبیح سے دنیا گونج اٹھی تکبیر کا غل تا عرش گیا　　تاثیر ہدایت صل علیٰ یہ جوشِ عبادت کیا کہنا

نغمہ ہی تر ادلکش اکبر مضمون ہے ترا پاکیزہ و تر
بلبل کے ترانے صل علیٰ ہو نہیں لطافت کیا کہنا
(حضرت اکبر الہ آبادی)

# عرب دیس کا راجکمار

ایک دیس عرب میں پیدا ہوا اُس ای ری سکھی ایسو لڑکا
اُس مُکھ کا اجالا پھیل گیو جوں نور کا پرگھٹ ہو تڑکا
احمد جو خدا نے نام دھرو دھرتی پہ جھمک آکے رہیو
بچپن میں دہائی واکی مچی سب جان گیو لڑکا لڑکا
اس دھرتی پہ پگ وانے جو دھرے بت کعبے کے اوندھے سیس گرے
دھرتی پہ کنگورے ٹوٹ پڑے کسریٰ کا محل ایسو پھڑکا
مُکھ سے جو بینے تھے آپ خدا اُس راج کمار کو رنج بھیو
میداں کے دھنی سب بھاگ پڑے تلوار اٹھا جب وہ کڑکا
کفار کا جب سے راج گیو اسلام کا ڈنکا باج رہیو
کفر کے اوپر پھیر دیا اُس رب کے پیارے نے رڑکا
جب روپ سہانا واکو دیو خود اُس کو خدا نے پیار کیو
جس دھرمی نے کلمہ واکا پڑھو محشر کا نہیں اُس کو کھٹکا

پرتھی پہ اکاش سے آن بھیو جو ریت بری تھی میٹ دیو
آسمان
فارس کی اگن سب ٹھنڈی پڑی اسلام کا شعلہ جب بھڑکا

تھی پیت خدا کو اس سے بڑی وہ آئے یہاں واں کل نہ پڑی
محبت　چین
جھٹ پاس بلا کے دیکھ لیو ملنے کی جو واکے جی بھڑکا
یعنی معراج　اس کے بے قرار ہوا
کچھ سوچ سمجھ کر بات کہو ممتازؔ نہ یوں خاموش ہو
مجبوب خدا کی ہی یہ ثنا موقع یہ نہیں کچھ بڑ بڑ کا
تعریف
فضول گوئی

(ممتازؔ)

# مدینے کی جوگن

کوئی ایسی سکھی چاتر نہ ملی موہے پی کے دوارے بٹھا دیتی
سہیلی ہوشیار　مجھے　در پر
میں نے راہِ مدینہ کبھی دیکھی نہیں موری بیّاں پکڑ کے بتا دیتی
ہاتھ
پیا سات سمندر پار بسو مورے پگ میں چلنے کا زور رہا
بنے　قدم
نہیں جاتی مدینے میں کوئی ہوا موہے ملکِ عرب میں اڑا دیتی

میں تو سونی سیج پہ تڑپت ہوں پیا دیس عرب میں جا سوتے
اکیلی سیج　تڑپتی　ہیں
کبھی دیتے جو سپنے میں درس دکھا ہیں جرنوں پہ سیس نوا دیتی
خواب　جھکا
مرے من میں ہے اب تو جوگ لیا ہوں لوں میں کے بھبوت رما لیتی
سر　قدموں
دل　راکھ
سکھی ہند کی نگری کاہے رہوں نہیں پیت تو چین بنا دیتی
جوگن
بستی
محبت

سوری میکے میں عمر تو سُکھ (آرام) سے کٹی چلی پی کی نگریا (یعنی دنیا) تو سوچ پڑی (یعنی فکر)
کوئی گوئیاں (سہیلی) بھی ساتھ نہ آئی مورے موہے ریت (دستور طریقہ) و ہاں (عاقبت) کی بتادیتی

(دمساز)

# امدادِ نبی صلعم

سخت مشکل ہے کہ وقتِ جاں کنی — ہوتی ہے شیطان کو فکرِ رہزنی
کشمکش میں یاں تو اپنی جان ہے — واں وہ دشمن دریٔ ایمان ہے
سخت طوفانِ بلا ہے نزعِ روح — آپ اس طوفاں کی آفت کے ہیں نوح
ایسی مشکل میں خبر لیجئے مری — سیدِ عالم مدد کیجئے مری
جب تباہی میں پڑے میرا جہاز — مشکل آساں کیجئے بندہ نواز
اُس گھڑی رحم آپکا درکار ہے — گر کرم کیجئے تو بیڑا پار ہے
فکر رہتی ہے مجھے یہ روز و شب — روزِ محشر ہو گی جس دم سب طلب
کون پوچھیگا مجھے سرکار میں — ہاتھ خالی ہیں چلا دربار میں
ہاتھ خالی اس طرف جاتا ہوں میں — اور تہی دستی (خالی ہاتھ ہونے) سے شرماتا ہوں میں
عابدوں کے ساتھ کیونکر جاؤں میں — روسیہ ہوں منہ کسے دکھلاؤں گا میں
باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا — آسرا واں ہے تو بیشک آپکا
دستگیرا دستگیری کیجئے — آبرو میری وہاں رکھ لیجئے

(مولانا غلام احمد شہید)

# ترغیبِ پیروی آنحضرت صلعم

کوئی کہتا ہے رکھو صاحب سے میل — کہ آنر کی گھر میں ہے ریل پیل
کسی کی صدا ہے کہ ہندو بھلے — مری انجمن بھی اُسی رُخ چلے
کسی سمت کونسل کی ہے دل میں چوٹ — غرض لٹھ کے چلتے ہیں آپس میں ووٹ
کسی سر میں ہے لیڈری کی ہوس — کوئی شہ سپیچ کی ہے گھمس (راکھیں)
عمامہ کسی کا کہیں فرشِ راہ — کہیں ورد میں مدح شام و پگاہ (صبح)
کوئی شوقِ تحقیق میں غرق ہے — کوئی راہِ تقلید میں برق ہے
کسیکو ہے مضمون نگاری کی دُھن — کوئی چندہ دینے کو سمجھا ہے پُن
کسی کو عمارت بنانے کا شوق — کسی کو نمود و نمائش کا ذوق (ثواب)
کسی کو کوئی ٹوک سکتا نہیں — سڑک کو کوئی روک سکتا نہیں

جو ہر بحرِ ہستی بہائے بہیں — خدا سے دعا ہے کہ سب خوش رہیں
مگر شیخ سعدی کی ہے ایک بات — مسلماں پہ رکھیں اُدھر التفات (توجہ)
خلافِ پیمبر[1] کسے رہ گزید — کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

(حضرت اکبر الہ آبادی)

[1] جس کسی نے پیغمبر صلعم کے خلاف رستہ لیا وہ ممکن نہیں کہ منزل پر پہونچ جائے ۱۲

# انسان

خدا نے دی ہے اسے ایسی موہنی صورت — کہ جس نے اس کی طرف دیکھا پھر نہ منہ پھیرا

خدائے پاک نے اسکو دیا ہے خلقِ عظیم — یہی تو ہے جو ہے انسانیت کا اک تحفا

ہے اُنس مادہ اُس کا محبت اُسکا خمیر — یہی سبب ہے جو انسان نام اُس کا ہوا

کہاں ہے سرو میں ایسی لطیف رعنائی — اس آدمی کا ہے جیسا حسین قد بالا

شباب کی وہ خوش آیند دھوپ ہے منہ پر — کہ جس کی گرمی سے روشن ہے چاند سا چہرا

جوانی ہے کہ وہ آبِ حیات کا چشمہ — اسی سے معتدل اس جسم کی ہے آب و ہوا

اسی سے عقل میں جودت ہے فکر میں تیزی — اسی سے نور ہے آنکھوں میں گوش ہے شنوا

جو تجھ کو کرنا ہے اے دل شباب میں کر لے — کہ جسم پر ابھی قابو ہے چشمِ عقل ہے وا

شباب میں تھے بڑے زور دار ہاتھ مگر — اب ان میں ہیبتِ پیری سے پڑ گیا رعشا

کبھی یہ زور تھا گینڈے کی ڈھال چیرتے تھے — یہ حال ہو گیا اب ٹوٹتا نہیں دھاگا

وہ کان سنتے تھے جو پائے مور کی آواز — اب اُن کے سر پہ چلے توپ تو نہ آئے صدا

کشیدہ تھا کبھی مثلِ الف جو قدِ سہی — وہ منحنی ہوا ایسا کہ بن گیا ہمزہ

سمجھ میں کچھ نہیں آتی حقیقت انساں کی — یہ کیا ہے آب ہے آتش ہے خاک ہے کہ ہوا

ابھی ابھی تو یہ سب کچھ ہے پھر یہ کچھ بھی نہیں — عجب طلسم کا سا حال ہے کہے کوئی کیا

(سید شاہ محمد اکبر)

# مثالِ زندگی

تارا فلک سے جیسے گرے کوئی ٹوٹ کر — اور گرتے ہی نظر سے ہو غائب زمین پر

یا جیسے گرم سرعتِ پرواز ہو عقاب — یا موسمِ بہار کا اٹھتا ہوا شباب

یا جیسے گل پہ صبح کو شبنم ہو قطرہ ریز — یا جیسے بادِ تند ہو طوفان میں موج خیز

یا جیسے سطحِ آب پہ ابھرے کوئی حباب — یوں ہی بشر ہے دہر میں تصویرِ انقلاب

آیا ادھر نسیم کا جھونکا ادھر نہ تھا — پانی میں بلبلا ادھر ابھرا ادھر نہ تھا

شبنم اڑی نظر جو پڑی آفتاب کی — پرواز تھی نہ چشم زدن میں عقاب کی

آئی خزاں تو موسمِ گل کا نشاں نہ تھا — تارا گرا تو گر کے تجلی فشاں نہ تھا

آئی قضا نمود وجودِ بشر نہ تھی — تھی اک طلسم ہستیِ بود بشر نہ تھی

(منشی بالک رام شاد بجواڑیہ)

# شمعِ زندگانی

اے شمعِ زندگانی کیوں جھلملا رہی ہے — شاید کہ بادِ صرصر تجھ کو بجھا رہی ہے

ہاں ہاں ذرا ٹھہر جا اس محفلِ فنا میں — بزمِ جہاں کی الفت مجھ کو ستا رہی ہے

مجھ زار و ناتواں پر للہ اب کرم کر — کیوں نخلِ آرزو پر بجلی گرا رہی ہے

دل کی بھڑاس کچھ تو مجھ کو نکالنے دے — گزری ہوئی کہانی اب تک رلا رہی ہے

کیا نا امید ہو کر بزم جہاں سے جاؤں
کیوں خاک میں ابھی سے مجھ کو ملا رہی ہے

دنیا کے یہ مناظر پیش نظر ابھی ہیں
مجھ کو کسی کی چاہت اب تک ستا رہی ہے

برباد ہو رہی ہے کشت مراد میری
مثلِ چنار ناحق اسکو جلا رہی ہے

ارمان و آرزو پر تجھ کو نہ رحم آیا
کیوں میری حسرتوں کو دل سے مٹا رہی ہے

اے شمع کیوں ابھی سے آنکھیں ہیں سب کی پرنم
کیا مرگ ناگہانی تشریف لا رہی ہے

رو لیں گے بعد میرے جی بھر کے رونے والے
کیوں تو ابھی سے سب کو اتنا رلا رہی ہے

تیری اگر خوشی ہو مرنے پہ میں ہوں راضی
شمعِ حیات گل ہو کیوں جھلملا رہی ہے

(اوج گیاوی)

## جذبۂ اسلامی

زندہ ہیں اگر زندہ دنیا کو ہلا دیں گے
مشرق کا سر اٹھا کر مغرب سے ملا دیں گے

دھارے میں نس ملنے کے بجلی کا خزانہ ہے
بہتے ہوئے پانی میں ہم آگ لگا دیں گے

ہم سینۂ ہستی میں انگارے ہیں انگارے
شعلے بھڑک اٹھیں گے جھونکے جو ہوا دیں گے

ہم کون ہیں؟ ہم کیا ہیں؟ ہم کچھ بھی نہیں لیکن
وقت آنے دو، وقت آنے دو پھر ہم کو بتا دیں گے

فاراں[1] پہ گرجتے تھے برسے ہیں جہاں بھر میں
گر گر جو کہیں کڑکے پھر ہوش اڑا دیں گے

دنیا کے سمندر میں ہم جزر[2] بھی ہیں مد بھی
دیکھا جو ہمیں روکا طوفان اٹھا دیں گے

مرجھائی ہوئی کھیتی اب ہم ہیں تو کیا ڈر ہے؟
چھینٹے ہمیں رحمت کے پھر نشو و نما دیں گے

۱ پہاڑ کا نام ہے۔ ۲ جوار بھاٹا۔ سمندر کی موجوں کا اتار چڑھاؤ ۔۱۲

جڑ ہم نے پکڑ لی ہے پتے نئے پھوٹیں گے ۔ گر خاک میں بھی ہم کو اک بار ملا دیں گے
ایران ہو یا ٹرکی، دونوں کو مٹا دیکھیں ۔ کیا صفحۂ ہستی سے اسلام مٹا دیں گے
اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے ۔ اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے
گونجیں گی پہاڑوں میں تکبیر کی آوازیں ۔ یہ صور جہاں پھونکا فرعون کو جلا دیں گے

اے جذبۂ اسلامی جس دل میں کہ تو ہوگا
یہ نظم صفیؔ پڑھ کر ہم اس کو سنا دیں گے

## (۱) حُبِّ وطن

اے دل اے بندۂ وطن ہشیار ۔ خواب غفلت سے ہو ذرا بیدار
او شراب خودی کے متوالے ۔ گھر کی چوکھٹ کے چومنے والے
نام ہے کیا اسی کا حُبِّ وطن ۔ جس کی آپ کو لگی ہوئی ہے لگن (دھن)
کبھی بچوں کا دھیان آتا ہے ۔ کبھی یاروں کا غم ستاتا ہے
یاد آتا ہے اپنا شہر کبھی ۔ تو کبھی اہل شہر کی ہے لگی
نقش ہیں دل پہ کوچہ و بازار ۔ پھرتے آنکھوں میں ہیں در و دیوار
کیا وطن کی یہی محبت ہے ۔ یہ بھی الفت میں کوئی الفت ہے

---

۱ پودوں کا زمین سے پھوٹنا – ۱۲

اس میں انساں سے کم نہیں ہیں پرند — اس سے خالی نہیں چرند و پرند

جا کے کابل میں آم کا پودا — کبھی پروان چڑھ نہیں سکتا

آ کے کابل سے یاں ہی وانار — ہو نہیں سکتے بار ور زنہار

مچھلی جب چھوٹتی ہے پانی سے — ہاتھ دھوتی ہے زندگانی سے

گھوڑے جب کھیت سے بچھڑتے ہیں — جان کے لالے ان کے پڑتے ہیں

گائے یا بھینس اونٹ یا بکری — اپنے اپنے ٹھکانے خوش ہیں سبھی

کہئے حُبِّ وطن اسی کو اگر — ہم سے حیواں نہیں ہیں کچھ کم تر

## حُبِّ وطن (۲)

(حالی)

حُب الوطن ز ملکِ سلیماں نکوتر است
خارِ وطن ز سنبل و ریحاں نکوتر است

سلطانِ دل کا گرچہ یہی حکم عام ہے — اور متفق اسی پہ زمانہ تمام ہے

پر ملک مصلحت کا کچھ انتظام اور — اس سلطنت کو چاہیے طرزِ نظام اور

حُبِّ وطن اسے نہیں کہتے کہ باغ سے — نکلے جو گل تو خاک ہو فرقت کے داغ سے

حُبِّ وطن نہ یہ ہے کہ پانی میں گر نہ ہو — ماہی کی زندگی کسی صورت بسر نہ ہو

حُبِّ وطن اسے بھی نہیں کہتے اہلِ دید — آرام جاں وطن کو جو سمجھیں گھروں میں عید

---

۱ چیرنے پھاڑنے والے جانور ۲ چرنے اور اڑنے والے جانور۔ ۳ نشو و نما نہیں پاتا۔ پھلتا نہیں۔ ۴ پھل دار۔ ۵ کبھی۔ ۶ گھوڑوں کی نسل کو کھیت کہتے ہیں مثلاً عرب۔ کاٹھیاواڑی ۷ مراد اس مقام سے جہاں پیدا ہوئے ہوں۔ ۸ ان کی زندگی مشکل ہو جاتی ہے۔ ۹ وطن کی چاہت سلیمان کے ملک سے بھی زیادہ پسندیدہ ہے۔ وطن کا کانٹا بھی سنبل اور ریحاں سے اچھا ہے۔ یعنی وطن کی ہر تکلیف گوارہ ہے۔ ۱۲

آبِ خنک ہو سامنے اور نانِ گرم ہو (ٹھنڈا پانی)
اور وقتِ خواب فرش بھی سونے کو نرم ہو

حُبِّ وطن اسے بھی ہیں کہتے اہلِ ہوش
یادِ وطن میں ہو گہے جوش گہ خروش

بچوں کی طرح روتے سدا زار زار ہوں (سمجھ دار لوگ)
اور مادر و پدر کے لیے بے قرار ہوں (کبھی، کبھی واویلا)

اہل و عیال کا نہ گوارا فراق ہو
اور یار کا فراق بہت دل پہ شاق ہو (ناگوار)

حُبِّ وطن اسے نہیں کہتے کہ گھر رہیں
بچوں کے منہ کو چومتے آٹھوں پہر رہیں

بچہ کوئی ہو گود میں کوئی گردن کا ہار
بی بی کہیں میاں کو بہت مجھ سے پیار ہے

اور دوست پہ تو دوستی سنگ و خشت ہے (پتھر اینٹ)
یہ دوستی تو خوب نہیں بلکہ زشت ہے (بری)

اب میں تمھیں بتاؤں حُبِّ وطن ہے کیا
وہ کیا چمن ہے اور وہ ہوائے چمن ہے کیا

وہ رحمتِ خدا جو بندوں پہ عام ہے
وہ لطفِ عام جس سے جہاں شاد کام ہے

وہ نورِ مہر جس سے زمانے میں نور ہے
وہ نور ذرے ذرے پہ جس کا ظہور ہے

حبِ وطن ہے جلوہ اسی نورِ پاک کا
اور روشن اس کے نور سے عالم ہے خاک کا

ہو مہر میں یہ نور تو اس کو کرن کہیں
گر دل سے جلوہ گر ہو تو حبِ وطن کہیں

رکھتا جو سب پہ لطف و کرم کی نگاہ ہو
اور دل سے ہر بشر کے لیے خیر خواہ ہو

آوارۂ سفر ہو کہ موجود گھر میں ہو (سرگرداں - پریشان)
ہاتھ اپنا جیبِ نفع میں ہو یا ضرر میں ہو (نقصان)

ہر حال میں رہیں اسے اہلِ وطن عزیز
اور ہوویں نیک و بد روشِ جان و تن عزیز (پیارے، مانند)

حبِ وطن ہے نور میں ہم نورِ آفتاب
اور کرتا ہے ظہور بدستور آفتاب

اس کا بھی روز و شب کی طرح ہیر پھیر ہے
اک جا جو روشنی ہے تو اک جا اندھیر ہے

آج اس کا آفتاب ہے اوجِ فرنگ پر (بلندی)
اور رات ہند کی ہے رخِ تیرہ رنگ پر (اندھیرے)

ہے کچھ حساب اور وہاں کی کتاب کا / رکھتا ورق ورق ہے نشاں آفتاب کا
جاں باز ہیں تو پھر وطن جاں نثار ہیں / اور تیغِ عزم رکھتے سدا آب دار ہیں
قایم ہو تا کہ دبدبہ اہلِ غرور پر / اور بیٹھے سکّہ ملک کا نزدیک و دور پر
وہ مال کچھ سمجھتے نہیں نقدِ جاں کو / دیتے ہیں شان اپنے وطن کے نشان کو

(آزاد)

## ترانۂ اقبال

چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا / مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا
دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا / ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
تیغوں کے سائے میں ہم پل کر جواں ہوئے ہیں / خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا
باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم / سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا
توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے / آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا
اے گلستانِ اندلس[۱]! وہ دن ہیں یاد تجھ کو / تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا
اے موجِ دجلہ[۲] تو بھی پہچانتی ہے ہم کو / اب تک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا
اے ارضِ پاک! تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم / ہے خوں تری رگوں میں اب تک رواں ہمارا
مغرب کی وادیوں[۳] میں گونجی اذاں ہماری / تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا
سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا / اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا
اقبال کا ترانہ بانگِ درا[۴] ہے گویا / ہوتا ہے جادہ پیما[۵] پھر کارواں ہمارا

۱ ملکِ سپین - ہسپانیہ - ۲ ایشیائے روم میں ایک مشہور دریا ہے
۳ گھاٹیوں - ۴ گھنٹے کی آواز ۵ منزل طے کرنا - ۱۲

## قصیدۂ تخت نشینی حضور پرنور نظام دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ فلک مرتبت میر عثمان علی خاں

مبارک تمھیں مسند شہریاری

مبارک اب و جد کی تم کو خلافت — مبارک دکن کی تمھیں تاج داری

مبارک تمھیں ملک کی پاسبانی — مبارک رعیت کی خدمت گزاری

مبارک ہو ہم کو وہ دشوار منزل — جہاں چپے چپے پہ ہے ذمہ داری

مبارک وہ منزل کہ جن کو ملا وہ — ہوا جن پہ رخصت فراغت سدھاری

مبارک بزرگوں کی میراث تم کو — جنھوں نے کہ جھیلی ہیں کڑیاں ساری

ارادوں سے جرأت سے ہمت سے جن کی — زمانے نے ہر بار ہا شرط ہاری

عموماً ہے جن کی تاریخ رنگیں — زبانوں پہ ہے ذکر خیر ان کا جاری

ادا کر گئے وہ تو اپنے فرائض — ہے اب آپ کے عہد دولت کی باری

اب ان کی جگہ آپ کو ہے اٹھانا — خدا کی امانت کا یہ بوجھ بھاری

جو بے بس ہیں دینا ہے ان کو سہارا — جو بے یار ہیں ان کی کرنی ہے یاری

نکمے ہیں جو ان کو کامی بنانا — بڑھانا دل ان کے جو ہیں کم ہاری

جگانا انھیں نیند سے جو ہیں ماتے — پڑھانا انھیں علم سے جو ہیں عاری

جو زردار ہیں ان کی ہے پاسبانی — جو نادار ہیں ان کی حاجت براری

جو سرزور ہیں ان کی ہے گوشمالی — جو مظلوم ہیں ان کی ہے غم گساری

بڑوں نے تھا عہد وفا جن سے باندھا — سدا کی اس عہد کی پاسداری

سمجھنا ہر اک قوم و ملت کو یکساں — کہ خصلت ہے یہ زیور شہریاری

مبارک یہ بار گراں تم کو شاہا — اٹھانے سے ہیں جس کے افلاک عاری

بہت مشکلوں کا ہے گو سامنا یاں — کہ بہتوں نے یاں آ کے ہمت ہے ہاری
مگر مشکلیں ہیں یہ سب ان کو آساں — پڑی جن کی گھٹی میں ہے ملک داری
پلے جو ہیں آغوش میں سلطنت کی[1] — سیاست ہے جن کی رگ و پے میں ساری (جاری)
رہے گا اسی طرح جیسے رہا ہے — دکن پر سدا سایۂ فضلِ باری
دعا گوئے دیرینہ (قدیم) ناچیز حالی — کہ مدحت گری کے ہنر سے ہے عاری
دعا کے سوا کچھ نہیں پاس اس کے — ادا جس سے ہو فرضِ مدحت نگاری (تعریف لکھنا)
الٰہی طفیل اس کا پھیلائی جس نے — خلائق میں توحید و پرہیزگاری
منادی نے تعلیم کے جس کی آکر — زمانے کی بگڑی ہوئی کل سنواری
طفیل اس کا فرماں روائے دکن کی — حکومت کو دے غیب سے استواری (مضبوطی قیام)
رہے رہتی دنیا تک وہ سلامت — یہ اقبال و فیروزی و کامگاری

(شمس العلماء الطاف حسین۔ حالی۔ مرحوم)

## لڑکپن اور بے فکری

ہے لڑکپن کا زمانہ اور بے فکری کے دن
قد بھی بوٹا سا ہے پیارا دلربا چھوٹا سا سن (عمر)

دیکھو آتی ہیں نظر دو پیاری پیاری لڑکیاں — پیکرِ تصویرِ خاموشی ہیں دونوں بے زباں
ایک ہی غنچہ دہن اور ایک ہی گلگوں عذار (گال) — ایک پھولوں پر فدا اک مچھلیوں پہ نثار
سونگھنا پھولوں کی اک ڈالی کو لے کر ہاتھ میں — چھوڑ دینا پھر جھکانے کے اکثر ہاتھ میں
دیکھنا شیشے کے اندر تیرتی وہ مچھلیاں — اور رہ جانا کبھی انگشتِ حیرت[2] در دہاں
بیٹھ کر پاؤں اور اک ہاتھ کے بل ناز سے — تاکنا پتوں کو پھولوں کو عجب انداز سے

[1] یعنی جو بچپنے ہی سے حکمراں ہیں۔ باپ دادا کے وقت سے اُن کے گھرانے میں سلطنت ہے۔ [2] حیرت سے دانتوں میں انگلی پکڑ لینا ۱۲

کبھی ہنسنا مسکرانا اور شرمانا کبھی
دوڑ کر آنا ادھر مڑ کر ادھر جانا کبھی

واہ کیا عالم ہے بے فکری کا کیا دلکش سماں
غم زمانہ کا نہ فکرِ انقلابِ آسماں

رات ہے یا دن ہے ان کو صبح ہے یا شام ہے
کھیلنے اور کھانے سونے کے سوا کیا کام ہے

مل گیا کھانے کو جو ہنستے روتے کھا لیا
بس یہی دولت ہے انکی جو ملا جو پا لیا

نیک و بد اچھے برے کی کیا انھیں پہچان ہے
ان کو کیا مطلب کوئی دانا ہے یا نادان ہے

جب ذرا چھیڑا کسی نے منہ بنا کر رو دیے
اور جب چھائی میٹھی نیند چپکے سو رہے

کیا خبر انکو کہ دنیا میں الم کیا چیز ہے
روتے ہیں لیکن نہیں معلوم غم کیا چیز ہے

ہنستے ہیں لیکن ہنسی کی ماہیت سے بے خبر
خوش تو ہیں لیکن خوشی کی کیفیت سے بے خبر

رو کے ہنس پڑتے ہیں رونا بھی ہے انکا اک ہنسی
اوجؔ ہے مہمان بچپن تک یہ بھولی زندگی

(حافظ محمد یعقوب اوج گیاوی)

## مسرتِ طفلی

پنگھوڑے میں تھا ایک نادان بچہ
پڑا چوستا تھا وہ اپنا انگوٹھا

نہ دیکھا تھا اُس نے رنج و الم کا
نہیں سمجھا ہی ہے مسرت کا پتلا

میسر ہے اس کو خوشی دو جہاں کی
نہ ڈر باپ کا ہے نہ دہشت ہے ماں کی

نہ کچھ رطب و یابس کی اس کو خبر ہے
ہوائے زمانہ یہاں بے اثر ہے

نہ کچھ دل میں نیکی بدی کا گزر ہے
نہ کچھ دوستی و دشمنی پر نظر ہے

نہ شادی ہے پوری نہ ماتم ہے پورا
ابھی مسکرایا ابھی منہ بسورا

نہ خواہش ہے کوئی نہ تدبیر کوئی
نہ کچھ معذرت ہے نہ تقصیر کوئی

نہ کچھ جرم ہے اور نہ تعذیر کوئی
کوئی خواب ہے اور نہ تعبیر کوئی

نہ اپنا پرایا نہ میرا نہ تیرا
میں سمجھا ہی ہے مسرت کا ڈیرا

گر دو قدم آگے چل کر جو دیکھا — تو آیا نظر دوسرا ایک لڑکا
گلی میں وہی کودتا پھر رہا تھا — مگر کھیل میں تھا وہ مشغول ایسا
کہ تھا بے خبر شام ہے یا سحر ہے
بلا جانے اُس کی کہ دنیا کدھر ہے

محبت سے جس وقت ماں نے بلایا — تو مرشد نے باتوں میں اُس کو اُڑایا
خفا وہ ہوئی ناز اُس نے دکھایا — مچل کر کہا (حضرت) تم چلو میں بھی آیا
اُدھر سے ہوئیں دھمکیاں میٹھی میٹھی
اِدھر سے ہوئیں شوخیاں میٹھی میٹھی

نہ کچھ بھوک ہی اور کچھ پیاس اسکو — نہ امید ہے اور نہ کچھ یاس اس کو (ناامیدی)
نہ کچھ ماں سے وعدے کا ہی پاس اسکو — نہ کچھ وقت کا بھی ہے وسواس اس کو (فکر)
یہاں تک کہ سب غم (خیال) غلط کھیل میں ہے
ہیں سمجھا مسرت فقط کھیل میں ہے

## کتاب

(بتیاب)

(۱) اے مری تنہائی کی مونس رفیق و غمگسار
میری دلداری و غم خواری یہ ہوں (سے) دل نثار

ورد اکرتی ہے ہر دم رنج و راحت کی شریک — صبحِ راحت کی ہے ہمدم شامِ غربت کی شریک

(۲) جدولیں ہیں ح پر یا سبزۂ رخسار ہے — یا نشاط انگیز یہ پھولا پھلا گلزار ہے
درد ارشاد و ہدایت کا رواں چشمہ ہے تو — نیکی و پاکیزگی کا گنج (بذخیرہ) بسینہ ہے تو

(۳) علم کی تو کان ہے اخلاق کی تو جان ہے
فرع و اصل عقل و علم و فضل کا بستان ہے
عقل تیری ضوفشانی سے ہی نورانی ہوئی
باشعاعِ مہرِ تاباں سی درخشانی ہوئی

(۴) اشرفِ مخلوق تجھ سے عالمِ خاکی ہوا
واقعی تیری بدولت رتبۂ عالی ملا
جلوۂ قدرت ہوا ہے تیرے دم سے آشکار
گلشنِ ہستی میں ہے تجھ سے بہارِ لالہ زار

(۵) ہر جگہ چرچے ہوا کرتے ہیں علم و فضل کے
ہر طرف داناؤں کے تجھ سے ہیں شہرے مچے
جلوہ آرائی بھی تیری کیا ہی دل آویز ہے
مصحفِ رخ کی زیارت بھی مسرت خیز ہے

(۶) بے مثال و بے نظیر و بے بہا تحفہ ہے تو
ہر بشر کے واسطے اک گوہرِ یکتا ہے تو
باغِ ہستی میں گلِ اخلاق سے تو ہی بسی
عطرِ الفت میں تری ہر سطر ہے ڈوبی ہوئی

(۷) تو ہی لیلائے معانی اے مری دلکش کتاب
تیرا دلدادہ ہے یہ اوجِ حزین خانہ خراب
تیرے ہی دم سے ہے وابستہ مری یہ زندگی
تو نہ ہو گر ساتھ تو کیسی کہاں کی زندگی

(اوجؔ گیاوی)

## بچوں کی تعلیم و تادیب

یعنی یہ کافی نہیں نزدِ خدا
اپنے گھر والوں کو اپنے نفس کو
بیوی اور اولاد کے ہو ذمہ ور
نارِ دوزخ سے بچاؤ دوستو
بچے کو سکھلاؤ تہذیب اور ادب
تم کرو صرف اپنے دم سے اتقا
تا گناہوں سے رہیں وہ پُر حذر
عادتیں نیک اور نیک اطوار سب

شرب کے آداب، آدابِ طعام
سب سے پہلے ان کو سکھلاؤ تمام

# بچپن کی تعلیم

بچہ پہنچے جب سنِ تمیز کو (سمجھ دار ہو جائے) | نیک چلنی اُسکے دل پر نقش ہو
اُسکا دل ہوتا ہے بالکل موم سا | نقش جو چاہے تو دے اُس پر بٹھا
دل میں اُسکے دے تو بچپن سے جما | ہر کسی سے خُلقِ خوش سے پیش آ
جھوٹ سے چغلی سے مکر و بیر سے | حرص سے دشنام (گالی) سے ہر دم بچے
غیر سے یا خویش سے یا بھائی سے | پیش آئے سب سے بھلمنسائی سے
جھکتا ہے آگے قوی کے ہر ضعیف | جو ضعیفوں سے جھکے وہ ہے شریف

# زرین قاعدہ

نیکی کرنی چاہیئے انسان کو | ہر کسی کے ساتھ جو جہاں رہو
ہر جگہ ہر وقت اور ہر طور سے | جس قدر ہو اور جب تک ہو سکے
کہتے ہیں بعض اسکو زریں قاعدہ | ہے بہت سادہ مگر پُر فائدہ
حرف حرف اسکا ہے قابلِ غور کے | سرسری پڑھ کے نہ اسکو چھوڑ دے

# طریقۂ تادیب

مان جائے پیار سے بچہ اگر | اُسکو سمجھا پیار سے غصہ نہ کر
گر نہ مانے پیار سے کر گوشمال (تنبیہ کر) | لاڈ میں بچے کا ہوگا بد مآل (برا انجام)

اُس کے آگے ہر مناسب وقت پر
پھر بھلی عادت کی تو تعریف کر

بچہ کوئی کام جب اچھا کرے
دل بڑھا شاباش کہہ انعام دے

مدرسے جانے کی رکھ تاکید سخت
پر کبھو غفلت نہ کر اے نیک بخت

وقت یہ ہرگز نہ پھر کر آئے گا
ہوگا جب ناچار پھر پچھتائے گا

اور کبھو اُستاد کی تعظیم کر
ہے وہ روحانی پدر تکریم کر

پالتا ہے باپ تیرے جسم کو
وہ خورش دیتا ہے جان کو تو بتو

## مسلمان اور انگریزی تعلیم

ایک دن تھا بحکم سرکاری
کھل گئے سکول جا بجا کھولے

نہ تو کچھ فیس تھی نہ داخلہ تھا
مفت تعلیم تھی اُسے جو لے

ہم مسلمان سب اکڑ بیٹھے
پہلے فتویٰ جواز کا ہو لے

منہ زبانی بھی اور لکھ کر بھی
پوچھ کچھ کی تو مولوی بولے

وہ ایسی تعلیم سے تو بہتر ہے
آدمی ٹوکری کہیں ڈھولے

انتظامِ امورِ دنیا کو
کیا سمجھتے یہ جنتی بھولے

رہ نما بے خبر تو بات کو پھر
کون میزانِ عقل میں تولے

رہے علمِ معاش سے کورے
شہر قصبے محلے اور ٹولے

ہیں ہمارے جو اور ہمسائے
گویا بیٹھے ہی تھے وہ منہ کھولے

خوانِ یغما پہ جا کے ٹوٹ پڑے
بھر لیے ٹھونس ٹھونس کے جھولے

لگی ہلدی نہ پھٹکری ورمفت　　خوب سوتی معاش کے رولے سمیٹے

محکموں کی پلٹ گئی کایا
آفسوں کے بدل گئے چولے

کہا سیّنے قوم سے ناداں　　تو بھی اٹھ بیٹھ ہاتھ منہ دھولے
تب ہوئی کچھ جھجک ہماری دور　　اور ہم نے بھی بال و پر کھولے
مگر اس فیس کی گرانی کے　　متواتر لگے جو ہچکولے
حوصلے کا نکل گیا بھرکس　　اور ہمت کے ہو گئے ہولے

الغرض وہ مثل ہوئی اپنی
"سر منڈاتے ہی پڑگئے اولے"
(مولوی محمد اسمٰعیل)

# تعلیم کی کتابیں

اک ضروری بات یاد آئی مجھے　　ہے جتانا اسکو بھی لازم تجھے
عشقیہ اشعار غزلیں مثنوی　　فحش ناٹک اور ناول ریختی
ایسی چیزوں سے اُسے نفرت دلا　　پاس اُن کے یہ کبھو ہرگز نہ جا
زہرِ قاتل ہے یہ بچوں کے لیے　　بیج اُن کے دل میں رہتے ہیں چھپے
جب کہ آتی ہے جوانی کی بہار　　ناگہاں ہر بیج لیتا ہے ابھار
وہ شجر ہوتا ہے ان کا ناتیجہ　　زہر افعی سے برا ہے جس کا پھل

بن گئے بچپن ہی میں گو عاشق مزاج ۔۔۔ کل یہ ڈوبیں گے اگر ڈوبے نہ آج

# تعلیم یا مال

کرکے کوشش جبر کرکے حال پر ۔۔۔ جمع کرتے ہیں جو بعضے مالِ زر
کچھ نہیں ایمان کا کرتے خیال ۔۔۔ سر پہ لیتے ہیں قیامت کا وبال
ہاں کبھی دیکھتے ہرگز نہیں ۔۔۔ ہضم ہو سب کچھ جو مل جائے کہیں
جانتے ہیں شیخ بھی یہ مذموم ہو ۔۔۔ کس لیے کرتے ہیں کچھ معلوم ہو
باپ کی الفت کا ہے یہ اقتضا ۔۔۔ خوش رہے اولاد بھی اسکی سدا
خود مصیبت جھیلتا ہے اس لیے ۔۔۔ تاکہ اولاد اس کی سب سکھ میں رہے
ہوں نہ وہ محتاج اور دریوزہ گر ۔۔۔ اور فراغت سے کریں اپنی گذر
پر نکلتی ہے وہ اولاد ایسی بد ۔۔۔ باپ کی امیدیں سب ہوتی ہیں رد
قدرِ زر کرتے نہیں وہ ذرہ بھر ۔۔۔ قدر جانیں خود کمایا ہو اگر
ضایع کر دیتے ہیں جلدی مال سب ۔۔۔ عیش میں رہتے ہیں غافل روز و شب
اس سے تو بہتر ہوا ای نیکو سیر ۔۔۔ ان کی تو تعلیم پر کر خرچ زر
تاکہ وہ پیدا کریں کوئی کمال ۔۔۔ علم کی دولت ہے بے شک لازوال
ہے عدو بیٹے کا تو ای ناشناس ۔۔۔ چھوڑتا ہے مال جو جاہل کے پاس

# عورتوں کی تعلیم

بچوں کی تعلیم اور تادیب میں — ماؤں کو لازم ہے وہ کوشش کریں

عاقل و خواندہ سگھڑ ماں ہو اگر — منحصر (موقوف) ہے اُس پہ تعلیم پسر

با ادب بچہ ہو ماں ہو گر سگھڑ — بے ادب بچہ ہو گر ماں ہو پھوڑ

ماں اگر ہوگی سگھڑ لکھی پڑھی — بچے بھی جاہل نہیں ہوں گے کبھی

میں نہیں کہتا کہ سب بی اے بنیں — جا کے پبلک ہال میں لکچر سنیں

کام کو مطبخ (باورچی خانے) کے سمجھیں عار و ننگ (باعث شرم) — سوئی و تاگہ دیکھ کر ہوویں بہ تنگ

نوکروں پر چھوڑ کر سب انتظام — زیب و زینت سے فقط رکھیں کام

اپنے بچوں کی نہ لیں مطلق خبر — دل میں شوہر کا نہ ہو خوف و خطر

اُس قدر کافی ہے عورت کے لیے — انتظامِ خانہ داری کر سکے

پڑھ سکے خط اور کر سکے گھر کا حساب — لکھ سکے خاوند کو خط کا جواب

پرورش بچوں کی تعلیم و ادب — کر سکے اچھی طرح موقع ہو جب

نیک و بد کی اُس کو آ جائے تمیز

جان سے خاوند کو رکھے عزیز

اُس کی عزت کا رکھے ہر دم خیال

بیہودہ ضائع کرے ہرگز نہ مال

# دوستوں کی قسمیں

دوست ہوتے ہیں جہاں میں اے عزیز
دو طرح کے ان میں دائم کر تمیز

ایک تو ہوتے ہیں دولت کے لئے
گرد ہیں تیرے وہ ثروت کے لئے

مکھیاں ہیں جا ہے جلنا تو ہٹا
پیچھا وہ ہرگز نہ چھوڑیں گے ترا

مال ہے جب تک نہ جائینگے کبھی
جب گئی دولت نہ آئینگے کبھی

دم میں تو ان کے نہ ہرگز آئیو
داؤ ان اجلاف سے مت کھائیو

بندۂ زر ہیں نہ منہ ان کو لگا
دے جواب ان کو ٹکا سا برملا

دوسرے ہیں دوست تیری جان کے
پیار کرتے ہیں تجھے تیرے لئے

جو سراسر ہیں محبت کے بھرے
خوں پسینے پر گرائیں گے ترے

دیتے ہیں دم دوست پر وہ دمبدم
ایسے ہوتے ہیں مگر دنیا میں کم

دم و درم سے تو نہ کر ان سے دریغ
بزم میں گل رزم میں ہونگے وہ تیغ

# نیک صحبت

صحبتِ بد سے رہو تم پر حذر
سچ ہے یہ صحبت کا ہوتا ہے اثر

دیکھ کر ایک خر پرچرے کو ہے مثل
دوسرا لیتا ہے رنگ اپنا بدل

نیک کی صحبت تجھے دے گی جلا
صحبتِ بد خاک میں دے گی ملا

# رشک و حسد

جاہ و عزت دوسرے کی دیکھ کر / دل میں آئے کچھ ترے غیرت اگر

تو بھی گر کوشش کرے اس عزم (ارادے) سے / تاکہ اس سا صاحبِ عزت بنے

رشک ہے یہ، پر نہیں عادت بری / رشک کرنے میں نہ کر ہرگز کمی

رشک تیرے دل میں گر کچھ بھی نہیں / سچ تو یوں ہے آدمیت ہی نہیں

رشک پر ہے کُل ترقی کا مدار / گر نہیں رشک اس میں انساں ہے حمار (گدھا)

گرتا ہے حاسد ہمیشہ سرنگوں (جھکا ہوا) / رتبۂ محسود ہوتا ہے فزوں (زیادہ)

گر تو چاہے اُس کی نعمت کا زوال / یہ حسد ہے اس کو تو دل سے نکال

یہ بُری عادت ہے اس کو ترک کر / کر دیئے برباد اس نے گھر کے گھر

(پیرزادہ محمد حسین صاحب عارف)

# وقتِ سحر

ستاروں کا گلزار وقفِ خزاں ہے / بہارِ سحر سے جہاں شادماں ہے

زمیں ہمسرِ ساحتِ (میدان) گلستاں ہے / شفق سے فلک تختۂ ارغواں ہے

مسرت سے لبریز سارا جہاں ہے / سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

نہ تھا خوابِ غفلت ذرا موت سے کم / جہاں پر تھا شہرِ خموشاں کا عالم

نسیمِ سحر بسکہ تھی عیسوی دم
نئے سر سے پھر آگئی سب میں جاں ہے

نسیمِ سحر دل کشا روح پرور
پرندوں کے جاں بخش نغمے ہوا پر
سرورِ مئے شادمانی عیاں ہے

پیامِ مسرت صبا سن کے آئی
شگوفے ہوئے مائلِ لب کشائی
ہجومِ طرب باغ کے درمیاں ہے

وہ سوتا ہے شب بھر جو بیمار جاگا
عبادت کو مردِ نکوکار جاگا
اٹھا طفلِ کم سن تبسم کناں ہے

اذاں اور ناقوس (سنکھ) نے غل مچایا
مبارک ہیں بیشک وہ انساں خدایا
یہی وقت خرم سعادت نشاں ہے

شہنشاہِ خاور (یعنی آفتاب) سے پا کر اشارا
ہویدا ہوا تاجِ زرنگارا (طلائی)
زمیں تابِ شبنم سے گوہر فشاں ہے

دوبارہ ہوا ایک بیک زندہ عالم
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

شمیمِ گل تر سے عالم معطر
وہ تانیں کہ ہر آن جن سے سراسر
سہانا سہانا سحر کا شاں ہے

ہنسے پھول ہر اک کلی مسکرائی
طیورِ چمن محوِ رنگیں نوائی
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

وگرنہ نہیں کون جاندار جاگا
خرابات میں رندِ مے خوار جاگا
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

مزا دل نے اس شور میں خوب پایا
ترے سامنے سر جنہوں نے جھکایا
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

ہوئی ہے وہ پہلی کرن جلوہ آرا
وہ ظاہر ہوا روئے خورشید سارا
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

چمکتا ہے سورج دمکتی ہے دنیا
لپکتی ہیں موجیں جھلکتے ہیں دریا

چٹکتی ہیں کلیاں لہکتا ہے سبزہ
مہکتا ہے گلزارِ عالم سراپا

چہکتی اڑی بلبلِ نغمہ خواں ہے
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

وہ ہل چل مچی شہر و دشت و جبل میں
تموج سا پیدا ہے جل اور تھل میں

چمک اٹھے شبنم کے قطرے کنول میں
نئی تازگی آگئی پھول پھل میں

رگِ دہر میں خونِ فرحت رواں ہے
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

سنہری ہوئی کوہساروں کی رنگت
روپہلی ہوئی آبشاروں کی رنگت

غضب ڈھا گئی لالہ زاروں کی رنگت
ہر اک برگ میں سو بہاروں کی رنگت

زمیں ہے چمن عکسِ باغِ جناں ہے
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

اٹھا ذوقِ نظارہ میں منہ اندھیرے
نظر آئے نورِ سحر کے پھریرے

لکھی نظم دلکش سویرے سویرے
ہوئے پیکرِ نور اشعار میرے

خصوصاً یہ مصرعہ کہ وردِ زباں ہے
سہانا سہانا سحر کا سماں ہے

## وقت کی قدر
## گھڑی کی پہیلی

(مرحوم)

چڑیا ہم نے عجیب پالی
زنجیر اس کے گلے میں ڈالی

دن رات ہو شام، یا سویرا — لیتی ہے وہ جیب میں بسیرا

چڑیا سے بھی قد ہے اُس کا چھوٹا — ہے اس کا بدن تمام پوٹا

پوٹے پہ جو غور سے نظر کی — پوٹا نہیں پوٹ ہے ہنر کی

گویا ہے۔ اگرچہ بے زباں ہے — ناداں ہے مگر حساب داں ہے

دانہ پانی نہیں وہ کھاتی — ہر دم ہی خوشی سے چہچہاتی

دن رات میں چھیڑ دو کسی آن — یہ چھیڑ ہی اُس کے جسم کی جان

جب تک جیتی ہے جاگتی ہے — لو کام تو چیز کام کی ہے

کہتی ہے کہ وقت کی خبر لو — جو کچھ کرنا ہے جلد کر لو

غفلت کیجیے تو ٹوکتی ہے — عجلت کیجیے تو روکتی ہے

اس طور سے کرتی ہے گزارا — انڈے دیتی ہے دن میں بارہ

پھر اتنے ہی رات کو ہے دیتی — دیتے ہی ہر ایک کو ہے سیتی

انڈے ہیں تمام اس کے سچے — ایک ایک سے نکلے ساٹھ بچے

ہر بچے نے اگلے ساٹھ دانے — ہر دانے میں ہیں بھرے خزانے

جو دانہ گرا سو ہو گیا گم — ڈھونڈا کرو پھر نہ پاؤ گے تم

دانے کی بتاؤں کیا میں قیمت — دانا سمجھیں اسے غنیمت

جس نے اسے پا لیا کہا واہ! — کیا بات ہے تیری بارک اللہ!

اللہ برکت دے

سچ مچ تو لعل بے بہا ہے　　گویا ہر درد کی دوا ہے
القصہ ہے وہ عجب پرندہ　　مُردہ اُسے کہہ سکے نہ زندہ

## مثنوی شرافتِ حقیقی

(مولوی محمد اسمٰعیل)

میں پوچھتا نہیں ہرگز تمہارا نام ہے کیا　　نہ یہ کہ نامِ بزرگوں کا اور مقام ہے کیا
نہ خانوادے سے مطلب نہ خانماں سے غرض　　یہاں تو نام سے کچھ ہے نہ ہے نشاں سے غرض
تمہارے کام اگر اچھے تو نام اچھے ہیں　　گھرانے اچھے گھر اچھے تمام اچھے ہیں
جہاں کی دولت و حشمت کا یاں خیال نہیں　　امیر ہو کہ فقیر اس سے کچھ سوال نہیں
کوئی امیر اگر ہے تو اپنے گھر بیٹھے　　بزرگ صاحبِ زر ہے تو لے کے زر بیٹھے
یہاں تو مایۂ ہمت بلند زیادہ ہے　　بزرگ امیر سمجھے اور خود امیر زیادہ ہے
مجھے نہیں ہے یہ پروا کہیں سے آئے کوئی　　کہیں سے بار تو طن اُٹھا کے لائے کوئی
جو پاک نہر ہے اور آب صاف چلتا ہے　　تو کیوں یہ پوچھیں کہ چشمہ کہاں نکلتا ہے
درخت سے نہیں کچھ کام بس پھول ہو تم　　کمالِ اصل تو جب ہے کہ با اصول ہو تم
عدم سے آن کے کس خاک پر گرے پہلے　　وہ کیا زمین تھی جس پر قدم دھرے پہلے
گزارا تم نے لڑکپن ہے قصرِ شاہی میں　　کہ جھونپڑوں میں پلے خواری و تباہی میں

مجھے نہ فخر ہے اُس کا نہ عار ہے اس کی　　اگر تلاش ہے تو بار بار ہے اس کی
کہ رکھتے ملکِ مروت میں رسم و راہ ہو کیا　　دکھاتے ہمتِ عالی میں دستگاہ ہو کیا

میں پوچھتا نہیں تاجر کہاں سے ہو آیا ۔ گماشتہ ہو کہ رکھتا ہے گھر کا سرمایا

نہیں تلاش کہ لایا ہو ساتھ کیا چیزیں ۔ سُبک ہیں یا ہیں گراں بہا چیزیں

میں چاہتا نہیں ارزاں یہ شے دلا دو مجھے ۔ خدا کے واسطے اتنا کوئی بتا دو مجھے

متاعِ حسنِ دیانت دکاں میں ہے کہ نہیں ۔ وفا کی جنس بھی اس کارواں میں ہے کہ نہیں

یہ مانا میں نے کہ با عقل و ذی شعور ہو تم ۔ مقامِ تجربہ کاری میں پہنچے دور ہو تم

نہ مجھ کو مقدرِ فہمی سے رکھتا کام ہوں میں ۔ نہ کرتا ضابطہ دانی میں کچھ کلام ہوں میں

پر اسکو خود غرضی میں نہ خرچ کرنا تم ۔ کسی کے خون میں ناحق نہ ہاتھ بھرنا تم

زیادہ عقل زیادہ خراب کرتی ہے ۔ ثوابہائے خدا کو عذاب کرتی ہے

مجھے غرض نہیں کالج میں تم پڑھے کہ نہیں ۔ جماعتوں کے مدارج پہ تم چڑھے کہ نہیں

کتابیں پڑھ کے جو کیں حفظ بر زباں تم نے کیا ۔ اور ان میں پاس ہوئے دیکے امتحان تو کیا

تمہارے خلق پہ بھی کچھ اثر ہوا کہ نہیں ۔ زباں سے کہنے کی دل تک صدا گئی کہ نہیں

فقط جو عالم و ذی شان ہو گئے تو کیا ۔ مرے حساب میں جو شیطان[1] ہو گئے تو کیا

جو کچھ کہ منہ سے کہو اسکا ہو اثر دل میں ۔ کہ ہم کتابوں میں جو سیکھیں کرے وہ گھر دل میں

زبان و دل میں ہم جبکہ ایک ہو جاتے ۔ تو آدمی بھی ہیں بالطبع نیک ہو جاتے

وگرنہ پڑھنے کو سب عقائد عام پڑھتے ہیں ۔ ہزاروں طوطے ہیں کلمہ کلام پڑھتے ہیں

---

[1] شیطان بہت بڑا فرشتہ اور معلم الملکوت ہے خدا کی نافرمانی سے راندۂ درگاہ ہوا ۱۲

جو مجھ سے پوچھو تو ہے ناتمام پھر بھی وہ علم
تمام جب ہو کہ پونہچائے فیضِ عام وہ علم
وہ علم جس سے کہ اوروں کو فائدہ نہ ہوا
ہمارے آگے برابر ہے وہ ہوا نہ ہوا
مجھے غرض نہیں سب کچھ ہو تم کہ کچھ بھی نہو
مگر یہی ہے تمنا کہ ایسے ہو کے رہو
میانِ جلسہ جو آزاد آکے پوچھے کبھی
کہو کسی میں لیاقت ہو گر یہ کہنے کی
کہ باصفا و سبک روح و پاک جاں ہیں ہم
تو تم جواب میں جھٹ بول اٹھو کہ ہاں ہیں ہم
(مولوی محمد حسین صاحب آزاد)

## ملمع کی انگوٹھی

چاندی کی انگوٹھی پہ جو سونے کا چڑھا جھول[1]
اوچھی تھی لگی بولنے اترا کے بڑا بول
چاندی کی انگوٹھی کے نہیں ساتھ رہوں گی
وہ اور ہیں اور یہ ذلت نہ سہوں گی
میں قوم کی اونچی ہوں بڑا میرا گھرانا
وہ ذات کی گھٹیا ہے نہیں اس کا ٹھکانا

میری سی چمک اس میں نہ میری سی دمک ہے
چاندی ہے کہ ہے رانگ مجھے اسمیں بھی شک ہے
میری سی کہاں چاشنی میرا سا کہاں رنگ
وہ مول میں اور تول میں میرے نہیں پاسنگ
اے دیکھنے والو تمہیں انصاف سے کہنا
چاندی کی انگوٹھی ہے کچھ گھنٹوں میں گہنا

[1] جھول - ملمع - بالائی تہ - [2] کم ظرف - [3] بنظر ذلی - [4] برابر - ۱۲

یہ سنتے ہی چاندی کی انگوٹھی بھی گئی جل الله رے ملمع کی انگوٹھی تری چھلبل[1]

سونے کے ملمع پہ نہ اترا مری پیاری دو دن میں بھڑک اس کی اتر جائے گی سلدی

مت بھول کبھی اصل کو اپنی اری احمق جب تاؤ[2] دیا جائے گا ہو جائے گا منہ فق

سچے کی تو عزت ہی بڑھیگی جو کریں جانچ مشہور مثل ہے یہ نہیں سانچ کو کچھ آنچ"

کچھ دیر حقیقت کو چھپایا بھی تو پھر کیا جھوٹوں نے جو سچوں کو چڑایا بھی تو پھر کیا

کھوٹے کو کھرا بن کے نکھرنا نہیں اچھا چھوٹے کو بڑا بن کے ابھرنا نہیں اچھا

(مولوی محمد اسمعیل)

## کچھ کار کرو بیوپار کرو

ای نیند کے ماتو جاگ اٹھو اور اوروں کو بیدار کرو
سب مال کو اپنے لاد چلے تم کھیپ اپنی طیار کرو
لو نام خدا کچھ ہوش کرو اور اوروں کو ہشیار کرو
اب فکر کرو کچھ دھندے کی، دھن لا کچھ کاکوئی کار کرو
کام دولت فائدے
بیوپار زراعت اور حرفت ان تینوں سے مت عار کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو، کچھ کار کرو بیوپار کرو
لین دین

[1] چالاکی ۔ نخرے ۔ [2] تپائی جائے گی ۔ ۱۲

سب اپنے سنگی (ساتھی) بنجارے بن بیٹھے لکھّی بیوپاری
بیوپار چلایا لاکھوں کا اور ساکھ بھی اپنی کی بھاری
اب ساہ بڑے کہلاتے ہیں، (وقعت) وہ چھوڑی پھیری مکّاری
وہ خوانچے سر سے پھینک دیے اور بنے مہاجن (ساہوکار) سرکاری
دھن دولت پیدا کرنے کا سامان کوئی اے یار کرو
سب چھوڑ کے سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

جب پیسہ ہو تب دنیا کے زرداروں میں بھی آن ملے
جب پیسہ ہو جب دال ملے گھی چاول روٹی نان ملے!
کچھ لونگ سپاری سونف ملے اور کتھّا چونا پان ملے!
گر پیسہ ہو کچھ دان کرے، خیرات کرے ایمان ملے!
سو پیسے دھیلے (خیرات) آنے کا، اے یارو ذکر اذکار کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو، کچھ کار کرو بیوپار کرو

جو سیٹھ مہاجن بیٹھا ہے، جب لکھّا (حساب) اُس نے بانچا ہے
ہے پیسہ اُس کے پاس میاں سب قول اُسی کا سانچا (پڑھا) ہے
جب بہی نکالی ڈیوڑھ لگی اور جوڑ کو اُس نے جانچا ہے
ہر اکھشر پر پھر بڑھ کے اک دل پہ لگا نخا نچا ہے
گھر بار بھی کھویا ہاتھوں سے اب کچھ تو سوچ بچار کرو

سب چھوڑو سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

جب ٹکے روپے کا سود گنا، تب سیٹھ بنے بھول گئے!
اک مول نہ اترا سر پر سے، ان سودوں میں سو مول گئے
جب ڈگری بولی منصف نے، تب ہاتھ اور پاؤں پھول گئے
اس مول سے کوڑی کوڑی کو، یک لاکھوں ادل جلول گئے
اس قرض اٹھانے سے بابا! اب توبہ استغفار کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

کچھ سوچ کرو تم کنبے کی، کچھ چنتا بچے بالے کی
کچھ باتوں میں تقلید کرو، اس مولے اور اس لالے کی
کچھ کھولو ہاٹ تجارت کی، ہو بکری سودے والے کی
کوئی منڈی گیہوں چاول کی، کوئی ہٹی مرچ مسالے کی
بے سمجھو! کھیل تماشے ہیں، تم جاتے سے انکار کرو
سب چھوڑو سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

کچھ کھولو شغل تجارت کا، یا سیکھو کام کسی فن کا
بیوپار ہے سونے چاندی کا، ہو لابھ بہت جس میں دھن کا
کچھ لٹھے خاصے ململ کا کچھ سودا مستی برتن کا
کچھ بیچو کپڑا ریشم کا، کچھ مال کراچی لندن کا

کچھ اپنے سودے سادے سے تم گرم میاں بازار کرو

سب چھوڑ دو سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

سب دھوم دھڑکا دنیا کا ہے بابا! آٹے دانے سے

یہ تاج نہیں خود جان ہے بیٹا دیکھ اس کے حرف الٹانے سے

دھن دولت اُجڑی جاتی ہے گھر بیٹھ کے اس کو کھانے سے

ہاں محنت کا پھل میٹھا ہے گڑ شکر قند کھانے سے

یہ کرنا خوشبو دیتا ہے کچھ کار کرو بیوپار کرو

سب چھوڑ دو سستی غفلت کو کچھ کار کرو بیوپار کرو

(خواجہ دل محمد صاحب ایم اے پروفیسر کالج لاہور)

## بڑھے چلو!

اے رہ روانِ جادۂ امکاں بڑھے چلو

ہمت کا ہے وہ سامنے میداں بڑھے چلو

رخشندہ مثلِ نجمِ فروزاں بڑھے چلو		پرندہ مثلِ بلبلِ بستاں بڑھے چلو

ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ ہاں ہاں بڑھے چلو

اے اہلِ کارواں وہ طلوعِ سحر ہوا		پرچم بلند صبح کا با کرّ و فر ہوا

تیار آفتاب اٹھائے سپر ہوا		کیا شہسوار تیغ فشاں ہم سفر ہوا

ہمراہِ آفتابِ درخشاں بڑھے چلو

چلتے ہیں آسمان پہ اختر و ماہ بھی		زہرہ بھی مشتری بھی شہِ صبح گاہ بھی

ہوتی ہے کہکشاں کی کبھی بند راہ بھی		چلتا ہے جھوم جھوم کے ابرِ سیاہ بھی

---

۱ "تاج" کو اُلٹا کرو تو "جات" ہوتا ہے۔ ۲ چلنے والے۔ ۳ یعنی دنیا۔ ۴ چمک دار۔ ۵ چمکتے ہوئے ستارے۔ ۶ اُڑنے والے۔ ۷ جھنڈا۔ ۸ نشانِ شوکت۔ ۹ [illegible] ڈھال۔ ۱۰ بانگ۔ ۱۱ یعنی آفتاب۔ ۱۲

تم بھی مثال برِ بہاراں، بڑھے چلو

چرخ و نجوم و مشتری و زہرہ و قمر — سب اپنی اپنی راہ میں چلتے ہیں سال بھر
اپنی زمیں سمجھتے ہیں ساکن جسے بشر — کہتے ہیں وہ بھی چلتی ہے اپنے محیط پر

تم بھی بشکلِ گیتیِ دوراں، چلے چلو

ہمّت ہو جن کے پاس کریں صبر کس طرح؟ — اس رہ گزر میں کھو دیں وہ قبر کس طرح؟
ہو طبعِ آتشیں پہ روا جبر کس طرح — اُٹھیں نہ ابخرے تو بنے ابر کس طرح

جوں دودِ آب اُٹھ کے مری جاں! بڑھے چلو

دھوکے میں لا کے گو کوئی چکمے ہزار دے — ایسے کو مرد ایک ہی بازی میں مار دے
تم کو اگر زمانہ نظر سے اُتار دے — ایسے گرو کہ گرنا ہی دُگنا اُبھار دے

پھر پھر اُبھر کے جوں گوئے میداں، چلے چلو

دنیا بھی ایک معرکۂ نام و ننگ ہے — ہر وقت جس میں ہمت و غفلت کی جنگ ہے
بڑھتے چلو کہ عرصۂ پیکار تنگ ہے — کافی ہے گرچہ پاس فقط اک خدنگ ہے

چلّا رہی ہے ہمتِ مرداں بڑھے چلو

باندھو کمر کہ دوریِ منزل کا غم نہیں — ہے بادباں درست تو ساحل کا غم نہیں
سر پر خدا ہے، پھر کسی مشکل کا غم نہیں — باقی ہے وقتِ زرع تو حاصل کا غم نہیں

دل کو یہی صدا ہے کہ ہاں ہاں بڑھے چلو

## سودیشی تحریک

(خواجہ دل محمد صاحب)

ای قوم سوچ پہلے سے تیرے چلن نہیں
وہ آنکھ وہ نظر وہ اصول کہن نہیں

ا حلقہ۔ دائرہ۔ دَور۔ ۲ دنیا۔ ۳ تیز طبیعت۔ ۴ پانی کا دھواں۔ ۵ دھوکے۔ ٹالے بالے۔ ۶ میدان کی گیند۔ ۷ عزت یا ذلت پیدا کرنے کی جگہ ہے۔ ۸ لڑائی کا میدان۔ ۹ تیر۔ ۱۰ کنارہ۔ ۱۱ زراعت یعنی بونے۔ ۱۲ پیداوار۔ نتیجہ۔ ۱۳ پرانے طریقے۔ ۱۴

پہلی سی بزم وہ نہیں وہ انجمن نہیں
غم ہے تو یہ کہ نام کو حبِّ وطن نہیں

اپنے وطن سے تجھکو تنفر[1] مدام ہے
اپنوں کو دور ہی سے ہمیشہ سلام ہے

دنیا ہوئی ادھر کی ادھر اس خیال سے
ہندوستان کی جاں پہ بن آئی ہے کال سے

یاقوت جو بناتے تھے منہ کے اُگال سے
وہ ہائے مات[2] ہو گئے اپنی ہی چال سے

حبِّ وطن جو مال نہیں کچھ نگاہ میں
خود ہی ہیں سدِّ راہ[3] ترقی کی راہ میں

ہندوستان کے ذکر سے چڑھ نام سے ہے چڑھ
کاریگرانِ ہند کے ہر کام سے ہے چڑھ

ساقی سے چڑھ ہے بزم سے چڑھ جام سے ہے چڑھ
دانے سے چڑھ ہے مرغ سے چڑھ دام[5] سے ہے چڑھ

نفرت وطن سے کتنی ہے کہتے ہیں شرم ہے
بازار اپنا سرد ہے اوروں کا گرم ہے

اچھی جو اپنی بات ہے وہ واہیات ہے
تقلیدِ غیر توشۂ راہِ نجات ہے

اپنے وطن کی کچھ بھی نہیں کائنات ہے
اُلّو جو دن کو رات بنا دے تو رات ہے

آنکھوں پہ کیسے پردے پڑے ہیں سمایا نہیں
قسمت پہ دھبہ رکھیں کہ اپنی خطا نہیں

چیز اپنے گھر کی جو ہو وہ کچھ بھی نہیں ہے مال
بیکار ہے وہ خواہ ہو کشمیر کی ہی شال

ٹانڈے کی سوزنی سے ہے اچھا ہوا اچھال
دیکھیں نہ لکھنؤ کی چکن کا کبھی کمال

ڈھاکے کی ململ آ جا نہیں چڑھتی نگاہ پر
صد آفریں[8] ہے عقل کی اس رسا نگاہ پر

کاشی کی ساڑیوں کی طرف کچھ نہیں خیال
مشروعِ[11] دکن کا کچھ ہی نہیں ہے نظر میں مال

کشمیر و امبرسر[12] کی ہے بالکل خراب شال
یورپ کا ہاتھ آئے جو کپڑا تو ہوں نہال[13]

دل لوٹ پوٹ ہوگا تو انگریزی سوٹ[15] پر
ماریں گے منہ تو خاص ولایتی بوٹ پر

---

١ نفرت - ٢ ہار گئے - ٣ ترقی کے رستے کو روک رہے ہیں - ٤ نفرت - ٥ جال - ٦ حقیقت - ٧ نظر میں نہیں بھرتی پسند نہیں آتی - ٨ سو شاباش - ٩ رسائی - پہنچ - ١٠ بنارس کو اہلِ ہنود کاشی کہتے ہیں - ١١ ایک نام کا کپڑا اورنگ آباد میں بنا جاتا ہے جس میں سوت اور ریشم ملواں جلواں ہونے سے مشروع کہلاتا ہے - ١٢ امرتسر کو لوگ زیادہ تر امبرسر کہتے ہیں - ١٣ خوش - ١٤ فریفتہ ہونا - ریجھ جانا - ١٥ جوڑے - ١٢

ہر چیز فضلِ حق سے اسی سرزمیں پہ ہے
اب بھی فراغ ہند کا چرخِ بریں[1] پہ ہے

ایجاد ہے ہمیں کی کوئی شے کہیں نہ ہے
الزام جس سے بے خبری کا ہمیں پہ ہے

غفلت سے حال کیا ہمیں کیا آج ہو گیا
چولھا دیا سلائی کا محتاج ہو گیا

اللہ رے انقلاب، زمیں آسماں ہوا
محتاج غیر کشورِ ہندوستاں ہوا

راجس کے چاقوؤں کا وہ سکہ رواں ہوا
منہ شہر بانگر سن کا ہوا فق[2] دھواں ہوا

صابون نے طریقۂ غازہ[3] اٹھا دیا
بٹنوں نے گھنڈیوں کا جنازہ[4] اٹھا دیا

اک اک کے بدلے صرف ہوا چار چار کا
سو کی جگہ گلے پڑا گھاٹا ہزار کا

بازار[5] سرد ہو گیا بال کار بار کا
ملکِ فرنگ بن گیا سونے کی دوار[6] کا

دیکھا تماشہ ہنستے گھر پھونک پھونک[7] کر
رکھا قدم نہ ہائے مگر پھونک پھونک[8] کر

یارو جو دیسی چیزوں کو پھر تم رواج دو
نقصان کچھ کھلے[9] نہ جو اوروں کو تاج[10] دو

سوداگری کے سر پہ نئے سر سے تاج دو
کل چار ہاتھ آئیں جو کھوئے ہوں آج دو

بات اک فقط یہ ہے عقل و تمیز کی
کیا زندگی جو قدر نہ کی اپنی چیز کی

ہر دم سُدیشی چیز کا پرچار[11] چاہیے
سوداگری بھی بیوپار چاہیے

دیسی ہی کارخانوں کی بہو بار[12] چاہیے
اپنا ہی مال اپنا ہی بازار چاہیے

حاجت نہ جس کی ملک کو شئے کون یاں نہیں
اتنا ابھی لٹا ہوا ہندوستاں نہیں

چیزیں ولایتی بھی ہیں بننے لگیں یہاں
جاری کلیں بھی اور مشینیں بھی ہیں رواں

کاریگری ہند میں جب آج بھی ہو یاں
کیا وجہ اپنی چیز کی کھولیں نہ ہم دکاں

۱ اوپر والے آسمان پر ۲ یعنی حواس جاتے رہے ۔ بے رونقی ہو گئی ۳ اٹھنا ۔ ۴ ختم کر دیا ۔ ۵ بے رونقی ہو گئی ۔ ۶ مخزن ۷ آگ لگا کر ۔ ۸ سنبھل سنبھل کر ۔ ۹ ناگوار ہو ۔ ۱۰ اکھڑے لکھنؤ کا محاورہ ہے ۔ ۱۱ دیسی ۔ ۱۲ رواج کرنا نہیں بولتے یہ بھی لکھنؤ کی زبان ہے ۔ ۱۳ قدر ۔ ۱۴ داد وستد ۔

لندن میں آجکل جو سودیشی کا جوش ہے　　جرمن کی عقل ٹھیک ٹھکانے نہ ہوش ہے

گر ہو سودیشی چیزوں کا پرچار ہند میں　　کوئی نہ آدمی رہے بیکار ہند میں

کاریگری کا گرم ہو بازار ہند میں　　پھٹکے نہ ایک آن بھی ادبار[1] ہند میں

گنجن لگے برسنے وہ ثروت[2] کا رنگ ہو　　ہندوستان کے باغ کا گلچین فرنگ ہو

اب بھی سودیشی چیزوں کا پرچار گر نہ ہو　　سوداگری کی گرمیِ بازار گر نہ ہو

مال اپنا اور اپنا خریدار گر نہ ہو　　کیا اور پھر ہو صورتِ ادبار گر نہ ہو

یارو بس اُلٹی[4] گنگا بہانے کو چھوڑ دو　　ایسا نہ ہو کہیں کہ بنی بات گاڑ[5] دو

بس بھائیو! اب آپ کی ہمت کا کام ہے　　اس میں نہ سلطنت نہ حکومت کا کام ہے

ثروت کا کچھ نہ کام نہ دولت کا کام ہے　　تھوڑے سے جوش اور حمیت کا کام ہے

ہمت بندھی اُفق تو ہے پالا ہمارے ہاتھ
دُنیا رہے گی ہند کے آگے پسارے[6] ہاتھ

## اولوالعزمی کے لیے کوئی سدِّ راہ نہیں

ہے سامنے کھلا ہوا میداں چلے چلو　　باغِ مراد ہے ثمر افشاں چلے چلو

---

۱؎ فلاکت ۲؎ دولت ۳؎ فارغ البالی خوش حالی ۴؎ محاورہ ہے جو بات نہ ہونی چاہیے اُس کو کر بیٹھنا ۔ ان ہوئی بات ۔ ۵؎ گاڑ دینا ۔ دبا دینا یعنی بنی بنائی بات کو چھوڑ دو یہ بھی لکھنؤ کی زبان ہے
۶؎ پھیلائے ۔ ۱۲

دریا ہو بیچ میں کہ بیاباں چلے چلو
ہمت یہ کہہ رہی ہے کھڑی ہاں چلے چلو
چلنا ہی مصلحت ہے مری جاں چلے چلو

ہیں کوہ و دشت جیسے کہ پھولا پھلا چمن
دامن ہیں ہیں بھرے ہوئے نسرین و نسترن
نہریں اِدھر اُدھر ہیں امیدوں کی موجزن[1]
اس دشت[2] میں نہ دوڑ سکو گے گر ہرن
کبکِ دری[3] کی طرح خراماں[4] چلے چلو

آؤ کہ کھوئے اپنے نشاں ننگ و نام نے
باندھی کمر ہے کس کے ہر اک شاد کام نے
کیوں اس طرح کمر کو لگی تھک کے تھامنے
دیوار باغ وہ نظر آتی ہے سامنے
سرو سہی کے سر ہیں نمایاں چلے چلو

یارو چلو چلو نہ کرو انتظار تم
کرتے ہو کیا امیدِ کمینِ[5] یسار[5] تم
میدانِ عزم و حزم کے ہو شہسوار تم
بڑھ جاؤ گے کرو گے اگر مار مار تم
جلّا رہی ہے ہمت مرداں چلے چلو

ہمت کے شہسوار جو گھوڑے اٹھائینگے
دشمن فلک بھی ہو گئے تو سر کو جھکائینگے
طوفان بلبلوں کی طرح بیٹھ جائینگے
نیکی کا زور اٹھ کے بدی کو دبائیں گے
بیٹھو نہ تم مگر کسی عنواں[6] چلے چلو

آئینہ دل کا گرد سفر سے اُجال دو
پوچھے کوئی ارادہ کدھر ہے تو ٹال دو

---

(۱) موجیں مار رہی ہیں (۲) جنگل۔ صحرا۔ بیابان (۳) چکور (۴) اطمینان سے چلنا جس میں بھاگڑ نہ (۵) دائیں بائیں (۶) طرح۔ ۱۲

شیطاں جو شبہ ڈالے تو دل سے نکال دو ہو خوف کا خیال تو بزدل پہ ڈال دو
اور آپ بن کے شیرِ نیستاں[۱] چلے چلو

آگے بڑھو کہ اب نہیں تابِ قرار ہے کرنا ہی جب کہ کام تو کیا انتظار ہے
جو کچھ کہ معرکہ تھا لیا تم نے مار ہے ہو تم بھی خوش کہ آئی خوشی کی بہار ہے
فتح و ظفر نے لیا میداں چلے چلو

رکھو رفاہِ عام پہ اپنا مدار تم اور ہو کبھی صلے[۲] کہ نہ امیدوار تم
عزت خدا جو دیوے تو پھر کیوں عوض[۳] خوار تم دو رخ[۴] کو آبِ خنجر سے رنگِ بہار تم
گلشن میں ہو کے بادِ بہاراں چلے چلو

یارو چلو فلک پہ ستارے ہیں چل رہے آبِ رواں ہی چشموں سے بہ کر نکل رہے
جنگل میں کارواں بھی ہیں منزل پہ چل رہے جو تھم رہے یہاں وہی خر در وحل[۵] رہے
تھمنے کا یہ مقام نہیں ہاں چلے چلو

آؤ سپید کا فصیل حساب ہے چمکا یا چہرہ صبح نے باآب و تاب ہے
ظلمت[۶] پہ نور ہونے لگا فتح یاب ہے اور شب کے پیچھے تیغ بکف آفتاب ہے
تم بھی ہو آفتابِ درخشاں چلے چلو

نیکی بدی کے دیر سے باہم تھے معرکے اب خاتموں پہ آگئے ہیں ان کے فیصلے

---

۱؎ جنگل کے شیر ۲؎ بدلے۔ انعام ۳؎ ذلیل ۴؎ مسہ ۵؎ گدھا جو دلدل میں پھنس جائے ۶؎ اندھیرا تاریکی ۱۲

قسمت کے یہ نوشتے نہیں عزم سے مٹ سکے | وہ گونجا طبلِ فتح کہ میدان لے لئے

ہے کرنائے جنگ کی الحاں چلے چلو

(مولوی محمد حسین آزاد)

# کوشش

بے کوشش و بے جہد ثمر کسکو ملا ہے | بے غوطہ زنی گنجِ گہر کس کو ملا ہے

بے خون پیئے لقمۂ تر کس کو ملا ہے | بے جورکشی تاجِ ظفر کس کو ملا ہے

بے خاک کے چھانے ہوئے زر کسکو ملا ہے | بے کاوشِ جاں علم و ہنر کس کو ملا ہے

جو رتبہ والا کے سزاوار ہوئے ہیں | وہ پہلے مصیبت کے طلبگار ہوئے ہیں

کوشش ہی نے اجرامِ سماوی کو ہے تولا | کوشش ہی نے طبقاتِ زمیں کو ہے ٹٹولا

کوشش ہی نے رستہ نئی دنیا کا ہے کھولا | کوشش ہی نے گوہر تہِ بحر سے رولا

کوشش ہی کا طوطی ہے سدا دہر میں بولا | کوشش ہی غرض ظرفِ طلسمات کا گولا

قدرت نے فتوحات کی رکھی ہے یہی راہ | سعی اپنی طرف سے ہو تو اتمام من اللہ

(مولوی محمد اسماعیل)

(۱) تقدیر کا لکھا ہوا (۲) قرنا۔ نفیری یا بگل کی قسم کا ایک باجا (۳) آواز (۴) کوشش (۵) پھل یعنی نتیجہ (۶) موتیوں کا خزانہ (۷) تکلیف اٹھانے (۸) زمین کے کئی طبقے ہیں مطلب یہ ہے کہ یہ کوشش ہی کا نتیجہ ہے کہ خزائن ارض نکال لئے گئے اور انسان زمین کی تہ میں بھی گھس گیا (۹) یہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو کولمبس نے نئی دنیا امریکہ ڈھونڈ نکالی تھی (۱۰) سمندر کی تہ میں سے (۱۱) طوطی بولنے سے مراد شہرت پانا ہے (۱۲) عجیب عجیب باتیں (۱۳) انسان کو اپنی طرف سے کوشش کرنی چاہئے پھر اس کا پورا کرنا یا نہ کرنا اللہ تعالے کے ہاتھ ہے (۱۴) (۱۵) سورج چاند تارے وغیرہ۔

# کوشش کیے جاؤ

دکان بند کرکے رہا بیٹھ جو | تو دی اُس نے بالکل ہی لٹیا ڈبو
نہ بھاگو کبھی چھوڑ کے کام کو | توقع تو ہی خیر جو ہو سو ہو

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل | تو گھس جائے بےشبہ پتھر کی سل
رہوگے اگر تم یونہیں مستقل | تو اک دن نتیجہ بھی جائیگا مل

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

اگر طاق میں تم نے رکھ دی کتاب | تو کیا دوگے کل امتحاں میں جواب
نہ پڑھنے سے بہتر ہے پڑھنا جناب | کہ ہو جاؤگے ایک دن کامیاب

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو | جہاں تک ہے کام پورا کرو
مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو | طلب میں جیو جستجو میں مرو

کیے جاؤ کوشش مرے دوستو

جو تم شیر دل ہو تو مارو شکار | کہ خالی نہ جائیگا مردوں کا وار
مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار | جو ہمت کروگے تو بیڑا ہی پار

(۱) محاورہ۔ ہمت ہار دینا (۲) برابر (۳) مضبوط۔ پکے (۴) رکنا تامل کرنا۔ پس وپیش کرنا (۵) قرض (۶) کام بن جانا۔ مقصد حاصل ہونا۔ ۱۲

جو بازی میں سبقت[1] نہ لے جاؤ تم — خبردار! ہرگز نہ گھبراؤ تم
نہ ٹھٹکو[2] نہ جھجکو نہ پچھتاؤ[3] تم — ذرا صبر کو کام فرماؤ تم
کیے جاؤ الخ

مقابل میں خم ٹھوک کر آؤ ہاں! — پچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلواں
کرو پاس[4] تم صبر کا امتحاں — نہ جائے گی محنت کبھی رائگاں
کیے جاؤ الخ

تردد[5] کو آنے نہ دو اپنے پاس — ہے بیہودہ خوف[6] اور بے جا ہراس
رکھو دل کو مضبوط قائم حواس[7] — کبھی کامیابی کی چھوڑو نہ آس[8]
کیے جاؤ الخ

کرو شوق و ہمت کا جھنڈا بلند — کداؤ اولوالعزمیوں[9] کا سمند[10]
اگر صبر سے تم سہو گے گزند[11] — تو کہلاؤ گے ایک دن فتح مند
کیے جاؤ الخ

(مولوی محمد اسمٰعیل)

## محنت کرو محنت کرو

بے شک پڑھائی ہے سوا[12] اور وقت تھوڑا رہا
ہے امتحاں سر پر کھڑا محنت کرو محنت کرو
یا ہاتھ دھو کر بیٹھے ہو کیا محنت کرو محنت کرو
ہے ایسی مشکل بات کیا محنت کرو محنت کرو

محنت کرو انعام لو انعام پر انعام لو
جو چاہو گے مل جائے گا محنت کرو محنت کرو

جو بیٹھ جائیں ہار کر کہہ دو انھیں للکار[13] کر — ہمت کا کوڑا مار کر محنت کرو محنت کرو
تدبیریں ساری کہہ چکے لو ہاتھ سے دریا بہہ چکے — بک بک سے اب کیا فائدہ محنت کرو محنت کرو

---

[1] آگے نہ بڑھ سکو۔ [2] رکو۔ [3] پشیمان ہونا۔ [4] انگریزی۔ کامیاب ہونا۔ [5] فکر۔ [6] خوف۔ [7] حواس قرار رکھو۔ [8] امید۔ [9] بلند حوصلگی۔ عالی ہمتی۔ [10] گھوڑا۔ [11] نقصان۔ [12] زیادہ۔ [13] ڈانٹ کر۔

محنت جو کی[1] اچی توڑ کر ہر شوق سے[2] منہ موڑ کر
کر دو گے دم میں فیصلہ محنت کرو محنت کرو
کھیتی ہو یا سوداگری ہو صنعت ہو یا چاکری سب کا سبق یکساں سُنا محنت کرو محنت کرو
جس دن پڑھے تم ہو گئے دنیا کے دھندوں میں پھنسے پھر پڑھنے کی پھر فرصت کہاں محنت کرو محنت کرو
بےچین رہا کس کا سدا انجام کو سوچو ذرا
یہ تو کہو کھاؤ گے کیا محنت کرو محنت کرو

## پندِ سود مند

کرو تم نہ حاسد کی باتوں پہ غور
اگر تم سے ہو جائے سرزد قصور
بدی کی ہو جس نے تمھارے خلاف
نہیں! بلکہ تم اور احساں کرو
ہے شرمندگی اس کے دل کا علاج
بھلائی کرو۔ تو کرو نیک غرض
جو محتاج مانگے تو دو تم اُدھار
جو تم کو خدا نے دیا ہے۔ تو دو

کرے دشمنی کوئی تم سے اگر
جہاں تک بنے تم کرو درگزر
جلے جو کوئی اس کو جلنے دو اور
تو اقرار و توبہ کرو بالضرور
جو چاہے معافی۔ تو کر دو معاف
بھلائی سے اس کو پشیماں کرو
سزا اور ملامت کی کیا احتیاج
غرض کی بھلائی تو ہے اک مرض
رہو واپسی کے نہ امیدوار
نہ منت کرو اس میں جو ہو سو ہو
(مولوی محمد اسمٰعیل)

[1] خوب دل لگا کر۔ [2] باز رہ کر۔ چھوڑ کر۔ [3] نوکری۔ آخر کیا ہوتا ہے۔ ۱۲

## صحبت کا اثر

بازار میں جو شام کو میرا ہوا گزر
نظارہ تھا عجیب تماشہ تھا طرفہ تر

بیٹھے دکان دار تھے اپنی دکان[1] پر
پھرتے تھے جوق جوق خریدار ادھر ادھر

بیچی صدا تھی خوانچے والوں کی اس طرح
آوازِ عندلیب گلستاں[2] ہو جس طرح

دوڑائے بگھیاں یہاں پھرتے تھے سب امیر
اپنی صدا سناتے تھے آآ کے کُل فقیر

سودا بہت خرید رہے تھے جوان و پیر
آئے تھے بعض سیر کو تھے بعض راہ گیر[3]

یاں اک دکاں بھی تھی کہ گیا کوئی جب وہاں
چہرے سے اس کے جوشِ مسرت ہوا عیاں

گندھی کی یہ دکان تھی خوشبو تھی ٹھیک کی
جس سے دل و دماغ میں آتی تھی تازگی

ہر چیز آس پاس کی تھی عطر میں بسی
یاں کی ہوا نسیم بہاری سے کم نہ تھی

تھی ایک ہی دکاں پہ یہ خوشبو کا حال تھا
بازار آس پاس کا تھا سب مہک رہا

تھی پاس ہی گلی وہ کہ جانا تھا مجھ کو وال
کچھ آگے بڑھ کے کوئلے والے کی تھی دکاں

جھوکا چلا ہوا کا جو اس وقت ناگہاں
وہ کالی کالی خاک پڑی مجھ پہ سب یہاں

کپڑوں کو جھاڑتا رہا کالک نہیں گئی
آنے کی اس جگہ مجھے اچھی سزا ملی

---

[1] گروہ گروہ ۔ [2] باغ کے بلبل کی آواز ۔ [3] رستہ چلنے والے ۔ ۱۲

رہ رہ کے آیا میری طبیعت میں یہ خیال
صحبت عجیب چیز ہے اس کا عجب ہے حال

ہر شے میں عطر کی تھی وہاں بو گئی بے مثال
کالک ہے کوئلے کی یہاں جان کو وبال

انساں بھلا ہے اُس کو جو صحبت بھلی ملے
لیکن یہی بُرا ہے جو صحبت بُری ملے

جا ایسی صحبتوں میں اگر تجھ کو ہے تمیز
سب کو ہو بوئے عطر کے مانند تو عزیز

بیچارہ ای عزیز بری صحبتوں سے تیز
کاجل کی کوٹھڑی میں ہے کالک ہی ایک چیز

صحبت نہ رکھ بُروں سے کہ رسوا کہیں تجھے
اچھوں میں بیٹھ مہر کہ اچھا کہیں تجھے

([illegible] دہلوی)

## ہمارا وطن

یہ ہندوستاں ہے ہمارا وطن ❖ محبت کی آنکھوں کا تارا وطن
ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ اس کے درختوں کی طیاریاں ❖ وہ کھیتوں میں پھل پھول کی پھلواریاں ❖ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

ہوا میں درختوں کا وہ جھومنا ❖ وہ پتوں کا پھولوں کا منہ چومنا ❖ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ ساون میں کالی گھٹا کی بہار ❖ وہ برسات کی ہلکی ہلکی پھوار ❖ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

وہ باغوں میں کوئل وہ جنگل کے مور ❖ وہ گنگا کی لہریں وہ جمنا کا زور ❖ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

اسی سے ہے اس زندگی کی بہار ❖ وطن کی محبت ہو یا ماں کا پیار ❖ ہمارا وطن دل سے پیارا وطن

(پنڈت برج نراین چکبست لکھنوی)

## قومی ناصح

کر سکیں گے قوم کا کیا کام ہم
خود غرض خود بیں ہیں اور خود کام ہم

قوم کی اسٹیج پر ہیں جلوہ گر
تاکہ ہوں مشہور خاص و عام ہم

کہتے ہیں منبر پہ جن کو ناروا
گھر میں کرتے ہیں وہی سب کام ہم

اپنے آپ کو دیکھنے والے - خود غرض - منتظمہ - چبوترہ جس پر تماشہ ہوتا ہے - ناجائز - ۱۲

منعِ مے کا صبح گر کرتا ہو واعظ
شام سے ہوتے ہیں مے آشام ہم

دل میں پاتے ہیں بتوں کی آرزو
باندھتے ہیں حج کا جب احرام ہم

کہتے ہیں سجادۂ تقویٰ اسے
جب بچھاتے ہیں غرض کا دام ہم

کام جو کرتے ہیں خاطر پیٹ کی
قوم کا لیتے ہیں اکثر نام ہم

نفس غالب ہو جو حبِ قوم پر
کوششوں کا پائیں کیا انجام ہم

قوم میں ہوتی رہے کچھ چھیڑ چھاڑ
بس یہ سمجھے معنیٔ اسلام ہم

مل رہی ہیں ہمتیں آفاق میں
پر کھچے جاتے ہیں صبح و شام ہم

آیئے دل کے تفرقوں سے مٹ مٹا!
مٹ چکے اے فتنۂ ایام ہم

(ہجو لیڈر صاحبان کا)

## قومی گیت

پیارا وطن ہمارا جانِ جہاں ہمارا ٭ ہندوستاں ہمارا جنت نشاں ہمارا
بھیل اور گونڈ ان میں ریوڑ چرا رہے تھے ٭ ان گھاٹیوں میں اترا جب کارواں ہمارا

ویرانے میں تھا اپنا یوں مدتوں بسیرا
جیسے سر پہ آسماں تھا بس سائباں ہمارا

ان جنگلوں میں گر ہم گلکاریاں نہ کرتے
جنت نشاں نہ بنتا ہندوستاں ہمارا

آکر بسے ہم اس میں اور اس کو بھی بسایا
ہندوستاں کے ہم ہیں ہندوستاں ہمارا

فرزندِ اولیں ہیں ہم مادرِ وطن کے
ہے یہ زمیں ہماری یہ آسماں ہمارا

اس قصرِ دلکشا کی بنیاد ہم نے ڈالی
ہر سنگ و خشت پر ہے نام و نشاں ہمارا

کھیتوں پہ چھا رہا ہے ہر سمت خوانِ یغما
اور شاہ سے گدا تک ہے میہماں ہمارا

قلب و دغل سے خالی ہے طبع اپنی صافی
ہے جس طرح مصفیٰ آبِ رواں ہمارا

راجا کی ہم ہیں کھیتی پرجا کا ہم ہیں خرمن
سود و زیاں سب کا سود و زیاں ہمارا

شرابی ۔ شام ہی سے شراب میں مدہوش ہو جاتے ہیں ۔ اے زمانے کی گردش تیرے ہاتھوں تو ہم مٹ چکے ۔ یہ دونوں قومیں ہندوستان کے قدیم باشندے تھے اور ابھی راجپوتانے میں بھیل موجود ہیں اور دکن میں یہ دونوں جنگلی قومیں ہیں اور اب تک بھی ہندو نہیں ۔ قافلہ ۔ ایسا محل جس میں دل کھل جائے ۔ پتھر اور اینٹ ۔ نعمت کا دسترخوان ۔ دھوکا بازی

رعیت ۔ کھلیان ۔ فائدہ اور نقصان ۔ ۱۲

گر لشکرِ عدو کی ہو سلطنت پہ یورش — میداں میں سر بکف ہی ہر نوجواں ہمارا
جب شرق و غرب میں تھا طوفانِ جنگ برپا — گزرا سمندروں سے سیلِ رواں ہمارا
یا رب رہے سلامت شاہنشہ معظم — ہم اُس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا
فضلِ خدا پہ ہر دم یاں آنکھ لگ رہی ہے — ابرِ کرم ہے اُس کا روزی رساں ہمارا
قدرت کے منظروں میں ہم پھیلتے ہیں — ناظر رواں ہوا ہے تسبیح خواں ہمارا

(خان بہادر چودھری خوشی محمد خان صاحب ناظر گورنر کشمیر)

## حالِ زار

یہ آج ہم ور د جمع ہو کر تمھیں یہ سنت جگا رہے ہیں
چلے چلو رہ نہ جاؤ پیچھے کہ قافلے آگے جا رہے ہیں
اُٹھو اُٹھو جلد ای عزیزو کہ دن بُرے سر پہ آ رہے ہیں
بڑھو بڑھو جلد ای جوانو کہ غیر ہمت دلا رہے ہیں
ہر ایک جن کا ہوا تسلط وہ آن ہاتھی پہ جا رہے ہیں
کیا جہالت نے جن پہ قبضہ وہ آج گھوڑے کھجا رہے ہیں
تمھاری غفلت سے دین کو غم یہ ٹک رہی ہے اپنا دنیا
سسک رہی ہے اُدھر کو بیوہ یتیم اِدھر تلملا رہے ہیں
یہ اپنی عزت یہ اپنی دولت یہ اپنی ثروت یہ اپنی راحت
لُٹا رہے ہیں اُڑا رہے ہیں گنوا رہے ہیں مٹا رہے ہیں
اِدھر ہے تعلیم اور محنت اُدھر جہالت ہے اور خفت
وہ نیو اپنی جما رہے ہیں یہ اپنی بنیاد ڈھا رہے ہیں

---

ہتھیلی پر جان دھرے ہوئے یعنی مرنے مارنے کو مستعد و طیار۔ بہتا ہوا طوفان۔ حافظ نگہبان۔ پال

قبضہ۔ یعنی سائیسی کر رہے ہیں۔ بے قرار ہیں۔ تڑپ رہے ہیں۔ ہلتا پن۔ بنیاد۔ ۱۲

وہ ایسے علم و ہنر کے جویا، یہ ایسے اپنا تھا وہ بھی کھویا
اُدھر وہ گلشن لگا رہے ہیں، اِدھر یہ کانٹے اُگا رہے ہیں
یہ عالموں میں بڑھی جہالت کہ اک سے اک کو ہوئی عداوت
وہ ان کو کافر بتا رہے ہیں، یہ اُن کو کافر بنا رہے ہیں
جو ہم میں اہلِ دول ہیں باقی تو اُن کی ظاہر ہے یہ علامت
کہیں کبوتر اُڑا رہے ہیں کہیں بٹیریں لڑا رہے ہیں
دعا ہے قصدِ رضیؔ یہی کہ یارب تو کر اس امت کی خیر ہر دم
نہ جانے مانا ان نہ پائے زقن عجب کشاکش میں آ رہے ہیں

**غفلت**

واں ہر کوئی ہے گرمِ تدابیر دیکھیے ۔ یاں ہے سدا شکایتِ تقدیر دیکھیے

پھیر اسیوں میں جا انھیں ملتی ہے جا بجا ۔ یہ اُفسوں میں قوم کی توقیر دیکھیے
ملکوں کے انتظام کا جن کو شعور تھا ۔ اُن سے نہیں سنبھلتی ہے جاگیر دیکھیے
گھر بیچ کر بھی اِن کا گزارا نہ ہو سکا ۔ اور اُن کی بڑھتی جاتی ہے تعمیر دیکھیے
گھر بھائی میں نے رہ کے بتلائیں اُس کو عیب ۔ پھر کھینچتے ہیں اک رُخی تصویر دیکھیے
سینے میں بغض و دل میں حسد زہر چشم میں ۔ منہ میں زبان ہے گویا یہ شمشیر دیکھیے
اولاد کو پڑھائیے علم و ہنر کمال ۔ یہ شوق ہو رہا ہے جہاں گیر دیکھیے

---

متلاشی۔ ڈھونڈ رہے ہیں۔ صاحبِ مقدور لوگ۔ سربرآوردہ لوگ۔ غمگین۔ آزردہ رنجیدہ۔ نہ جا سکتے ہیں، نہ رہ سکتے ہیں یعنی عاجز اور ناچار۔ کھینچا تانی کشاکش۔ پریشانی۔ دفتر و کچہریوں۔ عزت، قدر۔ سلیقہ۔ یعنی ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ ۱۲

جاہل جہاں میں رہتے ہیں بے قدر ذلیل و خوار | بے دل رہی ہے جہل کی تعزیر[1] دیکھیے
آقا کے مرتبے سے غلامی میں جائیں گے | غفلت کے خواب کی ہے یہ تعبیر[2] دیکھیے
حالت تباہ ہوگی جو نقشہ یہی رہا | پتھر پہ نقش کیجیے تحریر دیکھیے
یہ مانگتا ہے حق سے دعائیں وہ رات دن | کب ہو صدائے صدر میں تاثیر دیکھیے

## قوم کی حالت

بات سناتے ہیں تمھیں اک نئی (ولہٗ)
قوم کے مٹنے کے ہیں تجھن گئی

جب ہوئی قوم اپنی نظر میں ذلیل | اس کو بھی مٹنے ہی کی سمجھو دلیل
چارۂ کار اس کا کوئی کیا کرے | آپ وہ اپنے تئیں رسوا کرے
اپنی بداندیش وہ خود ہو مگر | عیب نماید ہنرش در نظر
سمجھے وہ نقصاں کمالات کو | آگ لگے ایسے خیالات کو
یاں بھی کم و بیش یہی حال ہے | عاقبتِ زشتیٔ اعمال ہے
جن ہنروں پر تھا ہمیں افتخار | اب ہیں وہی موجبِ صد گونہ عار
علم ہمارا ہے بتر جہل سے | اور بھی کچھ ہو نا ہی نا اہل سے
دوسرے لوگوں کی شکایت نہیں | ہم کو ہی خود اپنی رعایت نہیں
جب ہو طبیعت کو دارت ساز | اس کے لیئے سم ہے دواخانہ ساز

---

[1] سزا ۔ [2] خبر ۔ مطلب ۔ [3] کوتک ۔ برے آثار ۔ [4] علاج ۔ فضیحت ۔ بدنام ۔ [5] بدخواہ ۔ برا چاہنے والی ۔ [6] ہنر بھی اُس کی نظر میں عیب نظر آتا ہے ۔ یعنی اوندھی سمجھ ہے ۔ [7] برے اعمال کا نتیجہ ہے ۔ [8] فخر ۔ [9] ہزار گنا شرم ۔ [10] جہالت سے بدتر ۔ [11] نالائق ۔ [12] بری باتیں پسند ہوں ۔ [13] زہر ۔ [14] گھر کی بنی ہوئی دوا ۔ ۱۲

ہم بھی کبھی با سر و سامان تھے
ہم بھی کسی وقت میں انسان تھے

ہم کو بھی آرام کا احساس تھا
یسر[1] و غنا رکھتے تھے زر پاس تھا

ہم نے بھی کھایا ہے بہت شہد و شیر
ہم نے بھی پہنا ہے سمور[2] و حریر[3]

اوڑھتے تھے ہم بھی کبھی سر پہ تاج
ہم نے بھی لوگوں سے لیے ہیں خراج

ملک لیے سلطنتیں زیر کیں
تیغ سے کتنی صدیاں تسخیر[4] کیں

علم میں بھی ہم کو وہ تھی دستگاہ
ہم تھے مشاہیر فضیلت پناہ

لوگ تھے شاگرد ہم استاد تھے
سارے زمانے کے ہنر یاد تھے

سر میں ہمارے بھی کبھی عقل تھی
باقی اسی اصل کی سب نقل تھی

پر نہیں رہتا کوئی یکساں سدا
سب کو تغیر ہے بغیر از خدا

آ گئے ہم لوگ بھی اس پھیر میں
کوئی سویرے ہے کوئی دیر میں

ہم کو ذرا بھی نہیں اس کا ملال
سب کو تنزّل ہے سبھی کو زوال

رنج تو اپنوں کی شماتت[5] کا ہے
ظلم بھی ظلم اہل قرابت کا ہے

غیر کو کرتے ہیں فقط[6] بد کلام
اپنے ہیں مصداق اَلَدُّ الْخِصَام[7]

غیروں کی باتیں هَفَوَاتُ اللِّسَان[8]
اپنوں کے طعنے کجُرحِ السِّنان[9]

بھائی ہیں اور رابطہ باہم نہیں
اخوتِ یوسف[10] سے یہ کچھ کم نہیں

لڑنے کو کھوسے بغلی زور ہیں
گھر کے یہ بھیدی ہیں مگر چور ہیں

بنتے ہیں کہنے کے لیے خیر خواہ
ان کی شرارت سے خدا کی پناہ

[1] فراغت اور امیری - [2] پشم دار کھال - [3] حریر ایک قسم کا ریشمیں کپڑا ہے - [4] فتح - [5] گزائیں - [6] طعنہ زنی - [7] بڑے جھگڑالو - [8] بکواس - [9] جیسے برچھی کے زخم - [10] حضرت یوسف کے بھائی چارے ۱۲

ان کے جو دیکھے ہیں نمونے بُرے
پہلے سے ہم ہو گئے دوچند بُرے

ایسا بھی ہوتا ہے کوئی بے وفا ق
اپنے بزرگوں سے یہاں تک جفا

اُن کی ہر اک بات سے رکھیے خلاف
کہیے تو ہیں سلف صفا صاف

یاں وطن و اہلِ وطن سے ہے ننگ
اپنے ہیں لیکن نہیں اہلِ فرنگ

اب بھی اگر عقل میں ہے کچھ صلاح
مان لو یہ بے غرضانہ صلاح

دست نگر غیر کے ہر کار میں
ایسا کساد آگیا بازار میں

اپنی ہر اک چیز سے بیزاریاں
ہائے وہ کیا ہو گئیں خودداریاں

(مولوی نذیر احمد مرحوم)

## نام کے مشائخ

بہت سے راہ زنی کر رہے ہیں بن کے پیر
غریب قوم کو ہیں مارتے یہ شاہ مدار

ہزار دانے کی تسبیح گیروا کپڑے
یہی ہے ان میں علامات اولیائے کبار

اگر ہیں یاد تصوف کی اصطلاحیں چند
تو پہنچا عرش معلّی پہ گوشۂ دستار

کسی سے نقد کہیں جنس اور کہیں عزت
جو بس چلے تو نہ چھوڑیں مرید کا گھر بار

یہ مومنوں سے بھی جزیہ وصول کرتے ہیں
فتوحِ غیب کہیں اس کا نام یا ادرار

رجوعِ خلق کی خاطر ہوئے ہیں گوشہ نشیں
کہ جیسے جھیل پہ بیٹھے شکار کو بوتیمار

---

دوچند - دوگنے - گزرے ہوئے لوگوں کی بُرائی - اُن کی ہتک - لاتے - محتاج - گھاٹا - کمی - اپنی عزت آپ کرنا - ساکھ - بڑے بڑے ولی - پگڑی کا کوا - محصول جو کفار سے لیا جاتا ہے یعنی مسلمانوں کو بھی نہیں چھوڑتے اُن سے بھی جزیہ لے مرتے ہیں - کثرتِ آمدنی - تاکہ خلقت گرد جمع ہو - نکلا - ۱۲

یہ ناز ہے کہ بزرگوں کے نام لیوا ہیں
اگرچہ ننگِ بزرگاں ہیں آپ کے اطوار
(مولوی محمد اسمٰعیل)

## قحطِ علمائے دین

وہ علمِ شریعت کے ماہر کدھر ہیں
وہ اخبارِ دیں کے مبصر کدھر ہیں

اصولی کدھر ہیں مناظر کدھر ہیں
محدث کہاں ہیں مفسر کدھر ہیں

کہ مجلس تھی کل سر بسر تھی چراغاں
چراغ اب کہیں ٹمٹماتا نہیں واں

کہاں ہیں وہ دینی کتابوں کے دفتر
کہاں ہیں وہ علمِ الٰہی کے دفتر

چلی ایسی اس بزم میں بادِ صرصر
بجھیں مشعلیں نورِ حق کی سراسر

رہا کوئی ساماں نہ مجلس میں باقی
صراحی نہ طنبور مطرب نہ ساقی

مدارس وہ تعلیمِ دیں کے کہاں ہیں
مراحل وہ علم و یقیں کے کہاں ہیں

وہ ارکان شرعِ متیں کے کہاں ہیں
وہ وارث رسولِ امیں کے کہاں ہیں

رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوا
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ ملا

بہت لوگ بن کر ہوا خواہِ امت
سفیہوں سے منوا کے اپنی فضیلت

سدا گاؤں در گاؤں نوبت بہ نوبت
پڑے پھرتے ہیں کرتے تحصیلِ دولت

یہ تھے ہیں اسلام کے رہنما اب
لقب ان کا ہے وارثِ انبیا اب

(حالی)

---

۱ پیرو ۔ ۲ جن سے بزرگوں کو دھبہ لگے ۔ ۳ پڑھنے والے ۔ ۴ دیکھنے بھالنے والے ۔ ۵ تا ۷ مسلمانوں کے فرقے ہیں ۔ ۸ چمک رہی تھی ۔ ۹ بارونق تھی ۔ مجلس ۔ ۱۰ آندھی یعنی بہت تیز ہوا ۔ ہوا کا جھونکا ۔ تیز ہوا ۔ ۱۱ گویا یعنی گانے والا ۔ ۱۲ پلانے والا ۔ ۱۳ مرحلے کی جمع ۔ ۱۴ امانت دار پیغمبر ۔ ۱۵ ٹھکانا اور پناہ گاہ ۔ ۱۶ بے وقوفوں ۔ ۱۷ بزرگی ۔ ۱۸ باری باری سے ۔ ۱۲

## اگلے بزرگ

وہ صورتیں متبرک وہ اُن کی شان شکوہ
مہذبانہ وہ باتیں وہ چال ڈھال وہ گفتار

ہر اک کو وضع کا پاس اپنے اور سنتوں کا لحاظ
کسی کو نثر کا ذوق اور کسی کو نظم کا شوق
وہ دوستوں سے عزیزوں کی طرح ملتے جلتے
سدا غریبوں کی خاطر امیر تھے یہ امیر
نہ نکلیں گھر سے جو نکلیں تو شان سے نکلیں
بشاشتیں وہی منہ پر ہزار ہو تکلیف
لیے دیئے ہوئے اور آبرو بنائے ہوئے
مہذب ایسے تھے جاہل بھی اُس زمانے کے
محاوروں میں وہ شیرینیاں کہ صلِ علیٰ
جھکا کے سر کو شرافت سے راستہ چلنا
اگر غریب کا بھی تا بہ فرش استقبال
لحاظ بھائیوں تک میں بھی باپ بیٹوں کا
ہر ایک حفظِ مراتب میں تکملہ حاصل
بہادرانہ امنگیں سپاہیانہ شوق

لبوں پہ خلق کی باتیں دلوں میں صبر و قرار
فقیہ و صاحبِ تقویٰ و کاسب و احرار
اُنھوں سے کنارہ کشا نیتوں سے پیار
مجال کیا جو کریں اپنے حال کا اظہار
کہ اپنے ہاتھ سے جانے نہ پائے اپنا وقار
طلب کا نام نہ لائیں زبان پر زنہار
کہ تا نہ سمجھے کوئی ان کو مفلس و نادار
کہ اہلِ علم میں کر لے زمانہ اُن کو شمار
وہ جب کریں تو بہ آہستگی کریں گفتار
ادب سے ہاتھ اُٹھانا سلام کو ہر بار
بہت لحاظ کہ آئے نہ اُن کے دل پہ غبار
یہ کیا مجال کہ مرکز سے بڑھ کے ہو گفتار
ہر اک سے جھک کے تعارف صغار ہوں کہ کبار
چھری ہے دستِ مبارک میں اور کمر میں کٹار

برکت کی - بات چیت - لحاظ - خیال - فقہ جاننے والے - پرہیزگار - کماؤ - آزاد - خوشیاں - ہرگز - سنبھالے ہوئے - سبحان اللہ - میل - حدِ اعتدال سے بڑھ جائے - مرتبے کا لحاظ - کمال - جان پہچان - چھوٹا ہو یا بڑا - چھری - خنجر کی قسم کا ایک ہتیار ہے - ۱۲

کوئی جاگہ کوئی صحبت نہیں کہ ہو نہ وہاں

مؤرخ و شعرا و ادیب و نثر نگار

(خان بہادر سید علی محمد شاد)

## نئے جنٹلمین

وہ انگریز سے بنتے کے بہ خود غلط ایسے
جو پوششوں میں ہے پوشش تو بس ڈریس کو
جو اردلی میں ہے کُتا تو ہاتھ میں اک بید
وہ اپنے آپ کو سمجھے ہوئے ہیں جنٹلمین
نہ کچھ ادب ہے نہ اخلاق نے خدا ترسی
وہ اپنے زعم میں لبرل ہیں یا ریڈیکل ہیں
نہ انڈین ہیں وہ نہ وہ انگلش

رہا وہ جرگہ جیسے چڑ گئی ہے انگریزی
سو واں خدا کی ضرورت نہ انبیا درکار
کہ ایشیا کی ہر اک چیز پر پڑی پھٹکار
سواریوں میں سواری کی دُم کٹا رہوار
بجاتے جاتے ہیں سیٹی سلگ رہا ہے سگار
اور اپنی قوم کے لوگوں کو جانتے ہیں گنوار
گئے ہیں ان کے خیالات سب سمندر پار
مگر ہیں قوم کے حق میں صورت اغیار
نہ ان کو چرچ میں آنے نہ مسجدوں میں بار

(مولوی محمد اسمٰعیل)

---

تاریخ داں۔ شاعر۔ عالم اور نثر لکھنے والے۔ فرقہ۔ گروہ جس کے دماغ میں بھی انگریزی ہی انگریزی بس گئی ہے۔ وہ خود ہی بہت سے غلطی پر ہیں۔ ملک ایشیا جس میں ہندوستان بھی ہے۔ لعنت۔ ڈانٹ ڈپٹ۔ پہننے کے کپڑوں میں نیچے سے پھٹا ہو یعنی فراک کوٹ۔ انگریز اپنے گھوڑوں کی دُم کاٹ ڈالتے ہیں۔ چروٹ۔ شریف آدمی۔ خدا کا ڈر۔ یعنی ولایت۔ گھمنڈ۔ دو فرقوں کے نام ہیں۔ جیسے بالکل غیر۔ ہندوستانی۔ انگریز۔ گرجا۔ عزت۔ دخل یعنی نہ کوئی گرجا میں گھسنے دیتا ہے نہ کوئی مسجد میں آنے دے۔ دھوبی کے کتے ہیں گھر کے نہ گھاٹ کے۔ از ایں سو رانده وزاں سو درمانده۔ ۱۲

## تغیرِ عظیم

جب یاس ہوئی تو آہوں نے سینے سے نکلنا چھوڑ دیا
اب خشک مزاج آنکھیں بھی ہوئیں دل نے بھی مچلنا چھوڑ دیا

ناوکِ فگنی سے ظالم کی جنگل میں ہے اک سناٹا سا
مُرغانِ خوش الحاں ہو گئے چُپ آہو نے اُچھلنا چھوڑ دیا

کیوں کبر و غرور اس دور پہ ہے کیوں دوست فلک کو سمجھا ہے
گردش سے یہ اپنی باز آیا یا رنگ بدلنا چھوڑ دیا

بدلی وہ ہوا گزرا وہ سماں وہ راہ نہیں وہ لوگ نہیں
تفریح کجا اور سیر کجا گھر سے بھی نکلنا چھوڑ دیا

وہ سوز و گداز اس محفل میں باقی نہ رہا اندھیر ہوا
پروانوں نے جلنا چھوڑ دیا شمعوں نے پگھلنا چھوڑ دیا

ہر گام پہ چند آنکھیں نگراں ہر موڑ پہ اک لیسنس طلب
اس پارک میں آخر اے اکبر میں نے تو ٹہلنا چھوڑ دیا

کیا دین کو قوت دیں یہ جواں جب حوصلہ افزا کوئی نہیں
کیا ہوش سنبھالیں یہ لڑکے خود اس نے سنبھلنا چھوڑ دیا

اقبال مساعد جب نہ رہا رکھے یہ قدم جس منزل میں
اشجار سے سایہ دور ہوا چشموں نے اُبلنا چھوڑ دیا

ناامیدی۔ ضد کرنا۔ تیر اندازی۔ اچھی آواز والے۔ حالت۔ جوش ولولے۔ اندھادھند۔ ہر ہر قدم پر۔ پروانہ۔ راہ داری۔ باغ۔ جب اقبال نے مدد چھوڑ دی یعنی بداقبالی ہو گئی۔ جمع شجر۔ درخت۔ ۱۲

اللہ کی راہ اب تک ہے کھلی آثار و نشاں سب قائم ہیں
اللہ کے بندوں نے لیکن اس راہ میں چلنا چھوڑ دیا
جب سر میں ہوائے طاعت تھی سرسبز شجر امید کا تھا
جب صرصر عصیاں چلنے لگی اس پیڑ نے پھلنا چھوڑ دیا
(حضرت اکبر الہ آبادی)

## برٹش راج

بہت ہی عمدہ ہے اے ہم نشین برٹش راج
کہ ہر طرح کے ضوابط بھی ہیں اصول بھی ہے

## برٹش گورنمنٹ

جو چاہے کھول لے دروازۂ عدالت کو　　کہ تیل پیچ میں ہے ڈھیلی اس کی چول بھی ہے
جگہ بھی ملتی ہے کونسل میں آنریبل کی　　جو التماس ہے عمدہ تو وہ قبول بھی ہے
طرح طرح کے بنا لو لباس رنگا رنگ　　علاوہ روئی کے ریشم بھی ہے اور وول بھی ہے
شگفتہ پارک ہیں ہر سمت رہرووں کے لیے　　نظر نواز ہیں پتے حسین پھول بھی ہے
جب اتنی نعمتیں موجود ہیں یہاں اکبر　　تو ہرج کیا ہے جو ساتھ اس کے ڈیم فول بھی ہے

غریبوں کی دل سے مدد کرنے والے
کسی سے نہ بے وجہ کد کرنے والے
بری خصلتیں مسترد کرنے والے
ہر اک فعل مذموم رد کرنے والے

بندگی کی دھن۔ گناہ کی سخت ہوا۔ مجلس شوریٰ۔ لقب ہے جس سے کونسل کے ممبر ملقب ہوتے ہیں لغوی معنے واجب الاحترام۔ انگریزی [illegible] = اون۔ ہر سے بھرے باغ۔ ہر طرف۔ رستہ چلنے والوں کے لیئے۔ انگریزی [illegible] Damn = لغوی معنے دوزخی بیوقوف۔ انگریزوں کی گالی ہے۔ بحث مباحثہ۔ برا کام۔ لوٹا دینا۔ واپس کرنا ۱۲

فقیروں کے داتا یتیموں کے ہمدم
ہر اک مفسد و فتنہ گر کو نکالا
چلے آئے یہ ہند میں تا ہمالا[2]
دیا کھول دروازہ امن و اماں کا
وہ پر خوف صحرا وہ پر خوف جھاڑی
گھنے جنگل اور گہری گھاٹی کی کھاڑی
وہ جو کھوں[3] میں جا ڈالنے والی راہیں
لبالب بھرا تھا جو پانی سے دریا
بہت تھا خطرناک جن پر اترنا
خطر تھا نہ واں جان کا جہاں تک
بنی ہیں ہر اک سمت سڑکیں کشادہ[6]
سواری یہ ہوں یا کہ ہوں پا پیادہ[8]
شجر[9] ہیں لگے واں دو طرفہ[10] برابر
کھلے راہیں ہر اک بحر و بر[11] کے
جو فضل خدا سے ہیں آسودہ گھر کے
ہیں غربت میں موجود خوشیاں وطن کی
یہ ہیں اہل مغرب[12] کے برکت قدم کی

مریضوں کے حق میں بنیں ابن مریم
ہر اک بیکس افتادہ[1] کو آ سنبھالا
ہر اک طور سے ہو گیا بول بالا
پھرا دن انہیں سے ہندوستاں کا
خطرناک اونچے پہاڑ اور پہاڑی
جہاں کٹتی تھی مال داروں کی گاڑی
بنیں اُن کی کوشش سے آرام گاہیں
سمندر میں ہر سمت طوفاں بپا تھا
بہت جو کھوں میں تھا پڑا جن سے بیڑا
دھڑلے[4] سے عالم گزرتا ہے واں پہ
بہت جس سے عالم کو ہے استفادہ[7]
ہم آرام پاتے ہیں حد سے زیادہ
ہمیں چھاؤں ہے ٹھنڈی ٹھنڈی میسر
میسر ہیں سامان سارے سفر کے
اڑیں جس طرح چاہیں بال و پر کے
ہیں جنگل میں چلتی ہوائیں چمن کی
کھلی[5] آج ہیں جو زبانیں قلم کی

---

[1] گرے ہوئے یعنی عاجز و درماندہ - [2] ہمالیہ پہاڑ - [3] مشہور - خطرے - [4] بے کھٹکے - [5] کھلی ہوئی - [6] فراخ - [7] فائدہ حاصل ہوتا ہے - [8] پیدل - [9] درخت - پیڑ - [10] دونوں طرف - [11] تری اور خشکی - [12] یعنی انگریز

پہنچتی ہے تم کو خبر دمبدم کی
کوئی نغمہ سنج اور کوئی نوحہ خواں ہے
جدا تم سے گر ہیں عزیز و یگانے
ہر اک شہر و قصبے میں ہیں ڈاک خانے
ہر اک جا کی خبریں منگا سکتے ہو تم
شفاخانے ڈسپنسری لاتعد ہے
مجرب دوا ڈاکٹر مستند ہے
پلستر سے ہوتی ہے راحت جلن میں
تجارت کی راہیں کھلی ہیں ہر اِسُو
ہر اک جا سے آتی ہیں چیزیں برابر
بیاباں، صحرا، سمندر، جزیرے
ہیں اسبابِ تعلیم ہر جا مہیا
پڑھو ہر طرف علم آب و ہوا کا
مدارس کے زینوں پہ لاکھوں چڑھے ہیں

عدن کی ختن کی عرب کی عجم کی
زمانے کا احوال اب اعیاں ہے
تو معلوم ہیں ان کے سارے ٹھکانے
قصے تو ہوئے اب وہ اگلے زمانے
اور احوال اپنا سنا سکتے ہو تم
جہاں جان جاتوں کی ہوتی مدد ہے
ہر اک کا جدا ہے کی ایک ایک مد ہے
بھر آتا ہے انگور زخم کہن میں
بھرے ہیں تجارت کی کشتی سے بندر
ہیں جنگل میں اسباب سارے میسر
ہیں سوداگری کے ہر اک جا ذخیرے
درِ علم و فن ہیں جہاں دیکھو تم وا
ریاضی کا، ہیئت کا، جغرافیہ کا
بڑے کالجوں کے ہزاروں پڑھے ہیں

---

١ خوشی سے گانے والے - ٢ فریاد کناں - واویلا کرنے والے - ٣ ظاہر - کھلا ہوا - ٤ چل دیئے (عبرت) سمجھا گئے - ٥ دواخانہ - ٦ بے شمار - ان گنت - ٧ جن کی جان جاتی ہو - ٨ آزمائے ہوئے - ٩ بھروسے کے - ١٠ اصل لفظ پلسٹر انگریزی کا ہے - مگر اردو میں بجائے ب کے پ سے بولتے ہیں - ١١ سوزش - ١٢ بھر آتا زخم - ١٣ بندرگاہ سمندر کا کنارہ جہاں جہاز آکر لنگر ڈالتے ہیں - ١٤ کھلے ہوئے - ١٢

## حالِ استقبال

یہ موجودہ طریقے راہیِ ملکِ عدم ہوں گے
نئی تہذیب ہوگی اور نئے ساماں بہم[1] ہوں گے

نئے عنواں سے زینت دکھائیں گے حسیں اپنی
نہ ایسا پیچ زلفوں میں نہ گیسو میں یہ خم ہوں گے

نہ خاتونوں[2] میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجبِ[3] روئے صنم ہوں گے

بدل جائے گا اندازِ طبائع دورِ گردوں[4] سے
نئی صورت کی خوشیاں اور نئے اسبابِ غم ہوں گے

ہماری اصطلاحوں[5] سے زباں ناآشنا[6] ہوگی
لغاتِ مغربی[7] بازار کی بھاکا[8] سے ضم[9] ہوں گے

بدل جائے گا معیارِ شرافت[10] چشمِ دنیا میں
زیادہ تھے جو اپنے زعم میں وہ سب سے کم ہوں گے

گزشتہ عظمتوں[11] کے تذکرے بھی رہ نہ جائیں گے
کتابوں ہی میں دفن افسانۂ جاہ و حشم[11] ہوں گے

کسی کو اس تغیر[12] کا نہ حس[13] ہوگا نہ غم ہوگا
ہوئے جس ساز[14] سے پیدا اسی کے زیر و بم[15] ہوں گے

تمہیں اس انقلابِ دہر[16] کا کیا غم ہے اے اکبر
بہت نزدیک ہیں وہ دن کہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

## غمِ ملت

وہ ہوا نہ رہی وہ چمن نہ رہا وہ گلی نہ رہی وہ حسیں نہ رہے
وہ فلک نہ رہا وہ سماں نہ رہا وہ مکاں نہ رہے وہ مکیں[17] نہ رہے

نہ گلوں میں گلوں کی سی بو وہ رہی نہ عزیزوں میں لطف کی خو[18] وہ رہی
نہ حسینوں میں رنگِ وفا وہ رہا کہیں اور کی کیا وہ ہمیں نہ رہے

---

[1] فراہم۔ جمع۔ اکٹھے [2] عورتوں [3] روکنے والے یعنی نہ اس طرح گھونگٹوں سے منہ چھپائیں گی [4] زمانے کی گردش سے [5] قواعد [6] ناواقف [7] انگریزی الفاظ [8] ٹھیٹ ہندی [9] مل جائیں گے [10] شرافت کی پرکھ۔ جانچ۔ تول [11] شان و شوکت [12] رد و بدل [13] معلوم بھی نہ ہوگا نہ اثر ہوگا [14] باجے [15] باجے کے سروں کی اونچ نیچ۔ اتار چڑھاؤ [16] زمانے کی رد و بدل [17] مکان میں رہنے والے [18] عادت۔ خصلت

۱۲

نہ وہ آن رہی نہ اُمنگ رہی، نہ وہ رِندی و زُہد کی جنگ رہی
سوئے قبلہ نگاہوں کے رُخ نہ رہے درِ دیر پہ نقشِ جبیں نہ رہے

نہ وہ جام رہے نہ وہ مست رہے نہ فدائیِ اہلِ الست رہے
وہ طریقۂ کارِ جہاں نہ رہا، وہ مشاغلِ رونقِ دیں نہ رہے

ہمیں لاکھ زمانہ لُبھائے تو کیا نئے رنگ جو چرخ دکھائے تو کیا
یہ محال ہے اہلِ وفا کے لیئے، غمِ ملّت و الفتِ دیں نہ رہے

(حضرت اکبر الہ آبادی)

## اتفاق کی برکت

اک روز اک کا ہندسہ کرنے لگا بڑائی
دس نے کہا کہ کیوں ہے مغرور اتنا بھائی
میں بھی تو یوں صفر کو پہلو میں اُس کے بٹھاتا
گویا صفر کے دم سے روشن ہوئی خدائی
تو دیکھ گو صفر کی مقدار کچھ نہیں ہے
پھر بھی خدا نے اُس کی کچ قدر ہے بڑھائی
ہندسہ وہ دس گنا ہے مل کر جو پاس بیٹھے
دس بھائیوں میں اس نے عزت بڑی بڑھائی
تو نے کہا کہ مفرد ہندسوں میں میں بڑا ہوں
چھوٹا ہے ایک لیکن کی اس نے جگ ہنسائی
دو ایک پاس بیٹھیں ہو جائیں وہ گیارہ
مل بیٹھنے میں دیکھی ہر ایک کی بڑائی

### نتیجہ

کرتے ہیں جو تواضع اُن کا بڑا ہے رتبہ
جس طرح سے صفر سے اک کو ملی بڑائی

---

آزادی۔ پرہیزگاری۔ قبلے کی طرف۔ مندروں کے دروازے پر۔ پیشانی کے رگڑنے کے نشان۔ یہ اشارہ ہے اُس عہد کی طرف جو اللہ نے پیدا کرتے وقت اپنے پروردگار ہونے کا لیا تھا۔ دین کا غم۔ دین کی محبت۔ صفر اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں لیکن جب ایک کے ہندسے سے مل جاتا ہے تو دس گونی اُس کی قوت ہو جاتی ہے یعنی دس ہو جاتا ہے [illegible] طرح ایک

دکھایا [illegible] ایک [illegible] دو ایک پہلو بہ پہلو بیٹھیں تو گیارہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے اتفاق کی قوت ثابت [illegible]

پہلو میں جب بڑوں نے چھوٹوں کو ہی بٹھایا　　تنہا بڑوں سے اُن کو عزت ہی ہاتھ آئی
سب اتفاق کے ہیں عالم میں یہ کرشمے　　امّی[1] لقب نے اس کی تعلیم ہی سکھائی

(عبدالرحیم صاحب بسمل)

## اچھّی سمجھ

دنیا ہے جب فنا تو فنا ہی سمجھ اُسے
پی جامِ مرگ و آبِ بقا ہی سمجھ اُسے

جو کچھ یہاں بنا ہے، رہے گا وہ سب نہیں　　پھر لیوے یا نہ لیوے نیا ہی سمجھ اُسے
جو کچھ زمیں کے نیچے ہے سب گردِ باد[2] ہے　　پھر جو ہوس ہو دل میں ہوا ہی سمجھ اُسے
مہماں سرائے دہر[3] ہو جب منزلِ فنا　　پھر جو محل سرا ہے سرا ہی سمجھ اُسے
ہے ہر شفا کا جب مرض الموت ختمِ کار　　پھر دے رضا قضا پہ شفا ہی سمجھ اُسے
بزمِ فنا[4] میں کچھ نہیں جز نغمۂ فنا　　جو کچھ نہیں سنا ہے سنا ہی سمجھ اُسے
آزاد نے قدم نہ رکھا قیدِ حرص میں　　سچ ہے کہ دی خدا نے ہی کیا ہی سمجھ اُسے

(مولوی محمد حسین آزاد)

## ناقدردانی

کہیں اک لعل کیچڑ میں پڑا تھا
نہ قامت بلکہ قیمت میں بڑا تھا

کوئی دہقاں[5] اُٹھا کر لے گیا گھر　　وہ کیا جانے یہ پتھر ہے کہ جوہر
نیا تحفہ جو بچے کو دکھایا　　اہا ہا ہا! کھلونا ہم نے پایا
ہوئی جب لعل کی واں یہ مدارات　　تو بولا حسرتا[6]! ہیہات[7]! ہیہات!!!

---

[1] حضرت محمد صلعم کو علمِ ظاہری نہ تھا یعنی آپ پڑھے لکھے نہ تھے امّی کے یہی معنی ہیں۔
[2] بگولا۔ [3] زمانہ۔ [4] فنا کی مجلس۔ [5] گنوار۔ [6] وائے افسوس!۔ [7] افسوس۔ ۱۲

نہیں اس گھر میں میری قدر ممکن
کہ اندھوں کے لیئے کیا رات کیا دن

اگر پاتا مجھے کوئی نظر باز
تو کرتا اپنی قسمت پر وہ سو ناز

جو لے جاتا مجھے تا در گہ شاہ
تو مالا مال ہوتا حسبِ دل خواہ

اری ناقدر دانی تجھ پہ لعنت
کہ ہے تجھ کو مساوی نور و ظلمت

سمجھ لیتی ہے عیبوں کو ہنر تو
ہنر کی توڑ دیتی ہے کمر تو

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً تیری نالائق جفا سے

کہ ہے اندھے کی لاٹھی تیری بیداد
جہاں میں داد ہے جس کی نہ فریاد

(مولوی محمد اسمٰعیل)

## پیامِ دوست

کل خوابِ گراں جو مجھ پہ آئی
اک صورتِ پاک دی دکھائی

چہرے پہ برس رہے تھے انوار
بُشرے پہ جلالِ بادشاہی

سر پہ تھی کلاہ خسروانہ
عطر اور عبیر میں بسائی

تھی اُس کی رضا میں ہوئے رضواں
تھا پیرہن اُس کا سبز کائی

تھی ریش دراز پیرہن پہ
یا قلۂ کوہ پہ برف چھائی

قامت تھا کہ شاخِ نخلِ طوبیٰ
صورت تھی کہ شانِ کبریائی

تھی آنکھ ستارۂ ہدایت
ماتھا مہتاب ہمائی

القصہ تھی طرفہ اُس کی داد
جو دید و شنید میں نہ آئی

فرمایا مجھے گلے لگا کر
اے کشتۂ خنجر جدائی

برابر - پوشاک - قد - جنت کا درخت - نہ دیکھی نہ سُنی - ۱۲

ڈھونڈو کہیں جا کے بزمِ مستاں | مے جس کی ہے موت نے لنڈھائی
گر تجھ کو کہیں کبھی شش جہت میں | وہ بزمِ فسردہ دے دکھائی
اوّل کہیو سلام میرا | پھر دیجیو یہ پیام میرا
دیرینہ حریف کا فسانہ | اے ہم نفساں نہ بھول جانا
تھی جس کی لگائی پود میں نے | اس بیل کو تم منڈھے چڑھانا
ہے فرض اطاعتِ اولی الامر | اس رمز کو دل سے مت بھلانا
کرنا نہیں دہر سے لڑائی | پھرنا جس رخ پھرے زمانا
ہے بغض و حسد غضب خدا کا | خرمن میں یہ آگ مت لگانا
دشوار گزار ہے یہ منزل | بے قافلہ گام مت اٹھانا
جو فیصلہ ہو مجارٹی کا | فرمانِ قضا اسے بنانا
ہو قوم کا اعتماد جس پر | اس کو سر و چشم پر بٹھانا
روٹھے مری بزم کے منانا | بگڑی ہی مری قوم کی بنانا
یاروں کو تھا گر ملال مجھ سے | اس کو مرے ساتھ ہی دبانا
کہنا مری بزم میں خدارا | حیوا یا ایہا السکارا
اے مونس و ہمدمِ یگانہ | اے مہدی محسنِ زمانا
دل میں رہے درد کی وہی چاٹ | لب پر رہے قوم کا ترانا
وہ میری صدائے اطلبوا العلم | ہر خورد و بزرگ کو سنانا

۱ کسی طرف ۔ ۲ وہ رنجیدہ مجلس ۔ ۳ پرانے ساتھی ۔ ۴ پرورش کرنا ۔ ۵ پار لگانا ۔ ۶ حاکموں کی تابعداری فرض ہے ۔ ۷ سنجیدہ ۔ ۸ زمانے ۔ کثرت رائے ۔ ۹ اے مستو الو جاگو ۔ ۱۰ مولوی مہدی علی خاں المخاطب بہ نواب محسن الملک ۔ ۱۱ علم حاصل کرو ۔ ۱۲ چھوٹے بڑے ۔ ۱۲

اے کرم اکا سۂ[1] گدائی ہر شہر و دیار میں پھرانا
اے فخرِ زماں نذیرِ[2] دہلی اُمت کو عذاب سے ڈرانا
ہے تیری زباں میں جوہرِ تیغ اس سیف[3] کو زنگ مت لگانا
حالی[4] نہ ہو تجھ سے بزم خالی وہ نغمۂ دردگائے جانا
ہیں تیرے شرشکِ[5] سیلِ رحمت یہ مزرعِ[6] قوم پر بہانا
اے زائرِ مکّہ و مدینہ کعبہ در قوم کو بنانا
اقبالِ گزشتہ کا مرقّع شبلی[7] کوئی بزم کو دکھانا

برہم ہوئی گرچہ بزمِ ساقی چرچے رہے مے کشوں میں باقی
کہنا جا کے مرے چمن میں اُس لالہ و گل کی انجمن میں
اے دشتِ امید کے غزالو[8] ہے تم سے بہار کچھ ختن[9] میں
تم پھول ہو کشتِ[10] آرزو کے تم جان ہو قوم کے بدن میں
ہر لحظہ ہے چشم دل تمہیں پر ہے گرچہ بدن نہاں[11] کفن میں
نہ بھولے کاسۂ گدائی پنجاب میں ہند میں دکن میں
پہلی منزل قیام کرنا اِن زندہ دلوں کے تم وطن میں
تھا جن کے دلوں پہ خود بسیرا یا عکسِ[12] سہیل[13] تھا یمن[14] میں

[1] بھیک کا پیالہ [2] شمس العلماء خان بہادر ڈاکٹر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی۔ ایل ایل ڈی اوّل [3] تلوار [4] شمس العلماء مولوی خواجہ الطاف حسین صاحب [5] تیرے آنسو رحمت کا طوفان ہیں [6] قوم کی کھیتی [7] شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی [8] ہرن [9] ملک کا نام ہے [10] امید کی کھیتی [11] چھپا ہوا [12] پرچھائیں [13] ایک تارے کا نام ہے [14] ملک کا نام ہے

ہے قوم کا اُن کے سر میں سودا ہے جنبش درد اُن کے تن میں

آتی ہے کچھ اُن سے بوئے اسلام صورت سیرت میں سادہ پن میں

ہے فتح و ظفر کی اُن سے اُمید برکت ہے انھیں سے انجمن میں

سوکھی کھیتی کو دے گا پانی پنجاب سے آبِ زندگانی

([illegible])

## دولتِ علم و عمل

اے عزیزو! کہ ہو تم زیبِ صفِ علم و ہنر
اک کہانی مجھے کہنی ہے اجازت ہو اگر

دمبدم عالمِ دنیا میں بڑی دھوم کے ساتھ کوچ کرتا ہوا آتا ہے خدائی لشکر

جابجا آکے وہ کرتا ہے تصرف اپنا کاخِ[1] شاہانہ ہو کھپریل ہو یا ہو چھپّر

چپکے چپکے وہ کیا کرتا ہے اپنا حملہ ظاہرا ہاتھ میں بندوق نہ خنجر نہ تبر[2]

ایک فن لشکرِ سابق کو وہ دیتا ہے شکست یعنی اس ملک سے کر دیتا ہے بالکل باہر

روک تھام ایسے لٹیروں کی ہے اک امرِ محال جس کو دیکھو وہ سمجھتا ہے اُنھیں لختِ جگر

تازہ مہمان ہو وارد تو سناتے ہیں خوشی لشکری پہلے سے جو ہیں طے کر کے سفر

آنے والے کا عجب حال ہے اک مضغۂ گوشت[3] اپنے ہر کام میں اغیار کا ہے دستِ نگر

تن پہ کپڑا ہے نہ ساتھ اُس کے ہے سامانِ رسد چھولداری ہے نہ ڈیرا نہ بغل میں بستر

لیکن آتے ہی وہ پاتا ہے مہیّا ہر چیز خانہ و خادم و احباب و عنایت گستر

آسماں ایسا بلند اور زمیں ایسی فراخ[4] خاک و باد آب و ہوا روشنی شمس و قمر

سر بسر روئے زمیں مائدۂ[5] آب و طعام سر بسر بطنِ زمیں معدنِ[6] لعل و گوہر

۱ محل ۔ ۲ کلھاڑی ۔ ۳ لوتھڑا ۔ ۴ وسیع ۔ ۵ دسترخوان ۔ ۶ کان ۔ ۱۲

یوں تو ہر چیز کی افراط ہی پر شرط ہی یہ
نہ ملے کچھ بھی اُسے جو نہ بنے غارت گر

ہر سپاہی کو ہی سرکار سے یاں لوٹ معاف
سب کی ہوتی ہی اسی مال غنیمت پہ بسر

پہلے حملے میں وہ کرتا ہی ہوا کو تسخیر[1]
پھینکتا ہی اُسے ہر سانس میں اندر باہر

دوسرے حملے میں کرتا ہی خوراک اپنی تلاش
چوستا ہی لب نازک سے وہ شیرِ مادر

بعد ازاں لقمہ چبانے کی ہی ورزش لازم
تا قوی جثّہ بنے عمدہ غذائیں کھا کر

تیسرے حملے میں کرتا ہی وہ مشقِ رفتار
گھر کی انگنائی میں پھرتا ہی ادھر اور اُدھر

کبھی گرتا کبھی اُٹھتا کبھی چوٹیں کھاتا
تجربہ دل سے مٹا دیتا ہی سب خوف و خطر

دیکھتا بھالتا ہی فرقِ خواصِ اشیا
گھر کی جغرافیہ دانی بھی ہی منظورِ نظر

پے بہ پے[2] راہِ ترقی میں بڑھاتا ہی قدم
شہر و بازار و عمارات سے کرتا ہی گزر

ہر نئی شکل کا نظارہ ہی اک تازہ سبق
جو نئی بات پڑی کان میں ہی تازہ خبر

چھوٹی باتوں کو بھی رکھتا ہی بڑے شوق سے یاد
ہی یہی اُس کے لیے فنِ تواریخ و سیر

ہر گھڑی کرتا ہی وہ ایک نیا باب شروع
سامنے اُس کے کھلی ہی یہ خدائی ریڈر

ایسی ریڈر کہ نہ الفاظ ہیں جس میں نہ حروف
صرف تصویریں ہی تصویریں ہیں جس کے اندر

کوئی ہل جوتنے والا ہو کہ علامۂ عصر[3]
ہر زمانے میں بنی ہی یہی سب کی رہبر

اس میں صنّاع نے کھینچیں ہیں عجب تصویریں
جن کے پردے میں مطالب ہیں ہزاروں مضمر[4]

جبکہ اس لوٹ سے کرتا ہی ذخیرہ کچھ کچھ
عقل کہتی ہی نہ رکھ لوٹ میں زنہار کسر

جو ذخیرے کہ یہاں چھوڑ گئے ہیں اسلاف
اُن کو لا قبضے میں اپنے کہ ہی میراثِ پدر

اب وہ اک قلعہ پہ کرتا ہی چڑھائی ہر روز
سج کے ہتیار نکلتا ہی وہ رعنا[5] پیکر

---

۱ اپنے قابو میں - ۲ برابر - ۳ اپنے زمانے کے بڑے عالم - ۴ پوشیدہ - چھپے ہو - ۵ خوب صورت ۱۲

پیچ اسکول کی ہے مورچہ پہلا اُس کا — پینسل اُس کی ہے شمشیر سلیٹ اُس کی سپر

دوسرا مورچہ کالج کا ہے اعلیٰ تعلیم — جس سے کچھ ہوتے ہیں مکشوف امورِ نیچر

پھر ریاضی و طبیعی کے کھلے کچھ اسرار — ہوئے معلوم کواکب کے مدار و محور

یا فنونِ ادبیہ میں کیا کسبِ کمال — خوب میدانِ فصاحت میں لگائے چکر

یا کیا نظم و سیاست میں توغل پیدا — یا پڑھا فلسفہ اور عقل کے گھوڑے شہپر

کیا یہی حاصلِ اوقات ہے سرمایۂ ناز؟ — کیا یہی علم ہے انسان کا اصلی زیور؟

سُنیے مہنگِ الٰہی ہم اسے کہتے ہیں — لوٹ سے سیر نہ ہوا اور کبھی گھوڑے نہ کمر

دولتِ علم و عمل کو وہ غنیمت جانے — حملے کرتا ہی رہے صورتِ ترکانِ تتر

اور اخلاق بھی ہوں فخر کے شایاں دل کے — ورنہ بے اس کے نکمے ہیں دماغی جوہر

بات جب ہے کہ بنو آپ معلّم اپنے — اپنے ہی خُم سے بھرو اپنا سبو اور ساغر

فخر کی بات نہیں کہ ہے اب تک موجود — جمن اور گنگ کے سنگم پہ بنائے اکبر

کوئی فیضی و ابو الفضل تو دکھلائے گا — یا یہی اگلے زمانے کے مبارک پتھر

خالی کرنے کو ہیں سیٹ اپنی کہن سال بزرگ — بس کہ دنیا میں نہیں اس کسی کو بھی مفر

تم کو موقع ہے کہ پھر زندہ کرو قوم کا نام — بننے والے ہو تمھیں قوم کے اعلیٰ ممبر

شاملِ حال رہے فضلِ الٰہی ہر آن — تم سلامت رہو تادیر باقبال و ظفر

(مولوی محمد اسمٰعیل)

ظاہر - کھلنا - بھید - ستارے - جگر کھانے کی جگہ - جڑ جس پر تارے گھومتے ہیں - غلو - بڑا ملکہ - مشق - تاتاری ترک - مٹکے گھڑا - پیالہ - جہاں دو دریا ملتے ہوں - جگہ - بڈھے - چھٹکارا - ۱۲

## وقتِ سحر

تاریکی شب کافور ہوئی
دنیا ساری پرنور ہوئی

ہوش آیا سستی دور ہوئی ۔ قدرت جاگی مسرور ہوئی ۔ سورج نکلا سورج نکلا

جو سوتے تھے بیدار ہوئے ۔ جو غافل تھے ہشیار ہوئے
کام اپنے کو طیار ہوئے ۔ سب مصروفِ پیکار ہوئے
سورج نکلا الخ

سن نغمہ کویل تیتر کا ۔ اور مور پپیہے جھینگر کا
کچھ نام بھجن کر ایشر کا ۔ کچھ سمرن رشی پیمبر کا
سورج نکلا الخ

بچوں سے پہلے ماں جاگی ۔ گھر دھندے میں مصروف ہوئی
تب بچوں کی بھی آنکھ کھلی ۔ چلائے جلدی دے روٹی
سورج نکلا الخ

لڑتے ہیں شور مچاتے ہیں ۔ غصے کی آنکھ دکھاتے ہیں
گہہ گھرکی سے دھمکاتے ہیں ۔ گہہ روٹھتے گہہ چلاتے ہیں
سورج نکلا الخ

سپنے میں کہنا تھا کھاگا ۔ اتنے میں بول اٹھا کاگا
تب لڑکا جلدی سے بھاگا ۔ جزدان بغل میں لے بھاگا
سورج نکلا الخ

جو چور اچکے ڈاکو تھے ۔ اور لوگ ہراساں تھے جن سے
دن چڑھتے ہی وہ بھاگ گئے ۔ اور ڈرتے ڈرتے یوں بولے
سورج نکلا الخ

جو رات چمکتے تارے تھے ۔ کچھ تارے کچھ سیارے تھے
تاریکی میں اجیارے تھے ۔ شب گزری غائب سارے تھے
سورج نکلا الخ (مہاشہ سدرشن)

۱ خوش ۲ جاگے ۳ کاروبار ۴ خدا کے نام کا وظیفہ کرے ۵ وظیفہ ۶ بزرگ مقدس شخص ۷ کبھی ۸ خواب ۹ گھبرائے ہوئے ۱۰ وہ تارے جو گردش کرتے ہیں ۱۱ چمکدار ۱۲

## رات

گیا دن ہوئی شام آئی ہے رات ٭ خدا نے عجب شے بنائی ہے رات!

نہ ہو رات تو دن کی پہچان کیا　　اُٹھائے مزا دن کا انسان کیا!
ہوئی رات خلقت چھٹی کام سے　　خموشی سی چھائی سرِ شام سے
لگے ہونے اب ہاٹ[1] بازار[2] بند　　زمانے کے سب کار اور بار بند
مسافر نے دن بھر کیا ہے سفر　　سرِ شام منزل پہ کھولی کمر
درختوں کے پتے بھی چپ ہو گئے　　ہوا رک گئی پیڑ بھی سو گئے
اندھیرا اُجالے پہ غالب ہوا　　ہر اک شخص راحت کا طالب ہوا
کسان اب چلا کھیت کو چھوڑ کر　　کہ گھر میں کرے رات اپنی بسر
تھپک کر سُلایا اُسے نیند نے　　تردد بھلایا اُسے نیند نے
کہاں چین یہ بادشا کو نصیب!　　کہ بے غمی سے ہیں سوتے غریب

(مولوی محمد اسمٰعیل)

## ہاں بڑھے چلو

اقبال اک برس جو مرا تاجِ سر ہوا
شملے میں مجھ کو موسمِ سرما بسر ہوا

جاڑے[3] کے مارے چلتے ہوئے پانی تھم گئے　　اور جو جمے ہوئے تھے وہ یخ ہو کے جم گئے
دامانِ کوہسار میں سورج بھی لیٹ کر　　دبکا لحاف برف میں منہ کو لپیٹ کر
پتے تھے آکے جاڑے نے سب دور کر دیئے　　اور تھے درخت برف نے بلّور کر دیئے
اک رات بیٹھے بیٹھے جو میں تنگ آ گیا　　گھر سے نکل کے سوئے بیاباں چلا گیا
دیکھا کہ دوڑا جاتا ہے اک تازہ نوجواں　　ہمت کا ہاتھ میں ہے اٹھائے ہوئے نشاں

---

۱۔ چپ چاپ　۲۔ (ہندی) بازار　۳۔ جاڑا۔ ۱۲

ہے اُس پہ روشنی سے لکھا "ہاں بڑھے چلو"

ہمت کا اُس کی حال میں کچھ کر بتاؤں کیا  
کاغذ کے کوزے میں کہو دریا کو لاؤں کیا

جاتا تھا نوجوان عجب آن بان[1] سے  
پیدا شکوہ شان تھی اُس کے نشان سے

چلتا قدم اُٹھائے تھا اور سر جھکائے تھا  
گویا خروش و جوش کو سر میں دبائے تھا

کیا جانے فکر مند تھا، یا کیا ملال تھا  
تیور بدل گئے تھے کچھ ایسا خیال تھا

سینے میں نعرہ بند تھا منہ میں نہ تھی صدا  
لیکن خموشی اُس کی بہ آواز کرّنا[2]

دیتی تھی ہر قدم پہ صدا "ہاں بڑھے چلو"

وہ آگے آگے جاتا تھا میں ساتھ ساتھ تھا  
دامن بچا اُس کے شوق کا اور میرا ہاتھ تھا

جو آگے کچھ سیاہی شب راہ پر پڑی  
آبادی ایک شہر کی ہم کو نظر پڑی

خوش حال گھر اور اُس میں خوشی بولتی ہوئی  
باتیں کہ غم سے دل کی گرہ کھولتی ہوئی

گھر گھر اُجالے تھے سر دیوار سامنے  
دروازوں سے چراغ نمودار سامنے

تھے ہر طرف جو راحت کے سامان پکارتے  
تارے بھی اک کنارے سے تھے اُنہیں پکارتے

آرام کہہ رہا تھا کہ آگے نہ جا نہ جا  
اور میں بھی کہہ رہا تھا کہ بیچ بیچ بجا بجا

سمجھانے والے سب یوں ہی سمجھا کے رہ گئے  
اتنا بھی وہ نہ سمجھے کہ میں کیا یہ کہہ رہے

چپکے سے گر کہا تو کہا "ہاں بڑھے چلو"

پھیرا تھا منہ ابھی نہ شب تیرہ فام[3] نے  
اک پیر مرد تجربہ کار آیا سامنے

پیری کی برف نے تھا اُسے تن بدن دیا  
موئے سفید نے نمدی[4] پیرہن دیا

بولا کہ اے جوان عجب کالی رات ہے  
اور وقت وہ کہ رات ہے یا حق کی ذات ہے

---

۱ شان۔ وضع قطع ۲ بگل کی شکل کا باجا جو پھونکنے سے بجتا ہے ۳ اندھیری رات ۴ نمدے کی طرح کی پوشاک ۔۔ ۱۲

سنسان جنگل اور یہ درختوں کی سائیں سائیں
چاروں طرف پہاڑ ہیں ہیں دوڑتی بلائیں

طوفانِ برف سر پہ کھڑا ہے تُلا ہوا
ہے یہ درہ کہ موت کا منہ ہے کُھلا ہوا

مانا کہ لطف و عیش و طرب پر نظر نہیں
جانا کہاں ہے جان کا بھی تجھ کو ڈر نہیں

یہ سُن کے نِکلا شعلہ دلِ نوجوان سے
گویا ستارہ ٹوٹ پڑا آسمان سے

اور اُس نے دی کڑک کے صدا "ہاں بڑھے چلو"

تھی رات رنگ ابھی رخِ عالم پہ پھیرتی
گہ مشک اُڑاتی تھی گہے عنبر بکھیرتی

کیا جانے نجم نکل کے کدھر کو گئے
دیکھا کہ جاڑ زور سے اپنے اُتر گئے

موسم بھی معتدل ہے ہوا بھی لہک گئی
خوشبو کا حال یہ ہے کہ دنیا مہک گئی

اور جانور ہیں رات کے آواز دے رہے
مل جل کے ساتھ جیسے ہوں مساز دے رہے

پانی کی ہیں پہاڑ سے آوازیں آ رہیں
جوں زیر و بم کی دو رہیں سُر ملا رہیں

ناگاہ آئی ایک پری زاد سامنے
کی رمز گل سے بلبلِ رنگیں کلام نے

جاتے ہو ایسے وقت میں کس کام کے لیے
آرام کیجے رات ہے آرام کے لیے

دیکھا پری کو اُس نے مگر چشمِ ناز سے
اور پاس ہو کے نکلا عجب سوز و ساز سے

پھر اتنا مسکرا کے کہا "ہاں بڑھے چلو"

ناگہ فلک کا دامنِ شب چاک ہو گیا
لبریز نور سے طبقِ خاک ہو گیا

منہ رات کا جو صبح کے آنے سے فق ہوا
گلگونہ ملے کے سامنے رنگِ شفق ہوا

رخ پہ سحر کے شان تھی نور و ظہور کی
چاروں طرف وہ زمزمہ خوانی طیور کی

---

خوشبو – کیفیت – چھیڑ – ورد – دایاں بایاں – زیر ہلکی آواز بم بھاری آواز – اتفاقاً یکایک
یعنی صبح ہو گئی – دنیا – غازہ – اُبٹن – پرندوں کا چہچہانا – ۱۲

وہ گھری سبزیوں میں گلِ تر کی لالیاں　　اور اوس سے بھری ہوئی پھولوں کی پیالیاں
وہ صبح کی ہوا سے درختوں کا جھومنا　　اور جھوم جھوم کے وہ رخِ گل کو چومنا
سبزی جو روئے خاک پہ مخمل بچھا گئی　　شبنم بھی آ کے رات کو موتی لٹا گئی
پانی وہ صاف صاف جو بل کھا رہے تھے　　پارے کے سانپ گھاس میں لہرا رہے تھے
سورج نے سر نکالا نکالا یک پہاڑ پر　　بولا جوان شیر کی صورت دھاڑ کر

"آرام کی نہیں ہے یہ جا" "ہاں بڑھے چلو"

تبدیل جب کہ دھوپ سے رنگِ سحر ہوا　　اک مدرسے کے آگے سے اُس کا گزر ہوا
تھا پاس اک خرابۂ مسجد پڑا ہوا　　مُلّا تھا اُس میں بر سرِ منبر چڑھا ہوا
تھا ہر طرف کو دامنِ تقریر کھینچتا　　اور دوزخ و بہشت کی تصویر کھینچتا
حور و قصور پر تھا دلوں کو ابھارتا　　دوزخ دکھا کے خلقِ خدا کو ڈرا رہا
تھے لوگ اُس کی باتوں پہ مدہوش ہو رہے　　اور معتقد تھے سب ہمہ تن گوش ہو رہے
دیکھا جو نوجوان کو اس مردِ پیر نے　　اپنی لکیر پیٹی پرانی فقیر نے
یعنی کہ آؤ خلد کا نقشہ دکھائیں ہم　　بیٹھو کہ تم کو عرش کے اوپر اڑائیں ہم
بولا جوان کہ اب وہ زمانے گزر گئے　　وہ وقت ہو چکا وہ فسانے گزر گئے

اور سب سے پھر اشارہ کیا "ہاں بڑھے چلو"

مُلکِ فنا اگرچہ بہت بے ثبات ہے　　بے پا و بے مدار ہر اک اُس کی بات ہے
لیکن بجا کہا جو کسی نے کہا ہے یہ　　ہمت کے معرکوں کے لیے خوب جا ہے یہ

۱ کھنڈر ۔ ۲ محلات ۔ ۳ خوب توجہ سے کان لگا کر سن رہے تھے ۔ ۴ محاورہ ہے "لکیر کے فقیر" یعنی پرانی روش پر چلنا ۔ ۵ جس کے سر نہیں ۔ ۶ بے ٹھور ٹھکانے ۔ ۱۲

پھر دیکھتا جو ہوں تو یہاں طرفہ[1] حال ہے ٭ مطلق نہیں ادھر کوئی کرتا خیال ہے

دن رات ہے امیروں کو آرام سے غرض ٭ ساقی سے مدعا ہے و یا جام سے غرض

باقی فلک زدوں[2] کا تو پھر کیا ٹھکانا ہے ٭ افلاس اُن کے واسطے پہلا بہانہ ہے

اور جو کہ رکھتے ہمت و غیرت سے کام ہیں ٭ محنت سے پیٹ پال رہے صبح و شام ہیں

لڑکے وظیفوں پر ہیں سبق یاد کر رہے ٭ تنخواہوں پہ ہیں محنتیں اُستاد کر رہے

پھرتے فقیر مانگتے در در ہیں صبح و شام ٭ کہتے ہیں بار بار کہ دے جا خدا کے نام

آزاد کی یہی ہے صدا " ہاں بڑھے چلو "

(شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد)

## فقیر کی صدا

گر قوم کی خدمت کرتا ہے ٭ احسان تو کس پہ دھرتا ہے

کیوں غیروں کا دم بھرتا ہے ٭ کیوں خوف کے مارے مرتا ہے

اس ہاٹ[3] کا یہ ہی پڑتا[4] ہے ٭ کچھ گانٹھ[5] سے دے جب ترتا[6] ہے

اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے ٭ پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

جو عمر میں مفت گنوائے گا ٭ وہ آخر کو پچھتائے گا

کچھ بیٹھے ہاتھ نہ آئے گا ٭ جو ڈھونڈے گا وہ پائے گا

تو کب تک دیر لگائے گا ٭ یہ وقت بھی آخر جائے گا

اُٹھ باندھ کمر

جو موقع پاکر کھوئے گا ٭ وہ اشکوں[7] سے منہ دھوئے گا

جو سوئے گا وہ روئے گا ٭ اور کاٹے گا جو بوئے گا

---

۱ عجیب ۲ مصیبت زدوں ۳ بازار - نگری ۴ اہال پہتور ۵ گرہ - ۶ پار لگتا ہے - کامیاب ہوتا ہے ۷ آنسوؤں - ۱۲

تو غافل کب تک سوئے گا — جو ہونا ہوگا ہوئے گا

اٹھ باندھ کمر الخ

اب دنیا کا وہ رنگ نہیں — وہ طرزِ صلح وہ جنگ نہیں

اغیار کا تو پاسنگ نہیں — کچھ تجھ کو شرم و ننگ نہیں

گو تاج نہیں اورنگ نہیں — ہر ملک خدا کا تنگ نہیں

اٹھ باندھ کمر الخ

یہ دنیا آخر فانی ہے — اور جان بھی اک دن جانی ہے

پھر تجھ کو کیوں حیرانی ہے — کر ڈال جو دل میں ٹھانی ہے

جب ہمت کی جولانی ہے — تو پتھر بھی پھر پانی ہے

اٹھ باندھ کمر الخ

([illegible])

## خوشی

(۱) اے خوشی! اے مایۂ عیش و نشاط

ہے تری دل کش بہارِ انبساط

تیرا آجانا مسرت خیز ہے — ہر ادا تیری نشاط انگیز ہے

(۲) تو بہارِ بے خزاں ہے اے خوشی — یا گلِ باغِ جناں ہے اے خوشی

تو ہے کوئی حور یا ہے مہ جبیں — یا مے گلگوں کا جامِ عنبریں

(۳) کس قدر دل کش ترا انداز ہے — ہر ادا تیری سراپا ناز ہے

غنچۂ دل تیرے آنے سے کھلا — تو ہے بے شک باغِ جنت کی ہوا

(۴) حیف ہے تجھ میں نہیں رنگِ ثبات — بے بقا فانی ہے تیری کائنات

بزمِ عالم میں ہے تو مثلِ سراب — بحرِ ہستی میں ہے مانندِ حباب

---

عار - گھبرائی - تیزی - روانی - اُمنگ - مشکل کام بھی آسان ہے - خوشی

فرحت - جنت کا باغ - خوب صورت - شراب - خوش رنگ - افسوس - قیام نہیں - دیرپا نہیں

(۵) چند لمحے کے لیے تو آئی تھی — آہ! اے میری مسرت کی گھڑی
تجھ میں تیرا بھروسا کچھ نہیں — جا، چلی جا! اب تمنا[1] کچھ نہیں

(۶) میں سمجھتا تھا کہ تو ہے پائدار — تیری ہستی ہے جہاں میں استوار[2]
تجھ سے حاصل ہوں گے عشرت کے مزے — چین سے لوٹوں گا راحت کے مزے

(۷) یہ خبر کیا تھی کہ تو معدوم[3] ہے — محض فانی ہستیِ موہوم[4] ہے
تجھ سے تو بہتر ہے رنج و غم مرا — رات دن ہے مونس[5] و ہمدم مرا
(او رِنج کیا وہی گا)

## رومال

آدھ گز کا تو مربع[6] ٹکڑا — بلکہ کچھ اس سے بھی چھوٹا نہ بڑا
تھان کے تھان سے قیمت میں فزوں[7] — کچھ اچنبھا[8] نہیں یہ مضموں

دامن سے کام بہت پیارے ہیں — حد سے بڑھ بڑھ کے قدم مارے[9] ہیں
مہر دو[10] اس کے تصرف[11] میں سبھی — سرِ مو[12] فرق نہیں اس میں کبھی
روئے[13] خنداں ہو کہ چشمِ گریاں[14] — منہ نہیں اس سے جو ہو روگرداں[15]
عرق آلود جبیں[16] اس سے صاف — عارضِ[17] آئینہ اس سے شفاف
خوش لباسی ہے مسلّم اس سے — ہے نفیسوں کی نفاست اس سے

۱ آرزو ۲ مضبوط ۳ کچھ بھی نہیں ۴ وہ زندگی جو ہوئی نہ ہوئی برابر — چند روزہ — عارضی ۵ ساتھی ۶ چوکور ۷ زیادہ ۸ تعجب ۹ کوشش کی ۱۰ ٹھنڈے سے منہ ۱۱ استعمال ۱۲ بالکل — رتی برابر ۱۳ ہنستا کھلا ۱۴ روتی ہوئی آنکھ ۱۵ منہ پھیرے ۱۶ وہ پیشانی جس پر پسینہ آگیا ہو ۱۷ رخسار — گال ۱۸

پیرہن[1] لاکھ زراندودہ[2] ہوں — یہ نہیں پاس تو آلودہ[3] ہوں
کہیں گلدستۂ زیبائش ہے — کہیں برگِ گلِ آرائش ہے
نظر افروز ادائیں اس کی — عطر آمیز ہوائیں اس کی
اس سے جو ہاتھ ہے خالی ہیہات — وہ مکدّر[5] رہے اکثر اوقات
جن کو بے اس کے نکلتے دیکھا — کفِ افسوس[6] ہی ملتے دیکھا
ظاہر اگرچہ یہ کچھ مال نہیں — کچھ نہیں پاس جز رومال نہیں

(از [illegible])

## جھولا

مبارک ہو لگیں آنے پھواریں
خزاں رخصت ہوئی آئیں بہاریں
ہوا میں حسن کے گلزار پھولے — پڑے خوبی سے امریوں میں جھولے
حنائی[7] انگلیاں وہ گوری گوری — وہ ریشم کی ہری اور لال ڈوری
وہ پائے صندلیں صندل کا کٹرا — بندھا ڈوری سے وہ صندل کا پٹرا
خوشی دل میں امنگوں میں اچکتی — کمر خوبی سے پینگوں پہ لچکتی
مزوں کی پیاری پیاری دل میں آہٹ — سہانی وہ دلوں کی سنسناہٹ
وہ دہشت دودھ کی دھوئی ہوئی سی — ادا کچھ پا کے وہ کھوئی ہوئی سی
دمکتی دم بہ دم منہ پر خوشی سی — وہ ہر دم دل میں اٹھتی گدگدی سی
زمیں ٹھیری ہوئی وہ نکلی جاتی — سبک[8] سیدھی سرکتی سرسراتی
ہوا کی طرح خوش رفتار ہوتی — نہ جمتی آنکھ میں ہموار ہوتی

[1] پوشاک - [2] زری کے کام سے لیوال - [3] خراب ہو جائیں - [4] افسوس - [5] آزردہ - [6] افسوس سے ہاتھ ملنا - پچھتانا - پیشیمان ہونا - [7] مہندی لگی ہوئی - [8] ہلکی پھلکی - ۱۲

وہ پینگوں کا بڑھانا بانک پن سے — یکایک دل کا ہو جانا وہ سن سے
بڑے پینگوں کے جھوکوں سے جھکولے — لگے دل میں اُمنگوں کے ہنڈولے
بنا رکھی ہیں پینگوں نے کمانیں — کہ سب خوش قامتوں کو تیر جانیں
ہوئے جاتے ہیں دل ہر چند سن سن — برابر چل رہے ہیں تیر زن زن
کھڑی پینگوں میں ہیں جو تیر قد دو — اُنھیں دو پیرۂ پرکار سمجھو
بھری ہیں ان میں اقلیدس کی شکلیں — دوائر اور قوسیں ان سے نکلیں
غرض ہے ان سے عشرت کی مساحت — کہ ہو ثابت دلوں میں شکلِ راحت
لکھا شہباز نے جھولے کا کب حال — بچھایا عشق کا اس آڑ میں جال

(پروفیسر محمد عبدالغفور۔ شہباز)

## جھولے پر ایک اور نظم

تجھ سے اے جھولے ادائے دل کشی ہے آشکار
تیرے ہی باعث فزوں تر ہے گلستاں کی بہار
آگئی برسات ساون کا مہینا ہے شروع — تجھ کو پڑنا چاہیے شاخِ شجر میں پائدار
تیری ہی خاطر سب آئے ہیں جھولے باغ میں — جھولنے کو ہیں حسینانِ جہاں امیدوار
سب فراہم ہو لیا ساماں مگر اب ہے تلاش — ہو بڑا سا پیڑ کوئی شاخ کوئی استوار
منتظر ہیں سب "دیڑے" تو پہلے میں ہی بیٹھ جاؤں — جانبِ شاخِ شجر ہے آنکھ اور دل بے قرار
دوڑ وہ اک جا کے بیٹھی ہے غضب کی شوخ ہے — سب تو مُنہ تکتے رہے اور یہ ہے جھولے پر سوار
وہ زمیں سے ٹیک کر تلو بڑھائی اس نے پینگ — وہ خوش آوازی سے گانے والی ہے کوئی ملھار
پاؤں ٹھنے سے لگانا لازمی ہے پینگ میں — شرط یہ سب جھولنے والوں میں پائی ہے قرار

۱ جھولنے سے ۲ اچھی قد والیوں ۳ سیدھا قد ۴ پرکار کی ساق ۵ ٹکڑا ۶ وائرے کی جمع۔ ۷ حلقے ۸ یہ بھی اقلیدس کی ایک شکل ہے ۹ پیمائش ۱۰ برسات کا راگ ۔ ۱۲

جان کو دیتی ہے راحت دل کو دیتی ہے سرور
لطف جھولے کا غرض یہ ساتھ میں آتا ہے خوب

پینگ کے ہمراہ چلتی ہے ہوا جا بار بار
پھیاں پھیاں پڑ رہی ہے آج کل سوکھوا
(محمد حسین (محوی) لکھنوی)

## ریل

سیر سیلوں کی ہے ہر وقت وہ باہم ہے ملاپ
پیچھے پیچھے ٹھیک نشانوں پہ ہیں غلّوں کی طرح
خوش نمائی سے یہ چڑھ جاتے ہیں ہر چوٹی پر
پیتے پانی ہیں فقط کھاتے ہیں لکڑی کولا
جانتے ہی نہیں یہ کہتے ہیں تھکنا کس کو
سختیاں کوہ کی بے عذر یہ کر لیں برداشت
ہیں پہلوان یہ ریچھ اور ہیں اس میں ماہر
لدکے جاتی ہے انھیں پہ تو ولایت کی ڈاک
جانور ہیں یہ مگر ان سے عیاں جرِّ ثقیل
بحرِ زخّار میں ہیں ان کے ہنر کے قائل

ہم نے دیکھی ہے عجب طرح کی اونٹوں کی قطار
ناک ہر ایک کی لوہے کی ہے لوہے کی نکیل
دیکھ لو ریل کو آنکھوں سے کہ اس درجہ ہے میل
دونوں ہاتھوں سے اُفق جب چلاتا ہے غلیل
باغِ صنعت میں انھیں کی ہے سند چھٹی ریل
کبھی مالش کے لیئے مانگتے ہیں تھوڑا تیل
کھیل ہے ان کو شب و روز کی بھی گرد و لیل
لیتے ہیں بے چینِ جبیں دشت کی تکلیفیں جھیل
صاف گھڑیاں ہیں دریا میں جو دیں ان کو دھکیل
لدکے آتا ہے انھیں پہ تو ولایت کا میل
عملی شاخ میں اس کی ہے کہیں بھی ہوں فیل
شمع افروز شبستانِ ثنا یعنی وکیل

۱ ہلکی ہلکی قطرہ قطرہ ۲ اونٹ کی ناک کی رسّی ۳ انگریزی سالت ۱۱۱
ڈاک ۴ پہرے والے کو غفلت کی سزا جو دی جاتی ہے وہ دلیل کہلاتی ہے
۵ وہ علم جس کے ذریعے سے بھاری بھاری بوجھ اُٹھا لیتے ہیں ۶
بہت بڑا سمندر جس کی کچھ تھاہ نہ ہو ۷ تیرنا ۸ ایک قسم کی سمندر کی بڑی بھاری مچھلی ہوتی ہے ۱۲

ان کے چلنے سے ہی سونے کا بہانا ملتا
چلنے میں کس نے کہا اونگتے کو دیتے ہیں ٹھیل

سنتے ہی تھے کہ ہیں دنیا کی طنابیں کھنچتی
ہے تماشا کہ انھیں وہ بھی ہے اک ادنیٰ کھیل

ان سے بازار تجارت میں ہے ہر سیل کی جنس
ان سے ہوٹل میں سیاحت کے ہے ہر جنس کا میل

ساربان ہے نہ شترخانہ نہ اونٹوں کی قطار
فلکِ شہباز کی گھر گھر ہے چلائی اس نے ریل

(پروفیسر شہباز مرحوم)

## ریل کی پہیلی

حیواں ہے وہ نہ انساں جن ہے نہ وہ پری ہے
سینے میں اس کے ہر دم اک آگ سی بھری ہے

کھا کے آگ پانی چنگھاڑ مارتی ہے
سر سے دھواں اڑا کر غصہ اتارتی ہے

وہ گھورتی گرجتی بھرتی ہے اک سپاٹا
ہفتوں کی منزلوں کو گھنٹوں میں اس نے کاٹا

آتی ہے شور کرتی جاتی ہے غل مچاتی
وہ اپنے خادموں کو ہے دور سے جگاتی

بے خوف بے محابا ہر دم رواں دواں ہے
ہاتھی بھی اس کے آگے اک مور ناتواں ہے

آندھی ہو یا اندھیرا ہے اس کو سب برابر
یکساں ہے نور و ظلمت اور روز و شب برابر

اتر سے لے دکن تک پورب سے لے پچھم تک
سب ایک کر دیا ہے پہنچی ہے یہ جہاں تک

ہر آن ہے سفر میں کم ہے قیام کرتی
رہتی نہیں معطل پھرتی ہے کام کرتی

پردیسیوں کو جھٹ پٹ پہنچا گئی وطن میں
ڈالی ہے جان اس نے سوداگری کے تن میں

ہر چیز سے نرالی ہے چال ڈھال اس کی
پاؤ گے صنعتوں میں کم تر مثال اس کی

برکت سے اس کی بے پر پردار بن گئے ہیں
ملک اس کے دم قدم سے گلزار بن گئے ہیں

ہم کہہ چکے مفصل جو کچھ ہے کام اس کا
جب جانیں تم بتا دو بن سوچے نام اس کا

۱ اونٹ والا ۲ بے تحاشا۔ بے کھٹکے۔ بے دھڑک ۳ چلتی اور دوڑتی پھرتی ہے ۴ کم زور چھوٹی ۵ بے کار ۶ فوراً ۱۲

جی ہاں سمجھ گیا میں پہلے ہی ہیں بتا رہی — وہ دیکھو آگرے سے آتی ہے ریل گاڑی

(مولوی محمد اسمٰعیل)

## مقصودِ الفت

کیا مرے حسنِ دل آویز پہ تو مرتا ہے
شعلہ روئی پہ مری جان فدا کرتا ہے
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبت مت کر — نگہِ عشق رخِ مہرِ جہاں تاب پہ ڈال
حسنِ بے مثل کو جس کے نہ اجل ہے نہ زوال

کم سنی پہ مری مائل ہے طبیعت تیری — حسنِ نوخیز سے وابستہ ہے الفت تیری
یہ اگر سچ ہے تو جا مجھ سے محبت مت کر — تیری الفت کے ہے قابل رخِ ریا بہا
جس پہ ہر سال نیا حسن نرالا ہے نکھار

چاہتا ہے مجھے تو کیا مری لذت کے لیے — دل ہے بیکل ترا میری زر و حشمت کے لیے
یہ اگر سچ ہے، تو جا مجھ سے محبت مت کر — چاہیے تجھ کو کرے بحرِ گہر خیز سے پیار
جس کے انمول جواہر کا نہیں کوئی شمار

پیار مجھ سے ہے تجھے کیا مری الفت کے لیے — دل ہے پروانہ ترا شمعِ محبت کے لیے
یہ اگر سچ ہے تو کر مجھ سے محبت پیارے — بہتر از مہر و بہاراں دلِ شیدا میرا
بحر میں بھی نہیں ایسا گہرِ مہر و وفا

(غلام بھیک نیرنگ)

## ماں کی ممتا

ممتا ماں کی جانتے ہیں سب
ماں ہے بچے کی پرورش کا سبب

۱ موت ۲ اٹھتی جوانی ۳ کے سبب سے ۴ وہ سمندر جس میں سے موتی نکلیں ۱۲

بھوک بچے کو ہے ستاتی جب
ماں سے کرتا ہے رو کے دودھ طلب
دودھ دیتی ہے پیار کرتی ہے
جان اُس پہ نثار کرتی ہے
بچہ سینے سے جو رہا ہے چمٹ
نہیں لے سکتی بے دھڑک کروٹ
پاؤں کی بھی ذرا نہ ہو آہٹ[1]
کبھی ننھے کی جائے نیند اُچٹ[2]
اُوں اُوں کرتی تھپکتی جاتی ہے
ہولے ہولے[3] سرکتی جاتی ہے
جب گیا وہ نہا سچے پر سو
چھوٹے تکیے لگا دیئے دو دو
کیئے سب کام تھے ضروری جو
پر نہیں بھولتی ہے بچے کو
لیتی رہتی ہے ماں خبر ہر دم
اپنے بچے پہ ہے نظر ہر دم
ماں کو آرام کی کہاں فرصت
سوئی بے ڈھب تو آ گئی شامت
کپڑے لتوں کی ہو گئی کیا گت[5]
ہے بچھونا بھی تر بتر[6] لت پت
صبح اُٹھ کر کھنگالتی ہے تمام
جاڑے پالے کا وقت اور یہ کام
بچہ اتنے میں چونک اُٹھا سو کے
ناک میں دم کیا ہے رو رو کے
ماں نے پھر لے لیا ہے خوش ہو کے
نیا کرتہ بدل کے منہ دھو کے
دیکھ کر اُس کا چاند سا مکھڑا
بھول جاتی ہے اپنا سب دکھڑا
باتیں کرتی ہے پیار سے جوں جوں
بولتا ہے جواب میں "آغوں"
رات کو لوریاں سناتی ہے
گود میں لے کے بیٹھ جاتی ہے

[1] آواز [2] نیند سے ہشیار نہ ہو جائے۔ نیند میں خلل نہ آ جائے۔
[3] آہستہ آہستہ [4] کھسکتی [5] بری حالت [6] بھیگا ہوا [7] بھرا ہوا۔
[8] دھوتی دھلاتی [9] منہ کو پیار سے مکھڑا کہتے ہیں [10] مصیبت ۔ ۱۲

کس قدر زحمتیں اٹھاتی ہے
جب لگایا ہے آنکھ میں کاجل
دونوں ہاتھوں سے آنکھیں ڈالیں مَل
کبھی کنڈے بجاکے بہلایا
چپ کیا جھنجھنا بجاکے اُسے
اس کا ہمیشہ جدا پکاتی ہے
باتیں کرنا اسے بتاتی ہے
ہر طرح پر سنبھالتی ہے اسے
ماں کو بچے سے جو محبت ہے
بچہ ہے اور ماں کی چھاتی ہے
پڑا بچے کی تیوری میں بل
بچہ بے چین ہے تو ماں بے کل
کبھی کندھے لگا کے بہلایا
سوئی خود پیشتر سلاکے اُسے
انگلیوں سے اسے چٹاتی ہے
پاؤں چلنا اسے سکھاتی ہے
اللہ آمین سے پالتی ہے اسے
در حقیقت خدا کی رحمت ہے
(مولوی محمد اسمٰعیل)

## ماں کا پیار

نہ تو روتا ہے بلبلاتا ہے
مسکراتا ہے کیا ہی خوش ہو کر
جب کہ سونے کا وقت ہے آتا
جب کہ آنکھوں میں نیند آتی ہے
نیند لے کر ہنسی خوشی سے اٹھا
لگ گئی بھوک کہہ نہیں سکتا
کیسا لیٹا ہے یہ خوش و خرم
نہ کوئی فکر ہے نہ کوئی غم
گود میں کیا ہمک کے آتا ہے
جیسے چڑیا مگن ہو ڈالی پر
میرے سینے سے ہے چمٹ جاتا
بستر اس کا میری چھاتی
پھول گویا کھلا چنبیلی کا
پیاری نظروں سے ہے مجھے تکتا

(۱) زنجیر پہلے - (۲) بچے کا کھانا - (۳) اچھل - (۴) خوش - (۵) بچھونا - (۶) دیکھتا - ۱۲

پیار کا بھی مرے یہی ہے سبب نہیں آتا بیان میں مطلب

(مولوی محمد اسمٰعیل)

## ماں کی لوری

لبِ بام چاندنی کی ہے عجب بہارِ دل کش
نہ وہ گول گول سورج نہ وہ کرنیں ہیں سنہری
نہ شفق کی ہے وہ سرخی وہ گہری گہری رنگت
جو ہوا ہے بھینی بھینی تو نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی

ہوئی شام چھپ گیا دن نکل آئے چاند تارے

ہے عجب سکوت افزا شبِ مہر کا بھی منظر
یہ سماں ہے پیارا پیارا کہ طلسمِ سحر و افسوں
نہ وہ گیت قمریوں کے نہ صدا ہے بلبلوں کی
نہ سرود خواں ہیں چڑیاں نہ غزل سرا کبوتر

کہ پرندگاں کے قبیلے سوئے آشیاں[1] سدھارے

کبھی رُت بہار کے ہیں کبھی ہیں سہانی گھڑیاں
کبھی جھڑ رہے ہیں پتّے کبھی ہے خزاں کا موسم[2]
کبھی خاک اُڑ رہی ہے کبھی گرمیوں کی راتیں
کبھی ڈال ہیں پالے کے کبھی مینہ کی ہیں جھڑیاں

ہے عجب بہارِ قدرت کہ ہیں نت نئے نظارے[3]

یہ کرے جو نور کے ہیں نہیں خالی ان کی بستی
ہیں کہیں پہاڑ ان میں کہیں ان میں دشت و صحرا
کہیں بہہ رہے ہیں دریا کہیں وادیوں کا منظر
کہیں اُگ رہا ہے سبزہ کہیں ہے گھٹا برستی

کہیں ننھے ننھے پودے، کہیں پھول پیارے پیارے

ابھی شام ہو رہی تھی ابھی تھا افق پہ سرخی
ابھی ڈھل رہا تھا سایہ ابھی آسماں تھا نیلا
ابھی دن ابھی ہوا تھا ابھی پڑ رہی تھیں کرنیں
ابھی چھپ رہا تھا سورج ابھی چاندنی ہے چھٹکی

ابھی آگ کا تھا گولا، ابھی آگ کے شرارے[4]

[1] گھونسلا — [2] موسم — [3] ہمیشہ نئے تماشے ہیں — [4] چنگاریاں — ۱۲

ہوئی کم وہ ٹکمیوں کی تھی جن میں جھنجھناہٹ — نہ رہا وہ غل غپاڑا کہ ہے ہر طرف خموشی
نہ کوے کی اب صدا ہے نہ وہ فاختہ کی کوکو — نہ وہ تیز تیز جھونکے نہ ہوا کی سنسناہٹ

کہ ہے محوِ خواب سبزہ، لبِ نہر اک کنارے

ہیں محویت یہ اچھی مرے لال اب تو سو جا — کہ ہے رات بھر کی مہماں یہ بہارِ بزمِ قدرت
نہ یہ آسماں رہے گا نہ یہ انجمن رہے گی — کبھی تاروں کی ہے حسرت کبھی چاند کی تمنا

یہ بتا رہے ہیں تجھ کو تری آنکھوں کے اشارے

میں تھپک تھپک کے کب سے تجھے دے رہی ہوں لوری — کبھی چومتی ہوں ماتھا کبھی لیتی ہوں بلائیں
مری چھاتی سے لپٹ جا نہ ہو بے قرار اتنا — مری آنکھ ہے جھپکتی کہ گزر گئی شب آدھی

ترے صدقے جاؤں سو جا مری انکھڑیوں[۱] کے تارے

(سرور جہان آبادی)

## قومی لوری

میرے آنکھ کے تارے سو جا
میرے راج دلارے سو جا

اے میرے مہ پارے سو جا — تجھ پر جاؤں واری سو جا

سو جا میرے پیارے سو جا

جو مانگے گا تجھ کو دوں گی — تیری ہر اک بات سنوں گی
رنج و غم تکلیف سہوں گی — تیری خاطر سر پہ لوں گی — سو جا الخ
مکھڑا تیرا بھولا بھالا — قدرت نے سانچے میں ڈھالا
ہے روتوں کو ہنسانے والا — بات نئی انداز نرالا[۲] — سو جا الخ

---

۱ آنکھوں کی تصغیر ۲ عجیب۔ انوکھا۔ نادر۔ ۱۲

پڑھ کے اپنا نام کرے گا — دنیا میں کچھ کام کرے گا
صبح کرے گا، شام کرے گا — جاری فیضِ عام کرے گا
سنسکرت، انگریزی پڑھنا — لیٹن اور یونانی پڑھنا — سوجا الخ
پشتو پڑھنا، عربی پڑھنا — منطق اور ریاضی پڑھنا — سوجا الخ
جج، وکیل، بیرسٹر بننا — حاکم اور کمشنر بننا
ڈپٹی اور کلکٹر بننا — آتھر اور اسپیکر بننا — سوجا الخ
خدمت کرنا اپنے وطن کی — زیبِ زمن اور زینتِ چمن کی
پروا کرنا جان نہ تن کی — دھوم مچانا اس گلشن کی — سوجا الخ
خواہش ہے یہ منظر دیکھوں — قوم کا تجھ کو لیڈر دیکھوں
ملک کا تجھ کو رہبر دیکھوں — مثلِ شاہِ خاور دیکھوں — سوجا الخ
ہر دل میں ہو غیرت تیری — پاک اور صاف ہو نیت تیری
رشکِ گل ہے نکہت تیری — دنیا میں ہو شہرت تیری — سوجا الخ

(مہاشہ سدرشن صاحب جرنلسٹ لاہور)

## مری پیاری اماں

نہ کچھ مجھ میں طاقت تھی جب آن اماں
مجھے پڑھنے کی تھی پہچان اماں
تمہیں سب طرح تھیں نگہبان اماں
تمہیں تھیں تو ہر دم مرا دھیان اماں

Author = مصنف۔ Speaker = مقرر۔ [illegible]

Leader = رہنما - سورج کی طرح چمکدار اور روشن دیکھوں -

ارادہ - خوش بو - وقت - حالت میں - محافظ - خبر گیر - ہر وقت - خیال - ۱۲

## مری پیاری امّاں – مری جان امّاں

مجھے پیار سے دودھ تم نے پلایا — تھپک کر محبت سے تم نے سلایا
بہت دن مجھے گودیوں میں کھلایا — مجھے سُکھ دیا آپ ہی دُکھ اٹھایا
مری پیاری الخ

کبھی اپنی گودی میں مجھ کو لٹانا — کبھی میٹھی باتوں سے مجھ کو ہنسانا
کبھی پیار کرنا گلے سے لگانا — نہ بھولوں گی میں عمر بھر وہ زمانا
مری پیاری الخ

جو دُکھ سے کبھی نیند مجھ کو نہ آئی — تو اس فکر میں رات تم نے گنوائی
کبھی کچھ دوائی کھلائی پلائی — کبھی کوئی میٹھی سی لوری سنائی
مری پیاری الخ

تمھیں نے ہی اچھا طریقہ سکھایا — تمھیں نے ہی رستہ خدا کا بتایا
تمھیں نے گناہوں سے مجھ کو بچایا — تمھیں نے مجھے آدمی ہی بنایا
مری پیاری الخ

بہت کی مرے ساتھ تم نے محبت — اٹھائی مرے واسطے سخت محنت
اگر دے خدا مجھ کو عمر اور دولت — تمھاری بجالاؤں ہر طرح خدمت
مری پیاری الخ

(۹ب)

## بن ماں کی بچّی

تھی اک پیاری او ننھی منّی سی بچّی
بہت اپنے ماں باپ کی لاڈلی تھی

سدا ناز و نعمت سے اماں نے پالا — کبھی اُس کا کہنا نہ ابّا نے ٹالا
مگر اُس کی قسمت کا لکھا بُرا تھا — کہ بچپن ہی ماں سے چھٹنا بدا[۲] تھا
وہ ننھی سی تھی کی جب اماں[۳] نے رحلت — ہوئی اپنی بیٹی سے مجبور رخصت
بہت رنج تھا اُس کو چھٹنے کا ماں سے — اُترتا نہ تھا نام ماں کا زباں سے

---

۱ آرام – ۲ مقدر میں لکھا تھا – ۳ کوچ کیا - یعنی مرگئی – ۱۲

مگر باپ کرتا تھا یوں اُس کی تسکیں
کہ بیمار امّاں تری ہو گئی تھیں

انھیں اک حکیم اپنے گھر لے گیا ہے
علاج اُن کا کوشش سے وہ کر رہا ہے

جب آرام ہوگا چلی آئیں گی وہ
بہت جلد پھر تم سے مل جائیں گی وہ

وہ بچی جو بالکل ابھی ناسمجھ تھی
بھلا اُس کو اس بات کی کیا سمجھ تھی

سدا پوچھتی اپنے ابّا سے رو کر
مری امّاں آئیں گی کب اچھی ہو کر

نہیں بھیجتے ہیں حکیم اُن کو اب تک
بتاؤ رہیں گی وہ گھر اُن کے کب تک

مجھے لے چلو وہ تو آتی نہیں ہیں
جہاں میری امّاں ہیں جاؤں وہیں میں

جو کھانے کو کہتے تو کھانا نہ کھاتی
نہ کپڑے بدلتی نہ وہ تھی نہاتی

یہی کہتی امّاں کھلائیں تو کھاؤں
وہ کپڑے نکالیں تو پھر میں نہاؤں

تھکاتے تھے اُس کے [illegible] گھر بھر
کہ اتنے میں اک دن انا جی نے آ کر

کہا تم اگر میری اک بات مانو
اور اُس کو نہ ہرگز خرافات[1] جانو

تو رونا یہ لڑکی کا جاتا رہے گا
خدا خود تحمل و صبر بچی کو دے گا

اسے ماں کی تربت[2] کی مٹی چٹاؤ
تو رونے کی پھر یہ نہیں آزماؤ

کہا سب نے یہ بھی بھلا کر کے دیکھو
کہ شاید اسی سے فائدہ ہو

بُلا کر کہا اُس کے ابّا نے اس کو
چلو اپنی امّاں کا گھر دیکھ آؤ

یہ سن کر خوشی سے نہ پھولی سمائی
اسی وقت وہ قبر پہ ماں کی آئی

وہاں جا کے سنسان ویرانہ پایا
نظر اُس کو گھر کا نشاں تک نہ آیا

جو دیکھا تو ہیں ڈھیر مٹی کے ہر جا
نہ امّاں تھیں ان میں نہ امّاں کا گھر تھا

[1] فضول — واہیات — [2] قبر ۱۲

لگی کہنے ابّا سے حیران ہو کر
کہا باپ نے تم نہ حیراں ہو اب
گئی جب وہ اُس میں تو اک قبر دیکھی
کہا باپ نے رکھ کے ہاتھ اُس پہ اپنا
اُٹھا کر پھر اُس قبر سے تھوڑی مٹّی
سُنا جب یہ لڑکی نے بے چین ہو کر
کہ مِل جائے ڈھونڈے سے رستہ مجھے گر
مِلا جب نہ رستہ تو بولی یہ رو کر
کہا باپ نے پیاری اس میں نجانا
نہیں میری پیاری کوئی اس میں جاتا
یہ سُن کر وہ بے تاب اُس طرح بولی
یہ کہہ کر پکاری اُٹھو پیاری امّاں
یہ ہے کوٹھڑی کیسی؟ سوتی ہو جس میں
میں کیونکر بھلا اس میں آؤں بتاؤ
ہو روٹھی تو من جاؤ اب پیاری امّاں
ستاؤں گی میں اور نہ شوخی کروں گی
میں مانوں گی کہنا تمھارا تم آؤ
ذرا کوٹھڑی سے نکل آؤ باہر
ذرا تم مجھے اپنا مُنہ تو دکھاؤ

یہاں تو نہیں ہے بنا کوئی بھی گھر
وہ ہے چار دیواری اُس میں چلو اب
جو گملوں سے اور پھولوں سے سج رہی تھی
کہ امّاں تری اس میں سوتی ہیں بیٹا
کہا چاٹ لے اس کو تو پیاری ننھی
لگی ڈھونڈنے اُس میں دروازہ رو کر
تو میں اپنی ماں سے مِلوں خوب جا کر
مری اماں بیٹھی ہیں کیوں بند ہو کر
جو کہنا ہے باہر ہی سے کہہ سُنا نا
نہیں کوئی سوتوں کو بیٹی جگاتا
جگاتی ہوں میں دیکھو امّاں کو ابھی
مرے ساتھ اب گھر چلو پیاری امّاں
نہ دروازہ ہے اور نہ کھڑکی ہے اس میں
تمھیں پیاری امّاں مرے پاس آؤ
خطائیں مری بخشو سب پیاری امّاں
کہو گی جو تم اب میں وہ ہی کروں گی
بس اب پیاری امّاں نہ مجھ کو رُلاؤ
لگا لو گلے سے مجھے اپنے آ کر
لپٹ جاؤں تم سے جو تم باہر آؤ

مرے بال میلے ہیں چکٹے ہوئے ہیں ٭ نہیں تم تو کپڑے بھی سب پھٹ رہے ہیں
مجھے عید کے کپڑے تم آکے سی دو ٭ مرے سر کو دھوؤ مرے بال گوندھو
مری بہن چھوٹی ہے بجو کی تم آؤ ٭ اور آکر اُسے دودھ اپنا پلاؤ
بہت دیر سے دیکھو میں یاں کھڑی ہوں ٭ مناتے مناتے تمھیں تھک گئی ہوں
نہ آتی ہو باہر نہ کچھ بولتی ہو ٭ کہو اتنی تم کیوں خفا ہو رہی ہو
میں گُڑیوں سے بھی اب نہیں کھیلتی ہوں ٭ بہت روتی ہوں جب انھیں دیکھتی ہوں
برے سے لگتے ہیں مجھ کو کھیل اور گُڑیاں ٭ کروں اُن کو کیا جب نہیں تم ہی امّاں
جو تم ہوتیں گُڑیوں کے کپڑے بناتیں ٭ کھلونے بہت اچھے اچھے منگاتیں
کھڑا باپ تھا پاس خاموش اُس کے ٭ مگر دل ہوا جاتا تھا غم سے ٹکڑے
پھر آخر کو اس طرح بیٹی سے بولا ٭ کہ کہتا تھا جو کہہ چکی ہو وہ بیٹا
نہیں بولتیں تم سے امّاں تمھاری ٭ چلو اب تمھیں لے چلوں گھر کو پیاری
بس اب اپنی امّاں کو تم بھول جاؤ ٭ مرا کہنا مانو مرے ساتھ آؤ
وہ بولی کہ گھر کو نہ جاؤں گی ابّا ٭ میں امّاں کو اپنی مناؤں گی ابّا
انھیں چھوڑ کر میں نہ جاوں گی گھر کو ٭ وہ بولیں گی ابّا ذرا اور ٹھیرو
تھی اُمید بچّی کو آنے کی ماں کے ٭ سرکتی نہ تھی اس لیے وہ وہاں سے
مگر وہ گئی تھی نہ ایسی جگہ پر ٭ کہ پھر مُنہ دکھاتی وہ بیٹی کو آکر
وہ رُو دھو کے آخر کو مایوس ہو کے ٭ چلی آئی گھر ساتھ ابّا کے اپنے
دعا ہے کہ بچّوں کی ماؤں کو دائم ٭ خدا رکھے مدّت تلک سر پہ قائم
خدا بچّے کا دُکھ نہ ماں کو دکھائے ٭ نہ بچّے ہی سے اُس کی ماں کو چھڑائے

مبارک ہو ماؤں کے ہاتھوں میں پلنا
مبارک ہوں ماؤں کی گودوں کو بچے
مبارک ہوں یوں پھولنا اور پھلنا
سدا ماؤں کی گود اللہ رکھے
(سچے موتی - محمدی بیگم)

## ماں بیٹے کی مراسلت

ایک دن ٹیلیگراف آفس میں میں
سُن رہا تھا دور کی کوئی خبر

زور چھائی تھی گھٹا چاروں طرف
دے رہی تھی برق بارش کی خبر

ناگہاں یہ کان میں آئی بھنک
"بابو صاحب! کیا یہی ہے تار گھر؟"

جب ملی مجھ کو فراغت کام سے
میں نے دیکھا اُس طرف مُنہ موڑ کر

بھولا بھالا سا عجب نازک بدن!
ایک بچہ سامنے آیا نظر

عارضِ گل رنگ پر تھا آشکار
اُس کی روحانی مسرت کا اثر

وہ سنہرے بال وہ آنکھیں کبود!
آہوؤں کے صید کو وہ دامِ زر

غور سے دیکھا کیا چاروں طرف
فرش سے چھت تلک ڈالی نظر

پھر کیا اُس نے وہیں مجھ سے سوال
اپنی جانب مجھ کو مائل دیکھ کر

پیار سے میں نے دیا اُس کو جواب
"ہاں یہی ہے میرے پیارے! تار گھر"

یہ چمک بجلی کی یہ بادل کا شور!
ایسے میں تنہا نکل آئے کدھر؟

خیر ہے کہیئے تو کچھ کیا کام ہے؟
میں کروں گا ہو سکا تجھ سے اگر"

اُس کے ننھے ننھے ہاتھوں میں مجھے
آیا اک لپٹا ہوا کاغذ نظر

شوق کے لہجے میں پھر کہنے لگا"
اک تمنا کھینچ لائی ہے اِدھر

نیلی - متوجہ - آرزو - خواہش - ۱۲

یہ جو پھیلے ہر طرف کو تار ہیں
کہتی تھی امّاں کہ "ان تاروں کی راہ
اور منزل جاتا ہے جتنی دور ہو
آسماں پر ہیں گئی امّاں مری
فرصت ابّا کو مرے رہتی ہے کم
کیا کروں تنہا رہا جاتا نہیں
ہو کے مایوس آج یہ لکھا ہے خط
موٹے حرفوں میں لکھا ہے اس لیے
جھٹ سے میری ماں کو دیویں یہ خط
آپ اس خط کو ذرا پہلے سنیں
**خط** پیاری امّاں تجھے میرا سلام
یاد ہے مجھ کو وہ حالت آپ کی
یا ذرا آنکھوں سے اوجھل ہو گیا
ہو کے اپنے قلب سے بے اختیار
دل کو تھامے ہر طرف پھرنے لگیں
جو کھٹکا اُس سے کھٹکیں تھے دھڑک
یا وہی میں ہوں مری امّاں کہ اب

جن کے مرکز میں بنا ہے تار گھر
بادلوں سے آتی ہے بجلی اتر
ایک لمحے بھر میں لاتی ہے خبر"
مجھ ستم کش کو اکیلا چھوڑ کر
وہ چلے جاتے ہیں اپنے کام پر
کاٹے کھاتا ہے اکیلا مجھ کو گھر
ایک کونے میں مکاں کے بیٹھ کر
تاکہ جلدی سے فرشتے دیکھ کر
جلد امّاں کو مری ہووے خبر
اور بتائیں بے قرینہ ہو اگر"
ہو گئیں کیوں آپ مجھ سے بے خبر
جب نہ دیکھا مجھ کو تھوڑی دیر اگر
یا نہ پائی دو گھڑی میری خبر
ڈھونڈنے نکلیں مجھے سر پیٹ کر
اک قدم اندر تو اک دہلیز پر
"میرے بچے کو کہیں دیکھا ادھر؟"
ایک مدت سے نہیں پوچھی خبر

۱ بیچ میں ۲ مظلوم ۳ ناامید ۴ فوراً۔ جلدی سے ۵ بے طور۔ اگر ٹھیک نہ ہو ۶ آڑ میں ۷ دل ۸ چوکھٹ۔ ۱۲

یاد ہر وقت آپ آتی ہیں مجھے
جب نہیں ملتیں تو رو دیتا ہوں میں
کوئی بھی اب کھانے پینے کے لیے
اب منانے والا ہی بیٹھا ہے کون؟
بال اُلجھے ہیں تو اُلجھے ہی سہی!
کوئی خط بھی آپ نے بھیجا نہیں
آپ نے تو یہ بھی کچھ لکھا نہیں
ریل پر جاتے ہیں کتنی دور لوگ؟
پیشوائی[5] کے لیے آیا تھا کون؟
مدرسے جاری وہاں ہیں یا نہیں؟
امتحاں ہوتا ہے کوئی یا نہیں؟
پاتے ہیں لڑکے وہاں انعام بھی؟
کچھ وہاں کرکٹ[7] کا بھی سامان ہے؟
آپ نے میرے لیے کیا کیا لیا؟
یاد ہے مجھ کو وہ کہنا آپ کا
واں کے باغوں میں نہیں آتی خزاں!

دیکھتا ہر سو[1] ہوں آنکھیں پھاڑ کر[2]
دونوں ہاتھوں سے کلیجہ تھام کر
منتیں کرتا نہیں دو دو پہر
میری اماں کس سے بیٹھوں روٹھ کر[3]
گرد رخ پر ہے تو ہوئے جس قدر!
ہوتی ڈھارس[4] کاش اُسی کو دیکھ کر!
طے ہوا کتنے دنوں میں یہ سفر؟
ہوتے ہیں پانی میں کتنے دن سفر؟
آپ مہماں آج کل ہیں کس کے گھر؟
اور پڑھاتے ہیں فرشتے یا بشر؟
ہے ترقی[6] منحصر کس امر پر؟
جلدی جلدی پڑھتے لکھتے ہیں اگر
کھیلتے ہیں یا ٹینس[8] سب بیشتر
میں نہ مانوں گا نہ لائیں کچھ اگر
نعمتیں میٹھا[9] بہت ہیں چرخ[10] پر
رہتے ہیں پھولے پھلے دائم[11] شجر[12]

[1] ہر طرف ـ [2] گھبرا کر ـ پریشان ہو کر ـ [3] ناراض ہو کر ـ [4] تسلّی ـ [5] یعنی لینے کو کون آیا تھا ـ [6] کس بات سے ترقی ملتی ہے ـ [7] گیند بلا ـ [8] ربڑ کی گیندوں اور جال سے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے جو بہ نسبت کرکٹ کے کم محنت لیتا ہے ـ [9] زیادہ ـ [10] آسمان ـ [11] ہمیشہ ـ [12] درخت ـ ۱۲

| | |
|---|---|
| میری اچھی امّاں مرے واسطے | میوے لانا اچھے اچھے ڈھونڈھ کر |
| کچھ کھلونے کچھ مٹھائی بھی ضرور | اور اک چھوٹی سی چھتری دیکھ کر |
| لائیے گا بیت بھی اچھا سا ایک | جیسا مجھ کو لا دیا تھا پیشتر |
| اور کیا مانگوں کچھ نہیں آتا ہے یاد | میرے قابل چیز جو آئے نظر |
| لیکن ان فرمایشوں کی وجہ سے | دیر آنے میں نہ کیجے گا اِدھر |
| میں نہیں کچھ جانتا آپ آئیے! | آپ کو اللہ تو پہنچائے اِدھر |
| آرزو ہے آپ کے دیکھوں قدم | آرزو ہے سر کو رکھوں پاؤں پر |
| آرزو ہے کہہ کے امّاں یوں پکار | آرزو ہے یہ کہ لپٹوں دوڑ کر |
| آپ کچھ ناراض شاید ہو گئیں | میری امّاں مجھ پہ غصہ اس قدر |
| آئیے اب ضد کی باتیں چھوڑ دیں[1] | آئیے اب ہٹ کو رکھا طاق پر |
| میں نہیں کچھ جانتا بس آئیے | آئیے پچھلا پڑا ہوں خاک پر |
| اور اگر شاید کہ مجبوری ہے آپ | ختم کر سکتی نہ ہوں اپنا سفر |
| پھر تو فوراً بھیجیے خط کا جواب | بن گئی ہے اب تو میری جان پر[2] |
| الغرض لوٹا[3] بڑی حسرت کے ساتھ | نا امیدی آگے آگے راہبر |
| گھر پہنچ کر غم کا مارا سو رہا | خواب میں خط کا جواب آیا نظر |
| خوش ہوا بیٹا جو پایا ماں کا خط | یوں لگا پڑھنے وہ اُس کو کھول کر |
| **جواب** اے مرے پیارے مرے لختِ جگر | اے مری جانی! مرے نورِ نظر |

[1] یعنی آئیے میں نے ضد اور ہٹ سب چھوڑ دی [2] اب سخت مصیبت آن پڑی ہے کہ جان سے بھی بیزار ہوں اور جینا دشوار ہے [3] واپس آیا - ۱۲

تو سلامت رہ جہاں میں رات دن
جب تلک دنیا میں ہو شام و سحر

یا الٰہی! مدّتوں پھولے پھلے
تیری نخلِ کامرانی کا شجر

یہ ادا بچپن کی تیری بھا گئی
بھیجنی چاہی جو تو نے یاں خبر

تیری ماں تیری یتیمی پر نثار!
چوم لیتی ہاتھ بس چلتا اگر

میرے لال! اب تو کہاں اور میں کہاں
اب تمنّا میرے ملنے کی نہ کر

ریل کا کیا ذکر اور کیسا جہاز؟
ایک دم میں طے یہ ہوتا ہے سفر

اِس سفر کو لوگ مرنا کہتے ہیں
ہے نہیں اس سے کسی کو بھی مفر[1]

کھینچ لاتا ہے جسے دامِ اجل
وہ نہیں جاتا یہاں سے لوٹ کر[2]

پیشوا تھا جو وہاں وہ ہے یہاں
غم زدوں کا، عاصیوں کا، چارہ گر

یاں نہ مہماں ہے نہ کوئی میزباں
یاں نہ ویرانہ نہ بستی کا اثر

جس کے جیسے ہیں عمل وہ ویسے ہیں
اس جہاں میں آ کے پاتا ہے ثمر[3]

یاں نہ کچھ کھانے پہننے کی ہے فکر
نے زراعت، نے تجارت کا اثر

جو وہاں بوتے ہیں یاں پاتے ہیں جمع[4]
یہ ہی خرمن[5] گاہ وہ کھیتی کا گھر

نعمتیں ہر قسم کی موجود ہیں
سچ کہا تھا میں نے تجھ سے بیشتر

لیکن اُن کو بس وہی پا سکتا ہے
جس پہ ہو میری طرح رب کی نظر

خواب سے جس وقت ہو گا ہوشیار
اور جانے گا گئیں ایّام گزر

بڑھ کہیں جائے نہ تیرا اضطراب
میرے پیارے! یہ بڑا مجھ کو ہے ڈر

لیکن اتنا میں سمجھتی ہوں ضرور
جب کرے گا غور میرے حال پر

[1] چھٹکارا - [2] پلٹ - [3] پھل یعنی بدلہ - [4] اکٹھا - [5] کھلیان جہاں اناج جمع کرتے ہیں۔

جان جائے گا کہ میری پیاری ماں — عیش اور راحت سے کرتی ہیں بسر

عیش وہ جس کو نہیں ہرگز زوال — راحت ایسی جو ہمیشہ اوج پر

دولتِ دنیا ہے حادث یہ قدیم — گھٹنے بڑھنے کا نہیں اس کو خطر

([illegible])

## راحتِ پسر

نعمت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر

راحت کوئی آرامِ جگر سے نہیں بہتر

لذت کوئی پاکیزہ ثمر سے نہیں بہتر — نکہت کوئی بوئے گلِ تر سے نہیں بہتر

صدموں میں علاجِ دلِ مجروح یہی ہے

ریحاں ہے یہی رَوح یہی رُوح یہی ہے

ماں باپ کا دل غنچۂ خنداں ہے اسی سے — وہ گل ہے کہ گھر رشکِ گلستاں ہے اسی سے

سب راحت و آرام کا ساماں ہے اسی سے — آبادیِ کاشانۂ انساں ہے اسی سے

کس طرح کھلے دل کہ جگربند نہیں ہے

گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

یہ وہ ہے عصا پیر جواں بنتا ہے جس سے — یہ وہ ہے نگیں نام و نشاں چلتے ہیں جس سے

وہ شمع ہے پُرنور مکاں رہتا ہے جس سے — وہ ڈوری ہے قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے

---

۱ گھاٹا۔ کمی ۲ چڑھاؤ۔ بڑھتی۔ بلندی ۳ دنیا کی تمام نعمتیں چند روزہ ہیں آج ہیں کل نہیں اور رہیں عاقبت کی نعمتیں وہ ہمیشہ ہمیشہ جوں کی توں قائم اور برقرار رہیں گی ۴ بیٹا ۵ زخمی ۶ آسایش۔ ۷ جان ۸ کھلتی کلی۔ یعنی خوش ۹ آدمی کا جھوپڑا ۱۰ بیٹا۔ ۱۲

کھوتے نہیں یہ مال زر و مال کے بدلے
موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

دنیا میں بس اک مرجع آمال یہی ہے ثروت یہی حشمت یہی اقبال یہی ہے
سرمایہ یہی نقد یہی مال یہی ہے گوہر یہی یاقوت یہی لال یہی ہے
دلبند ہو پہلو میں تو غم پاس نہیں ہے
کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے

ماں باپ کی آسایش و راحت ہے پسر سے تلخی میں بھی جینے کی حلاوت ہے پسر سے
خوں جسم میں آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے ایام ضعیفی میں بھی طاقت ہے پسر سے
آرام جگر قوت دل راحت جاں ہے
پیری میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے

وہ شے ہے خوشی در پہ کھڑی رہتی ہے جس سے وہ چین ہے راحت کی گھڑی رہتی ہے جس سے
وہ لعل ہے امید بڑھی رہتی ہے جس سے وہ دُر ہے یہ دُرجان لڑی رہتی ہے اس سے
آرام جگر تاب و تواں ساتھ ہے اس کے
پھرتا ہے جدھر راحت جاں ساتھ ہے اس کے

مالک سے بھرے گھر کے اُجڑ جانے کو پوچھو گھر والوں سے اس تفرقہ پڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو یعقوب سے یوسف کے بچھڑ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم نور نظر کا
بہ جاتا ہے آنکھوں سے لہو قلب و جگر کا

۱ امیدوں کا ٹھکانا ۲ بیٹا ۳ بے لطفی - بے مزگی ۴ خوش خرم - ۱۲

# بھائی بہن کی محبت

دنیا میں ڈھونڈھیئے تو سبھی چیز ملتی ہے
دکھ بھائی بہنوں کا نہ ہمیں اے خدا سنا
بادِ خزاں کے جھونکوں سے ان کو بچائے رکھ
باغِ جہاں میں خوش رہیں پھولے پھلے رہیں
صورت کو ان کی دیکھ کلی دل کی کھلتی ہے
گو آب و دانے نے ہمیں ان سے جدا کیا
اچھے ہوں یا برے ہوں یہ دل کا سرور ہے
میری ہمیشہ ہے یہی اللہ سے دعا

بھائی بہن کا رشتہ بھی کیسا عجیب ہے
ہر رشتے سے یہ رشتہ عجیب و غریب ہے
کب بھائی اور بہن سی کوئی چیز ملتی ہے
ان کی خوشی کی ہم کو خبر تو سدا سنا
یارب تو ان کے غنچۂ دل کو کھلائے رکھ
گلزارِ والدین کے یہ گل کھلے رہیں
ہر دم دعائے خیر دہن سے نکلتی ہے
لیکن ہمارے دل میں وہ موجود ہیں سدا
بھائی بہن ہماری تو آنکھوں کا نور ہے
بھائی بہن سے اپنے کبھی ہم نہ ہوں جدا
(محمدی بیگم مرحومہ)

## بہن

نیک بخت و نیک طینت ہو وہی پیاری بہن
جس سے دل کو رنج پہنچے وہ بہن ہے ہی کو
ہے بہن جس کی اُسے کچھ فکر و رنج و غم نہیں
جی لگاؤ علم کی جانب بھی کر کے گھر کی فکر
جامۂ ابریشمی تم پر سجے گا کیا بھلا
ایک سی حالت نہیں رہتی کسی کی دہر میں
اپنے شوہر کو رکھو خوش تو خدا سے تم ہو خوش
جو تمہارے واسطے زحمت اٹھاتا ہے مدام

جو کرے ہر دم بہن کی فکر و غمخواری بہن
کب بہن کی اپنی کرتی ہے دل آزاری بہن
کرتی ہے اپنی بہن کی یہ بھی غمخواری بہن
رکھتی ہے تم کو پریشانی میں بیکاری بہن!
ہو لباسِ علم و فن سے تم اگر عاری بہن!
غم نہ کھاؤ ہو اگر افلاس و ناداری بہن
اپنے شوہر کی کرو ہر لحظہ غمخواری بہن
چاہیئے تم کو بھی اس کی نازبرداری بہن

لے ششہ ۔ ۱۲

جو بڑا اپنے سے ہو تعظیم تم اُس کی کرو
وہ اگر چھوٹا ہے لازم اُس کی دلداری بہن

چاہتی ہو اپنی گر عزت تو سیکھو علم بھی
ہر جگہ ہے علم کی سمجھو عملداری بہن!

وقت تھوڑا سا ہے جو کرنا ہے کر لو اب بھی تم
جس میں تم نے گنوا دی زندگی ساری بہن

داغِ نقص و جہل دامن سے تمھارے کب مٹے
کب تلک دیکھے ذہنؔ آنکھوں سے یہ خواری بہن

(سید غلام مصطفیٰ صاحب ذہنؔ)

## بچے کی مُسکراہٹ

نہ نقوشِ داغِ حرماں
کہ انھیں مٹا گئی ہے
تری ایک مُسکراہٹ

تجھے دیکھ کر نہ دیکھے
مرے دل کو بھا گئی ہے

رُخِ یاس کو چھپائے
شبِ تار پر ہو غالب
یونہی دل پہ چھا گئی ہے

نہ قمر کے نور میں ہے
نہ شفق کے رنگ میں ہے

نہ ہجوم آرزو ہے
نہ وہ حسرتوں کا جمگھٹ
ہوئے دل سے محو جھٹ پٹ
تری ایک مسکراہٹ

ہے دوا ہزار اَلم کی
دلِ زار شکلِ غم کی
تری ایک مُسکراہٹ

اثرِ امید جیسے
سحرِ سعید جیسے
تری ایک مُسکراہٹ

نہ سحر کی روشنی میں
نہ ہے پھول کی ہنسی میں

ا کثرت - ۲ مٹ جانا - ۳ رنج - ۴ زخمی دل - ۵ امید کا گلدستہ - ۶ اندھیری رات - ۷ مبارک صبح - ۸ چاند - ۹ صبح - ۱۲

جو سماں دکھا گئی ہے
تری ایک مسکراہٹ

ہیں غضب کے خار[1] پنہاں
گلِ خندۂ[2] بتاں میں
نہ نظر اٹھاؤں ان پر
کبھی گلشنِ جہاں میں
کہ پسند آ گئی ہے
تری ایک مسکراہٹ

نہ کہے گا کوئی شاعر
اسے برقِ خرمنِ دل
یہ ہے صبحِ نو بہاراں
بفضائے گلشنِ دل
گلِ تر کھلا گئی ہے
تری ایک مسکراہٹ

کوئی چشمۂ مسرت
ترا دل ہے طفلِ ناداں
یہ تبسمِ پیا ہے
ہے برنگِ موجِ رقصاں
مجھے خود بتا گئی ہے
تری ایک مسکراہٹ

نئی بزمِ دہر میں ہے
ابھی انبساط تیری
ہے بہت سرور افزا
یہ مئے نشاط تیری
جو مجھے پلا گئی ہے
تری ایک مسکراہٹ

تو گناہ سے بری ہے
یہ ہے وجہ شادمانی
وہ تری ضیائے دل ہے
کہ ہے آئنہ بھی پانی
یہ مجھے بتا گئی ہے
تری ایک مسکراہٹ

(لالہ تلوک چند محروم)

[1] کانٹے چھپے ہوئے ہیں [2] معشوقوں کی ہنسی کے پھول میں یعنی معشوقوں کی پھول کی طرح کی ہنسی میں ۔ ۱۲

## جغرافیہ طبیعی کی پہیلی[1]

ہنگامۂ ہستی کو گر غور سے دیکھو تم
ہر خشک و تر عالم صنعت کے تلاطم میں

(۱) جو خاک کا ذرہ ہے — یا پانی کا قطرہ ہے
حکمت کا مرقع ہے — جس پر قلمِ قدرت
انداز سے ہے جاری — اور کرتا ہے گلکاری
اک رنگ کہ آتا ہے — سو رنگ دکھاتا ہے

(۲) اور دیکھنے والوں کی — آنکھیں تو کھلی ہیں پر
خرمہرۂ[2] رنگیں ہیں یا — بلور کے ٹکڑے ہیں
ہر لحظہ و ہر ساعت — قدرت کے تماشے ہیں
عالم میں پڑے ہوتے — پر اُن کو نہیں پروا
ہرگز کہ یہ سب کیا ہے — اور ہے تو سبب کیا ہے؟

(۳) ایسے بھی مگر اکثر — ارباب بصیرت ہیں
جو کھولے ہوئے ہر دم — ہیں دیدۂ عبرت کو
ذرہ ہو کہ ہو سورج — معنی ہو کہ ہو صورت
ہر جلوۂ قدرت میں — سرمہ انھیں حکمت کا
سرمایۂ بینائی — اور عینکِ عبرت ہے

۱ جس کو مولوی محمد حسین آزاد نے منشی ذکاء اللہ صاحب کی فرمائش سے نظم کیا۔ اب نہ فرمائش کرنے والے رہے نہ فرمائش کی بجا آوری کرنے والے یہ دونوں آفتابِ علم غروب ہو گئے ۲ طوفانِ موج سے ۳ کوڑھی۔

یہ آنکھ پہ ٹھیک آئی   جس سے کہ زمانے کی
گرمی ہو و یا سردی   یا ہو وے تری خشکی
حکمت کا معمّا ہے   قدرت کی پہیلی ہے
نقطہ ہے اگر اس میں   ہے عقدۂ[1] سربستہ
عقدہ ہے اگر اس میں   ہے نکتۂ برجستہ

(۴) اک سیدھی سی بات اس وقت   آئی ہے تصوّر میں
وہ یہ ہے کہ دو چیزیں   کیا ایسی ہیں دنیا میں
آپس میں جو رکھتی ہیں   پیوندِ[2] زناشوئی
اولاد سے جن کی سب   آباد زمانہ ہے
نقلی نہیں افسانہ   سب نے اسے مانا ہے
اور پھر انھیں دونوں کو   دیکھو جو نظر بھر کر
ماں بیٹی کا ہے ناتا   دونوں میں نظر آتا
شورش گہِ عالم میں   پیدائشیں لاکھوں ہیں
اصلوں کی بہت نسلیں   رشتوں کے سر رشتے ہیں
اس پیچ کا پر رشتہ   دیکھا نہ سنا کوئی

(۵) آزاد بھلا ہے کون   جو آگے ترے بولے
یا بندِ گرہ کھولے   یا یہ کہ مگر تو ہے
کہہ سن کے سوال اپنا   دے آپ جواب اپنا

[1] وہ گرہ جو کھل نہ سکے یعنی ایسا بھید جس کی تہ نہ ملے۔ [2] میاں بیوی کا تعلق۔ ۱۲

وہ دو کہ ہم جن ہیں — ہے عقد زن و شوہر
عالم میں ہیں دو جوہر — خشکی و تری جن سے
صنعت گہِ قدرت میں — پیدا و ہویدا[۱] ہیں
سب عالمِ جسمانی — حیوانی و انسانی
(۷) اور دوسرے رشتے سے — گر غور کرو دل میں
تو دیکھ لو پانی کو — جس رنگ میں بھی پایا ہے
بادل ہو کہ ہو باراں — قطرہ ہو و یا دریا
شبنم سے بھی کم ہووے — یا نام کو نم ہووے
اک عرصۂ خاص اس پر — گزرے گا تو دیکھو گے
خشکی کے نشاں ہوتے — اس میں سے ہویدا ہیں
یا بنتے ہیں۔ جو ماں کی — آغوش[۲] میں پیدا ہیں
کیوں قبلۂ سن دیکھا — یہ طرفہ معمّا ہے
کیا بوجھے کوئی پنڈت — یا فلسفی و مُلّا
یا سمجھیں میاں آزاد — یا منشی ذکاء اللہ
سنبل ہے یہ سبزے میں — پھولوں میں چنبیلی ہے
کون اس کو بھلا بوجھے — حکمت کی پہیلی ہے

## جنگل کی برسات

یہ نظر فریب منظر — یہ فضائے سبز کالی
یہ نسیم روح پرور[۳] — یہ گھٹائیں کالی کالی

۱ ظاہر ۲ گود ۳ برسات کی بہار ۱۲

## لبِ [۱] جو برسنے والی

کہیں مینہ کے ہیں جھالے — کہیں بادلوں کے ہیں دل
کہیں بہ رہے ہیں نالے — کہیں روپ پر ہیں جنگل
کہیں کوکتی ہے کویل

جو اُبل رہے ہیں چشمے — تو چڑھی ہوئی ہیں ندیاں
جو برس گئے ہیں جھالے — تو ہرا بھرا ہے میداں
ہے زمیں کا سبز داماں

کہیں قمریوں کی کُوکُو — کہیں مور کی صدائیں
کہیں پھر رہے ہیں آہو [۲] — کہیں چر رہی ہیں گائیں
کبھی اُٹھتی ہیں گھٹائیں

کہیں بگلوں کی قطاریں — ہیں ہوا میں اونچی اونچی
کہیں مینہ کی پھواریں — لبِ جو ہیں ٹھنڈی ٹھنڈی
کہیں بہ رہی ہے کشتی

جو چٹک رہی ہیں کلیاں — تو مہک رہا ہے سبزہ
جو ہوا ہے عنبر افشاں — تو مہک رہا ہے صحرا
کہ یہ رُت ہے روح افزا

یہ جلا وطن مُسافر — جو میانِ [۳] دشت و صحرا
ہوئے گوشہ گیر [۴] آکر — کہ چڑھے ہوئے ہیں دریا

۱۔ ندی کے کنارے ۲۔ ہرن ۳۔ جنگل اور صحرا کے درمیان ۴۔ آکر پناہ لی ہے چھپ گئے ہیں ۱۲

# ہماری گائے

یہ ہیں رام اور سیتا (شاکر میرٹھی)

رب کا شکر ادا کر بھائی
جس نے ہماری گائے بنائی

اُس مالک کو کیوں نہ پکاریں
جس نے پلائیں دودھ کی دھاریں

خاک کو اُس نے سبزہ بنایا
سبزے کو پھر گائے نے کھایا

کل جو گھاس چری تھی بن میں
دودھ بنی وہ گائے کے تھن میں

سبحان اللہ! دودھ ہے کیسا
تازہ گرم سفید اور میٹھا

دودھ میں بھیگی روٹی میری
اُس کے کرم نے بخشی سیری

دودھ دہی اور مٹھا مسکا
دے نہ خدا تو کس کے بس کا

گائے کو دی کیا اچھی صورت
خوبی کی ہے گویا مورت

دانا دُنکا بھوسی چوکر
کھا لیتی ہے سب خوش ہو کر

کھا کر تنکے اور ڈنٹھیرے
دودھ ہے دیتی شام سویرے

کیا ہے غریب اور کیسی پیاری
صبح ہوئی جنگل کو سدھاری

سبزے سے میدان ہرا ہے
جھیل میں پانی صاف بھرا ہے

پانی موجیں مار رہا ہے
چرواہا چمکار رہا ہے

پانی پی کر چارہ چر کر
شام کو آئی اپنے گھر پر

دوری میں جو دن ہے کاٹا
بچے کو کس پیار سے چاٹا

گائے ہمارے حق میں ہے نعمت
دودھ ہے دیتی کھا کے بنسپت

جنگل = بن۔ چھاچھ = مٹھا۔ مکھن = مسکا۔ ٹھنڈے = ڈنٹھیرے۔ بنا سپتی) جنگل کی روئیدگی۔ گھانس پات ۱۲

بچھڑے اس کے بیل بنائے جو کھیتی کے کام میں آئے

رب کی حمد و ثنا کر بھائی جس نے ایسی گائے بنائی

## پپیہے

وہی تان پھر سُنا دے مرے خوش نوا[1] پپیہے

مرے دل ربا پپیہے مرے خوش ادا پپیہے

اُسی درد مند دل سے اُسی صوتِ مضمحل[2] سے

ترے عشق کے تصدق وہی راگ گا پپیہے

مری نیند اُچٹ گئی ہے تری صوتِ[3] جاں فزا سے

دلِ مضطرب ہے بے کل اسے تو سُلا پپیہے

یہ گھٹائیں کالی کالی یہ ہوا کے سرد جھونکے

کوئی تان اونچے سُر میں وہی پھر لگا پپیہے

تجھے روئے گل دکھا دوں تجھے سرو سے ملا دوں

تری بے کلی کا آخر ہے علاج کیا پپیہے

یہ غضب کی آہ و زاری یہ بلا کی بے قراری

تجھے کس کا ہے تصور ہمیں کچھ بتا پپیہے

(منشی جگت موہن لال - رواں)

## پی پی

پپیہے او پپیہے! تو یہ کیوں آنسو بہاتا ہے

زباں تیری پی پی کس لیے رہ رہ کے آتا ہے

صدائے درد و غم کیوں دردمندوں کو سناتا ہے

۱ اچھی آواز والے ۲ آواز ۳ رنجیدہ - مرجھونی - مریل - ۱۲

جو خود ہی جل رہا ہو اور کیوں اس کو جلاتا ہے

کاٹوں توری چونچ پپیہے ڈالوں وا پر نون

ہیں پیو کی اور نپو مورا تو پی کہے سوکون

شمیمِ زلفِ عنبر بیز[1] پھیلاتا ہے کیوں کیوں ظالم

تجھے افشائے رازِ دوستاں بھاتا ہے کیوں ظالم

ے آگے ترانہ[2] عشق کا گاتا ہے کیوں ظالم

کسی کا نام لے لے کے یہ چلاتا ہے کیوں ظالم

کاٹوں توری چونچ الخ

م آرامِ جاں ہیں اور تُو بے آرام کرتا ہے

رموزِ خاصِ عشق و عاشقی کیوں عام کرتا ہے

سرِ بازار نامِ یار کیوں بدنام کرتا ہے

کسی کے راز کیوں کم بخت طشت[5] از بام کرتا ہے

کاٹوں توری چونچ الخ

ندھیری رات میں سوتوں کو چونکاوے نہ چلا کر

برنگِ بوئے گل ناداں جامے سے نہ ہو باہر

ہی ننھی سی چڑیا جان ننھی سی زباں گز بھر

چڑھا دے گا کوئی منصور کے مانند سولی پر

کاٹوں توری چونچ الخ (سید امجد حسین حیدرآبادی)

ویل

(۱) ساقیا دے مئے گل رنگ کہ آئی ہے بہار

نو عروسانِ چمن پر ہے قیامت کا نکھار

ش پر - [2] زلف جو عنبر میں بسی ہوئی ہے اس کی خوشبو - [3] راگ - [4] بھید - [5] ظاہر مشہور ۱۲

آج اٹھلائی جو پھرتی ہی نسیمِ سحری شاہدانِ چمنِ دہر کی لوٹے گی بہار
کتنی مستانہ تیری چال ہی ای موسمِ گل حشر برپا نہ کرے خلق میں طرزِ رفتار
محتسب[1] سے نہ کر آج ہی وہ وقتِ سعید کیا عجب زاہدوں کی توبہ جو ٹوٹے سو بار
جمع ہیں رند[2] یہاں محفلِ شاہانہ ہی ایسے موقع پہ عبث کرتا ہی انکار ای یار
صدقے ہیں ساقیِ بدمست کے لیے پی دو گھونٹ کیا عجب بادۂ وحدت[3] سے جو تو ہو سرشار
صحنِ گلشن میں قیامت کی بہار آئی ہی اپنے جامے سے ہوئے جاتے ہیں باہر اشجار

(۲) مرحبا مرحبا ای باغوں کی زینت کویل مرحبا مرحبا ای طائرِ شیریں گفتار
تیرے ہی قدموں سے شاداب چمن ہوتا ہی خیر مقدم کو ترے آئے ہیں ایامِ بہار
خوش نوائی پہ تری ہوتے ہیں لاکھوں صدقے کوک پر تیری ہزاروں ہیں دل و جاں سے نثار
ٹھنڈے ٹھنڈے وہ نسیمِ سحری کے جھونکے بجلیوں سے نہیں کم تیرا چہکنا ہر بار
ہائے کیا صبح کا یہ ہوش ربا منظر ہی آسماں سے دُرِ شہوار کی پڑتی ہی پھوار
اللہ اللہ جگر سوز ترانہ تیرا نیند سے جتنے تھے مدہوش ہوئے سب بیدار
ساقیا خوب پلا بادۂ اطہر مجھ کو دے چھلکتا ہوا تسنیم سے ساغر مجھ کو

(۳) مرحبا مرحبا ای شاہدِ زیبا کویل حبذا[4] حبذا ای میری دل آرا کویل
بادۂ نور سے معمور ہوا سارا جہاں صبح کا کتنا ہی دل چسپ نظارا کویل
میں تو ہر روز تجھے یاد کیا کرتا ہوں چشم بد دور ترا نام ہی پیارا کویل

[1] حساب لینے والا۔ ایک عہدہ دار تھا جو شرابیوں اور آوارہ منشوں کی روک تھام کرتا تھا
[2] آزاد۔ [3] خدا کی وحدانیت کی شراب۔ [4] مرحبا اور حبذا دونوں کلمے اظہار خوشی کے ہیں یعنی تمھارا آنا ساز گار اور مبارک۔ ۱۲

تیرے آنے سے گلستاں میں بہار آئی ہے
ہو گیا غنچۂ سربستہ شگفتہ کوئل

گلشنِ دہر میں تجھ سے ہی بہارِ دلکش
دم قدم سے ترے ہر پھول ہے آنکھوں میں

چشمِ بد دور ترے فیضِ قدم سے ہر سو
رشکِ فردوس بنا دامنِ صحرا کوئل

چٹکیاں لیتی ہے دل میں تری پیاری آواز
دل کو تڑپاتا ہے ہر دم ترا نغمہ کوئل

قمریاں اور عنادل ہیں کلیجا پکڑے
کتنا دلسوز ہے پُر درد ترانا کوئل

سوزشِ عشق ترے نالہ و شیون سے عیاں
سچ بتا کس کی ہے تو عاشقِ شیدا کوئل

ہاں یونہیں چھیڑتی جا نغمۂ دلکش اپنا
ہاں بجے نالہ و فریاد کا باجا کوئل

تیرِ نشتر سے نہیں کم ہے ترنم تیرا
دلِ بیتاب کو رہ رہ کے نہ تڑپا کوئل

دردمندانِ محبت بھی اٹھے بستر سے
تیرے نغموں میں ہے اعجازِ مسیحا کوئل

چند روزہ یہ طلسمی ہے بہارِ دنیا
واقعی ہستیِ موہوم ہے دنیا کوئل

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
ہائے جو دیدۂ بے نور ہو وہ کیا دیکھے

(داوجِ گیاوی)

## بلبلِ اسیر کی فریاد

(۱) کہوں ہم صفیروں میں کیا حال اپنا
بہت پُر اثر ہے یہ غم کا فسانا

مری داستانِ الم دکھ بھری ہے
کہانی ہے میری عجب عبرت افزا

جفائے فلک کا ستایا ہوا ہوں
قفس میں پڑا ہوں مصیبت کا مارا

نہ چھیڑو مجھے میں غریب الوطن ہوں
ہے بیچارگی بے بسی آشکارا

مجھے ایک صیاد نے صید کر کے
قیامت ہے دامِ بلا میں پھنسایا

۱؎ کھلی کلی - ۲؎ رونا اور فریاد - ۳؎ گانا - راگ - ۴؎ مسیحا کا سا کرشمہ - ۱۲

مرے ننھے بچوں پہ بھی رحم اس کو — نہ آیا نہ آیا نہ آیا نہ آیا
اجاڑا مرا آشیاں فصلِ گل میں — کلیجے پہ کوہِ مصیبت گرایا
مٹایا مجھے اُس کے جور و ستم نے — جفاؤں سے آتا ہے منہ کو کلیجا
مری حسرتوں کا کیا خونِ ناحق — مری آرزوؤں پہ خنجر چلایا
دکھاتا ہے دل مجھ مصیبت زدہ کا — اسے بھی نہ آرام دم بھر ملے گا
تڑپتا ہوں دن رات کنجِ قفس میں — نہیں اس ستمگر کو پر رحم آیا
چکور اور شہباز سب اوج پر ہیں — مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں[1]

(۴) سناؤں میں کیا رنج و غم کا فسانہ — بہت درد انگیز ہے یہ ترانہ
چمن سے نکالا گیا فصلِ گل میں — لٹا میرے عیش و طرب[2] کا خزانہ
نہ صحنِ چمن ہے نہ وہ شاخِ گل ہے — لٹا میرا راحت فزا آشیانہ
نہ وہ سیر کی آزادیاں نام کو ہیں — نہ اب ہے وہ دل کش خوشی کا ترانہ
مرے عیشِ رفتہ[3] کو کیا پوچھتے ہو — بہت پُرفزا تھا خوشی کا فسانہ
ہمیشہ عنایت رہی باغباں کی — کرم مجھ پہ گلچیں کا تھا دوستانہ
مگر آہ صیادِ ظالم نے مجھ کو — بنایا خدنگ[4] جفا کا نشانہ
مرے ننھے بچوں کا کیا حال ہوگا — ملا ہوگا کیوں کر انھیں آب و دانہ
غضب ہے کہ مدت سے چھوٹے ہوئے ہیں — مرے پیارے بچے مرا آشیانہ
چمن سے الگ دوستوں سے جدا ہوں — مجھے مار ڈالے گا جور[5] زمانہ
رہائی دے یارب مجھے قیدِ غم سے — کہ ہے میرے لب پر یہ دل کش ترانہ

[1] بے بس — [2] خوشی — [3] گزرے ہوئے عیش — [4] تیر — [5] ظلم — ۱۲

قفس میں جو تڑپا چمن یاد آیا
مصیبت زدوں کو وطن یاد آیا
(داغِ جگر یاد ہی)

# فریادِ بلبل

ذرا دیکھ اپنے چمن کو تو مالی
نظر آ رہا ہے یہ کچھ خالی خالی

نہ پھولوں کا ہنسنا نہ بلبل کا رونا
نہ رنگیں جمالی نہ شیریں مقالی

پڑی مردہ کنجِ قفس میں ہے بلبل
وہ ہر دل کی پیاری وہ نازوں کی پالی

نشاں ضرب[1] کے ہیں تنِ نازنیں پر
یہ گلچیں نے جان اس کی کیوں کر نکالی

یقیناً جب اس نے گلِ تر کو توڑا
تو شیون[2] سے اس نے اک آندھی اٹھالی

یہی ہاں یہی ننھی منی سی چڑیا
کہ گل جس نے یوں راہِ ملکِ بقا لی[3]

نظر اس پہ رکھتی تھی جس سے مکاں تک
گیا ہے نہ جائے گا پیکِ[4] خیالی

زمانے میں تھا شور اس کی صدا کا
ثنا گو[5] تھے اس کے ادانی اعالی[6]

طیورِ چمن مرتے تھے اس کی لے پر
غرض جانِ گلزار تھی مرنے والی

برے وقت میں کوئی آڑے نہ آیا[7]
کہاں تھے یہ گل کے اہالی موالی[8]

یہ سوسن کو کیوں ایسی چپ لگ گئی تھی
نہ کچھ بات اس نے زباں سے نکالی

یہ کہتی کہ ظالم ذرا ڈر خدا سے
یہ تھی بات سیدھی نہ طعنہ نہ گالی

رہیں مہر بر لب[9] نہ کچھ منہ سے پھوٹیں
اب ایسی بھی کلیاں نہ تھیں ننھی بالی

نہ سمجھو کہ ہے بے خبر اس ستم سے
خداوندِ قدوس کی ذاتِ عالی

۱ مار ۲ ماتم ـ فریاد ۳ یعنی مرگئی ۴ قاصد ۵ تعریف کرنے والے ۶ چھوٹے بڑے ۷ کام نہ آئے ۸ مصاحب ـ ساتھ والے ۹ خاموش ـ ۱۲

ستم کا عوض لے گا اور جلدی لے گا
نگر شانِ قہرِ خداوندی ہیں
شکنجے میں کستا ہی وہ ڈھیل دے کر
بہت جلد خوں رنگ لائے گا اُس کا
پڑیں گے اُسے اپنے جینے کے لالے

وہ بے کس کا وارث وہ بے کس کا والی
کرشمے انوکھے ادائیں نرالی
کہ ہی بے بہا اُس کی شانِ جلالی
نہ فریادِ بلبل کی جائے گی خالی
چھپے گی نہ گلچیں سے دامن کی لالی

(۵)

## پان

اے پان اک درخت کا پتہ ہی گرچہ تو
ہیں تیرے ہی تو شکار امیر و غریب سب
کھاتے ہیں نوجوان بہت شوق سے تجھے
پن کٹی میں ہیں کوٹ کے کھاتے ضرور ہیں
پائیں نہ تجھ کو گر ترے طالب کہیں ذرا
آنا جمائیوں کا بدن کا وہ ٹوٹنا
بھوکے رہیں بلا سے نہ کھانا ملے اگر
جلتا ہی دل ہر ایک پہ غصہ سا آتا ہی
آیا جو پان منہ میں دیا غصہ تھوک سب
گر یہ نہ ہو تو ہیچ ہی زردہ پلاؤ بھی
گر پان مل گیا تو غذا کا بھی لطف ہی
کھانے کے بعد پان نہ کھانے کو گر ملے

پر ملک ہند میں ہی بہت تیری آبرو
ہر آدمی کو دل سے ہی یکساں تری طلب
بوڑھے بھی جس طرح ہو نہیں چھوڑتے تجھے
اپنی طلب غرض وہ سمجھتے ضرور ہیں
چھا جائے فوراً آنکھوں تلے اک اندھیر اسا
دشوار ایسی شکل میں ہی تیرا چھوٹنا
لیکن بغیر پان کے ہوتا نہیں گزر
رہ رہ دھیان پان کی جانب ہی جاتا ہی
گویا کہ دور ہو گئی اب پیاس بھوک سب
کھانے کے بعد کہتے سب "پان لاؤ جی"
دیتی نہیں ہی ورنہ مزا کچھ لذیذ شی
معلوم ایسا ہوتا ہی بھوکے ہی ہیں اُٹھے

۱؎ مالک ۔ نگہبان ۔ محافظ ۲؎ رنگ لانا ۔ کھل جانا ۔ مزہ چکھانا ۔ ۱۲

بے پان کھائے رہتا ہے منہ کا مزا خراب
جب تک نہ پان کھاؤ رہے ذائقہ خراب

آتا ہے میہمان کوئی جب کسی کے گھر
ہوتی ہے فکر اُس کی تواضع کی کس قدر

کتنی ہی خاطریں ہوں کبھی میہمان کی
پر اُن میں سب سے پہلے ضرورت ہے پان کی

اک بیڑا دے کے خوش کرو تم میہمان کو
کم خرچ اور بالانشیں سمجھو پان کو

ہوں بیسیوں ہی خاطریں گو میہمان کی
سب ہیچ ہیں اگر نہ تواضع ہو پان کی

بیمار تک بھی ہوتے ہیں مشتاق پان کے
پیتے ہیں سب وہ تلخ دوا کوٹ چھان کے

تیرا مکان بھی ہے نہایت سجا ہوا
اے پان پاندان ہے کیسا بنا ہوا

چاندی کا پاندان ہے سونے کا ساز ہے
یہ سب ترے لیئے سببِ فخر و ناز ہے

اس میں جو چار پانچ ہیں کٹھیاں دھری ہوئی
ہیں اک نہ ایک چیز سے وہ سب بھری ہوئی

کتھا کسی میں اور ہے چونے سے پر کوئی
رکھی ہوئی کسی میں ہے چھوٹی الائچی

چکنی ڈلی کسی میں کسی میں ہے چھالیا
اور ہے کسی میں زردہ لبالب بھرا ہوا

سامان پان کھانے کا موجود ہے سبھی
اور بیڑے ٹانکنے کو ہیں لونگیں رکھی ہوئی

رکھا ہے ایک صافی میں تجھ کو لپیٹ کر
اے پان تا کہ سوکھ نہ جائے تو جلد تر

قلعی ہے پاندان پہ ایسی چڑھی ہوئی
گویا کہ چاندنی ہے زمیں پر کھلی ہوئی

دیکھو سروتے جن میں ہیں گھنگریاں لگی
کترو جو چھالیہ تو ہیں چھن چھن وہ کر رہی

بیڑوں کو دیکھیئے تو بڑی آن کی شان ہے
رکھنے کو خاص اُن کے لیئے خاصدان ہے

ڈھکنوں کا پاندان تو دیکھو سجا ہوا
گویا سجائے خود وہ دلھن ہے بنا ہوا

ڈھولی پہ ڈھولیاں چلی آتی ہیں پان کی
کھاتے ہیں دم بدم کبھی بھرتا نہیں ہے جی

بیکاروں کے لیئے بھی یہ اچھا ہے مشغلا
دھیان اُن کا پاندان میں بس ہے لگا ہوا

کیوں پان کھانے کی نہ ہو ہر اک کو آرزو
پنجاب میں بھی دل سے اسے چاہیں اب
ہیں وصف بے شمار کہاں تک جتاؤں میں
جوڑے ہیں شعر میں نے یہ جو کچھ برے بھلے
ورنہ زیادہ شوق نہیں پان کا مجھے
میں ورق سونے چاندی کے اس پر لگاؤں گی
تعریف لکھ کے پان کا بیڑا کھلا دیا

ہوتے ہیں لوگ کھانے سے جب اس کے سرخ رو
خود کھاتے ہیں کھلاتے ہیں مہماں کو پان سب
اس میں جو خوبیاں ہیں وہ کیونکر گنواؤں میں
بشریٰ پیاری کی خاطر سے ہیں لکھے
ممکن ہے میری نظم ہو بے ربط اس لیے
بشریٰ پیاری تم کو گلوری کھلاؤں گی
کیوں اب تو مجھ سے آپ کا جی خوش ہوا

(محمدی بیگم مرحومہ)

## پان پر ایک دوسری نظم

یہ گلابی رنگ ہونٹوں کا خدا کی شان ہے
باطن و ظاہر میں یاقوت اور زمرد کا ہے رنگ
تیز کر دیتا ہے یہ دورانِ خوں کو کس قدر
معدہ و قلب و جگر کو بھی ہے اس سے تقویت
کھول دیتا ہے یہ فوراً جسم کے سارے مسام[1]
ورد و دنداں میں گلوری منہ میں رکھ کر دیکھ لو
منہ لگا ہے آج کل ایسا کہ جس کو دیکھیے

اہلِ یورپ کا سگار و چائے پر جو جان ہے
ایشیائی ملک میں خاطر تواضع پان ہے
پان کی سرخی لبِ نازک کی گویا جان ہے
طرفہ نیرنگی دو رنگی کا نمونہ پان ہے
ہے مقوی و مفرح جیسے کا سامان ہے
ذہن بھی اک آئنہ ہے جس کی صیقل پان ہے
منہ کو خوشبودار کرنا بھی بہت آسان ہے
پھر رہے تکلیف کچھ باقی یہ کیا امکان ہے
جیب میں بٹوا ہوا اور ڈبیا کے اندر پان ہے

۵ صاف کرتا ہے گلے کو سینے کی آواز کو ٭ گاتوں پر مطربوں پر پان کا احسان ہے

[1] نام بدل دیا ہے۔ خون کی گردش سے چھوٹے چھوٹے سوراخ جو انسان کی جلد میں ہوتے ہیں ان کو کیا ممکن ہے ۔۱۲

رنگ بھی اس کا نرالا اور اثر بھی ہے عجیب
ایک برگِ سبز ہے یا لعلِ تر کی کان ہے

مُنہ کو پاک و صاف و خوش بو اک گلوری نے کیا
خوبیوں پر اس کی ہر غنچہ دہن قربان ہے

بے[۱] نوا ہو یا تو[۲] نگر ہو سفر یا ہو حضر
اس کا طالب اس کا خواہش مند ہر انسان ہے

ہند میں منظور و مقبولِ خلائق ہے یہی
شغل اس کا ہر جگہ ہر وقت اس کا دھیان ہے

اس کی کثرت پر نظر ڈالو تو ہوتا ہے عجب
اس کی ہر بازار میں چلتی ہوئی دکان ہے

میزباں کے ہاتھ سے رفتار ہے اس کی سبک
چلتا پھرتا ہے یہ محفل میں مگر بے جان ہے

مختصر کر نظم کو اب طول کیوں دیتا ہے تو
کام ہیں دنیا کے لاکھوں اور تری اک جان ہے

شعر گوئی کا مزہ شاعر سے پوچھو ہوش تم
خونِ دل پیتا ہے، کیا کچھ شاعری آسان ہے

(ہوش بلگرامی)

## طبِ یونانی

نہ کچھ ساز و سامانِ دل بستگی ہے
یہ کیا شور و غوغا ہے کاہے کا غُل ہے

نہ آواز نَے ہے نہ بانگ دُہل[۳] ہے
نہ رقاص[۴] ہے اور نہ ساقی نہ مُل[۵] ہے

سنا تھا کہ دل قوم کے مر گئے ہیں
انھیں میں کسی مرنے والے کا قُل[۶] ہے

محرم کی مجلس ہے یا اُس کا ذاکر
و یا بزمِ[۷] میلادِ ختم الرسل ہے

نہ یہ ہے نہ وہ ہے تو پھر کیا سبب ہے
کہ اتنا بڑا صحن لوگوں سے فُل[۸] ہے

اگر بے سبب ٹوٹ آئی ہے خلقت
تو کیا ان کے پیروں میں ناحق کی چُل[۹] ہے

---

۱ غریب ۔ ۲ امیر ۔ ۳ ڈھول کی آواز ۔ ۴ ناچنے والا ۔ ۵ شراب ۔ ۶ فاتحہ ۔ ۷ مولود شریف کی مجلس ۔ ۸ انگریزی Full = بھرا ہوا ۔ ۹ کھلبلی ۔ ۱۲

نہیں، مدرسے کا ہے سالانہ جلسہ
طبابت میں فصلِ بہار آ رہی ہے
یہ ہستی ہے اک بحرِ[1] متواجِ عالم
مگر کون طب، جس کا ماخذ[2] ہے یوناں
نہ وہ طب[4] کہ جس میں فرا آنکھ ہوگی

بہ تقریبِ معمول و معلوم کُل ہے
کِھلا اس کے گلشن میں یہ تازہ گُل ہے
طِب اُس پہ سے ہو کر گزرنے کا پُل ہے
کہ محفوظ[3] و مامون و خیر السبل ہے
تو یاں[5] مشغلِ زندگانی ہی گُل ہے

(مولوی نذیر احمد مرحوم)

## قحط اور طاعون

کسی شان میں گرچہ قاصر نہیں
سفر دور اور لوگ ہارے ہوئے
پہنچنے نہیں پائے تھے کال سے
ہزاروں کے گھر کر دیئے بے چراغ
اب آگے تحمل کا یارا نہیں
جو طاعون سے قحط سے تھے معاف
غرض موت کا گرم بازار ہے
پھر آخر کو سرحد کی جنگ و جدال
بافراط ملکی خزانوں کا خرچ

گیا ہو جب اپنا ہی جیوڑا نکل
کہاں کی رباعی کہاں کی غزل
مگر یاں طبیعت ہی حاضر نہیں
کہ ہیں خشک سالی کے مارے ہوئے
کہ طاعون آ دھمکے پاتال[7] سے
نہیں اب دلِ زار میں جائے داغ
کہ دل ہی تو ہے سنگِ خارا نہیں
وہاں زلزلوں نے کیا ہاتھ صاف
زمیں پر مگر آدمی بار[8] ہے
اک آندھی چلی کر گئی پائمال
اور اس پر گراں قدر جانوں کا خرچ

[1] موج مارنے والا سمندر۔ [2] اصل جڑ۔ [3] حفاظت اور امن کا اور سب سے بہتر رستہ ہے۔ [4] یعنی ڈاکٹری۔ [5] تو بس زندگی ہی کا خاتمہ ہے۔ [6] سنبھلنے۔ [7] غیب۔ [8] بوجھ ۱۲

گورمنٹ کا گر نہ ہوتا کرم — قیامت کے سامان تھے سب بہم
ہمارا انھیں ہر گھڑی دھیان تھا — کیا جس کے[1] کرنے کا امکان تھا
بچایا جلایا بسایا ہمیں — رکھے ان کی رعایا خدایا ہمیں
الٰہی یہ شاہِ رعیت نواز — کہ عمرش[2] باقبال و دولت دراز
خلائق پہ دائم[3] رہے مہرباں — تہِ دل سے آمیں کہو یک زباں
ہو توفیق خیر اُس کے حکام کو — کہ آرام دیں خاص کو عام کو
اور اک یہ کہ میں خود بھی جیتا رہوں — کہ ہر سال یاں آکے لکچر کہوں
علالت رہے مجھ سے کوسوں پرے — کہ اس طرح کا زندہ دل کیوں مرے

(مولوی نذیر احمد مرحوم)

## دلی دربار سنہ ۱۹۱۱ء

سر میں شوق کا سودا دیکھا
دہلی کو ہم نے جا دیکھا
جو کچھ دیکھا اچھا دیکھا — کیا بتلاؤں کیا کیا دیکھا
نظم ہے مجھ کو بادۂ صافی — شغل یہی ہے دل کو کافی
مانگتا ہوں یاروں سے معافی — خیر اب دیکھو لطفِ قوافی
جمنا جی کے پاٹ کو دیکھا — اچھے ستھرے گھاٹ کو دیکھا
سب سے اونچے لاٹ کو دیکھا — حضرت ڈیوک[4] کناٹ کو دیکھا
پلٹن اور رسالے دیکھے — گورے دیکھے کالے دیکھے

[1] جہاں تک ممکن تھا۔ جتنا ہو سکتا تھا [2] کہ عمر اُسکی ساتھ اقبال اور دولت کے دراز ہو [3] ہمیشہ [4] شہنشاہ معظم جارج پنجم کے چچا۔ ۱۲

| | |
|---|---|
| سنگینیں اور بھالے دیکھے | بینڈ[1] بجانے والے دیکھے |
| خیموں کا اک جنگل دیکھا | اس جنگل میں منگل دیکھا |
| برھما اور ورڈ[2] کا دنگل دیکھا | عزت خواہوں کا[3] دنگل دیکھا |
| سڑکیں تھیں ہر کمپ[4] سے جاری | پانی تھا ہر پمپ[5] سے جاری |
| نور کی موجیں لمپ[6] سے جاری | تیزی تھی ہر جمپ[7] سے جاری |
| کچھ چیزوں پر مردی دیکھی | کچھ چیزوں پر زردی دیکھی |
| اچھی خاصی سردی دیکھی | دل نے جو حالت کردی دیکھی |
| ڈالی میں نارنگی دیکھی | محفل میں سارنگی دیکھی |
| بے رنگی با رنگی دیکھی | دہر کی رنگا رنگی دیکھی |
| اچھے اچھوں کو بھٹکا دیکھا | بھیڑ میں کھاتے جھٹکا دیکھا |
| منہ کو اگرچہ لٹکا دیکھا | دل در یار سے اٹکا دیکھا |
| ہاتھی دیکھے بھاری بھرکم | ان کا چلنا کم کم تھم تھم |
| زرّیں جھولیں نور کا عالم | میلوں تک وہ چھم چھم[8] چھم چھم |
| پُر تھا پہلوئے مسجد جامع | روشنیاں تھیں ہر سو لامع[9] |
| کوئی نہیں تھا کسی کا سامع[10] | سب کے سب تھے دید کے طامع[11] |
| سرخی سڑک پہ کٹتی دیکھی | سانس بھی بھیڑ میں گھٹتی دیکھی |

[1] Band [2] Camp ڈلٹن میرا ایک پلٹن ٹھہری۔ اکھاڑا ۔ مجمع ۔ [5] Pump [6] Lamp پانی کے نل کا لمبا ۔ [7] Jump = کود ۔ [8] چمک دار [9] سننے والا [10] طمع کرنے والے ۔ تماشے کے شوقین ۱۲

آتش بازی چھٹتی دیکھی | لطف کی دولت لٹتی دیکھی
چوکی اک جو لکھی دیکھی | خوب ہی چکھی پکھی دیکھی
ہر سو نعمت رکھی دیکھی | شہد اور دودھ کی نکھی دیکھی
ایک کا حصہ منّ و سلوا | ایک کا حصہ تھوڑا حلوا
ایک کا حصہ بھیڑ اور بلوا | میرا حصہ دور کا جلوا
اوج[1] بھی برٹش راج کا دیکھا | پرتو تخت و تاج کا دیکھا
رنگ زمانہ آج کا دیکھا | رخ کرزن[2] مہاراج کا دیکھا
پہنچے پھاند[3] کے سات سمندر | تخت میں ان کے بیسوں بندر[4]
حکمت و دانش ان کے اندر | اپنی جگہ ہر ایک سکندر
اوجِ تخت ملاقی ان کا | چرخِ ہفت طباقی ان کا
محفل ان کی ساقی ان کا | آنکھیں میری باقی ان کا
ہم تو ان کے خیر طلب ہیں | ہم کیا ایسے ہی سب کے سب ہیں
ان کے راج کے عمدہ ڈھب ہیں | سب سامانِ عیش و طرب ہیں
اگزبشن[6] کی شان انوکھی | ہر شے عمدہ ہر شے چوکھی
اقلیدس کی ناپی جوکھی[7] | من بھر سونے کی لاگت سوکھی
جشنِ عظیم اس سال ہوا ہے | شاہی فورٹ[8] میں بال[9] ہوا ہے
روشن ہر اک ہال[10] ہوا ہے | قصۂ ماضی حال ہوا ہے

[1] عروج - بلندی - [2] لارڈ کرزن جو اُس وقت وائسرائے تھے - [3] پھلانگ - اُچک - [4] جہاز اُترنے کی جگہ - [5] ساتھ - [6] Exhibition = نمائش - [7] تولی تا - [8] Fort = قلعہ - [9] Ball = ناچ - [10] Hall = بڑا کمرہ - ۱۲

ہے مشہور ہر کوچہ و برزن　　بال ہیں ناچیں لیڈی کرزن
حائر ہوش تھے سب کے پرزن　　رشک سے دیکھ رہی تھی ہر زن

ہال میں چمکیں آکے یکایک　　زرّیں تھی پوشاک جھکا جھک
محو تھا ان کا اوجِ سما تک　　چرخ پہ زہرہ ان کی تھی گاہک

گو رقاصہ اوجِ فلک تھی　　اُس میں کہاں یہ نوک پلک تھی
اندر کی محفل کی جھلک تھی　　بزمِ عشرت صبح تلک تھی

کی ہے یہ بندش ذہن رسا نے　　کوئی مانے خواہ نہ مانے
سنتے ہیں ہم تو یہ افسانے　　جس نے دیکھا ہو وہ جانے

(حضرت اکبر الہ آبادی)

## شرکتِ محفل

محفل میں جو کثرت ہے وہ سب حالی ہے
زانو پہ جو زانو ہے تو پامالی ہے
کچھ فکر نہیں شوق سے آئیں احباب　　جو دل میں جگہ ہے وہ ابھی خالی ہے

تو ہمیشہ رہتا ہے چیں برجبیں افسردہ دل
پھر کسی کی بزمِ عشرت میں نہ جا بہرِ خدا
خود ہی اپنی جان سے ہے بیزار تو انصاف کر
تجھ سے اہلِ بزم پھر کس طرح خوش ہوں گے بھلا
چاہیے اس طرح جانا محفلِ احباب میں
باغ میں جس طرح خوش خوش آتی ہے بادِ صبا

۱ گلی کوچہ　۲ ہر عورت　۳ آسمان – ۱۲

خیر مقدم کا اشارہ جھوم کر دیتی ہے شاخ
اور چٹک کر دیتی ہیں کلیاں صدائے مرحبا

جس شجر کے پاس سے گزرے لگا وہ جھومنے
پہنچی جس غنچے تک افسردہ تھا وہ ہنسنے لگا

دل پہ جو گزرے وہ گزرے کیوں کسی کو ہو خبر
سب سے بڑھ کر ہے خدا تو حال دل کا جانتا

شادی و غم جب کہ دونوں ہیں جہاں میں بے ثبات
وقت اپنا کاٹ دے ہنس بول کر مرد خدا

(مولوی محمد اسمٰعیل)

## آدابِ محفل

جائے گر محفل میں تو اے میری جاں
بیٹھ اپنے مرتبے سے تو وہاں

تا اٹھا دیوے نہ کوئی دوسرا
اور نہ مسند پر یکایک بیٹھ جا

قدر کم ہوتی ہے خفت[2] بیشتر
خندہ زن[1] ہرگز نہ ہو ہر بات پر

دیدۂ[4] و دانستہ نادانی نہ کر
اور اپنی واں ثنا خوانی[3] نہ کر

اپنی تصنیفات اور فرزند کی
کر نہ تو تعریف محفل میں اخی[5]

زہر میں شکر ملانا کیا ضرور
محفلِ غم میں نہ کر ذکرِ سرور

کر نہ غم کا ذکر واں اے نکتہ داں
ہو کہیں گر محفلِ شادی عیاں[6]

تھام شمشیرِ زباں کو اپنی تھام
اور لوگوں کا نہ کر قطعِ کلام

---

[1] ہنسو مت – [2] سبکی – [3] تعریف – [4] جان بوجھ کر – [5] اے میرے بھائی – [6] ظاہر ۱۲

اور نہ چٹخا انگلیوں کو بار بار
کہہ دیئے ہیں قاعدے تجھ سے یہ سب

ہو زباں پر یہ فعل سُن اے ہوشیار
بیٹھ محفل میں تو ہر دم با ادب
(شیخ عبداللہ سہارنپوری شائق)

# بیگم اور لیڈی کی دو دو باتیں

سمجھتی ہو زیور کو زینت کا ساماں
بناوٹ سے تم چاہتی ہو چمکنا
وہی کُرتی انگیا وہی بند محرم
یہ سب کام باہر ہیں تہذیب سے اب
سلیقہ نہیں بات کرنے کا تم کو
نہ تہذیب تم میں نہ شائستگی ہے
رہا کرتی ہو قید گھر میں ہمیشہ
تمہیں اس سے کیا تم اسیرِ قفس ہو
مصیبت سے دن کاٹتی ہو جہاں میں

کہا ایک لیڈی نے بیگم سے اک دن
کہ ہو بیہودہ تہذیب سے تم ہو عاری
نئی روشنی کا اثر کچھ نہیں ہے
پُرانی ہیں جتنی ہیں باتیں تمہاری
خوشی سے اُٹھاتی ہو یہ بوجھ بھاری
لگاتی ہو کپڑوں پہ گوٹا کناری
چلی جاتی ہے حُسن کی پردہ داری
نشانِ جہالت ہیں باتیں یہ ساری
ہر بزم کیوں کر نہ حاصل ہو خواری
نئی روشنی میں یہ چلن ہے گنواری
نہ سیر و سیاحت نہ شوقِ سواری
چلے باغ میں لاکھ بادِ بہاری
یہ جینا ہے یا نزع کی دم شماری

برائے محاورات ۱ے بیگم۔ خاتونِ شریف زادی۔ جنٹلمین کا مونث ۲ے کوری۔ خالی۔ بے بہرہ ۳ے مجلس یا محفل میں ۴ے ذلت ۵ے پنجرے میں قید ہو ۶ے جس طرح جاں کنی میں کوئی سانس گنے۔ ۱۲

تمھیں بے جیتے جی مار رکھا ہے اس نے
پڑے بھاڑ چولھے میں یہ وضع داری

کہا سُن کے بیگم نے اے میم صاحب
بس اب چپ رہو آتی ہے میری باری

نئی روشنی کے نئے گیت گائے
بہت تم نے بڑھ بڑھ کے شیخی بگھاری

تماشا تو دیکھو کہ پردہ اُٹھا کر
بنی پھرتی ہے میم[1] میری بچاری

نظر پڑتی ہے غیر لوگوں کی ہر دم
تمھارا یہ چہرہ ہے یا چاند ماری

کیا کرتی ہو غیر مردوں سے باتیں
پھٹکتی نہیں پاس تک شرمساری

ہوئی ڈولی اور بندگاڑی سے نفرت
پسند آئی بائیسکل[2] کی سواری

نہیں تم کو سیر و سیاحت سے فرصت
بُری طرح برباد ہے خانہ داری

نہ اتراؤ میموں کا سایہ پہن کر
کہ صورت ہے کالی کلوٹی تمھاری

چلا ہنس کی چال اپنی بھی بھولا
نہ کام آئی کوے کی کچھ ہوشیاری

نہ بیگم ہے کوئی نہ رانی ہے کوئی
نہ زیب النسا ہے نہ چنچل کماری

مسز[3] اور مس[4] بن گئیں عورتیں سب
لقب سے بیاہی بچی ہے نہ کنواری

ترقی کرو علم و شایستگی میں
نہ چھوڑو مگر اپنی ہٹ[5] و وضع داری

کوئی آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا
حکومت کا میموں کی سکہ ہے جاری

ہمیں زیب دیتی نہیں ریسیں ان کی
حکومت سے پھبتی ہیں باتیں ساری

وجاہت سناتا ہے سب عورتوں کو
کریں ننگ[6] و ناموس کی پاس[7]داری

(سید وجاہت حسین جھنجھانوی)

[1] Mam = نام [2] Bicycle - دو پہیے کی گاڑی جو پاؤں سے چلائی جاتی ہے [3] Mrs = بیاہی ہوئی عورت [4] Miss = کنواری
[5] حرص [6] شرم اور عزت [7] خیال - لحاظ - ۱۲

## دل سے دو دو باتیں

دلِ غم نصیب و محزوں　　تو نحیف و زار کیوں ہے؟
یہ تجھی سے پوچھتا ہوں　　کہ تو بے قرار کیوں ہے؟
تجھے اضطراب کیوں ہے؟

ہے عجیب تیری دھڑکن　　ہے تڑپ تری نرالی
تو ہے دل مرا کہ دشمن　　مری جانِ زار کھالی
نہ ہوا تو غم سے خالی

ترے غم کو میں بھی جانوں　　کہ وہ کس مآل کا ہے
وہ نتیجہ میں بھی دیکھوں　　جو ترے خیال کا ہے
جو ترے ملال کا ہے

نہ شگفتہ فصلِ گل میں　　نہ کسی چمن میں خنداں
نہ قرار شور و غل میں　　نہ سکوت میں تو شاداں
تجھے کیا ہوا ہے ناداں؟

تجھے لے گیا چمن میں　　کہ کسی طرح کھلے تو
گل و لالہ و سمن میں　　کرے شکوے اور گلے تو
اگر ان میں کچھ ملے تو

مگر آہ واں بھی دیکھا　　نہ تری خوشی کا ساماں
گل و سبزہ پر نہ ریجھا　　نہ نوائے عندلیباں

---

۱ غمگین ۲ کم زور اور پریشان ۳ قسم ۴ کھلا ہوا - خوش ۵ ہنستا ۶ خاموشی ۷ فریفتہ ہوا ۸ بلبلوں کے راگ — ۱۲

نہ ہوا اترا[1] نہ ریزاں

تجھے بزمِ عیش میں بھی ۔۔۔ تو بٹھا بٹھا کے دیکھا
تجھے جامِ دستِ ساقی ۔۔۔ سے پلا پلا کے دیکھا
غرض آزما کے دیکھا

نہ ہوا قرار تجھ کو ۔۔۔ کوئی اور آرزو ہے؟
گلِ عیش خار تجھ کو ۔۔۔ تری خو[2] میں اور بو ہے
کوئی اور جستجو ہے؟

تجھے لے چلوں وہاں میں ۔۔۔ ہیں جہاں چمکتے تارے
کہ تجھے بلا رہے ہیں ۔۔۔ وہ فلک کے ماہ تارے
ہیں عجیب پیارے پیارے

نہ تجھے ہے ان کی چاہت ۔۔۔ نہ ہے تیرہ خاکداں کی
نہ زمیں سے تجھ کو الفت ۔۔۔ نہ محبت آسماں کی
تو ہے آرزو کہاں کی؟

## ایک حسیں لڑکی

چہرہ ہے پیارا پیارا آنکھیں ہیں کالی کالی
لب گل کی پتیاں ہیں صورت ہے بھولی بھالی
نازک بدن ہے اس کا یہ نخلِ گل کی ڈالی
چہرے کا رنگ دیکھو کہہ دو کہ پھول والی
رخ پر جو آ رہی ہیں اڑ کر لٹیں ہوا سے

[1] نہ گایا [2] عادت ۔ خصلت ۔ ۱۲

مہکا رہی ہے اُن کو کس ناز سے ادا سے

ناز اُس کے قدرتی ہیں یہ اُن سے بے خبر خود

دل کش نظر ہے لیکن واقف نہیں نظر خود

بالوں میں بن رہے ہیں گھونگر ادھر اُدھر خود

وارفتہ[۱] ہو رہا ہے حُسن اُس کی شکل پر خود

کیسا دہن ہے زیبا کتنا ہے تنگ دیکھو

آنکھوں میں لال ڈورے لائے ہیں رنگ دیکھو

کس لطف سے لڑکپن اس کو کھلا رہا ہے

چھوٹے سے قد کو کیا کیا چالوں پہ لا رہا ہے

مل کر کبھی تبسّم[۲] ہونٹوں پہ آ رہا ہے

مل کر کبھی نظر سے شوخی دکھا رہا ہے

وارفتگی[۳] تو دیکھو بے خود ہے کس قدر یہ

آنچل زمیں پہ لوٹا لیکن ہے بے خبر یہ

چوٹی نہیں گندھی ہے بال اُڑتے ہیں ہوا سے

بُندے اُلجھ گئے ہیں بالوں میں تو بلا سے

بالوں پہ جمتی ہے گرد اُڑ اُڑ کے جا بجا سے

سر پر چمک رہے ہیں ذرّے ذرا ذرا سے

کرتا کریب کا ہے کانٹوں پہ ہے وہ اٹکا

---

۱ بے خود ۲ مسکراہٹ ۳ فریفتگی — ۱۲

دامن پھٹا وہ دیکھو کھینچا جو دے کے جھٹکا
کُرتے کو دیکھ کر یہ پہلے تو مُسکرائی
پھر کچھ جو دھیان آیا حیرت سی رُخ پہ چھائی
پوچھے گی ماں، کہاں سے کرتے کو پھاڑ لائی
یہ ڈر نہیں تو چھوٹے چہرے پہ کیوں ہوائی
کرتے کو دیکھتی ہی کانٹوں کو دیکھتی ہی
ماں کیا کہے گی دیکھو اب سوچ اُسکی ہی
ٹہلی پھر اُٹھ کے اب کچھ تسکین پا رہی ہی
رنگت اُڑی ہوئی پھر چہرے پہ آ رہی ہی
چھوٹی سی کلی سی کو نظروں میں لا رہی ہی
خود مُنہ چڑا رہی ہی خود مُسکرا رہی ہی
لائی ہوا جو اپنے دامن میں گرد بھر کے
آنچل میں مُنہ چھپایا آنکھوں کو بند کر کے
چل نکلی اور ٹھٹک کر مجھ پر نگاہ ڈالی
میں اُس کو دیکھتا ہوں یہ بات اُس نے پالی
آنکھیں اُٹھا کے دیکھا اور پھر نظر بچالی
یہ قدرتی حیا ہی دل کی لُبھانے والی
دیکھے جو پھر تو شاید ترچھی نظر سے دیکھے

پھیرا ہے رخ تو شاید مڑ کر ادھر بھی دیکھے
دیکھا تو اُس نے لیکن گردن جھکا کے دیکھا
آنچل کو سر پہ ڈالا اور مسکرا کے دیکھا
کیا ترچھی چتونوں سے آنکھیں چرا کے دیکھا
دیکھا پھر اُس نے دیکھو آنچل ہٹا کے دیکھا
پایا بنا جو مجھ کو کچھ شرم آئی اُس کو
فطرت کی یہ ادا ہے بننے کا فہم کس کو
چشمے کی راہ لی ہے شاید پیئے گی پانی
پہونچی تو دیکھتی ہے چپ چپ کھڑی ہے روانی[1]
عکسِ فلک کی رنگت سورج کی ضوفشانی[2]
پانی تو ہے سنہرا اور تہ ہے آسمانی
لہروں میں چلتی پھرتی سورج کی جو چمک ہے
اس سے چمک رہی ہے کیا بجلیوں کا شک ہے
وہ پائنچے سنبھالے پانی تو خیر کم ہے
ٹخنوں ہی تک ہے گہرا اور چند ہی قدم ہے
لیکن لچک بدن میں چلنے سے دم بدم ہے
نازک ہے پاؤں پھسلے پانی میں تو ستم ہے

[1] بہاؤ [2] روشنی ڈالنا۔ چمک ۱۲

وہ اوڑھنی نہ سنبھلی پانی سے تر ہوئی ہے
وہ لڑکھڑائی دیکھو دُہری کمر ہوئی ہے

نالہ اُتر کے پہنچی زیرِ شجر کھڑی ہے
ننھے سے دل پہ اُس کے ہمت بہت بڑی ہے

کچھ اوڑھنی بدن پر کچھ خاک پر پڑی ہے
خوشے پکے ہوئے ہیں اُس سے نظر لڑی ہے

میں جا نہیں گرا دوں بھلے یہیں تو اچھا
کھیلے یہیں تو اچھا ٹہلے یہیں تو اچھا

## ماں کی نصیحت

ماں نے بیٹی سے کہا میری دلاری بیٹی
بیٹیوں میں ہے بہت تو مجھے پیاری بیٹی

جان اور دل سے مجھے بھاتی ہے تیری خدمت
چونکہ تو کرتی دل و جاں سے ہے میری خدمت

یہی باعث ہے کہ رکھتی ہوں تجھے میں بھی عزیز
کام کی بات بتاتی ہوں تجھے کام کی چیز

میں نے بتلائی ہیں اب تک تجھے جو جو باتیں
یاد رکھ اُن میں سے مت بھول کبھی دو باتیں

ایک تو یہ ہے کہ جس وقت کا ہے جو کچھ کام
اُس کو کر ڈال اُسی وقت تو ہے نیک انجام

دوسری یہ ہے جہاں سے تو کوئی چیز اُٹھائے
ہو چکے کام تو پھر اُس کو وہیں پر رکھ جائے

انتظام اور سلیقے کے یہی گُر ہیں بڑے
ہو عمل ان پہ تو پھر رُکنے نہیں کام پڑے

مان لی تو نے مری جان نصیحت میری
تجھ کو جو دیکھے گا تعریف کرے گا تیری

مہر کا بھی ہے عمل جو کہ انھیں باتوں پر
کام اُس کا کبھی ہونے نہیں پاتا ابتر

(منشی سورج نرائن - مہر - دہلوی)

## ہنر

قوم کے واسطے سامانِ ترقی ہے ہنر
بادشاہوں کے لیئے جانِ ترقی ہے ہنر

اہلِ[1] حرفت کے لیئے کانِ ترقی ہی ہنر باغِ عالم میں گلستانِ ترقی ہی ہنر

قدر جس مُلک میں اس کی نہ ہی برباد ہی وہ

جس جگہ اہلِ ہنر ہوتے ہیں آباد ہی وہ

انبیا جتنے تھے سب اہلِ ہنر تھے[2] یکسر نوح نجار[3] تھے یہ جانتے ہیں سارے بشر

تھے جو داؤد انھیں کہتے ہیں سب آہن گر[4] نہیں خیاطی[5] میں ادریس سے کوئی بڑھ کر

عیب پیشوں کو سمجھتے ہیں جہالت سے ہم

دور ہو جاتے ہیں گویا کہ شرافت سے ہم

آدمی جتنے ہیں بے شبہ بنی آدم ہیں بشریت میں نہ ہم اُن سے نہ وہ ہم سے کم ہیں

متحد[6] صورت و سیرت میں سبھی باہم ہیں پر ہنرمند جو ہیں وہی اعظم[7] ہیں

کالے گورے کی نہیں اہلِ ہنر میں تمیز

آدمی شئے نہیں کوئی یہ ہنر سے ہی عزیز

جتنی قومیں ہیں ہنر ہی سے ہیں وہ مالا مال جتنے نوکر ہیں وہ چھوٹے کہ ہوئے بس کنگال[8]

پر ہنر وہ ہی کہ جس کو کبھی دیکھا نہ زوال فلسفی[9] ہونے کا کچھ بھی نہیں حاصل فی الحال[10]

مال داری جو ہو مطلوب[11] ہنر کو سیکھو

ہو جو ثروت تمھیں مرغوب ہنر کو سیکھو

(شاہ محمد اکبر صاحب عظیم آبادی)

---

[1] پیشے والوں [2] کل سارے کے سارے [3] بڑھئی [4] لہار [5] درزی پنے [6] یکساں۔ ایک سے [7] بڑے [8] مفلس [9] فلسفہ جاننے والا۔ فلسفہ = علمِ حکمت [10] اس زمانے میں [11] درکار ۔ ۱۲

## پاربتی

اس راجہ ہیما چل کے گھر اک بالی سندر بیٹی تھی
مُکھ اُس کا چندا جیسا تھا نام اُس کا گورا پاربتی

لب لعلِ یمن اور غنچہ دہن تن برگِ سمن قد سرو سہی
پوشاک جھلکتی تاجِ زری اَن گنتی پہنے من موتی
وہ کنٹھلے کنگن کندن کے وہ بازو، چھلے اور مُندریں
وہ جھانجن بجتی سونے کی اور چوٹی گھنگرو چور اسی
ماں باپ کی پیاری ناز بھری آنکھوں میں وہ نِس دن پھرتی
نِت رہتی ہاتھوں چھاؤں میں اور مانی آس مرادوں کی
سُکھ بھوجن نورتن اور میوے پکوان مٹھائی دودھ دہی
سو ساٹھ سہیلی ساتھ پھریں ہم عمریں سبھی بالی بھولی
سب پیار کریں تن من واریں سنگ کھیلیں جب نین جی
سب گہنے ہیں سر پاؤں لدیں تن سوہا سالو اور چیری
کوئی اُچھلے کودے سوانگ کرے کوئی ہنس ہنس کرتی اٹکھیلی
دن رات ہنسیں اور چین کریں ہر آن کی خوبی خوش وقتی
تھی رہتی گورا پاربتی ان روپ سروپوں ابرن میں
سب طور خوشی سے پھرتی تھی نت اپنے گھر اور آنگن میں
(نظیر اکبر آبادی)

## شادی کی محفل

جو بانے جھاڑے خار و خسک اور بادل پانی چھڑکائے
بانات قنائیں شمیانے دل بادل تنبو تنوائے

ٹمگیرے جھالر موتی کے کم خواب مشجر چمکائے
گل فرش حریر اور دیبا کے خوش رنگ چمکتے بچھوائے
مُقیش زری کے لچھے بھی بھر جاگہ جاگہ لٹکائے
گل عطر و گلاب اور پان دھرے کستوری عنبر رکھوائے
پھر تھال الاچی لونگوں کے بھی خوب طرح سے چنوائے
چنگیر دھرے سوزیب بھرے اور طرّہ ہار بھی گندھوائے
ہر چار طرف طیاری کی اسباب طرب کے ٹھہرائے
جو ٹھاٹھ بڑے ہیں شادی کے اک پل بھر میں سب چمکائے
(نظیر اکبر آبادی)

## دُلہن کا جہیز

جب آئی گھڑی وہ رخصت کی تب لاکر یہ اسباب دھرے
پوشاکیں سنگیں بیش بہا جن میں ہر تار پڑا جن کا سب چمکے
زر زیور کے واں ڈھیر لگے جو باہر ہووے گنتی سے
وہ موتی ہیرے آن ہولے وہ لعل زمرّد کے ڈبّے
وہ چھٹے بٹّے چاندی کے وہ تھال کٹورے سونے کے
وہ فرش سنہرے نقش بھرے جو بچھتے محلوں بیچ پڑے
وہ جوڑے خوب لباسوں کے اور گنتی میں بھی بہتیرے
وہ باندیاں اچھی صورت کی سر پاؤں تلک پہنے زیور
وہ کنچل جھول جھلکتی کے انباری جن پر اور ہودے
وہ گھوڑے گلگوں مثل ہوا زر دوزی جن پر زین بندھے

چنڈول جھلکتے ہو وہ جن بانات زری کے تھے پردے
رتھ بہلیں اور گھڑ بہلیں بھی وہ ٹھاٹھ چمکتے جن کے تھے

وہ رنگیں جھالر دار رتھیں وہ بیل بہت جن کے اونچے
وہ ٹھاٹھ رکھا دروازے پر اور بعد بوجھ اٹھانے کے

تھے جتنے شادی بیاہ کے سامان جو واں طیار ہوئے
ہر ٹھاٹھ کے وال دروازے پر ہر جانب سو انبار ہوئے
(نظیر اکبر آبادی لفظی ترمیم کے بعد) ڈھیر

## دُلہن کی رخصت

جب ڈیوڑھی پر چنڈول اٹھا دروازے پر سو خوبی سے
سوار ہو
نوچھاور اتنی کی اس پہ کُل موتی پھول زری بکھرے
نچھاور

اُس وقت بہت خوش وقتی سے وہ دولہا بھی اسوار ہوئے
وہ خوبی قسمت چار طرف سب ساتھ براتی زیب بھرے

اسواری دولہا کی آگے چنڈول دُلہن کا تھا پیچھے
سواری
وہ باجے گاجے ساتھ جو تھے سب ہر دم بجتے ساتھ چلے

اسباب دیئے جو دُلہن کو تھے اُس کے جاتے اُونٹ لدے
وہ جتنے چیرا چیری تھے سب رتھ اور میانوں میں بیٹھے

غلام - لونڈی
وہ ہاتھی گھوڑے ہر جانب انبار ی زین جھلکتے تھے
اس دیس کے دیکھنے والے بھی سب دیکھنے نکلے گھر گھر سے

ہر کوٹھے پر بھیڑ لگی اور رستے رستے لوگ بھرے
غل شور خوشی کے چار طرف سب دیکھیں وا اُن ٹھاٹھ بڑے

جس طور خوشی سے بیاہنے کو وہ دولہا لے بارات چڑھے
پھر ویسی ہی خوش وقتی سے وہ سب دیس کو اپنے جا پہنچے
(نظیر اکبرآبادی لفظی ترمیم کے بعد)

## لڑکی کی رخصت

ماں بدا کے وقت بیٹی سے یہ بولی ای عزیز
تجھ سے بڑھ کر مجھ کو ہرگز تھی نہ پیاری کوئی چیز
آنکھ کی پتلی سے بھی رکھا سوا میں نے تجھے
نور اپنی آنکھ کا سمجھا سدا میں نے تجھے
نو مہینے تک تجھے میں پیٹ میں لے کر پھری
سیکڑوں دکھڑے سہے جب جا کے تو پیدا ہوئی
دن کو میں نے دن نہ سمجھا رات کو سمجھا نہ رات
آپ تکلیفیں سہیں پر تم کو رکھا ہاتوں ہات
ہاتھ چھاؤں تم کو رکھا پالا پوسا مان سے
سچ تو یہ ہے تم کو رکھا بڑھ کے اپنی جان سے
سو اگر جاتی تھیں بھوکی تم کبھی ای میری جاں
رات بھر تھیں منہ کو آتی رہتی ماں کی انتڑیاں
بیسیوں دکھڑے سہے اور لاکھوں تکلیفیں سہیں
اللہ آمیں کر کے تب پروان تم پیاری چڑھیں
جب ہوئیں سو مشکلوں سے تم جوان نام خدا
فکر بیٹا پھر تمھارے بیاہنے کا سر چڑھا

جا بجا سے رقعہ و پیغام پھر آنے لگے
پھر تو ہاں صدقے مرے اوسان پھر جانے لگے
بات جس دن یہ ہوئی پختہ تمھارے بیاہ کی
پھر نہ پوچھو کس قدر حالت مری ابتر ہوئی
جب ترے چھٹنے کا آجاتا تھا پیاری مجھ کو دھیان
دل ملا جاتا تھا اور مٹھی میں آ جاتی تھی جان
لو وہی دن آج ہے درپیش ہاں قربان ہو
آج تم پیاری کوئی دم کی مری مہمان ہو
نو مہینے پیٹ میں رکھا پہ اب معذور ہوں
ایک دن پاس اپنے رکھ سکتی نہیں مجبور ہوں
کون سے منہ سے کہوں میں تم کو رکھ سکتی نہیں
آج میں بے بس ہوں کچھ اے جاں مری چلتی نہیں
کل تلک مالک تھی میں تم پر تھا سب دعویٰ مرا
آج پر دو بول نے بیگانہ تم کو کر دیا
بس مرا چلتا اگر تو اے مری لختِ جگر
پہلے ہی کیوں جانے دیتی میں تجھے بیگانے گھر
عمر بھر بکھوے سے اپنے میں لگا رکھتی تمھیں
بیٹھنے کی چیز ہوتیں تو بٹھا رکھتی تمھیں

پر کروں کیا رسم یہ ہوتی سدا سے آئی ہے
بادشاہوں نے بھی بیٹی گھر نہیں بٹھلائی ہے

تم امانت اور کی تھیں ہم امانت دار تھے
تم بِگانا مال تھیں ہم خالی خدمت گار تھے

تم بِدا ہوتی نہیں ہو جان جاتی ہے مری
سخت میرے دل کو اے جاں ہو رہی ہے بے کلی

آج تھمتا ہی نہیں ہے آنکھ کا آنسو مرا
تھامتی ہوں دل کو پر قابو نہیں دل پر مرا

تجھ بغیر آئے گا میرے دل کو اب کس طرح چین
آنکھ سے اوجھل نہیں تجھ کو کیا اے نور عین

تو کلیجے کی ہے بوٹی نور آنکھوں کا مری
سارے گھر بھر میں ہے رونق اے مری لاڈو تری

جب چلی جائے گی گھر سے تو مرے اے گھر بسی
رات دن دل کو رہے گی اک لگن تیری لگی

تیرے جانے سے نظر آئے گا گھر مجھ کو اجاڑ
ہے تری سسرال یاں سے آنکھ اوجھل اور پہاڑ

ہے یہ غم دوری سے بھی بڑھ کر دکھاتا دل مرا
کون اپنے ہاتھ میں رکھے گا پیاری دل ترا

فکر ہے مجھ کو یہی اے ناز پروردہ مری

کون اُٹھائے گا مری جاں ناز برداری تری

غم مرا بے جا نہیں ہے حق بجا رونا مرا
ساتھ ماں بیٹی کا ہے اری سدا کو چھوٹتا
کیوں نہ ہو اندھیر دنیا کس طرح صدمہ نہ ہو
آج رخصت ہے مری نورِ نظر کی بیبیو
چاک ہو سکتا جو سینہ تو دکھاتی تمھیں
جو مرے دل پر گزرتی ہے بتا دیتی تمھیں
خیر یہ جو کچھ ہوا اُس کی مجھے پروا نہیں
غم تو یہ ہے تجربہ کچھ تم کو دنیا کا نہیں
جتنے دن رہنا تھا پیاری تم مرے گھر میں رہیں
آج سے پرائی مری جاں تم لگائی ہو گئیں
بندھ گئی ہو آج اُس بندھن میں تم اے میری جاں
جس میں بندھتی ہیں زمانے بھر کی پیاری بیٹیاں
آج تیرے فرض سے بیٹی ہوئے ہم تو ادا
پر جُوا گردن پہ تیری آج سے رکھا گیا
جُت گئیں دنیا کی تم گاڑی میں بیٹا آج سے
ہے دعا تو کامیابی سے چلا اُس کو سکے
یہ نصیحت یاد رکھنی چاہیئے دل سے تمھیں
اپنے بیگانے کا دل رکھنا تم اپنے ہاتھ میں

ہو بحقِ فاطمہؓ مقبول میری یہ دعا
سر پہ سایہ تیرے شوہر کا رہے قائم سدا

چترِ شوہر کا سدا پھرتا رہے سر پر ترے
ہے دعا دودھوں نہائے اور تو پوتوں پھلے

فضلِ حق اور پنجتن کا سایہ ہو تجھ پر سدا
دین و دنیا میں ہو اے بیٹی ترا حامی خدا

لو خدا حافظ! سدھارو خیر سے اب اپنے گھر
پیٹھ دکھلاتی ہو جاتی منہ دکھاؤ آن کر

([illegible] صاحب لکھنوی)

## عورت

جس پہ ہے سب انتظامِ خانہ داری منحصر
عالمِ ایجاد میں وہ چیز عورت ہی تو ہے

عورت ایسی جو ہو اپنی خوبیوں سے دلپذیر
دے خدا جس گھر کو وہ اُس گھر کی زینت ہی تو ہے

زینت ایسی جس سے ہر صورت میں رونق گھر کی ہو
اہلِ دُنیا کے لیئے دُنیا میں نعمت ہی تو ہے

نعمت ایسی جس سے آسودہ نہ ہو دل عمر بھر
وہ خدا کی دین ہی تھی ہے وہ دولت ہی تو ہے

دولت ایسی جس سے روشن ہو جہاں میں گھر کا نام
اپنے گھر والوں میں وہ خوبیِ قسمت ہی تو ہے

قسمت ایسی جس پہ نازاں ہو انسان کو
خلق پر وہ خالقِ عالم کی رحمت ہی تو ہے

رحمت ایسی جو ہو نازل گھر میں باراں کی طرح
جس میں نازاں ہو وہ گھر دنیا میں جنت ہی تو ہے

جنت ایسی جس سے انظار کو حاصل ہو بہار
چشمِ شوہر میں اِن خوش خو کی صورت ہی تو ہے

صورت ایسی جس سے آئینہ ہو دل کا انکسار
قلبِ شوہر کے لیے تحریکِ رغبت ہی تو ہے

رغبت ایسی جس سے دل مائل ہوے سوئے اتحاد
رغبت و مرغوب ہیں وہ شکلِ اُلفت ہی تو ہے

اُلفت ایسی جس سے باہم ہو نہ رنجش کا ظہور
اتفاقِ باہمی سے گھر کی عزت ہی تو ہے

عزت ایسی جو کرے پیدا نگاہوں میں وقار
روئے زن کے واسطے وہ حسنِ غیرت ہی تو ہے

غیرت ایسی خوبیٔ عفت پہ ہو جس کی بنا
خلق میں اے **شوق** اُس کا نام **عصمت** ہی تو ہے

(احمد علی۔ شوقِ لکھنوی)

## حکایت[۱]

ایک دن کا ذکر ہے موسیٰ نبی
گھر سے نکلے راہ اک جنگل کی لی

راہ میں اُن کو گوالا اک ملا
سر سے ننگا پابرہنہ[۲] تھا کھڑا

دست بستہ با ہزاراں درد و تاب
کر رہا تھا اپنے رب سے یوں خطاب

ایک لحظہ اے خدا منہ اپنا کھول
کر تمنا میری پوری منہ سے بول

بیٹھ آکر میرے آگے کر کرم
ہاتھ تیرے دھوؤں اور چوموں قدم

تجھ کو نہلاؤں کروں تیرا سنگار
لوں بلائیں تیری چٹ چٹ بار بار

کمبل اک نیچے بچھاؤں نرم نرم
دودھ بھی تجھ کو پلاؤں گرم گرم

پاؤں میں تیرے دباؤں وقتِ خواب
منہ دھلاؤں صبح کو اُٹھ کر شتاب

قورمہ قلیا پلاؤ اور پنیر
کوفتے مکھن ملائی اور کھیر

جو میسر ہے مجھے آگے رکھوں
خود نوالے میں بنا کے منہ میں دوں

جذبۂ مستی میں وہ فرخندہ[۳] کام
کر رہا تھا ایسے شوقیہ کلام

سن کے **موسیٰ** نے کہا اے میری جان
آج تو کس کا بنا ہے میزبان[۴]

۱؎ مثنوی مولانا روم کی کہانیوں کو مولوی محمد حسین صاحب عارف نے اردو میں نظم کیا ہے اور مثنوی عقدِ گوہر اُس کا نام رکھا ہے۔ اُس میں سے یہ چند دلچسپ حکایتیں چھانٹ کر دی گئی ہیں ۲؎ ننگے پاؤں ۳؎ خوش نصیب ۴؎ جس کے گھر دعوت ہو ۔۱۲

جس کی خاطر تجھ کو ہی اتنی عزیز — مجھ کو بتلا کون ہی وہ با تمیز

بولا وہ رازق ہی میرا اور ترا — سب کا مالک خالقِ[1] ہر دوسرا

ہائے موسیٰ نے کہا ای ناصواب[2] — توبہ - توبہ کر - خدا اور یہ خطاب ؟

تیرا منہ اور اُس سے یہ بے باکیاں — ہیں ترے دل کی یہ سب ناپاکیاں

کان ہیں اُس کے نہ منہ اور ناک ہی — کھانے پینے سے وہ بالکل پاک ہی

پاؤں دبوانے کی حاجت کیا اُسے — دودھ پینے کی ضرورت کیا اُسے

مثل اُس کے یاں نہیں ہی کوئی شے — تو نے یہ جو کچھ کہا سب خبط ہی

قاضی الحاجات[3] اللہ الصمد — ہی ازل سے اور رہے گا تا ابد[4]

اور سب اُس کے سوا محتاج ہیں — کل فنا ہوں گے جو موجود آج ہیں

سب ہیں بندے اک وہی معبود ہی — سچ اگر پوچھو وہی موجود ہی

لائق انساں ہی جو تو نے کہا — جسم و حاجت کچھ نہیں رکھتا خدا

یوں گوالے نے کہا ای مردِ حق — ہی بجا تیری نصیحت اور سبق

تھی مری طاعت حقیقت میں خطا — کہہ کے یہ صحرا کی جانب چل پڑا

وحی آئی حضرتِ موسیٰ کے پاس — میرے بندے کو کیا تو نے اُداس

اس لیے بھیجا ہی تجھ کو ای حبیب — دور ہیں جو ہم سے اُن کو کر قریب

پاس والوں کو بھگانے تو لگا — خو[illegible] آفرینش کو اپنے بجا

اس کے لفظوں پر گیا تیرا خیال — تو نے نیت کا نہ کچھ رکھا خیال

[1] دونوں جہان کا پیدا کرنے والا - [2] نالائق - [3] حاجتوں کا پورا کرنے والا اللہ بے نیاز ہی - [4] ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہے گا - ۱۲

ہم کو کچھ پروا نہیں ہی قال کی
ہی ہمارے پاس پرسش حال کی

دیکھتے ہیں دل کو ہم کہتا ہی کیا
لفظ ہوں شایستہ یا ہوں ناروا

شیخ ہو یا طفلِ نوآموز ہو
سوز سے مطلب ہمیں ہی سوز ہو

ہوسیا آداب دانی اور ہی
سوزِ دل دردِ نہانی اور ہی

(نتیجہ) یاد رکھ یہ ہی حدیثِ معتبر
پُر معانی گو بظاہر مختصر

نیتوں پر ہی عمل کا کُل مدار
ہو عبادت یا کوئی ہو اور کار

## حکایت (۲)

تھا کوئی صیاد بالکل تنگ حال
جا کے جنگل میں بچھایا اُس نے جال

پکڑی اک چڑیا تو چڑیا نے کہا
کر مجھے لِلّٰہ اے ظالم رہا

مجھ ضعیف و ناتواں کے گوشت سے
پیٹ تیرا کیا بھرے گا چھوڑ دے

بھیڑ بکری تو نے کھائے سیکڑوں
مرغ سیخوں پر چڑھائے سیکڑوں

سیر جب اُن سے نہ تو غافل ہوا
مجھ کو کھا کے سیر کیا ہوگا بھلا

چھوڑ دے گا گر مجھے میں تین پند
تجھ کو دوں گی سب کی سب ہیں سودمند

ایک تیرے ہاتھ پر بتلاؤں گی
دوسری دیوار پر جب جاؤں گی

تیسری شاخِ شجر پر بیٹھ کے
قول ہوں گے قیمتی او سب کھرے

جب سُنا صیاد نے اُس کا بیاں
تو اُٹھا کر ہاتھ پر بولا کہ ہاں

کہہ وہ کیا ہیں لعل و گوہر بے بہا
تب وہ چڑیا بلبل ہوئی نغمہ سرا

کہنے کی ۔ پوچھ گچھ ۔ اچھے یا بُرے ۔ مُدّعا ۔ بچہ ۔ نوسیکھ ۔ درد ۔ اثر ہونا ۔ پوشیدہ یعنی اندرونی درد ۔ نصیحت ۔ فائدہ مند ۔ مفید ۔ ۱۲

پند جو پہلی ہے مری ای دور بیں
کہہ کے یہ فوراً وہیں پرواز کی
ہو چکی جو بات اُس کا کر نہ ذکر
پھر شرارت سے کہا کھا کر قسم
پیٹ میں میرے تھا پنہاں[1] دیر سے
شے جو قسمت میں نہ ہو آتی نہیں
سُن کے یہ صیّاد پچھتایا بہت
ہائے کہتا تھا مری کیا عقل ہے
مجھ پہ اُس چڑیا نے کیا جادو کیا
بولی چڑیا پند کو میری نہ بھول
دوسری تھی پند میری یا نہیں
اتنی بھاری شے بتا ہے لو العجب[2]
ہو کے شرمندہ کہا صیّاد نے
دم ہلائی اور لی اک جھرجھری[3]
دو کے اوپر کیا عمل تو نے کیا

نتیجہ

دل میں احمق کے نہ ہوگا کچھ اثر
محنت اُس پہ کرنی نقشِ آب[4] ہے

ہو جو اَن ہونی نہ کر اُس کا یقیں
بیٹھ کر دیوار پر کہنے لگی
غم نہ کر اُس کا نہ رکھ کچھ دل میں فکر
ایک موتی تول میں بارہ درم
کافی تھا تیری تو پشتوں کے لیے
ہو نصیبے میں اگر جاتی نہیں
دل ہی دل میں غم لِن دل کھایا بہت
جو گنوائی مفت یہ اَن مول شے
ہائے اِس کم بخت نے دھوکا دیا
ہو چکا جو اُس کا غم کرنا فضول
ہو جو ناممکن نہ کر اُس کا یقیں
پیٹ میں میرے سما سکتی ہے کب
سچ ہے بے شک تیسری اب پند دے
پھر سے چڑیا اُڑ گئی کہتی ہوئی
تیسری کس منہ سے ہے اب پوچھتا
کر نہ ضائع تو نصیحت کے گہر
بادِ در مشت[5] اور سیرِ خواب ہے

۱ پوشیدہ، مخفی، چھپا ہوا ۲ تعجب کے قابل ۳ جھرجھری ۴ جیسے پانی پر نقش یعنی فضول ۵ مٹھی میں ہوا یا خواب کی سیر یعنی نکمے بےکار ۱۲

ہے چراغِ[1] راہِ نابینا یہ پند | کر نہ کوشش وہ نہ ہوگی سودمند

## حکایت

خادموں سے یہ سلیماں نے کہا
جا کے میداں میں کرو خیمہ کھڑا

بعد اس کے یہ ہوا حکمِ حضور | حاضرِ دربار ہوں سارے طیور
ہر پرندہ اُس میں ہو جو باکمال | وہ بتائے رکھے ہے ہیچ کا خیال
حکم کی تھی دیر طائر سب کے سب | ہو گئے حاضر بہ صد عجز و ادب
قمری و دُرّاج[2] طوطے اور مور | مینا اور سُرخاب ہریل اور چکور
شکرہ جُرّہ اور شاہیں اور باز | چڑیا اور کویل کبوتر اور قاز
لال اور پدڑی شتر مرغ اور لوا | کبک[3] جھانپل اور کرگس اور بیا
فاختہ اور بلبلِ شیریں سخن | ہُدہُد و عنقا ہُما زاغ[4] و زغن[5]
لق لق اور چُپّھ ٹٹیری[6] اور عقاب | بوم[7] ابابیل اور چغد[8] آئے شتاب[9]
کوئی دلدل کوئی ریگستان سے | کوئی جنگل اور کوئی میدان سے
شہر سے کوئی کوئی کہسار سے | کوئی دریا سے کوئی گلزار سے
الغرض ہر سمت سے آتے گئے | بار اُس دربار میں پاتے گئے
واقعی یہ تھا سلیماں ہی کمال | جانتے تھے طائروں کی بول چال
جانتے تھے ہر پرندے کی زباں | اس لیئے ہر جانور تھا شادماں
ہم زبانی بھی ہے اک اُلفت کا دام | دو دلوں کو جو بناتی ہے غلام

---

۱ جیسے اندھے کو چراغ دکھانا بے فائدہ ہے ۲ تیتر ۳ چکور ۴ کوا ۵ چیل ۶ ایک قسم کا بلند پرواز تیز نظر شکاری پرند ہے ۷ الو ۸ چھوٹی قسم کا الو ۹ جلدی ۱۰ خوش ۔ ۱۲

لاکھ مل بیٹھیں زباں کے اجنبی
دوستی اُن میں نہیں ہوتی کبھی

ہم زبانی سے بہم کھنچتے ہیں دل
باوجودِ تفرقہ جاتے ہیں مل

ہم زبانوں کا تخالف گر بہم
دل کو کچھ ہوتی ہے نفرت بیش و کم

مختلف الفاظ خالی صورتیں
ایسی ہیں پتھر کی جیسی مورتیں

اتفاقاً وہ اگر بیٹھیں بھی پاس
پھر بھی آپس میں رہیں گی ناشناس

آ کے اک اک پیشِ شاہِ خوش خصال
عرض کرتا جاتا تھا اپنے کمال

نوبتِ ہُدہُد جو آئی یوں کہا
عرض میری غور سے سنیے شہا

اک ہنر ہے مجھ میں جو کم یاب ہے
جس کے آگے ہر ہنر بے آب ہے

وہ ہنر یہ ہے کہ اے شاہِ جہاں
اُڑ کے جاؤں گر بسوئے آسماں

واں سے گر ڈالوں زمیں میں نظر
ذرہ ذرہ دیکھتا ہوں سربسر

ہو اگر آبِ رواں زیرِ زمیں
تلخ شیریں جان جاتا ہوں میں

یہ بتا دوں ہے کہاں کیا رنگ ہے
منبع اُس کا خاک ہے یا سنگ ہے

مجھ کو رکھیے اپنی خدمت میں مدام
دیکھیے پھر کس قدر آتا ہوں کام

جب سنا کوّے نے ہُدہُد کا کلام
کوئلہ جل کر ہوا وہ مشکِ خام

آگے بڑھ کر کی یہ اُس نے التجا
یا شہا مجھ کو اجازت ہو ذرا

یہ جو کچھ ہُدہُد نے کی لاف و گزاف
میں دلائل سے اُڑا دیتا ہوں صاف

واقعی یہ دوربیں ہوتا اگر
کیوں نہ آتا اس کو پھر پھندا نظر

---

فرق - زیادہ کم - اجنبی - اوپری - اے بادشاہ - بے رونق - طرف - بالکل تمام - نیچے - کڑوا - میٹھا - جہاں سے چشمہ نکلتا ہے - ہمیشہ - بات گفتگو - کالی صورت کا - دور سے

کیوں یہ پھنستا جال میں صیاد کے — رونے روتا پھر یہ کیوں بیداد کے
کیوں قفس میں بند ہوتا اس طرح — اور ہوتے ہیں پرندے جس طرح
جھوٹ بولا یہ ہوا اب سرکار میں — لائقِ تعزیر[1] ہے دربار میں
زاغ کا یہ اعتراضِ بادلیل — مان سب فوراً گئے بے قال و قیل[2]
کی ملامت سب نے ہدہد کو وہیں — کیا ہوا کیا شرم تجھ میں کچھ نہیں
سچ ہے اے ہدہد یہ کوّے کا کلام — بولا تو نے جھوٹ بے شک لاکلام[3]
ہے بہت آدابِ شاہی کے خلاف — بادشہ کے سامنے لاف و گزاف[4]
سر کو ہدہد نے جھکا کر عرض کی — اے نبی شاہنشہِ جنّ و پری
قول دشمن کا نہ کیجے اعتبار — امتحاں بندے کا لیجے لاکھ بار
ان کی باتوں پر یقیں کیجے نہ آپ — تم پہ صدقے ہوں مرے ماں اور باپ
قول میرا جھوٹ ہو گر بال بھر[5] — ہاں اڑا دیجے ابھی تن پر سے سر
اعتراض ان کا بظاہر ہے صحیح — پر نہ سوجھا ان کو یہ امرِ صریح[6]
گر قضا اندھا کرے کس کی مجال — جو دکھائے مجھ کو پھندا اور جال

**فائدہ**

مسئلہ تقدیر اور تدبیر کا — ہے بہت پیچیدہ اور الجھا ہوا
اک نئے اسلوب[7] سے آساں ہے جو — میں بتاتا ہوں ہمہ تن گوش[8] ہو
رہتا ہے ناکام گر عاقل کبھی — گو نہیں تدبیریں کرتا کمی

---

۱ سزا ۲ بحث مباحثہ ۳ ضرور۔ شک نہیں ۴ شیخی مارنا ۵ ذرا بھی ۶ صاف بات ۷ طریقے۔ طرز ۸ بالکل کان لگا کر یعنی متوجہ ہو کر سُن ۔ ۱۲

یاد اُس کو یہ دلاتا ہے خدا
عقلِ کُل کہتے ہیں جس کو باکمال
وہ وہی کرتا ہے جس میں فائدہ
برخلاف اس کے مری عقل اور ہی
ہے جو تدبیر اُس خدائے عقل کی
اک طرف تو ہے خدا کا انتظام
کر ذرا فکر و تامل غور سے

**تنبیہ (۱)** قول یہ سُن کر اگر تو یہ کہے
عقلِ کُل کرتی ہے سب کا انتظام
یہ تری ناشکری ای ناداں ہے
عقل ہے نورِ الٰہی کی شعاع
عقل ہے جتنی ہوئی تجھ کو عطا
سعی کرنا ہے فقط انساں کا کام

**تنبیہ (۲)** آج کل جاہل ہیں ایسے بیشتر
کرتے ہیں تحقیر وہ تدبیر کی
رائے میں اُن کی نہیں انساں مگر
رکھتے ہیں ناداں توکّل اس کا نام
ہے یہ سب تعلیم اُن کی پر خطا

اک خدا ہے عقل سے تیری جُدا
بہتری کا سب کی ہے جس کو خیال
دیکھتا ہے اپنی اکثر خلق کا
اپنی اپنی سوچتی ہے بہتری
ہے وہی تقدیر اور قسمت وہی
دوسری جانب تری تدبیرِ خام[1]
غالب آسکتی ہے وہ کس طور سے
بیٹھ جاؤں ہاتھ پاؤں توڑ کے
عقل سے میں کیا کروں گا لے کے کام
عقل کیا ہے ؟ زیورِ انساں ہے
ہے گنہ اُس سے نہ کرنا انتفاع[2]
کر مطابق اُس کے کوشش بے خطا
ہے خدا کے ہاتھ میں کرنا تمام
زور جو دیتے ہیں بس تقدیر پر
کرتے ہیں تعلیم بالکل بے کسی[4]
پتھر اور حیوان سے مختار تر
کرتے ہیں توحید کو اُس پر تمام
زہر سے بھی ہے اثر اُس کا بُرا

۱ کچی یعنی ناقص تدبیر ۲ فائدہ حاصل کرنا ۳ کم وقتی ۴ ناچاری ۱۲

یہ رضا ہے اور نہ ہے تسلیم یہ ۔۔۔ اور نہیں اسلام کی تعلیم یہ
یہ توکّل ہے نہ یہ توحید ہے ۔۔۔ زندقہ[1] اور کفر کی تائید ہے
منکرِ تقدیر گو اچھا نہیں ۔۔۔ ہے عقیدہ اُس کا بد[2] فاسد یقیں
تا بہ مرگ انکار گر قائم رہا ۔۔۔ مشرکوں کے مثل پائے گا سزا
منکرِ تدبیر ہے بد تر مگر ۔۔۔ ہے عقیدہ اُس کا بد بد تر اثر
دونی ملتی ہے مگر اُس کو سزا ۔۔۔ پائے گا اک تو سزا روزِ جزا
رہتا ہے دنیا میں بھی خستہ خراب ۔۔۔ ہے اُسے ہر روز تکلیف اور عذاب
اس قدر تعلیم ہے یہ خوف ناک ۔۔۔ لاکھ کے گھر کو بنا دیتی ہے خاک
ہے یہ اس تعلیم کا ادنیٰ ثمر ۔۔۔ توڑ ہی دیتی ہے ہمّت کی کمر
جاتی سب رہتی ہے غیرت قوم کی ۔۔۔ آکے گھس جاتی ہے اُس میں مفلسی
آدمی بالطبع[3] ہے کاہل جہول[4] ۔۔۔ جلد کر لیتا ہے یہ باتیں قبول
ق جہل چھا جاتا ہے ساری قوم پر ۔۔۔ کاہلی ہوتی ہے غالب اس قدر
خود ہلا سکتے نہیں ہیں دست و پا[5] ۔۔۔ کرتے ہیں تقدیر کا ناحق گلا[6]
اہلِ حرفت[7] قوم میں رہتے نہیں ۔۔۔ اہلِ صنعت[8] قوم میں رہتے نہیں
چھوڑ جاتے ہیں اُسے علم و کمال ۔۔۔ چھوڑ جاتے ہیں اُسے مال و منال[9]
بڑھتے ہیں کثرت سے مدبر[10] اور شقی[11] ۔۔۔ جڑ اُکھڑ جاتی ہے یوں تہذیب کی

[1] لامذہبی [2] خراب۔ برا [3] اپنی ذات سے [4] سست جاہل [5] ہاتھ پاؤں [6] شکوہ [7] پیشہ ور لوگ [8] کاریگر لوگ [9] دولت۔ پونجی۔ سامان [10] بھٹکا ہوا [11] بدبخت۔ بدنصیب ۱۲

آج جس جا ہی تمدن کی بہار — کل نظر آتے ہیں واں وحشت کے خار
شہر کے شہر آئیں گے ایسے نظر — شہروں میں ایسے محلے بیشتر
ہو گئی ہیں مسجدیں واں کی کھنڈر — مدرسوں میں بندھتے ہیں اب گاؤ خر[1]
خانقاہیں زہد کی خلوت سرا — بن گئی ہیں سیکڑوں بیت الخلا
جو کوئی ان مرشدوں کا دے گا ساتھ — دین اور دنیا سے دھو بیٹھے گا ہاتھ
رکھ نہ ایسے جاہلوں سے کچھ بھی کام — تجھ کو ہی **فاروق**ؓ سا کافی امام
امتِ **احمد** میں کوئی دوسرا — آج تک اُس سا نہیں پیدا ہوا
دل میں جو رکھتے ہیں ضد اسلام سے — جلتے ہیں اب تک بھی اُس کے نام سے
کانپتے ہیں خوف سے اب تک عدو — ذکر جب ہوتا ہی اُن کے روبرو
وہ امامِ باہدیٰ اس امر میں — اس طرح تعلیم کرتا ہی ہمیں

## حکایت

آئے یثرب[2] میں یمن کے چند مرد — تھا توکل میں ہر اک ان میں سے فرد
سب گئے **فاروق**ؓ کو کرنے سلام — آپ نے پوچھا کہ کیا کرتے ہو کام
بولے وہ کرتے نہیں ہم کوئی کار — ہی توکل پہ یہاں توکل مدار
سن کے یہ فاروقؓ نے ان سے کہا — یہ بھی کوئی کام ہی تعریف کا
سفت خورے کیوں نہیں کہتے کہ ہو — بوجھ اپنا ڈالتے اوروں پہ ہو
جاں کھپاتا ہی کوئی کھاتے ہو تم — اور توکل اس کو بتلاتے ہو تم

۱ بیل - گدھے ۲ مدینہ منورہ ۵ - ۱۲

میں بتاتا ہوں توکّل کیا ہے چیز
کون کرتا ہے توکّل اے عزیز

ہے توکّل اصل میں دہقان[۱] کا
ہے توکّل پیشہ وہ مردِ خدا

ڈال کر دانہ فقط امّید پر
رب پہ رکھتا ہے نظر جو سال بھر

یا توکّل ہے تو اُس تاجر کا ہے
جو خدا کو سونپ کر لاکھوں کی شے ق

موجِ دریا پر ہے کشتی چھوڑتا
بیمِ[۲] طوفاں سے نہیں منہ موڑتا

نتیجہ
کار کر مت کر بھروسہ کام کا
کر بھروسہ قسمتِ[۳] قسّام کا

## حکایت (۵)

اگلے وقتوں میں کہیں تاجر تھا ایک
سادہ دل اور ظاہر و باطن میں نیک

پاس اُس کے ایک طوطا تھا عجیب
تھیں ادائیں جس کی انساں کے قریب

خوش بیان[۵] خوش مذاق و خوش لقا
تر زبان و تر دماغ و خوش نوا[۶]

شکل میں ایسا تھا خوش وہ بذلہ سنج[۷]
دیکھ کر اُس کو کھڑا رہتا نہ رنج

ہند میں تاجر گیا تھا ایک بار
مل گیا تھا اُس کو واں یہ غمگسار

پھر چلا جب جانبِ ہندوستاں
پوچھا ہر اک دوست سے اے مہرباں

لاؤں تیرے واسطے سوغات کیا
جو تجھے درکار ہو وہ دے بتا

تھی ضرورت جس کسی شے کی جسے
بے تکلف اُس نے لکھوا دی اُسے

پوچھا طوطے سے بھی اے شیریں بیاں
لاؤں تیرے واسطے کیا ارمغاں

۱ گنوار مراد کسان ہے ۲ خوف ۳ تقدیروں کے بانٹنے والے یعنی اللہ تعالیٰ پر ۴ اچھی وضع قطع کا۔
۵ اچھی آواز ۶ لطیفہ گو۔ خوش مذاق ہنسوڑ ۷ تحفہ

عرض کی اُس نے فلاں دریا کے پار — اک پہاڑی ہے نہایت پُر بہار
اُس زمیں پہ ہوگا جب تیرا گزر — جھنڈ اک طوطوں کا آئے گا نظر
میری جانب سے اُنھیں کہنا سلام — اور دینا سب کو یہ میرا پیام
وہ فلاں طوطا تمھارا ہم نوا[1] — جو تمھارے ساتھ رہتا تھا سدا
وہ ہمیشہ کا تمھارا ہمنشیں[2] — حیف[3] تم کو کچھ خبر اُس کی نہیں
آپ تم شاخوں پہ جھولو واہ وا — اور اُس بچھڑے کو بھولو واہ وا
آپ تو سبزے پہ لوٹو شاد شاد[4] — اُس بدیسی[5] کی نہ لاؤ دل میں یاد
باغ میں تم سب کا دل ہو باغ باغ — ہجر[6] میں کم بخت وہ ہو داغ داغ
وہ وہاں پنجرے میں تڑپا کرے — اک قیامت آئے دن برپا کرے[7]
کوئی ایسا چارہ[8] بتلاؤ اُسے — جیتے جی پھر بھی وہ تم سے مل سکے
آقا اُس کا تھا نہ طبعاً کچھ شریر — بدگمانی کا نہ تھا اُس کا خمیر[9]
تاڑتا[10] ورنہ غرض عیار[11] کی — جان جاتا چال اُس مکار کی
سمجھا وہ یہ شوق کا اظہار ہے — اس کو ہجراں[12] کا فقط آزار ہے
الغرض وہ تاجر فرخندہ فال[13] — ہند کے مشرق میں پہنچا لے کے مال
جس جگہ کا تھا دیا اُس کو نشاں — طوطے گنتی میں ہزاروں تھے وہاں
روک کے اُس جا پہ اسپِ تیزگام[14] — اپنے طوطے کا دیا اُن کو پیام

---

[1] بات چیت کرنے والا [2] ساتھ بیٹھنے والا [3] افسوس [4] خوش خوش [5] پردیسی مسافر [6] جدائی۔ [7] اُٹھائے رکھے [8] علاج ۔ تدبیر [9] اصل عادت [10] جان جاتا، سمجھ لیتا۔ [11] مکار ۔ چال باز [12] جدائی [13] اچھے حال والا، خوش حال [14] تیز قدم گھوڑا ۱۲

سُن کے اُس کی بات اک طوطا گرا
دیکھا جو تاجر نے یہ، حیراں رہا
اے زباں تو نے کیا مجھ کو خجل[2]
سنگ[3] اور چقماق[4] ہے تجھ میں بہم
آگ پانی میں لگا دیتی ہے تو
تیرے اے ظالم عجب نیرنگ[7] ہیں
رستموں کو پل[10] میں کر لیتی ہے زیر
تیرے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے جنگ
تیغ سے بھی کاٹ تیری تیز ہے
ہفتے میں آتا ہے بھر زخمِ سناں[13]
کرکے تاجر وہ سفر اپنا تمام
جس نے جو کچھ تحفہ تھا لکھوا دیا
بول اُٹھا طوطیٔ شیریں زباں
منتظر کو اب بتا دیجے شتاب[14]
میں ہوں خود شرمندہ تاجر نے کہا
بات میری جب کہ طوطوں نے سنی
ہوکے بسمل[1] ایک لحظے میں مرا
دل میں اپنے ہوکے شرمندہ کہا
کاٹ ڈالوں تجھ کو یہ کہتا ہے دل
مخزنِ آتش[5] ہے تو کانِ الم[6]
کام اُس پر تیل کا دیتی ہے تو
تیرے کرتوتوں[8] سے سب ہی دنگ[9] ہیں
اور روبہ[11] کو بنا دیتی ہے شیر
دل اقارب کے بناتی ہے تو سنگ
اور اَنی[12] سے طعن درد انگیز ہے
پر کبھی بھرتا نہیں زخمِ زباں
واپس آیا اپنے گھر پر شاد کام
اُس کو دے کر بوجھ سے ہلکا ہوا
حضرتِ من تحفہ میرا ہے کہاں؟
بھائیوں نے کیا دیا اس کو جواب
کیوں ترا پیغام اُنھیں میں نے دیا
تھرتھرا کر اک گرا اور جان دی

۱ تڑپ کر۔ لوٹ کر ۲ شرمندہ ۳ پتھر ۴ وہ پتھر جس میں سے آگ جھڑتی ہے ۵ آگ کا گھر ۶ رنج کی کان یعنی معدن ۷ رنگ ڈھنگ۔ طرز ۸ اعمال۔ کام ۹ حیران پریشان۔ متعجب ۱۰ لمحے۔ ذرا سی دیر۔ پلک جھپکانے میں ۱۱ لومڑی ۱۲ نوک۔ پھل ۱۳ برچھی ۱۴ جلدی ۱۲

لیکن اب پچتائے سے ہوتا ہی کیا ۔ شست[1] سے جو تیر نکلا وہ گیا

سن کے طوطا ہائے کہہ کر گر پڑا ۔ اور ٹھنڈا ہوگیا وہ برف سا

دیکھا آقا نے جو یہ طوطے کا حال ۔ اُس کے مرنے سے ہوا غمگیں[2] کمال

سر سے پگڑی پھینک کر رونے لگا ۔ اُس کے ماتم میں کیا محشر بپا

ہی مرے طوطے مرے ہمراز یار ۔ کیوں مجھے چھوڑا جہاں میں خوار و زار

پاس میرے تھا جو تو اک خوش نوا ۔ آپ کو میں تھا سلیماں جانتا

گر زباں ہلتی نہ دم بھر کے لیئے ۔ دیکھتا میں کیوں بھلا یہ دن برا

جب یقیں اُس کو ہوا یہ مر گیا ۔ اور داغی[3] دل کو اُس کے کر گیا

پھینکی اُس کی نعش پنجرے سے نکال ۔ رنج و غم سے ہوگیا بالکل نڈھال

غم میں بیٹھا رو رہا تھا زار زار ۔ کو سپر تر تھے گلے کا اُس کے ہار

ناگہاں طوطے نے لی اک جھرجھری ۔ شاخ پر جا بیٹھا دُم ہلنے لگی

اور کہا تاجر سے ای صاحب ذکا[4] ۔ موت کا طوطے کی سمجھا مدعا[5]؟

اُس نے مر کر یہ بتایا تھا مجھے ۔ قید میں ڈالا تجھے اس نطق[6] نے

ہی اگر چھٹنا زباں کو بند کر ۔ کر عمل تو مصطفیٰ کے قول پر

یعنی وہ جس نے زباں کی اپنی بند ۔ امن کے گنبد میں ہے وہ ہوش مند[7]

کہا یا دھوکا تو نے اُس مکار سے ۔ مر کے اُس نے یہ بتایا تھا مجھے

دور کر دے زندگی کے بار کو ۔ کہ بہانہ موت کا آزاد ہو

الوداع[8] ای محسنِ والا نژاد[9] ۔ سب ترے احسان ہیں بندہ کو یاد

۱ تیر کی گرفت ۲ ہچکی ۳ بہت ۴ زخمی ۵ عقل مند ۵ مطلب ۶ گویائی ۷ عقل مند ۸ رخصت ۹ عالی نسب۔ عالی خاندان ۔ ۱۲

کر سلام اب آخری میرا قبول ۔۔۔ جائیو میری وفاؤں کو نہ بھول
یاد رکھنا یہ وصیت اک مری ۔۔۔ ہے اگر درکار اپنی بہتری
ہر طرح کا تجھ پہ ہے گر فضلِ رب ۔۔۔ ایک آزادی نہیں ہے ہیچ سب
بھیج لعنت چین اور آرام پر ۔۔۔ گر نہیں آزاد تو اے بے خبر
گو گلے میں ہو ترے زرّیں طوق ۔۔۔ چھوڑیو ہرگز نہ آزادی کا شوق
گرچہ ہو آقا ترا شاہِ شہاں ۔۔۔ ق ۔۔۔ باپ سے بھی ہو زیادہ مہرباں
ہے مگر داغِ غلامی پھر بھی عار ۔۔۔ کر کے چارہ اس کو دھوا ے شہر مسار
اپنے ربّ العالمیں کا رہ غلام ۔۔۔ زیبا آقائی کو ہے اُس کا ہی نام

## تشریح

موت سے مطلب ہے اس جا پر نیاز ۔۔۔ ترکِ عیش و کسرِ نفس و ترکِ آز[1]
خاک میں ملنے سے پہلے خاک ہو ۔۔۔ منکسر مثلِ مسیحِ پاک ہو
زندہ پھر تجھ کو کرے روحِ قدس[2] ۔۔۔ نور سے تجھ کو بھرے روحِ قدس
کب اُگا سکتی ہے ساون کی جھڑی ۔۔۔ پتھروں کی پشت پر کھیتی ہری
خاک کے تودے پہ اُس کے فیض سے ۔۔۔ غیرتِ فردوس پھولوں سے بنے
ایک عرصہ تو رہا غفلت سے سنگ ۔۔۔ خاک بن کر دیکھ کیا آتا ہے رنگ

## حکایت (۶)

اپنے دروازے میں اک مردِ شریف
تھا کھڑا کیا دیکھتا ہے اک ظریف

قد[3] بہ لمبا اور مشین[4] اور شکیل[5] ۔۔۔ بزِ اخفش[6] کی طرح ڈاڑھی طویل[7]
جبہ لمبا پاؤں تک لٹکا ہوا ۔۔۔ تکمے میں قبلہ نما اٹکا ہوا

---

[1] حرص کا چھوڑنا [2] اللہ تعالیٰ [3] موٹا [4] شان دار بھاری بھرکم [5] خوبصورت [6] اخفش ایک صرفی تھا اُس نے ایک بکری پال رکھی تھی جسے وہ مشقِ علم کی غرض سے سمجھایا کرتا تھا [7] لمبی ڈاڑھی بیوقوفی کی دلیل ہے ۱۲

دوڑتا باہر سے آیا کانپتا ــــ سر سے پا تک خوف سے تھا کانپتا

خشک تھے لب چہرہ اُس کا زرد تھا ــــ جسم اُس کا خوف سے کُل سرد تھا

بندھ گئی گھگھی[۱] نہ کر سکتا تھا بات ــــ اُس سے پوچھا ہو گئی کیا واردات

آپ کو ہے کس کا ڈر سچ تو کہو ــــ کیا کسی کا خون کر کے آئے ہو

میں نہ خونی ہوں وہ بولا اور نہ چور ــــ پکڑے جاتے ہیں گدھے باہر بزور[۲]

آپ تو، اُس نے کہا، انسان ہیں ــــ اور خدا کے فضل سے باشان ہیں

گر پکڑتے ہیں گدھوں کو شہر میں ــــ ہم کو کیا مطلب ہے اس سے اور تمھیں

آپ کی شکل و شباہت[۳] اور ہے ــــ اور گدھوں کی شکل عادت اور ہے

فکر یہ ناحق ہے کیوں پھر آپ کو ــــ کیا تعلق اُن سے آخر آپ کو

کیا نرے احمق ہیں سرکاری نفر[۴] ــــ آپ کو جو فرض کر لیں گے وہ خر

یہ جواب اُس نے دیا سمجھے قیاس ــــ آپ جیسے سب نہیں مردم شناس[۵]

جب پکڑ لیں گے مجھے بازار میں ــــ اور لے جائیں گے پھر سرکار میں

بے تمیزوں سے پڑے گا سابقہ ــــ میں کہاں تم کو پھروں گا ڈھونڈتا

۵ پکڑے جاتے ہیں گدھے بیگار میں + کچھ گدھے درکار ہیں سرکار میں

**نتیجہ**

احتیاط انساں سدا کرتا رہے ــــ ہے مناسب اُس کو وہ ڈرتا رہے

یہ نہ سمجھے میں تو بالکل پاک ہوں ــــ ڈر ہے کس کا وہم میں پھر کیوں پڑوں

یہ نہ سمجھے میں نہیں ہوں جب بُرا ــــ میرا دشمن کون ہوگا بر ملا[۶]

تو بھلا ہے پر بُرے بھی ہیں نہیں ــــ عاقبت کا خوف جو رکھتے نہیں

جانتے ہیں غرض وہ کرنا بُرا ــــ خویش و بیگانہ[۷] ہے اُن کو ایک سا

۱ خوف سے آواز بیٹھ جانا ۲ زبردستی ۳ صورت شکل ۴ لوگ ۵ آدمیوں کے پہچاننے والے ۶ سامنے ۷ اپنا پرایا ۔ ۱۲

خلق آزاری میں کھتے ہیں کمال
کوئی ہو اس سے نہیں بالکل غرض
ہے یہی فطرت کا اُن کی اقتضا

## حکایت (۷)

سب سے بڑھ کر خوفناک اور سخت شے
یوں ہوئے گوہر فشاں وہ پاک لب
عرض کی اُس نے کہ یہ بالکل بجا
یہ دیا سُن کر مسیحا نے جواب
ہو نہ غصے اُن پہ جو محکوم ہیں
غصہ اپنا تو اگر پی جائے گا

## حکایت (۸)

جا عیادت کے لیئے اے نیک پے
یہ کہا اُس نے کہ وہ بیمار ہے
سمجھوں گا کیوں کر بھلا میں اُس کی بات
پھر کہا دل میں کہ کچھ پروا نہیں
ڈالتا ہے دل میں صد ہا وسوسے

کینہ ور ہوتے ہیں بچھو کی مثال
ڈنک ماریں گے یہ ہے اُن کو مرض
ہوتے ہیں مجبور کیا کیجے گلا

عیسیِ روحِ خدا سے یہ سوال
ایک دانا نے کیا اے باکمال
کون سی اس عالمِ ہستی میں ہے
سخت تر ہے سب سے خالق کا غضب
اُس سے بچنے کی مگر تدبیر کیا
یاد کر کے قہر کا اُس کا عذاب
کر نہ ظلم اُن پہ جو خود مظلوم ہیں
اُس کی رحمت میں جگہ تو پائے گا

ایک بہرے نے کسی سے یہ کہا
سخت ہے بیمار ہمسایہ ترا
پوچھنا بیمار کا مسنون ہے
اونچا سننے کا مجھے آزار ہے
پیش آئیں گی بہت سی مشکلات
مجھ کو بہکاتا ہے شیطانِ لعیں
گر ارادہ کوئی نیکی کا کرے

ا دنیا ۲ بیمار کی مزاج پرسی ۳ اچھی خصلت والے ۴ سنت ہے۔ یعنی حضرت رسول مقبول کی عادت تھی ۵ روگ ۶ مردود ۷ خدشے ۔ ۱۲

ہے عیادت کی مقرر بات چیت
الغرض بہرا گیا بیمار پاس
دیکھ کر بہرے کو گرمِ التفات
کیا کہوں ای مہرباں مرتا ہوں میں
بہرا یہ سمجھا کہ اس نے یہ کہا
بہرے نے دونوں اٹھائے اپنے ہاتھ
شکر ہے تیرا خدائے ذو الجلال
ہو زیادہ اس سے ای قادر کریم
اپنے حق میں سن کے ایسی بددعا
پھر یہ پوچھا تم دوا کھاتے ہو کیا
منہ بنا کر اور نہایت غیظ سے
بولا بہرا یہ تو اعجوبہ ہے شے
لکھتے آئے ہیں اطبائے سلف
پھر یہ پوچھا ہے معالج کون سا
دل اپنے جل کے بولا وہ غریب
بہرہ بولا ہو مبارک یہ حکیم

خوب ہے معلوم مجھ کو رسم و ریت
جا کے بیٹھا سامنے اس کے اداس
اس طرح بیمار نے کی اس سے بات
ہیں جو باقی چند دم بھرتا ہوں میں
اچھا ہوں اب شکر ہے اللہ کا
یوں دعا کرنے لگا زاری کے ساتھ
دوست کا اپنے یہ دیکھا آ کے حال
میں ہوں خیر اندیش اس کا اک قدیم
وہ مریضِ زار جھنجلانے لگا
ہے مرض کے واسطے لازم دوا
زہر کھاتا ہوں کہا بیمار نے
علمِ طب میں مجھ کو بھی کچھ دخل ہے
اس مرض میں ہے دوا تیرِ ہدف
آج کل کرتے ہو تم کس کی دوا
ہے فرشتہ موت کا میرا طبیب
ہے بڑا حاذق نہایت ہے فہیم

۱ آزردہ ۔ ملول ۔ ۲ متوجہ ۔ اپنی طرف مخاطب ۔ ۳ عاجزی سے گڑگڑا کر ۔ ۴ صاحبِ جلال
۵ خیر خواہ ۶ بگڑنے ۔ غصے ہونے ۔ چڑنے لگا ۷ غصے ۸ عجیب بات ۹
اگلے طبیبوں نے ۱۰ جو کبھی خطا نہیں کرتی ۱۱ آزمودہ ۱۲ علاج کرنے والا ۱۳ کامل ۱۴ سمجھدار

اس سے بڑھ کر شہر میں کوئی نہیں
میں اُسی کے پاس سے آتا ہوں اب
اک نصیحت میں بھی کرتا ہوں مگر
اُس کا دامن اب نہ ہرگز چھوڑنا

## نتیجہ

ایسے عابد اس جہاں میں کم نہیں
بدعتوں سے پُر عبادات اُن کی ہر
بے وقوفوں کو نہیں معلوم آہ
ہیں وہ بہرے کی طرح دھوکے میں سب

## حکایت (۹)

بھاگا ایسا زخم کھا کر پُشت پر
کب بھلا ممکن بھاگ کے کوئی چھل
کر تعاقب جا گرا یا خاک پر
ناگہاں اُس مشرکِ بے عقل نے
ہاتھ سے خنجر دیا حیدر نے چھوڑ
چھوڑ کر اُس کو ہوئے یکسو کھڑے
در گزر تھی یہ خلافِ دابِ جنگ
دست بستہ عرض کی اے پُر کمال

ہاتھ میں اُس کے شفا ہے با یقیں
حال تیرا اُس سے کہہ آیا ہوں سب
تم طبیبوں کے نہ پھرنا در بدر
اُس کے دروازے سے مُنہ مت موڑنا
جنتی ہونے کا ہے جن کو یقیں
سب ریا اور زور طاعت اُن کی ہے
یہ عبادت اُن کی ہے خالص گناہ
رحمتوں کی جائے دیکھیں گے غضب
کہتے ہیں شیرِ خدا نے ایک بار
ایک دشمن پر کیا خنجر کا وار
کی نہ مارے خوف کے پیچھے نظر
شیر کے پنجے سے یوں جاتا نکل
تھے جدا کرنے کو تن سے اُس کا سر
چاند سے مکھڑے پہ تھوکا چھل سے
مُنہ لیا اُس کا فریب وکیں سے موڑ
یہ کہا بخشا تجھے ہٹ جا پرے
رہ گیا کافر کھڑا حیران و دنگ
گر اجازت ہو کروں میں اک سوال

---

۱ دکھاوا اظہارداری۔ مکر ۲ فریب۔ چال ۳ دھوکا بازی۔ مکروفریب۔ پیچھا کر کے۔ ۵ زمین ۶ جہالت ۷ لڑائی کے آداب ۸ ہاتھ جوڑ کر۔ ۱۲

موت تھی میری شرارت کی سزا
مسکرا کر وہ ولیِ انس و جاں
تجھ کو مجھ سے تھی نہ ذاتی دشمنی
مارتا اُس وقت میں تجھ کو اگر
انتقام[3] اُس سے لیا اچھا کیا
مارتا تجھ کو اگر میں اس طرح
شیرِ حق ہوں حق پہ ہی میرا یقیں
دیکھ کر اخلاص شاہِ دین کا
مرتضیٰ کا دیکھ کر اخلاصِ[4] تام

**نتیجہ**

شیرِ حق سے لے سبق اخلاص کا
حلم کی تلوار کرتی ہے وہ کام

## حکایت (۱۰)

آپ ہیں مشکل کشا[8] خیبر شکن[9]
ایک ہی بچہ ہے اک ہولا مرا
سی رہی تھی چھت پہ میں بیٹھی ہوئی

عفو[1] میں مجھ کو بتا حکمت تھی کیا
یوں ہوئے اپنی زباں سے درفشاں
تھی عداوت دل میں گر ﷲ تھی
نفس کہتا دل میں اپنے[2] پھول کر
تھوکنے کا اُس نے کچھ پایا مزا
منہ دکھاتا پھر خدا کو کس طرح
نفس کے کہنے میں چلتا نہیں
مشرک بے دیں مسلماں ہو گیا
قوم اُس کی ہو گئی مومن[5] تمام
یوں ادا کرتے ہیں حق اخلاص کا
آ کے کرتے ہیں رجوع[6] اعدا[7] تمام
مرتضیٰ کے پاس آئی دوڑتی
ایک عورت اور بولی یا علیؓ
آ پڑی مجھ پر ہے اک مشکل کٹھن[10]
جو نہیں اک سال سے ہرگز سوا
کھیلتا تھا بچہ میں مصروف[11] تھی

---

۱ معاف کرنا ۲ خوش ہو کر ۳ بدلہ ۴ پورا اخلوص ۵ سب ایمان لے آئے یعنی مسلمان ہو گئے ۶ و ۷ سب دشمن بھی جھک پڑتے ہیں ۸ مشکلوں کے حل کرنے والے حضرت علیؓ کا لقب ہے ۹ قلعہ خیبر کے توڑنے والے ۱۰ سخت ۱۱ کام میں لگی ہوئی تھی ۱۲

ہوگئی تھی ہاں یونہی اک دم کی دم
سچ ہے یہ تقدیر ہوتی ہے اٹل[1]
اب اگر جاتی ہوں میں اُس کی طرف
دودھ کا لالچ دیا میں نے بہت
پر وہ پرنالے سے ہٹتا ہی نہیں
مُسکراتا ہے مجھے وہ دیکھ کر
شاہِ مرداں نے بیاں اُس کا سُنا
اُس کا ہم سن کوئی بچہ ہو اگر
جب کشش ہم جنس کی وہ پائے گا
اُس کی جانب سے توجہ پھیری کم
پہنچا پرنالے پہ وہ گھٹنوں کے بل
ہے گماں غالب کہ ہو گر کر تلف[2]
تھا جو کچھ کرنا کیا میں نے بہت
جم گیا ہے صورتِ[3] نقشِ نگیں
بلیوں میرا اچھلتا ہے جگر
یوں ہوئے پھر لب کُشا مشکل کُشا
اور وہ بچہ اُسے آئے نظر
فوراً اُس کو دیکھ کر ہٹ آئے گا

## حکایت (۱۱)

رفتہ رفتہ بات یہ بھی چل پڑی
لاکھ ہشیاری کرو اُس کے لیئے
اک سپاہی تھا وہاں بیٹھا ہوا
ہیں یہ سب کہتے کہ باتیں دوستو
جاؤں گا کل فجر کو میں دیکھنا
میں بھی دیکھوں اُس کی عیاری[6] ذرا
وقتِ فرصت کچھ جواں بے فکر و غم
دل لگی کی کرتے تھے باتیں بہم[4]
وہ فلاں درزی بڑا ہی مفتری[5]
پر نہیں ٹلتا وہ بے چوری کیئے
آ کے شیخی میں وہ یوں کہنے لگا
میں لگاتا شرط ہوں تم کچھ بدو
سامنے کٹواؤں گا اپنی قبا
مجھ سے کیا کرتا ہے طراری[7] بھلا

۱ ٹلتی نہیں ۲ ضائع ہوجائے۔ برباد ہو جائے ۳ جیسے انگوٹھی میں نگینہ جم جاتا ہے ۴ آپس میں ۵ چالاک۔ دھوکا دینے والا ۶ مکاری ۷ چالاکی

مجھ کو گر دے جائے دھوکا وہ لعین[1] ہار جاؤں اپنا گھوڑا اور زین

دوسرے دن لے کے اک اطلس کا تھان پہنچا درزی پاس بولا اے جوان

ہاں! ابھی اس تھان سے میرے لیے اک قبا لے کاٹ میرے سامنے

شہر میں چالاک تو مشہور ہے پر یہ بندہ بھی بہت ہی دور[2] ہے

آؤں گا ہرگز نہ تیرے داؤ میں اور ہیں وہ داؤ دیتا ہے جنھیں

انگل انگل کا میں کر لوں گا حساب انگلیوں پر ہے مری سارا حساب

عرض کی درزی نے قبلہ بیٹھیے شک یہ ڈالا کس نے دل میں آپ کے

عمر ساری ہو گئی کرتے یہ کام ایک کترن تک سمجھتا ہوں حرام

پھر کسی اُلّو کو دھوکا دے بھی دوں آپ جیسے سے بھلا دھوکا کروں

جانتا ہوں سیکڑوں تجھ سے مرے ناخنوں میں آپ کے ہوں گے پڑے

لے کے قینچی ہاتھ میں اُستاد جب کاٹنے اطلس لگا وہ مرد تب

ہو کے چوکنّا مقابل جم گیا چشموں پر قینچی کے دیں آنکھیں لگا

تھا بہت باتونی درزی اور منہ پھوڑ یاد تھے اُس کو ہزاروں جوڑ توڑ

یہ ارادہ کر کے اُس کو دھوکا دے چٹکلے کہنے شروع اُس نے کیے

## لطیفہ (۱۲)

ایک درزی کی کہیں شادی ہوئی بیوی جو آئی وہ تھی لکھی پڑھی

تھے ہزاروں شعر اُستادوں کے یاد مانگتی تھی پڑھ کے ہر شعر اُس سے داد[8]

---

۱ مردود ۲ یعنی میں خوب جانتا ہوں ۳ یعنی آپ نے بہت دیکھے ہوں گے
۴ ہوشیار ۵ بکواسی ۶ بہت بولنے والا ۷ تدبیریں۔ چالاکیاں ۸ تعریف کی خواہاں تھی۔ ۱۲

پوچھتی تھی پھر کہ سمجھے آپ کیا؟ — مطلب اس کا دیجیے مجھ کو بتا

سن کے درزی دم بخود[1] بیٹھا رہا — شعر فہمی[2] سے اسے نسبت[3] تھی کیا

قاعدے بچپن میں پھاڑے تھے کئی — پر الف با بھی نہ ساری یاد تھی

جب کہ بیوی نے کیا ناچار سخت — دل میں کر کے فکر کچھ وہ نیک بخت

بیٹھا بیٹھا سر ہلانے لگ گیا — لے رہا ہے شعر کا گویا مزا

بیوی بولی اے لو کھا جاؤں قسم — تم سمجھتے ہو مجھے دیتے ہو دم[4]

وہ لگا کہنے کہ میری عقل میں — جو کچھ آتا ہے بتاتا ہوں تمھیں

میں تو یہ سمجھا ہوں واللہ بالیقیں — بیوی میرے گھر تو ٹکتی[5] نہیں

یہ لطیفہ سن کے وہ ایسا ہنسا — جا پڑا اُلٹا کہ گویا مست تھا

دیکھ کر موقع لیا درزی نے کاٹ — فوراً اُس کے تھان سے چوتھائی پاٹ

اُٹھ کے جب بیٹھا سپاہی نے کہا — ہاں خلیفہ اور ہو اک چٹکلا

پھر سنائے ایسے اُس کو چٹکلے — پیٹ میں مارے ہنسی کے بل پڑے

ہنس کے پھکتا تھا زمیں پر اس قدر — جا لگا اک بار سر بھی فرش پر

جب سپاہی اس طرح سجدے میں تھا — ایک اور اُس نے لیا ٹکڑا اُڑا

پھر کہا جب ہوش میں آیا جواں — اک لطیفہ اور بھی اُستاد ہاں

بولا درزی اب نہیں فرصت ذرا — ایڑ[6] کیجے بس بگڑتی ہے قبا

---

[1] دم سادھے یعنی بالکل خاموش۔ [2] شعر کے سمجھنے۔ [3] تعلق۔ [4] دھوکا چھل۔ [5] یعنی تو میرے گھر میں رہنے والی نہیں۔ [6] یعنی سواری بڑھائیے تشریف لے جائیے۔ ۱۲

## نتیجہ

ہے سپاہی سے غرض وہ بے خبر
سامنا کرتا ہے جو شیطان کا
عمر اطلس چیتھڑے ہیں شہوتیں

## حکایت (۱۳)

خوش نویسی میں تھے آقا و عماد
مانی و بہزاد تھے تصویر میں
تھے ارسطو دانش و اخلاق میں
ریزہ چیں اُن کا لغت میں جوہری
اصمعی سے بڑھ کے دونوں تھے ادیب
جڑتا تھا موتی ہر اک تحریر میں
علم میں تاریخ کے تھے بے نظیر
ہندسے میں اُن کو تھا اتنا کمال
طب حدیث و فقہ و قرآن و نسب
علمِ مجلس اور آدابِ طعام

اپنے تقوے کے فقط جو زعم پر
ہے یہاں ورزہی سے شیطاں مُدعا
رات دن قینچی ظرافت غفلتیں
ایک شہ کے پاس آئے دو غلام
تھے وہ دونوں حُسن میں ماہِ تمام
نظم میں ہر اک نظامی سے زیاد
اور نظام الملک تھے تدبیر میں
اور فلاطوں حکمتِ اشراق میں
نحو میں تھے ابن حاجب اور رضی
اور فصاحت میں تھے سحباں کے رقیب
پھول مُنہ سے جھڑتے تھے تقریر میں
واقدی اک، دوسرا ابنِ اثیر
بدر تھے وہ اور اقلیدس ہلال
ابن سینا کی طرح تھے حفظ سب
علمِ تدبیر و سیاست اور کلام

۱ گھمنڈ ۲ مطلب ۳ نفسانی خواہشیں ۴ مسخرا پن ۵ ٹھٹول ۶ آقا و عماد نظامی وغیرہ اور بہت سے نامی آگے آئے ہیں سب لوگ اپنے اپنے فن میں طاق اور شہرۂ آفاق تھے ۷ بڑھ کر ۸ خوشہ چین ۹ عالم ۱۰ بوڑھی دار - برابر والے ۱۲

الغرض ہر علم میں وہ طاق[1] تھے — نیزہ و شمشیر میں مشاق تھے
ایک سے تھا ایک بڑھ کر ہر طرح — کی عنایت شہ نے ان پر ہر طرح
ایک تھا گندہ دہاں[2] اور دوسرا — ظاہری عیبوں سے بالکل پاک تھا
ایک دن وہ شاہ تھا خلوت نشیں[3] — دل میں سوچا امتحاں لیجے یہیں
تا کہ ہو معلوم وقتِ امتحاں — کون سا ان میں ہے دُرِّ شاہگاں[4]
ایک کو کر کے طلب دیوان میں — یہ کہا چپکے سے اُس کے کان میں
یہ جواں تیرا جو ہے یار و رفیق — حال پر جس کے تو ہے اتنا شفیق
کرتا رہتا ہے تری بد گوئیاں — تیری غیبت اُس کی ہے وردِ زباں
چور اور گندہ دہن جھوٹا حقیر — تجھ کو کیا کیا یہ نہیں کہتا شریر
وہ توجہ سے بہت سُنتا رہا — اور پھر ہنس کر کہا تو یہ کہا
میں نے تو اُس سا نہیں دیکھا کوئی — با حیا خوش خُلق اور نیک آدمی
دوست میں وہ دیکھتا ہے عیب گر — مُنہ پہ کہہ دیتا ہے اُس کو بے خطر
آزمایا اس کو میں نے بارہا — جھوٹ کی عادت نہیں اس میں ذرا
ہے یہ ممکن مجھ میں ہوں یہ عیب سب — ورنہ وہ کہتا نہ ہرگز بے سبب
آدمی گر عیب اپنے دیکھتا — فرصت اپنے سے نہ پاتا یہ ذرا
ہے خودی میں محو[5] وہ بے شک و ریب[6] — اس لیئے ہے دیکھتا اوروں کے عیب
نیک بخت ایسے ہیں معدود[7] اور چند — جو نہیں ہیں عیب جیں[8] اور خود پسند

---

۱ فرد تھے یعنی اپنا جواب نہ رکھتے ۲ مُنہ سے بو آتی تھی ۳ اکیلا بیٹھا ہوا تھا ۴ قیمتی ہوتی یعنی اچھا ۵ بے خبر ۶ شبہ ۷ گنے ہوئے یعنی کم ۸ برائی دیکھنے والے ۱۲

آئنہ ایماں کا اُن کے روبرو
عیب دکھلاتا ہے اُن کے موبمو

مُنہ بنا کر شاہ نے اُس سے کہا
دُور ہو پردے کے پیچھے بیٹھ جا

پھر بُلایا دوسرے کو اپنے پاس
اور کہا سن غور سے اے حق شناس

کیا سبب ہے جو ترا یارِ فلاں
عیب صدہا تجھ میں کرتا ہے بیاں

تجھ کو کہتا ہے بڑا غدّار ہے
چور ہے کذّاب ہے مکّار ہے

سُن کے اُس کو غصّہ آیا اس قدر
جھاگ بھی مُنہ سے گرے پھر فرش پر

سیکڑوں دُشنام پھر اُس کو دیئے
چھان ڈالے عیب اصل اور نسل کے

بادشہ نے یہ کہا خاموش ہو
ہو گئی معلوم تجھ کو تیری خو

آزمانا تھا تجھے اے خوش لقا
پاک باطن تم میں سے ہے کون سا

صاف اُس کا دل ہے تیرا ہے پلید
تو ہے شیطاں اور وہ مردِ سعید

**نتیجہ**
گر بھلی ہو صورت اور سیرت بری
تُف ہے اُس صورت پہ گو وہ ہو پری

ہو بری صورت مگر سیرت ہو نیک
اُس کے قدموں پر تو سر اپنا ٹیک

## حکایت (۱۴)

تھا مجرّد اور بڈھا ایک مرد
آزمودہ تھا جہاں کے گرم و سرد

چین سے رہتا تھا صبح و مسا
آئی کم بختی نکاح اک جا کیا

جب کہ آتے ہیں بُرے گیدڑ کے دن
اور چڑھا سر پہ ہے شامت کا جن

دوڑتا تب ہے وہ جانب شہر کی
بچ کے وہ آتا نہیں زندہ کبھی

۱ دھوکے باز ۲ بڑا جھوٹا ۳ گالی ۴ نیک بخت آدمی ۵ لعنت ہے ۶ یعنی دنیا کی اونچ نیچ سے خوب واقف تھا ۷ مسا کے معنے شام یعنی رات دن ۸ نڈر ۔ ۱۲

بیوی جو آئی بڑی چالاک تھی
رات دن تھا کھانے پینے سے جو کام
ایک دن مہمان آیا اُس کے گھر
بھونتی تھی جو چولھے پر جب دیگچی
دیکھ کر ہانڈی کو خالی یہ کیا
اور کہا تم کو نہ آئے گا یقیں
یہ نگوڑی بلّی اس کو دیکھنا
کرتی ہے ای لو وہ منہ سے ہنچوں صفا
بھونتی تھی میں مسالا گوشت کا
میں لگی چکھنے مسالے کا نمک
جاؤ جلدی گوشت لاؤ اور تم
گر نہ سکیں کو کیا ہو دیکھتے
کچھ نہ بولا مردِ صاحب دل مگر
پلڑے میں بلّی کو رکھا کی نہ دیر
پھر کہا مجھ کو بتا ای بے حیا
گوشت میں لایا تھا پورا سیر بھر
گوشت ہے گر یہ تو بلّی ہے کہاں
**نتیجہ** جس کی بیوی ہو حسین اور پارسا

بدرو یہ بے حیا بیباک تھی
پڑ گیا تھا بی چٹوری اُس کا نام
اُس کی خاطر گوشت لایا سیر بھر
بوٹی اک اک چن کے تڑپا کھا گئی
لائی باہر سے میاں کو وہ بلا
ہے مگر سچ جھوٹ ذرّہ بھر نہیں
بیٹھی ہے کیا بھولا بھالا منہ بنا
مت سمجھنا میرے کہنے کو خلاف
گوشت تھا اک طاس میں رکھا ہوا
گوشت کو یہ کر گئی چٹ بے دھڑک
آکے پھر کر لینا فکر و غور تم
گوشت کیا اُلٹا یہ دے گی تم کو دے
جا کے لے آیا ترازو دوڑ کر
وزن میں پوری وہ نکلی ایک سیر
وزن ہے بلّی کا یہ یا گوشت کا
دیکھا تھا تو نے بھی اُس دم تول کر
ہے جو بلّی، گوشت کا دیکھ نشاں
ہے اگر مفلس بھی وہ ہے بادشا

۱ ہندی لفظ ہے بمعنی عورت ۱۲

جس کی ہو بیوی رفیق و غمگسار
گھر میں حاصل ہے اسے باغ و بہار

پارسا اور خندہ پیشانی ہو گر
خوب صورت گر نہیں پروا نہ کر

ہے اگر گھر میں گل اندام اور حسیں
بد مزاج اور جنگجو[1] چیں بر جبیں[2]

جس کے منہ میں ہاتھ بھر کی ہے زباں
رہتی ہے شوہر سے ناحق بدگماں

کچھ خبر رکھتی نہیں اولاد کی
گھر وہ دوزخ سے نہیں کم تر کبھی

موافقت ہے شوہر و زن میں اگر
حق کی اس گھر پر ہے رحمت کی نظر

مرد و عورت میں نہیں گر اتفاق
ہے دلوں میں ان کے گر بغض و نفاق

قہرِ رب اس گھر پہ سمجھو بالضرور
خواہ ان میں ایک ہی کا ہو قصور

## حکایت (۱۵)

ایک عورت جنتی تھی گو ہر برس
پر گئی بچے کو گودی میں ترس

بچہ جب ہوتا کوئی دو ماہ کا
دفعتہً ہوتا تلف جیتا نہ تھا

بس بچے اس طرح جب مر گئے
گود سے ماں کی خدا کے گھر گئے

ایک دن عورت نے کھینچی ایک آہ
اور کہا تیری دہائی اے الٰہ

ایسی کیا تقصیر اس لونڈی نے کی
نو مہینے محنت اور دو مہ خوشی

آرزو کا نخل جب لاتا ہے بار
دو مہینے دیکھتی ہوں گل بہار

میں نے کھلتا ایک بھی دیکھا نہ پھول
غم کی آئے دن مرے لگتی ہے ہول

اک بنا دولھا نہ اک دولہن بنی
اک بنا دیکھا نہ اک دیکھی بنی

کہہ رہی تھی اور ٹپ ٹپ آنکھ سے
اشک اس کے تھے زمیں پر گر پڑے

---

۱ لڑنے والی ۲ ہر وقت تیوری پر بل ڈالے رہتی ہے ۱۲

روتے روتے سو گئی وہ گلبدن
دیکھتی ہے خواب کیا؟ ہے اک چمن
ہے چمن ایسا شگفتہ پُر بہار
باغ ہیں دنیا کے جس پر سب نثار
باغ ہے جنّت کے ہے ایسی مثال
شمع جیسے نور خالق کی مثال
مثل دونوں کے نہیں یاں کوئی شے
صرف سکھلانے کا تیرے ڈھنگ ہے
اک محل تھا اُس چمن کے بیچ میں
جس میں تھیں موجود ساری نعمتیں
چاندی اور سونے کی اینٹیں تھیں لگی
مشک اور کافور سے تھیں وہ چنی
اُس محل پر نام اُس عورت کا تھا
موٹے حرفوں میں سیاہی سے لکھا
نیچے اُس کے سب کے سب موجود تھے
اُس کی جانب کھلکھلا کر ہنس پڑے
دیکھ لے تو، اک فرشتے نے کہا
اجر تجھ کو صبر کا ہے یہ ملا

## حکایت (۱۶)

اک خلیفہ تھا کہیں بغداد میں
شہرۂ آفاق عقل و داد میں
دولت و داد و دہش میں بے بدل
عزم اور شان و شکوہ میں بے مثل
تھے طریقے جود کے اُس کے نئے
فقر اور حاجت جہاں سے اُٹھ گئے
ابرِ رحمت اُس کو کہتے تھے تمام
اور نہ لیتا تھا کوئی حاتم کا نام
آرزو پاتے تھے اپنی شیخ و شاب
قبلۂ حاجات تھی اُس کی جناب
آبِ حیواں تھا وہ دریائے کرم
نو بنو تھے فیض جاری دمبدم
کیا عجم کیا تُرک کیا روم و عرب
بہرہ ور بحرِ سخا سے تھے سب
ایک اعرابی کو عورت نے کہا
اپنے شوہر سے کہ اے مردِ خدا

لے انصاف ۲ خیرات کرنا۔ دینا ۳ طرح بطرح ۴ فائدہ مند ۵ بدو

آج یہ حالت ہماری سب سے پست — کون ہوگا ہم سے بڑھ کر تنگ دست

اس قدر غلبہ کیا ہے یاس نے — اس قدر گھیرا ہے آ افلاس نے

چیتھڑا اک نا ہم کو تن پر نہیں — خاک بھی کھانے کو اپنے گھر نہیں

شکل ناں دیکھے ہمیں مدّت ہوئی — اور ہڈّی کی بھی اب رُت ہو چکی

چاند کی ٹکیا کو روٹی جان کر — ہاتھ پھیلاتے ہیں بچّے بے خبر

خویش و بیگانے ہیں ہم سے بھاگتے — کیوں نہیں مقسوم اپنے جاگتے

ہم جییں اس طور کب تک خوار و زار — یہ بھی جینا ہے کوئی اے غم گسار

جستجو میں رزق کی باہر نکل — اس مَثَل پر کر ذرا تو بھی عمل

چاہیے گر رزق گھر سے کر سفر — بے سفر حاصل نہیں ہوتی ظفر

سن کے شوہر نے کہا اے جانِ من — رب کی قسمت میں ہے یوں طعنہ زن

عمر کا حصّہ بہت سا ہو چکا — رنج و راحت یوں ہی جاتا ہے چلا

نیک و بد دنیا میں تاریک و صفا — عارضی ہیں سب تو پھر کیسا گلا

رزق میں اور جان ہے باہم کشش — ملتی ہے کیڑے کو پتھر میں خورش

درد ہو جس جا دوا جاتی ہے واں — بھوک ہو جس جا غذا آتی ہے واں

جس جگہ ہوگی کوئی مشکل اڑی — پوچھتے ہیں مشکل کشا بھی اس گھڑی

ناخدا کشتی کو ہو ٹالا ہیرا — دل میں رکھتی ہے خدا پر آسرا

ہے توکّل اس کا خالق پر مدام — رزق پہنچاتا ہے اس کو صبح شام

جس کسی کو ہے خدا کی عندلیب — رزق دیتا ہے اسے ربِّ مجیب

۱ ... ۲ ... ۳ ... ۴ صبح ... ۵ خوراک
... الاٰخرہ — ۱۲

یوں ہی بس مجھ سے لے کے تا بہ پیل[1] / ہے عیال[2] اس کے وہ ہے نعم المعیل[3]
شوہر و زن میں نہیں ہوتی دوئی / اصل میں ہوتے ہیں دونوں ایک ہی
میں جو سہتا ہوں مصیبت تو بھی سہہ / میں ہوں گر قانع تو قانع[4] تو بھی رہ
ہوتی ہے ناشکر ہے عورت کی ذات / مانی ہے شیطان نے بھی اس سے بات
ہوتی ہے احسان فراموشی میں طاق / ماننا احسان کا ہے اس پہ شاق[5]
برسوں کے احسان یا خدمتیں / ضائع کر دیتی ہے تھوڑی دیر میں
جب کہ بکتی ہے زباں سے یہ فضول / پھر نہیں بچتا خدا بھی اور رسول
غصہ آیا سن کے عورت کو کمال / اور کہا ست بک زباں اپنی سنبھال
یہ نشانِ سجدہ و ریشِ دراز[6] / جس پہ تو کرتا ہے اتنا فخر و ناز
مجھ پہ ہے اُن کی حقیقت سب عیاں[7] / مفت خوری اور حمق[8] کے ہیں نشاں
ناخنوں میں ہیں مرے باتیں تری / مجھ کو ہیں معلوم سب گھاتیں تری
بس نہ کھلوا سینہ مرا خاموش رہ / ہوں تری رگ رگ سے واقف کچھ نہ کہہ
اس تقدس[9] پر تجھے دیتا ہے زیب / نامِ حق لے کر مجھے دے تو فریب
تیرا مجھ سے میرا تجھ سے حال کب / مخفی[10] رہ سکتا ہے اس لیے مجھ سے اب
جس کا رکھا ہے توکل تو نے نام / سُستی اور کم ہمتی ہے یہ تمام
مرد نے عورت سے جب ایسا سنا / سر کو اس کی بدزبانی پر دھنا[11]
یہ کہا للکار[12] کر اے بدزباں / ہو کے عورت تجھ میں بیباکیاں

---

۱ ہاتھی ۲ بال بچے ۳ اچھا عیال دار ۴ صبر کرنے والا ۵ سخت ناگوار ۶ لمبی ڈاڑھی ۷ ظاہر ۸ بیوقوفی ۹ بزرگی ۱۰ چھپا ہوا ــ پوشیدہ ۱۱ یعنی بہت پچھتانا لگا ۱۲ ڈانٹ ۱۲

اک زباں ہیں تو نے کیا کیا کچھ کہا　　دیکھ میرا صبر میں سنتا رہا
راستی سے پھر یہ کہتا ہوں تجھے　　فقر تھا فخرِ نبیؐ طعنہ نہ دے
سست و جاہل جو مجھے تو نے کہا　　سچ کہا اس میں نہیں تیری خطا
ہے مثالِ آئنہ مومن کا رُو　　دیکھتی ہے مجھ میں اپنا عکس تو
کون سی آفت نہیں تو نے سہی　　فقر سے اب تک بھی ناواقف رہی
فقر میں ہے جو مزا اُس کا نشاں　　گمرہی سے تجھ پہ ہے اب تک نہاں
فقر میں دیتا ہے عزت ذوالجلال　　صبر کر اور کچھ نہ کر دل میں خیال
مانگتی ہے مجھ سے تو جب خود پناہ　　اب نظر آتا نہیں مجھ کو نباہ
صبر کرنے کی نہیں گر تجھ میں خو　　تو تجھے میرا سلام اے جنگ جو
الفراق[1] و الفراق و الفراق　　گو کہ گزرے گی جدائی تیری شاق
دیکھا جب خاوند کو یوں پُرغضب[2]　　تھرتھرا[3] اُٹھا بدن بیوی کا سب
رونا اُس نے پھر کیا فوراً شروع　　بن گئی دم بھر میں کیسی باخشوع[4]
رونا تو عورت کا وہ ہتیار ہے　　جس کے آگے تیغ بھی بےکار ہے
وہ لگی کہنے نہایت ناز سے　　ڈال کر باہیں گلے میں مرد کے
تھی مجھے تم سے نہ ہرگز یہ امید　　تم سے ہے واللہ مجھے اُلفت شدید[5]
باتوں باتوں میں ہوئے ایسے خفا　　بس جی بس دیکھی تمہاری بھی وفا
اپنی ہٹ[6] پر جب کبھی آتے ہو تم　　یوں ہی باتوں میں بگڑ جاتے ہو تم

[1] یعنی بس اب جدائی ہو [2] غصے سے بھرا ہوا [3] کانپ [4] عاجزی کرنے والی - جُھکی جُھکائی [5] سخت محبت [6] یعنی جب تمھیں اپنی بات کی پیچ آجاتی ہے ۱۲

میرے ماں باپ اور تن من اور دھن — تم پہ سب قربان ہیں اے جانِ من

حکم تیرا اور میں محکوم[1] ہوں — تو ہے سب کچھ اور میں معدوم[2] ہوں

تیری مرضی پر چلوں گی میں سدا — جس طرح تو چاہے کر تیری رضا

آ گئی تھی تنگ دستی سے بہ تنگ — ہے مثل مشہور "تنگ آمد[3] بجنگ"

تھی شکایت پر نہ کچھ اپنے لیئے — بول اُٹھی تھی محض تیرے واسطے

تجھ کو ننگا دیکھ کر کڑھتا ہے جی — ہے نہ کچھ پروا اپنے نفس کی

ننھے ننھے پھول سے بچے ترے — ایڑیاں جب ہیں رگڑتے بھوک سے

ہاتھ ہیں اوروں کے روٹی دیکھ کر — جب یہ روتے ہیں تو جلتا ہے جگر

عہد[4] میں نے آج سے لیکن کیا — میں نہ لاؤں گی زباں پر بھی گلا

کھا قسم تو بھی کہ تو روئے مجھے — نام آیندہ جدائی کا جو لے

میری تو سچ مچ یہی ہے آرزو — پوری کر دے وہ تعالیٰ شانہٗ

تیرے ہی ہاتھوں میں اپنی جان دوں — بن کے لونڈی تیرے قدموں میں رہوں

یاد کیا تجھ کو زمانہ وہ نہیں — تو تھا مجنوں میں تھی تیری نازنیں

ہوتی اوجھل[5] آنکھ سے گر ایک دم — مثل دیوانوں کے تو کھاتا قسم

اُس کو لاؤ ورنہ میں مر جاؤں گا — ظلم سارے گھر پہ کوئی ڈھاؤں گا

کس طرح ٹوٹے نہ مجھ پر آسماں — کیوں[6] کہ تاؤ سے لگے میری زباں

کیوں نہ گزرے دل پہ میرے سخت شاق — جب زباں پر لائے تو لفظِ فراق

---

۱ تابعدار ۲ یعنی کچھ بھی نہیں ہوں ۳ جب آدمی بہت تنگ آ جاتا ہے تو لڑائی پر اٹھ کھڑا ہوتا ہے ۴ اقرار ۵ سامنے سے ذرا ہٹ جاتی ۶ کس طرح سے میں چپ رہوں اور کیوں کر مجھے صبر آئے ۱۲

کہہ رہی تھی اور اشکوں کی جھڑی — اُس کی آنکھوں سے برابر لگ گئی

اُس کو روتے دیکھ کر وہ رو پڑا — دل نہ قابو میں رہا پھر مرد کا

اس طرح فرما گیا ہی اک حکیم — مرد جس کی عقل ہوتی ہی سلیم[1]

بس میں آجاتے ہیں عورت کے ضرور — ہو اگر عورت میں بھی عقل و شعور

منتر اس کا جہل پر چلتا نہیں — کیوں کہ جاہل جہل سے ٹلتا نہیں

رقّتِ دل کا نہیں ہوتا نشاں — اُس کے دل میں کس طرح ہو مہرباں

مہر و رقّت خاصّہ انساں کا ہی — سختی اور ضد خاصّہ حیواں کا ہی

پونچھ کے آنسو لگا یہ پکارنے — یوں بنائی بات پھر مکّار نے

میں تو کرتا تھا ہنسی اے پُر وفا — تو تو سچ مچ ہو گئی مجھ سے خفا

الغرض کر کے خوشامد اور پیار — غصّہ بیوی کا دیا بالکل اتار

ہو گئے اک آن میں جیسے کہ تھے — باتیں ہنس ہنس کے بہم کرنے لگے

اور کہا جو حکم ہو طیار ہوں — مت تکلّف جان مردِ کار ہوں

تنگ دستی کا بتا چارہ مجھے — مت سمجھنا جان ہیچ کارہ[2] مجھے

ہو کے خوش عورت نے پھر اس سے کہا — حال شہ کا کیا نہیں تو نے سنا

نائبِ رحماں سخی ہی بے نظیر — پل میں کرتا ہی فقیروں کو امیر

اُس کی ہی چشم لطف گر اک بار ہو — سب دِلدّر[3] یہ ہمارا پار ہو

سن کے اعرابی یہ بولا جانِ جاں — یہ تو سچ لے جاؤں پر کیا ارمغاں[4]

ہاتھ خالی بادشاہوں کے حضور — جانا ہی واللہ یہ دانش سے دُور

---

۱ جس کی عقل سیدھی ہوتی ہی ۲ ناکارہ ۳ مصیبتیں تکلیفیں ۴ تحفہ ۱۲

شاہ کے قابل تو عورت نے کہا ۔ تحفہ گھر میں کچھ نہیں اپنے رہا
سب سے بڑھ کر ہے جو پانی اس شہر ۔ پانی اس تالابِ صحرائی کا ہے
فخر ہے جس پہ ہماری قوم کو ۔ ناز ہے اُس پر ہی ساری قوم کو
جس کے باعث بادیہ کے کل عرب ۔ ہیں ہماری قوم کے محتاج سب
ایک ٹھلیا لے کے پانی اُس میں بھر ۔ جا کے کر نذرِ شہِ فرخ سیر
پی کے خوش ہوگا شہِ فرخندہ کام ۔ دے گا وہ انعام ہیں زر لاکلام
کر کے ہمت لے کے وہ نامِ خدا ۔ جانبِ بغداد فوراً چل دیا
اک مہینے تک منازل کر کے طے ۔ دیکھتا کیا ہے کہ اک درگاہ ہے
جس کے در کی آستان بوسی کی چاہ ۔ دل میں رکھتے ہیں امیر و بادشاہ
جس کے دروازے کے آگے تھی کھڑی ۔ فرسخوں تک صف دو رویہ فوج کی
تھی رسائی واں غریبوں کی کہاں ۔ جلتے تھے پر اچھوں اچھوں کے جہاں
تھا خلیفہ کا مگر یہ اذنِ عام ۔ جو مسافر ہوں نئے وارد تمام
تین دن تک شاہ کے مہماں ہیں ۔ دو طعام اُن کو جو وہ مُنہ سے کہیں
لے گئے اُس کو محل میں شاہ کے ۔ خدمت اُس کی ہر طرح کرنے لگے
اُس سے پوچھا کس طرح آنا ہوا ۔ کھینچ لائی بولا وہ شہ کی سخا
کاٹ کے آیا ہوں خونی راستے ۔ لایا ہوں پانی میں شہ کے واسطے
ایک جا صحرا میں ہے تل نزار ۔ پانی ہے اُس کا نہایت خوش گوار
مسکرائے سُن کے یہ شہ کے نقیب ۔ کچھ نہ بولے تا نہ شرمائے غریب

۱ جنگل میں جو تالاب ہے ۲ جنگل ۳ خوش خصال ۴ بے شک ۵ منزلیں
۶ دربار سے مراد ہے ۷ کوسوں ۸ یعنی پھٹک سکتے تھے ۹ عام حکم ۱۰ آئیں ۱۱ جیسے ۱۲

لے گئے ٹھلیا خلیفہ کے حضور — پانی تھا بودار رکھا اس کو دور

جب خلیفہ نے سنا احوال سب — یہ کہا اس سے کہ ای بھائی عرب

مہربانی تو نے کی ہم پر بڑی — ہاں پئیں گے آج ہم پانی یہی

پھر ہوا یہ حکم زر حاضر کرو — اس سے ٹھلیا اس مسافر کی بھرو

قیمتی خلعت کیا اس پر مزید — وہ دیا جس کی نہ تھی اس کو امید

یہ کہا پھر کل کے دن وقتِ سحر — سیرِ دجلہ کی کراؤ ناؤ پر

لے گئے دریا پہ جب اس کو نقیب — دیکھا کیا ہے تماشہ ہی عجیب

او جو دیکھی تو باچھیں کھل گئیں — دیکھ کر دجلے کو آنکھیں کھل گئیں

دیکھ کر دریا کو وہ مردِ عقیل — دل میں یہ کہنے لگا ہو کر ذلیل

آب صحرا اور یہ پانی کہاں — ذرہ اور خورشیدِ لاثانی کہاں

یہ کہاں سوتی سا پانی اور کہاں — آبِ بدبو میں جو لایا تھا یہاں

گر مدد کرتا نہ اس شہ کا کرم — میں نے بیہودہ گھسائے تھے قدم

مجھ کو اس پانی کی ہوتی گر خبر — پھوڑتا ٹھلیا میں اپنی سنگ پر

## تشریح

ہے سبوئی آپ اپنا کل کمال

اور خدا کی شان ہے دجلہ مثال

اس کی ہم کر سکتے نہیں جو حمد و ثنا — کل دکھا کے زور اپنے علم کا

آپ بد بو سے نہیں تحفہ یہ کم — رد نہیں کرتا یہ ہے اس کا کرم

دیکھتا ہے وہ خلوصِ قلب کو — صحتِ الفاظ چاہیے ہو نہ ہو

## حکایت (۱۷)

مور اک جنگل کے اندر اپنے پر — پھینکتا جاتا تھا دُم سے نوچ کر
ایک دانش مندواں موجود تھا — غور سے تھا دیکھتا اُس کو کھڑا
مور سے اُس نے کہا یہ دیکھ کر — دل نہیں کڑھتا ترا اے جانور
ان پروں کو لوگ کیا کیا شوق سے — رکھتے ہیں قرآں کے اندر ذوق سے
ان پروں کے پنکھے ہر صبح و مسا — رُخ پہ محبوبوں کے کرتے ہیں ہوا
تیری ناشکری و بیباکی ہے یہ — ہے خبر بھی کس کی نقاشی ہے یہ
مور سُن کر یہ نصیحت چُپ رہا — اشک آنکھوں سے دیئے لیکن بہا
گریہ[۱] اُس کا اس قدر تھا دردناک — تھا ہر اک کرتا گریباں سن کے چاک
اشک جو نکلے جگر کے سوز سے — دیکھ کر پتھر بھی اُس کو رو پڑے
اشک جو چھوٹے ہوں اے جانِ پدر — اُن پہ ہنستے ہیں سبھی دیوار و در
رُو چکا جب مور اُس نے یہ کہا — اے حکیمِ باخرد[۲] اب سُن ذرا
بستلائے رنگ و بو ہے تو عزیز — اصل کو بھی دیکھ اے صاحب تمیز
تجھ سے پوشیدہ نہیں اے پُر ہنر — اپنے کُل عیبوں کی ہے مجھ کو خبر
گوشت میں میرے نہیں کچھ بھی مزا — ہے جہاں میں کون مجھ سا زشت پا[۳]
پر بتا مجھ کو بھلا اے ذی فنوں[۴] — جستجو میں ہے مری صیاد[۵] کیوں
میں بتاتا ہوں تجھے اس کا سبب — کس نے ڈھایا مجھ پہ ہے یہ سب غضب

۱ رونا۔ مور واقعی روتا ہے اور اُس کے آنسو نکلتے ہیں ۲ عقل مند ۳ بُرے پاؤں والا۔ مور کے پاؤں بہت بدشکل ہوتے ہیں ۴ صاحبِ فن یعنی عقل مند ۵ شکاری ۱۲

ہیں مرے دشمن برے نقش و نگار
نیلگوں گردن نہ ہوتی کا شکے
فکر و غم ہوتا نہ ہرگز جان کا

## تمثیل بہ امرِ واقعہ

ہو گئی کچھ بدگمانی دل نشیں
افسروں کو مار کر وہ بد شیم
ہر طرف سے جانبِ دہلی چلے
تھے وہ عاری دین اور دھرم سے
راہ میں جو شہر اُن کو مِل گیا
ایک لشکر یا کہوں قہرِ خدا
لوگ واں کے دیکھ ڈرنے لگے
اک ولیِ حق کا تھا اُس جا قیام
پاس اُس کے آئے وہ سب دور تھے
رحم آیا اُس کو اُن کے حال پر
فوج سے کر کے سفارش بر ملا
کچھ دنوں کے بعد پھر بدلی ہوا
ہر جگہ پر ہو گیا شر و فساد

میری خوبی نے کیا مجھ کو شکار
خوب صورت یہ نہ ہوتے پر مرے
اس سے تو تھا میں لنڈورا ہی بھلا
آج گزرے اس کو پینتالیس سال
حق نے بھیجا ہند پر اپنا وبال
کمپنی کی فوج بگڑی ہر کہیں
عورتوں اور بچوں پر کر کے ستم
ظلم میں وہ بے وفا حد سے بڑھے
سب کے سب خالی دیا اور دھرم سے
لوٹ کر خاکِ سیہ اُس کو کیا
ایک چھوٹے شہر سے ہو کر گیا
جستجو ہمدرد کی کرنے لگے
قطبِ وقت اور عہد کا اپنے امام
التجا کی تا شفاعت وہ کرے
ہو لیا وہ ساتھ اُن کے بے خطر
شہر اپنا لوٹ سے بچوا لیا
دور دورہ مخبروں کا ہو گیا
خوب نکلے سب کے پھر ذاتی عناد

---

۱؎ بن یا دم کا ۲؎ بری خصلت والے ۳؎ رحم ۴؎ ایمان ۵؎ بہادر شاہ کی طرف اشارہ ہے ۶؎ بغض ۷؎ عداوت ۱۲ ۸؎ غدر بپا کر رہی جیسے ابتر ... میرٹھ میں ہوئے ۱۲

عقل چل دی حاکموں کو کر سلام
سر چڑھا اُن کے جنونِ انتقام[1]

دعوئے تہذیب سب نکلا دروغ[2]
عقل کو غصّے کے آگے کیا فروغ[3]

عقل اور تہذیب سب جاتے رہے
آدمیت پھر کہاں باقی رہے

تھے فرشتے عدل میں جو نام ور[4]
بن گئے غصّے میں چنگیز و تمر

جن کے بچّے ننّھے ننّھے پھول سے
مارے جائیں ظالموں کے ہول سے

ہوش اُن کے کس طرح قائم رہیں
مارے جائیں جن کے بچّے عورتیں

حاکموں کی ہو گئیں عقلیں خفیف
بے گنہ مارے گئے لاکھوں شریف

ایک مجرم کی جگہ سو بے خطا
مار ڈالے پر نہ دل ٹھنڈا ہوا

عقل اک لارنس[5] کی قائم رہی
اور پھر کیننگ[6] نے بھی خوب کی

اُس طرف خاتونِ انگلستان[7] کا
دیکھ کر یہ ظلم دل زخمی ہوا

اُس کا شوہر[8] عقل کا پُتلا تھا جو
جس کی ہیں مشہور عاداتِ نکو

تھا فرشتہ قالبِ انسان میں
جب پڑا یہ ظلم اُس کے کان میں

ہو گیا بے چین غمگیں بے قرار
کہتے ہیں روتا تھا سُن کر زار زار

دیکھ کر اپنی رعیت کا یہ حال
ظالموں کا دیکھ کر قہر و جلال

رحمت آئی دل میں ہو کر موج زن
سی دیئے[9] منہ بھیڑیوں کے دفعتاً

کہہ دیا اُس نے زبانِ حال سے
مارتے ہو کیوں یہ تم بچّے مرے

گر نہ ہو وہ بے گناہوں کی طرف
اور لاکھوں بے گنہ ہوتے تلف

۱ بدلہ ۲ جھوٹ ۳ کب چل سکتی ہے ۴ مشہور ۵ و ۶ دونوں لاٹ اور گورنر جنرل تھے ۷ کوئین وکٹوریا سے مراد ہے ۸ پرنس ایلبرٹ ۹ بند کر دیئے ۱۲

ایسے نازک وقت میں وہ باصفا[۱] — حاسدوں کی سعی سے پکڑا گیا
باغِ عرفاں کا گلِ صد برگِ تر — دشمنوں کو خار آتا تھا نظر
موذیوں نے یہ خبر حاکم کو دی — سازش اُس کی باغیوں کے ساتھ تھی
باغیوں کے ورنہ کیوں جاتا وہ پاس — اور اُن کو کیا پڑا تھا اُس کا پاس
یہ نہ کی تحقیق حاکم نے ذرا — کیوں گیا تھا کام اُس نے کیا کیا
تھی کسے فرصت بھلا تحقیق کی — لگ رہی تھی مُلک میں اک آگ سی
تھی یہی کافی انھیں بس اک دلیل — ہے یہ موقع ہوں بڑے سارے ذلیل
جن کے ہو کہنے میں اک خلقِ خدا — مصلحت رکھنا نہیں اُن کا بجا
ہو جو لالہ زار میں ڈوڈا بلند — خود پسندوں کو نہیں آتا پسند
اعتراض اُن پر ہے اب کرنا فضول — ہوں یہی شاید حکومت کے اصول
تھی مشیت جب یہ کس کا تھا قصور — بات یہ ہونی تھی پھر ہوتی ضرور
جانتا تھا وہ ولیِ حق یہ راز — تھا اُسے تسلیم امرِ حق پہ ناز
غیب کے پردے میں جو تھا مُستتر — آ رہا تھا فاش وہ اُس کو نظر
بے گنہ تھا شوق حق میں تر زباں — مثنوی کا شعر یہ تھا بر زباں
دشمنِ طاؤس آمد پرِّ او — ای بسا شہ را بکشتہ فرِّ او

(ماخوذ از مثنوی عقدِ گوہر)

۱ یعنی سلطنتِ مغلیہ کے آخری بادشاہ بہادر شاہ کی طرف اشارہ ہے جو غدر میں گرفتار کرکے رنگون جلاوطن کیے گئے تھے اور وہیں پیوندِ خاک ہو گئے ۲ مخفی ۳ پوشیدہ ۴ صاف ۵ مور کے پر ہی اُس کی جان کے دشمن ہو گئے جیسے کہ بہت سے بادشاہ اپنی شان و شوکت کی بدولت ہی برباد ہو گئے ۔ ۱۲

## سلام (۱)

مجرئی جس سے نبی خوش ہوں کلام ایسا ہو
خلد ملنے کا پیام آئے سلام ایسا ہو

مدح خواں ہوئیں کلیم اوجِ کلام ایسا ہو — مژدۂ دارِ سلام آئے سلام ایسا ہو
مان لیں اہلِ زباں لطفِ کلام ایسا ہو — لوگ تسلیم کریں جس کو سلام ایسا ہو
شاد ہر شعر پہ ہوں آلِ محمد کے غلام — سب پڑھے بزم درود اُٹھ کے سلام ایسا ہو
پیروِ شاہ رہیں سب فقرا سے سرور — ایسی تسبیح کے دانے ہوں امام ایسا ہو
شہ کے ہمراہ پڑھیں شوق سے تیغوں میں نماز — یاور ایسے ہوں خدا دانِ حق امام ایسا ہو
حُر نے کی جان فدا شہ نے دیا خلد میں گھر — ایسا آقا جہاں ہو تو غلام ایسا ہو
دل میں رکھتے ہیں مئے حبِّ علی عالی ظرف — جب شراب ایسی ہو گُل رنگ تو جام ایسا ہو
کربلا کو بھی عجب حق نے دیا عزّ و شرف — دیکھے کعبہ جسے حیرت سے مقام ایسا ہو
تیری اس نظم کا ہر جا ہے یہی شور نفیس — کہ زباں ایسی ہو شیریں تو کلام ایسا ہو

## سلام (۲)

مجرئی اُس سے رضامند خدا کچھ بھی نہیں
جس کے دل میں شہِ مرداں کی ولا کچھ بھی نہیں

مہر کی آئینۂ مہ میں ضیا کچھ بھی نہیں — سامنے روئے شہِ دیں کے ضیا کچھ بھی نہیں
اپنی زینت کسے دکھلاتی ہے تو اے دنیا — پھیر اُدھر منہ کہ اِدھر حرص و ہوا کچھ بھی نہیں
دل پہ چھایا ہے وہ ابرِ غمِ فرزندِ علی — سامنے جس کے سیہ مست گھٹا کچھ بھی نہیں
نظم میں ہے تو گلو سوز ہو بس شیرینی — گر نمک ہو نہ سخن میں تو مزا کچھ بھی نہیں

---

۱ سلام کرنے والا ۲ بہشت ۳ ہمراہی۔ ساتھی ۴ مددگار ۵ علیؓ کی محبت کی شراب
۶ بلند حوصلہ ۷ دوستی ۸ خواہش — ۱۲

شاہ کہتے تھے اگر تیری خوشی ہو یارب | یہ مصیبت مرے آگے یہ بلا کچھ بھی نہیں
ہیں وہ مظلوم حسین ابنِ علی سبطِ علی | واسطے جن کے یہ فریاد و بکا کچھ بھی نہیں
رات دن گر اسی ماتم میں ہیں تو بھی ہے کم | کیجیے غور تو سامانِ عزا کچھ بھی نہیں
ناوک اندازوں سے فرماتے تھے حضرت دمِ قتل | تیر اُس سے مارتے ہو جس کی خطا کچھ بھی نہیں
ق
لوٹنے آئے جو اعدا تو کہا فضہ نے | کیا قیامت ہے ارے خوفِ خدا کچھ بھی نہیں
گھر میں ناموسِ محمد کے در آئے ہیہات | تم کو محبوبِ الٰہی سے حیا کچھ بھی نہیں
گھر کا گھر قتل ہوا آب و غذا ترسے | مگر امت کا لبِ شہ پہ گلا کچھ بھی نہیں
شہِ کونین کو صغریٰ نے یہ عرضی میں لکھا | گھر میں بابا الم و غم کے سوا کچھ بھی نہیں
رنج و اندوہ سے اس درجہ بھرا ہے دلِ زار | مجھ کو رغبت طرفِ آب و غذا کچھ بھی نہیں
دردِ سر ہوتا ہے کم اور نہ اترتا ہے بخار | روز پیتی ہوں پہ تاثیرِ دوا کچھ بھی نہیں
یاس ہے آپ کے بیمار کو ہے جینے سے | نہ مسیحا ہو تو امیدِ شفا کچھ بھی نہیں
کر سکے گا کوئی کیا مدح وصیِ احمد | اتنا کچھ کہہ گئے لیکن بخدا کچھ بھی نہیں
زالِ دنیا کے فریبوں سے نہیں کیا آگاہ | اُس سے پھر عشق جسے شرم و حیا کچھ بھی نہیں
عقل رکھتے ہو تو دنیا سے محبت نہ کرو | یہ چمن وہ ہے جہاں بوئے وفا کچھ بھی نہیں
حبِ دنیا سے یہ دل وہ ہے جو خالی ہے نفیس | یاں بجز دوستیِ آلِ عبا کچھ بھی نہیں

۱ اولاد - ۲ رونا - ۳ ماتم - ۴ تیر پھینکنے والے - ۵ دشمن - ۶ شکوہ - ۷ دونوں جہان کے بادشاہ - ۸ غم - ۹ ناامیدی - ۱۰ خدا کی قسم - ۱۱ دنیا کی بڑھیا - ۱۲ واقف - ۱۳ سوائے - ۱۲

## مرثیہ (۱) (انتخاب)

لطفِ کلام مدحِ شہِ خاص و عام ہے
ہاں احسن الکلام یہی لاکلام ہے

یہ جلوہ گاہِ رحمتِ رب الانام ہے
اس میں حدیثِ نور کا یہ تو تمام ہے
لکھتا ہوں وصفِ آلِ رسالت مآب کا
کاغذ ورق یہ ہے ورقِ آفتاب کا

چمکا پھر آج اخترِ اجلالِ شانِ مدح
پھر ہے ترقیوں پہ جمالِ بیانِ مدح
پھر ہے شگفتگی پہ گلِ بوستانِ مدح
پھر دُرفشاں ہے کلک پھر آیا زمانِ مدح
حُسنِ ثنائے سرورِ گردوں سریر سے
صلِّ علیٰ عیاں ہے قلم کی صریر سے

خوش بو ہے مدحتِ چمنِ بوتراب کی
الفاظ ہیں کھلی ہوئی کلیاں گلاب کی
بین السطور راہ ہے سیدھی ثواب کی
مضموں میں روشنی ہے مہ و آفتاب کی
حرفوں میں ضَو بھی تیز ہے نکہت بھی تیز ہے
کاغذ ہے عطر بیز قلم مشک بیز ہے

کب اور نظم اس کی برابر ہے نور میں
جو اس میں حُسن ہے وہ نہیں روئے حور میں
ایسی تجلیاں ہیں کہاں شمعِ طور میں
ہے روشنیِ خُلد ثنائے حضور میں
یہ مدح وہ ہے اوج ہے جس میں سپہر کا
اس آئنہ میں مُنہ نظر آتا ہے مہر کا

پھر جلوہ گر ہے پیشِ نظر آفتابِ نظم
ہے سامنے کھلا ہوا بابِ کتابِ نظم
ہے صاف آئنے سے خوشا آب و تابِ نظم
قرطاس میں چھپے ہوئے دُرِّ نابِ نظم
حیدر کے لال پہ ہے ضرورت نثار کی
لڑیاں بنا رہا ہوں دُرِ شاہوار کی

وقتِ رقم جواہرِ مضموں ہیں سامنے
سب سرفراز مصرعِ موزوں ہیں سامنے
شفاف و صاف نظم کے جیحوں ہیں سامنے
اوجِ سخن کے نظم ہمایوں ہیں سامنے
کاغذ ہے آسمان نظر خیر خواہ میں
گویا چمک رہے ہیں ستارے نگاہ میں

عزت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی
شوکت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی

رفعت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی
جنت مجھے ملی تو اسی نظم سے ملی

اور آبرو بڑھائے گا فعلِ حسن مرا
عقبیٰ کے موتیوں سے بھرے گا دہن مرا

ہاں کلک راہِ مدح کا جادہ نہ چھوڑنا
تحریر میں ورق کہیں سادہ نہ چھوڑنا

اے دل کیا ہے وہ جو ارادہ نہ چھوڑنا
عشقِ ثنائے شاہ کا جادہ نہ چھوڑنا

یہ نشہ سر سے جائے نہ فرق آئے عزم میں
جانا ہے مجھ کو ساقیِ کوثر کی بزم میں

پینے ابھی ہیں جام شرابِ طہور کے
لینے ابھی صلے ہیں ثنائے حضور کے

حُلّے ابھی جناں میں پہننے ہیں نور کے
حسن و جمال دیکھنے ہیں روئے حور کے

کھانا ہیں میوے گلشنِ عنبر سرشت کے
جانا ابھی ہے اپنے گھروں میں بہشت کے

خلاقِ انس و جاں کا کرم دیکھنا ہے واں
محبوبِ کبریا کا حشم دیکھنا ہے واں

دربارِ بادشاہِ امم دیکھنا ہے واں
سبطینِ مصطفیٰ کے قدم دیکھنا ہے واں

ہم ہیں غلام عترتِ خیر الانام کے
رہنا سدا ہے سائے میں بارہ امام کے

کیا وصف اُن اہلِ عبا خوش نصیب ہیں
پیشِ کریم مرتبے اُن کے عجیب ہیں

چودہ بزرگ خاص جو حق کے حبیب ہیں
اُن سے ملے ہیں وہ جو خدا سے قریب ہیں

دامن علی کا حشر میں اور اُن کے ہاتھ ہیں
جنت میں سب آلِ محمد کے ساتھ ہیں

جنت میں سلسبیل میں غلمان و حور میں
نہرِ لبن میں نہرِ عسل میں قصور میں

کوثر میں باغِ خلد میں جنت کے نور میں
تسنیم میں امانتِ ربِّ غفور میں

سامان جس قدر کہ ہے ملکِ کبیر کا
حصہ ہے دوستانِ جنابِ امیر کا

بتلائیے پھر ان کے سوا اور کون ہے
مستوجبِ عطائے خدا اور کون ہے

شیدائے آلِ خیرِ وریٰ اور کون ہے
ہے فرق آسمان و زمیں خوب و زشت میں
سرگرم ہیں جو اُن کی وِلا میں وہ جائیں گے
مصروف ہیں جو اُن کی عزا میں وہ جائیں گے
ایک اک ریاضِ خلد میں پھل اس کا پائے گا
آقا کو چھوڑتے ہیں کہیں باوفا غلام
ہمسایۂ حسین ہیں ان سب کا ہے مقام
بخشش کا عاصیوں کی بڑا سلسلہ ہے یہ
عاشور کی جو رات گزر کر سحر ہوئی
انجم کی جو چمک تھی وہ کم چرخ پر ہوئی
معمور ضَو سے جو وقتِ سحرگاہ ہو گیا
وہ نورِ شرق اور وہ ضیا باریِ فلک
قطروں میں اوس کے دُرِ غلطاں کی وہ چمک
پرتو پڑا جو نیّرِ گیتی فروز کا
ہر اک چمن کی اور ہی کچھ ہو گئی بہار
نرگس کے ہر نہال کا تکنا وہ بار بار
اشجارِ جاں فزا کے فلک تک دماغ تھے
وہ گلشنوں میں صبح سے آنا نسیم کا
وہ صحنِ باغ بھر کے بسانا نسیم کا
پھولوں کے پہلوؤں میں اُدھر بھی اِدھر بھی تھی

اس کے محق یہی ہیں بھلا اور کون ہے
کیا اور کوئی جائے گا باغِ بہشت میں
جن کے قدم ہیں راہِ رضا میں وہ جائیں گے
مشغول ہیں جو آہ و بکا میں وہ جائیں گے
فرقہ یہی جناں میں بلا فرق جائے گا
ہیں ہم قدم کے ساتھ جو ہیں پیروِ امام
واں بھی کریں گے خدمتِ سلطانِ خاص و عام
رونے کا اجر اور وِلا کا صلہ ہے یہ
کافور آسماں پہ ضیائے قمر ہوئی
روشن جہاں میں وسعتِ ہر دشت و در ہوئی
طبقہ زمیں کا آئینۂ ماہ ہو گیا
سونے کے نگ تھے صفا وہ ذرّوں میں تھی چمک
تھا نورِ آسماں کا سماں دور دور تک
چمکا جہاں میں اخترِ اقبال روز کا
گلشن میں لہلہانے لگا اُٹھ کے سبزہ زار
وہ سنبلوں کی تا بہ کمر زلفِ تابدار
زیور گلوں کا پہنے حسینانِ باغ تھے
پھولوں کی باس لے کے وہ جانا نسیم کا
وہ نرمیاں قدم کی دکھانا نسیم کا
بے خود چمن میں آ کے نسیمِ سحر بھی تھی

غنچوں کا دم بدم وہ مہکنا ادھر ادھر
وہ طائروں کا اُٹھ کے چہکنا ادھر ادھر
نخلِ چنار کا وہ دہکنا ادھر ادھر
لالے کا وہ چمن میں لہکنا ادھر ادھر
کلیوں میں ہیں رنگ و حسن تھا افزوں نجوم سے
خوشبو نکل رہی تھی گلوں کے ہجوم سے

پیدا تھا رنگ قدرتِ خلاق جزو کل
گلزار کی تھیں سب روشیں نور کی سبل
شمشاد پہ نہ کم نہ سوا بلبلوں کا غل
تھیں بلبلیں کشادہ بغل بہرِ وصلِ گل
ہجر ان کے شکوے جو وہ کچھ چھپے چھپے بھی تھے
پیہم نیاز و ناز بھی تھا چھپے چھپے بھی تھے

وہ تازہ تازہ پھولوں کا رنگ اور وہ فضا
وہ اہتزاز شاخوں کا وہ خنکیٔ ہوا
طاؤس کا وہ رقص دمِ صبح جا بجا
وہ دل پسند نغمۂ مرغانِ خوش نوا
رُخ پہ خوشی بھی لطفِ ترنم حصول بھی
ان زمزموں سے کان لگائے تھے پھول بھی

ہے جوشِ گل سے رنگ عجب زیرِ آسماں
سرو بھی اکڑ رہے ہیں صورتِ جواں
غنچوں کے بھی لبوں سے تبسم ہے اک عیاں
مستِ مئے نشاط ہیں خوبانِ بوستاں
بزمِ طرب ہے گرم سرور آشکار ہے
شبنم شرابِ صاف ہے ساقی بہار ہے

ہنگامِ صبح اور زیادہ تھی شانِ باغ
وہ سرخ سرخ تازہ گلِ ارغوانِ باغ
دکھلا رہے تھے اپنی جوانی جوانِ باغ
گلچیں کی جان رُوح جو گُل تھے جانِ باغ
تھے لطف و انبساط کے آثار ہر طرف
نکھرے ہوئے تھے شاہدِ گلزار ہر طرف

بس اک تفلیس کیا ہے یہ باغ اور یہ لالہ زار
اب دیکھیے مرثیۂ تازہ کی بہار
یہ وہ چمن ہے جس پہ ریاضِ جناں نثار
ہے جن گلوں سے روئے گلِ خلد آشکار
گلزارِ دہر کیا ہے وہ ناپائدار ہے
اُس میں خزاں ہے اس میں ہمیشہ بہار ہے

بو باس اس کے پھولوں کی جاتی نہیں کبھی
اس میں سموم بھول کے آتی نہیں کبھی

گرمیِ مہر اس کو سکھاتی نہیں کبھی
شاداب یہ ریاض ہے رحمت کی نہر سے

بلبل ہوں جس کا میں وہ چمن زار ہے یہ نظم
مدح و ثنا کی ہے تو سزاوار ہے یہ نظم
کیوں ہو نہ اس کا شوق کہ عالی دماغ ہو

## مرثیہ (۲) (انتخاب)

سیراب ہے زمیں یہ زراعت سحاب سے
شاداب اس طرح ہیں ریاضِ سخن کے پھول

خوشبو ہے جس سے بزمِ جہاں یہ وہ باغ ہے
ہر گل ہے جس کا عطر فشاں یہ وہ باغ ہے
یاں گائیں نغمے بلبلوں کے اٹھیں بار بار رنگ

دید اس کی ہے شگفتگیِ خاطرِ ملول
مداحِ باغِ دین کو یہ رتبے ہوں حصول
نغموں سے تیرے کیوں نہ کروں بار بار شکر

ہر وقت ہے لبوں پہ نبی کے چمن کی مدح
وصفِ حسین ہے تو کبھی ہے حسن کی مدح
ہوں محوِ سیرِ گلشنِ عنبر سرشت میں

رنگ ان کا بدنگاہ مٹاتی نہیں کبھی
محفوظ اس کے پھول ہیں آسیبِ دہر سے

جنت کی طرح گلشنِ بے خار ہے یہ نظم
خوش جس سے ہوں وہ نخلِ ثمر دار ہے یہ نظم
اپنے چمن کو دیکھ کے خود باغ باغ ہوں
(نفیس)

معجز بیان ہوں فیضِ رسالت مآب سے
زندہ ہیں دل مرے سخنِ لاجواب سے
سرسبز نظم ہے کرمِ بوتراب سے
جیسے بہار میں ہوں تر و تازہ دلہن کے پھول

جس میں نہیں ورودِ خزاں یہ وہ باغ ہے
جس کا ثمر ہے باغِ جناں یہ وہ باغ ہے
جس میں ہیں ہر قسم کے گل اور ہزار رنگ

پژمردہ کھل کے جو نہیں ہوتے وہ پھول
حقا کہ اس ریاض کے ہیں قدرداں رسول
گلزارِ مصطفیٰ کا ہوں بلبل ہزار شکر

گہ مدحِ فاطمہ کبھی خیبر شکن کی مدح
وردِ زباں ہے آٹھ پہر پنجتن کی مدح
آج اس بہشت میں ہوں تو کل اس بہشت میں

اس مدح کے صلے میں عنایت ہو یا مجیب
طوبیٰ کا سایہ ہوئے تو جاگیں مرے نصیب
خوشبو ہوا ہو ڈالیاں پھلوں کی ساتھ ہوں
ہنس ہنس کے دیکھوں گلشنِ فردوس کی بہار
خنداں کبھی ہوں زیرِ درختانِ میوہ دار
دیکھا کیے نفاذِ رحمت رب کا نزول ہے
آئے سجے ہوئے درِ دولت پہ راہوار
جلدی قدم جما کے رکابوں میں استوار
پریاں خرامِ ناز دکھا کر نکل گئیں
سرعت وہ اشہبوں کی وہ شوخی وہ ترک و تاز
وہ تیز پائیاں شتاب ہیں وہ گرمیاں وہ ناز
جائیں نثار چال پہ کبکِ دری کی ہیں
وقتِ دوشِ نسیمِ سحر سے زیادہ تیز
اڑنے میں گر ہیں طیر تو ضیغم دمِ ستیز
سرعت میں کم جو ہر فرسِ جگر سے ہے
کاوے میں صورتِ فلکِ اخضری پھریں
صورت بنا بنا کے مثالِ پری پھریں
رکتے نہیں جدھر انھیں لے جاؤ پھیر کے
خوش رو عقاب طلعت و طناز و خوش خرام

ہمسایہ اُس کا جو ہے ترا عاشق و حبیب
کوثر پہ ہوں کبھی کبھی تسنیم کے قریب
حلّے گلے میں حوروں کے ہاتھوں میں ہاتھ ہوں
نرگس پہ گہ نظر ہو کبھی سوئے لالہ زار
ہر برگ و بر سے آئے یہ آواز بار بار
یہ ثمرۂ غلامیِ آلِ رسول ہے
رکھ کر کمر میں چھڑے سے دلہن ہوئے سوار
باگیں جو لیں ہوا ہوئے اسپ وفا شعار
دو بجلیاں تڑپ کے برابر نکل گئیں
سائے کو جن کے پائے نہ رفرف نہ شاہ باز
چالاک و تیز گام و سبک سیر و سرفراز
لیلیٰ کی کلائیاں آنکھیں ہرن کی ہیں
خوشبو ایالِ حور کی زلفوں سے مشک بیز
نتھنے ہرن ہوں دیکھے جو آہو یہ جست و خیز
محجوب یہ ہوا ہے کہ پنہاں نظر سے ہے
بجلی ہیں جس طرف دمِ جولاں گر پھریں
صرصر انھیں نہ پائے اگر سرسری پھریں
آنکھیں غزال کی ہیں تو سینے ہیں شیر کے
خوش خو پلنگ ہیبت و جان دار و تیز گام

کوتاہ سم فراخ کفل تیز و خوش لجام — عنقا شکوہ بحر نورد و خجستہ گام
دو گام عرض و طول زمین و زمانہ ہے — رعب نگاہ ان کے لیے تازیانہ ہے
اسوار ان کے دور دمی کو جو آزمائیں — مداح مدح لکھنے میں ساتھی قلم اٹھائیں
دو حرف بھی وہ ان کی ثنا میں نہ لکھنے پائیں — تا حد غرب و شرق یہ جائیں اور پھر آئیں
پونہچیں فلک پہ جست جو یہ ایک ہی کریں — یوں مہر و ماہ تو کسی منزل کو طے کریں
وہ زین وہ پاکھریں لگامیں وہ تنگ چست — پامال دل کریں گے دم حملہ نخست
کاووں میں چرخ کیا ہو مقابل وہ خود ہے سست — کج رو ہے اپنی چال تو پہلے کرے درست
کیا برق اس کے رنگ پہ جمتی نہیں کبھی — تھمتی ہے وہ چمک پہ یہ تھمتی نہیں کبھی
مثل نسیم صبح سبک رو سبک عناں — پتی جھکے نہ ایک جو پھولوں پہ ہوں رواں
ٹھیریں تو اس طرح کہ نہ ہوں بار بوستاں — جس طرح پھول نخل پہ ہوتے نہیں گراں
ہر سم کی آب و تاب پہ گوہر نثار ہے — سمجھیں یہ گل کہ قطرۂ شبنم کا بار ہے
پونہچے جو دشت جنگ میں وہ شیر خشمگیں — بچوں کا رعب دیکھ کے حیراں ہوئے لعیں
ڈالی کڑی جو آنکھ تو ہلنے لگی زمیں — دہشت سے ہٹ گئے قدم فوج اہل کیں
ہل چل ہوئی پروں میں لیروں کو دیکھ کر — گھوڑے چراغ پا ہوئے شیروں کو دیکھ کر
ہاں ساقیا شراب شجاعت پلا دے آج — تیغ زبان تیز کو تازہ جلا دے آج
پرجوش ہو لبوں سے وہ ساغر پلا دے آج — اس دور میں سپہر کے طبقے ہلا دے آج
ہاں خوں سے لالہ رنگ زمین مصاف ہو — موجیں رواں ہوں تیغوں کی میدان صاف ہو
بڑھ کے معرکے میں رجز خواں ہوئے دلیر — لوگو نجنے لگے اسد کبریا کے شیر
نعرے کیے کہ جنگ میں اب کس لیے ہے دیر — سیر اب تم اگر ہو تو ہم زندگی سے سیر

کھینچیں جو تیغ خوف سے منہ سب کے زرد ہوں
واقف ہمارے عز و شرف سے ہیں سب جہاں
ہم وہ ہیں جن سے دبتے ہیں عالم کے پہلواں
یوں حق سے دور کر دیا باطل کے زنگ کو
دادا ہمارے وہ ہیں کہ جعفر ہے جن کا نام
غازی شہیدِ راہِ خدا آسماں مقام
زیر ان سے سرکشانِ جنودِ عرب ہوئے
جرأت شعار ناصرِ محبوبِ کردگار
ہاتھ اپنے جب کہ راہِ خدا میں کیے نثار
رتبے میں ان سے بھی انھیں بہتر ملے
نانا علی امیرِ عرب کُل کا بادشاہ
صاحب کریم نفسِ نبی رحمتِ الٰہ
توقیر گھر میں حق کے کسے ہاتھ آئی ہے
ذی خیر ذی مروت و ذی جاہ و ذی حشم
قدسی خدم شفیعِ جہاں مالکِ ارم
یہ وہ ہیں جن کا خصم فلک زد نگار ہے
دستِ خدا ہے کیوں نہ ظفر ان کے ہاتھ آئے
مارے ہیں جو خندق و صفین میں بھائے

پہلے وہی نبرد کو نکلیں جو مرد ہوں
ہم سا کوئی شجاع نہیں زیرِ آسماں
گاڑا ہے فوجِ کفر میں اسلام کا نشاں
جس طرح آئینے سے چھڑاتے ہیں زنگ کو
ذی قدر حاملِ عَلَمِ سیدِ انام
ہیبت سے جن کی کانپتا ہے ملکِ روم و شام
فوجیں بھگائیں جنگ میں طیّار جب ہوئے
ثابت قدم دلیر زبردست و نامدار
پایا شرف تو ہاتھ لگا اوج و اقتدار
جنت میں جب گئے تو زمرد کے پر ملے
گردوں شکوہ رحمتِ حق عرش بارگاہ
ہادی معینِ دینِ خدا معدلت پناہ
دوشِ نبی کہتے ہیں معراج پائی ہے
نصرت مآب قلعہ کشا کاسرِ صنم
عالی ہمم سحابِ کرم قبلۂ امم
احسانِ بوتراب کا گردوں پہ بار ہے
اشجع وہی ہے سب میں جو لاکھوں پہ فتح پائے
پیکر الاہم میں جا کے جنوں کو یہیں جھکائے

جانوں پہ جب بنی تو عرق کو فرو کیا
ماموں بڑے جنابِ حسنؑ قبلۂ دوم
ہیں احمدؐ و علیؑ جد و اب فاطمہؑ ہیں اُم
برگشتہ جس سے فوجِ شقاوت پسند ہے
یہ سن کے سب عرب کے فصیحوں نے سر جھکائے
غل تھا کہ اُن کا وصف کوئی کیا زباں پہ لائے
بچے ہیں پر عجیب فصاحت زباں میں ہے
ہاں سیفِ خامہ تیز زبانی دکھا مجھے
اے برقِ طبع شعلہ فشانی دکھا مجھے
بچوں کی جنگ سے دلِ اعدا فگار ہوں
چھوٹے بڑے نے عرض کی کہ بس اب چھیڑیے فرس
یہ فوج اپنی تیغوں کے آگے ہے خار و خس
نیزے ستم کے کاٹیے پھریرے بگاڑ کے
تم میسرہ پہ جاؤ تو ہم میمنہ پہ جائیں
تم رول لاؤ فوج کو ہم قلب میں در آئیں
یہ عزم ہے کہ لاشوں سے مقتل کو پاٹ کے
یہ ذکر تھا کہ لشکرِ خاطی سے آئے تیر
کھینچے جو پیچھے تو ہٹے فوج کے شریر
حملوں میں ننگ ضربِ خدا تو نجف کا تھا

ناری جو تھے تو چاہ میں لے آبرو کیا
جن کے جلال و رعب سے ہوتے تھے ہوش گم
اور چھوٹے ماموں وہ ہیں کہ جن کے عدو ہوں گم
راہیں بھی جن پہ بند ہیں پانی بھی بند ہے
بعضے صفوں سے ہٹ گئے بعضوں کے دل ہلے
حقا کہ خاندانِ علی شرف یہ پائے
سارا طریق مصحفِ ناطق بیاں میں ہے
شمشیرِ حیدری کی روانی دکھا مجھے
نصرت کی اور ظفر کی نشانی دکھا مجھے
دو نیمچے جو ہل کے اٹھیں ذوالفقار ہوں
بھٹکیں صفیں جمی ہیں قریب آ کے پیش و پس
فرمایا آؤ اب کوئی حجت نہیں ہے بس
پھینکیں ستونِ کفر و ضلالت اکھاڑ کے
کاووں میں گھیر کر انھیں نعرۂ علی دیں
کیا خوش ہوں شمرِ نحس و ابنِ سعد کو جو پائیں
لے جائیں سر کو ہم درِ دولت پہ کاٹ کے
جولاں کیے دلیروں نے اسپانِ بے نظیر
باگیں اٹھا کے گھس گئے لاکھوں میں وہ
نے اس طرف کی صف نہ اُس طرف کا تھا

بے جاں ہوئے جو غول برابر زمیں پہ تھے
بازو کہیں تپاں کہیں پیکر زمیں پہ تھے
ٹھنڈے زبوں شعار و ستمگر زمیں پہ تھے
اولوں کی طرح چار طرف سر زمیں پہ تھے
پامال کشتِ عمر ہر اک کینہ جو کی تھی
بدلی ہوئی ہوا تھی کہ بارش لہو کی تھی

وہ نیمچے وغا میں عجب ضَو دکھا گئے
شعلوں کا رنگ برق کا پرتو دکھا گئے
جس سمت آئے خوبیاں سو سو دکھا گئے
اُٹھے تو سب کو اوجِ مہِ نو دکھا گئے
گہ غرب کی طرف تو کبھی سوئے شرق تھے
برسے اگر تو ابر چمکتے تو برق تھے

خالی زمیں کو لاشوں سے بھر آئے نیمچے
زندہ بچا نہ ایک جدھر آئے نیمچے
گہ ڈوب کر تنوں میں اُبھر آئے نیمچے
گہ چھُپ گئے تو گاہ نظر آئے نیمچے
یہ بے نظیر کاٹ میں وہ بے مثال تھا
دونوں کا آشکار و نہاں ایک حال تھا

آفت بپا تھی چلتے تھے یوں ان میں نیمچے
سینوں کو چاک کرتے تھے جوشن میں نیمچے
جاتے تھے کھنچ کے مغفرِ دشمن میں نیمچے
تسمہ لگا نہ رکھتے تھے گردن میں نیمچے
دونوں کی دھار موجِ محیطِ فنا تھی
تارِ نفس تھے قطع صفائی بلا کی تھی

جب یہ بڑھے تو فوج کے سالار ہٹ گئے
چہروں پہ ڈھالیں رکھ کے سیہ کار ہٹ گئے
ڈر ڈر کے پیچھے پاؤں ستمگار ہٹ گئے
پیدل تھے کس شمار میں اسوار ہٹ گئے
نامی جواں نہ منہ پہ دلیروں کے چڑھ سکے
ایسے دبے سوار کہ گھوڑے نہ بڑھ سکے

ہر دل سے نیمچوں کی چمک وار پار تھی
تھے جسم پارہ پارہ تو صف تار تار تھی
ضربت جو دو طرف سے ادھر بار بار تھی
بکتر تھے چاک چاک زرہ تار تار تھی
یوں ٹکڑے ٹکڑے جسم میں چار آئنے ہوئے
ہر آئنے کے کٹ کے ہزار آئنے ہوئے

تھے جا بجا زمیں پہ دو دستہ سروں کے ڈھیر
ڈھالوں کے اس طرف تھے ادھر مغفروں کے ڈھیر

نیزوں کے ڈھیر ادھر تو ادھر خنجروں کے ڈھیر
واں برچھیوں کے ڈھیر ادھر جمدھروں کے ڈھیر

نصرت و غا یہ دونوں کی آئینہ بن گئی
جنگل کی سب زمیں سلح خانہ بن گئی

ہر اس طرف کٹے تو کمانیں ادھر کٹیں
ساقیں ادھر قلم ہوئیں رانیں ادھر کٹیں

بھالے ادھر اڑے تو سنانیں ادھر کٹیں
ہونٹ اس طرف تو منہ میں زبانیں ادھر کٹیں

ٹکڑے ہیں چہرے فخر و مباہات کیا کریں
اب ہیں وہاں یہیں زخم دہن بات کیا کریں

زرہوں کو جانتے تھے کہ زنبور کا ہے گھر
بدتر تھی موم خام سے فولاد کی سپر

مثل خیار کٹتے تھے روئیں تنوں کے سر
دو ہو کے گر پڑے وہ جو تھے آہنیں کمر

خنجر دو نیم ہو گئے شمشیریں کٹ گئیں
کمروں کے ساتھ لوہے کی زنجیریں کٹ گئیں

الجھا تھا دام مرگ میں جس پاس تھی کمند
چوٹوں سے چور چور تھے نیزوں کے بند بند

سہمے ہوئے تھے پونچھی تھی شیروں کو یہ گزند
یہ جاں بلب وہ درد رسیدہ یہ دردمند

کھٹکا تھا قطع ہونے کا نیزے کی بھال کو
چلہ میں تھی یہ خوف نے گھیرا تھا ڈھال کو

میداں سے جب کہ ہٹ گیا سب لشکرِ گراں
چھوٹے نے عون سے یہ کہا تب کہ بھائی جاں

اب ڈھونڈئیے کہ شمر و بنِ سعد ہے کہاں
پھر یہ مہم ہے ہو جو ملے سر وہ بدزباں

مرتد ہیں بدمآل ہیں منحوس و شوم ہیں
کیا جانیں کس پرے میں نہاں دونوں شوم ہیں

یہ کہہ کے دونوں بھائی بڑھے چھیڑ کر عناں
ناگاہ میمنے سے نکل آئے دو جواں

مشہور تھے برادرِ عینی وہ پہلواں
کاندھوں پہ گرز ہاتھوں میں تیغیں کہ الاماں

شہرہ تھا ان کا روم و رے و مصر و زنگ میں
مارا تھا ان کے باپ کو جعفر نے جنگ میں

آنکھیں نکالے سامنے آئے وہ خیرہ سر
مکار و حیلہ ساز و جفاجو و کینہ ور

بد بین و بد شعار و بد آئین و بد گہر
حیران جس کو دیکھ کے دیو سیاہ ہو
تیور بدل کے کہنے لگے عونِ خوش خصال
نامِ حسین ہم کو ہے کافی دمِ جدال
غازی ہیں صید گیر ہیں نصرت پناہ ہیں
تلوار کو اُٹھا کے یہ چھوٹے نے دی صدا
غرّہ یہ تم کو پست کرے گا دمِ وغا
ہم پارۂ جگر ہیں علی سے دلیر کے
طاقت میں دبدبے میں عدیم المثال ہیں
شیرِ درندہ وقتِ جدال و قتال ہیں
تم کیا اگر بلند یہ دستِ نکو کریں
ضیغم جلال میں ہیں بڑھا تا سنبھل کے ہاتھ
ہم وہ ہیں گویا جن کی ہیں تیغیں اجل کے ہاتھ
پسپا کیا ہے فوجوں کو اکثر لڑائی میں
ہاں سیفِ خانۂ دو زباں شعلہ بار ہو
ہاں تیغِ طبع رشکِ دہِ ذوالفقار ہو
ہیراں صفیں جما دیں فوجِ شقی کی ہو
لو چھیڑ کر فرس کو ہر اک کینہ ور بڑھا

کج بخت و کج فراج و کج افعال و کم نظر
میڑھی چلیں شریر جو سیدھی بھی راہ ہو
رستم کو زال جانتے ہیں شیرِ حق کے لال
بے جاں کریں اگر تم سے ہوں مشتعال
بچے بھی ہیں تو بچہ شیرِ الٰہ ہیں
یہ سرکشی یہ لاف زنی اور یہ ادّعا
تم دونوں شکلِ رستم و سہراب ہو تو کیا
پوتے بھی شیر کے ہیں نواسے بھی شیر کے
بھیجا خدا نے جس پہ درود اس کی آل ہیں
یاں ناخنوں میں تیغ زنی کے کمال ہیں
مرحب بھی ہو تو ایک ہی ضربت میں دو کریں
چوٹیں کڑی پڑیں گی تو بھاگو گے مل کے ہاتھ
ہٹتے ہیں بڑھ کے پاؤں نہ رکتے ہیں چل کے ہاتھ
میداں ہمارے ہاتھ رہا ہے لڑائی میں
ہاں نیزۂ ظفر دلِ اعدا کے پار ہو
پیاسوں کی یہ جدال ہے اور آبدار ہو
رن صاف ہو سمجھی ہوئی چوٹیں علی کی ہوں
بھالا وہ اور یہ گرزِ گراں تول کر بڑھا

وہ گرگ اُدھر تو یہ سگِ ناپاک اُدھر چھا
پیچھے ہٹ کو لشکر بے داد گر بڑھا
چوٹیں چلیں اِدھر سے بھی حق کے ولی کی طرح
لڑنے لگے علی کے نواسے علی کی طرح

دونوں طرف سے چلنے لگے وار بار بار
شیروں کے نیمچے تھے بشر بار بار
بڑھتے تھے جب اِدھر سے یہ جرار بار بار
ہٹتے تھے دب کے پیچھے خطاکار بار بار
بُزدل قدم وغا میں بڑھاتے نہیں کبھی
روباہ مُنہ پہ شیر کے آتے نہیں کبھی

نیزہ دو نیم اِدھر ہوا گرزِ گراں اُدھر
تیر اُس طرف قلم ہوئے شاخِ کماں اِدھر
خود اُس طرف کٹا تو سرِ پہلواں اِدھر
زخمی اُدھر کلائی ہوئی انگلیاں اِدھر
سرکش کو پست کرتا ہے کلمہ غرور کا
دونوں کے پاس ایک نہ حربہ تھا زور کا

تلوار کھینچ کھینچ کے آئے جو خیرہ سر
ردوبدل ہوئی وہ غضب کی کہ الحذر
سن سن چلیں جو چھوٹی سی تیغیں اِدھر اُدھر
تن پر نہ اس کا فرق تھا نہ دوسرے کا سر
گھوڑوں کے تھے زمیں پہ قدم گڑ کے رہ گئے
دونوں کے سر جو پاس گرے لڑ کے رہ گئے

آفت کا وار تھا قہر کا داؤ اس طرف ہوا
پھر دو وہ اُس طرف تو یہ چار اس طرف ہوا
وہ صید اُدھر ہوا یہ شکار اس طرف ہوا
وہ اُس طرف ذلیل یہ خوار اس طرف ہوا
طبقہ زمیں کا لاشوں کے گرنے سے ہل گیا
سارا غرور خاک میں دونوں کا مل گیا

لاشوں کے ٹکڑے دیکھ کے ہنسنے لگی اجل
بیچوں نے سب نکال دیئے دمو دیوں کے بل
عینی تھے گو یہ کور نمک تھے وہ بد عمل
دونوں فنا ہوئے نہ لگی دیر ایک پل
مٹی کا ڈھیر لشکرِ ظالم میں تھے شقی
آنکھیں کھلیں تو عین جہنم میں تھے شقی

## سراپا

ای کلک لکھ جبین منور کی کچھ ثنا
لوحِ بلور جس کی صفائی پہ ہو فدا

دسویں کا چاند اس کو کہیں گر تو ہے بجا
دن کو مگر یہ حسن یہ تنویر یہ ضیا
وصف نشانِ سجدۂ حق بھی ضرور ہے
آدم کی یہ جبیں پہ محمد کا نور ہے
بہر قمر ہے وجہ وجاہت رخِ امام
رکھتا ہے مرتضیٰ کی شباہت رخِ امام
آفاق میں ہے آیۂ رحمت رخِ امام
دکھلا رہا ہے نور کی صورت رخِ امام
قرآں کی منزلت ہے بزرگی ہے شان ہے
یٰسیں کی طرح مصحفِ ناطق کی جان ہے

گیسو کا وصف کرنے لگے رات کو جو ہم
الجھن سے پیچ تاب ہوا دل کو دمبدم
کاغذ پہ خامہ چلنے لگا جب پئے رقم
حرفوں کے پیچ و خم نے نہ بڑھنے دیا قدم
گتھی سی ہر سطر دمِ تحریر پڑ گئی
گویا قلم کے پاؤں میں زنجیر پڑ گئی

کیا آبروئے گوہر دنداں دہن میں ہے
ہر جوہری کو حسن کا تصور عدن میں ہے
شیریں زباں ہے طرفہ حلاوت سخن میں ہے
نازک لبوں کے رنگ کا شہرہ یمن میں ہے
گل کی رگیں کہیں جنھیں پاسِ ادب نہیں
ڈورے ہیں چشمِ حورِ بہشتی کے لب نہیں

ہے صدرِ پاک میں جو دلِ شاہِ نامدار
کعبے میں شمع کہیے تو ہے دل کو اعتبار
یا ہیں کنوئیں میں حضرتِ یوسف بصد وقار
یا بیچ میں ہے جلد کے قرآنِ کردگار
دل منقبض جو سینۂ شاہِ زماں میں ہے
غنچہ گلاب کا ہے کہ باغِ جناں میں ہے

قد ہے الف پہ خم صفتِ دال ہے عیاں
باعث یہ ہے کہ مر گیا فرزند نوجواں
ہاتھ ایسے جن میں زورِ یداللہ ہے نہاں
تن پیرہن میں ہے کہ تنِ پاک میں ہے جاں
بارِ الم سے دردِ فراواں کمر میں ہے
پٹکا کمر میں نیم نمایاں کمر میں ہے

بالائے صدر نورِ گلو پر کرو نظر
گویا کہ آفتاب پہ ہے ماہ جلوہ گر
ان دونوں پہلوؤں میں صفائی ہے کس قدر
پیدا ہے عکس قلب و جگر کے ادھر ادھر

بالکل چمک بلور کی ہے ساقِ صاف میں
ہوتے ہیں پاؤں آئینے دو ہیں غلاف میں

کانپا غضب میں تختِ دلِ شیرِ کردگار
آیا بل ابروؤں پہ ہوا قہر آشکار
قبضے پہ ہاتھ تن کے جو ڈالا بصد وقار
فرطِ قلق سے گھٹ گئی کاٹھی میں ذوالفقار
بے تاب ہو گئی دلِ جبریل کی طرح
نکلی صدائے صورِ سرافیل کی طرح

یاں ذوالفقار اڑانے لگی سر سپاہ کے
دب دب کے بھاگنے لگے افسر سپاہ کے
کام آئے کچھ نہ جوشن و بکتر سپاہ کے
مجروح ہر طرف ہوئے پیکر سپاہ کے
تن پروری کے دم میں سبھی خاک ہو گئے
جامے جو تھے حیات کے وہ چاک ہو گئے

بکھرے تھے تیر ساتھ کمانوں کے جابجا
دامن پھٹے پڑے تھے نشانوں کے جابجا
ٹکڑے چمک رہے تھے سنانوں کے جابجا
اعضا پھڑک رہے تھے جوانوں کے جابجا
لاشوں پہ اقربا جو نہ رونے کو ہوتے تھے
زخم اُن کے خوں کے آنسوؤں سے اُن کو روتے تھے

تھا شعلہ بار عکسِ رخِ برق تابِ تیغ
کیا تاب تھی کسی کو جو دیتا جوابِ تیغ
گھِرتا تھا مثلِ قہر جو اُٹھ کر سحابِ تیغ
مینہ کی طرح برستا تھا ہر بار آبِ تیغ
دھاریں لہو کی آتی تھیں بوچھاڑ کی طرح
صف اُڑ اُڑ کے گرتی تھی دیوار کی طرح

کرتی تھی سر جو تیغِ دو سر سیکڑوں قلم
اور استخوانِ صدر و کمر سیکڑوں قلم
تھے دست و پا و گردن و سر سیکڑوں قلم
اک پل میں ہو رہے تھے شجر سیکڑوں قلم
تلواریں ٹکڑے ٹکڑے تھیں مقتول کی طرح
صد چاک تھی ہر ایک سپر پھول کی طرح

دشمن چمک پہ اُس کی پھڑکتے تھے دم بدم
جس سے بچے نہ جان اس انداز کے ستم
بے درد تھی کسی کا اُسے درد تھا نہ غم
سر تیز یوں ہیں تھے نہ اجل کی چھری سے کم
جب تن کے خیموں سے رگ کی طنابیں کاٹ دیتی تھی
مدت جو زیست کی ہے اُسے کاٹ دیتی تھی

لشکر میں تھے حواس کسی کے بجا نہ ہوش — تھمتے تھے ایک جا نہ سوارانِ زرہ پوش
وہ غل کہ جیسے ہوتا ہے دریا میں وقتِ جوش — ہر سمت بھاگ بھاگ کا غوغا تھا اور خروش
آواز ایک تھی جو ہزاروں کے شور کی — تربت میں نیند اچٹتی تھی بہرام گور کی
غل تھا یہ جاں شکار ہے بھاگو بچو ہٹو — آفت ہر ایک وار ہے بھاگو بچو ہٹو
ابر اس کا شعلہ بار ہے بھاگو بچو ہٹو — حیدر کی ذوالفقار ہے بھاگو بچو ہٹو
کب اس کی ضربِ سخت سے گیتی بچی نہیں — اس سے پناہ روحِ امیں کو ملی نہیں

ہر سو تباہ فوج کے بیڑے تھے دم بدم — بالائے خاک خوں کے در پڑنے تھے دم بدم
صفیں نہ تھیں اجل کے تھپیڑے تھے دم بدم — طومارِ زندگی کے بکھیڑے تھے دم بدم
فارغ مگر عذاب سے اک دم نہ ہوتے تھے — جھگڑے سفر کے تا بہ ابد کم نہ ہوتے تھے
ہر دم جو تیغِ تیز کے ہولے تھے ہر طرف — اعدا کے ہاتھ پاؤں بھی پھولے تھے ہر طرف
چکرا کے راہِ امن جو بھولے تھے ہر طرف — گویا میانِ دشت بگولے تھے ہر طرف
دعوے یہ تھے کہ فتح سپر دست کر چکی — یہ کیا جنوں کی فوج کو بھی پست کر چکی

جاں باز بھولتے ہیں جدل میرے سامنے — آتا ہے جرأتوں میں خلل میرے سامنے
اژدر بھی کر سکے نہیں بل میرے سامنے — شاہوں کے اٹھ گئے ہیں عمل میرے سامنے
آئینۂ جلالِ عدائے قدیر ہوں — شمشیرِ ملک گیرِ جنابِ امیر ہوں
آہن کے مغفروں میں بھی رکتی نہیں ہوں میں — گرگِر کے پتھروں میں بھی رکتی نہیں ہوں میں
اوتاد کے سروں میں بھی رکتی نہیں ہوں میں — جبریل کے پروں میں بھی رکتی نہیں ہوں میں
مانع اگر نہ حکمِ امامِ مبیں کا ہو — کافی ہے ایک ضرب جو طبقہ زمیں کا ہو

نامی جوان ہیں تو نشانوں پہ آگئی
تعریف دشمنوں کی زبانوں پہ آگئی
شاخیں سی چھنٹ گئیں جو کمانوں پہ آگئی
چنگاریاں سی اڑیں جو سنانوں پہ آگئی
ڈھالوں کی سمت آئی اگر جھوم جھوم کے
پھولوں پہ جل گئے کئی جھونکے سموم کے

ممکن نہ تھی جو امن کی جا کہیں ادھر
دہشت سے جاں بلب تھی سپاہ لعیں ادھر
جنباں نہیں ادھر تھی سپہر بریں ادھر
دھوپ اس طرف لرزتی تھی مہر مبیں ادھر
پیش نظر جو ابن علی کی نبرد ہے
اس دن کے ڈر سے آج تلک دھوپ زرد ہے

آئی چمک کے جب کسی عدو کے قریں پاس
سر سے پہنچ گئی کمر آہنیں کے پاس
دو کر دیا سمند کو آتے ہی زیں کے پاس
فوراً اٹھی تڑپ کے جو پہنچی زمیں کے پاس
قربان پاس داری تیغ اصیل کے
ڈر تھا کہ پھر نہ کٹے ہوں نہ پر جبرئیل کے

تیغ علی کی تھی جو روش قابل ثنا
کرتی تھی واہ واہ ہر اک ضرب پہ ہوا
بے تاب ہو کے دھنتے تھے سر بانی جفا
مقتول خود پھڑکتا تھا اوروں کا ذکر کیا
گرنے میں ہاتھ اٹھتے تھے توصیف کے لیے
منہ زخم کھول دیتے تھے تعریف کے لیے

اللہ رے وقت جنگ لعینوں کا انتشار
تھی ایک کو خبر نہ سر و تن کی زینہار
کہتا تھا وہ کہ آئی کدھر تیغ آبدار
یہ کہتا تھا صحیح ہوں میں یا ہوں دل افگار
کہتا تھا وہ زرہ سے مرے تن پہ ہے یا نہیں
یہ پوچھتا تھا تن مرے سر پر ہے یا نہیں

ہاتھ اپنا گو امام مبیں روکتے رہے
سر اڑ گئے سپر سے لعیں روکتے رہے
نا فہم تھے جو دشمن دیں روکتے رہے
واں کیا ہوا جو روح امیں روکتے رہے
خود روکتے علی نہ اگر اپنے طور پر
دم لیتی جا کے تیغ دو سر جسم ثور پر

اس تیغ پر جو مہر خدا کا تھا احتمال
ہلکتے ہیں آسمان و زمیں کا تھا ایک حال

جنگل میں نخل کانپتے تھے بید کی مثال
مانندِ مہر دھوپ کو تپ چڑھتی جاتی تھی
درپیش تھے سیاہ کو طوفاں کے مرحلے
تھا شور ہر طرف کہ بلا سر سے کیا ٹلے
دم ہیں وہاں تک آئے گا کیا اس میں فرق ہے
چلتی تھی دم بدم جو وہ شمشیر ہر طرف
ہر بار تھے پرے زبر و زیر ہر طرف
ریتی پہ تھی نہ لاش ہر اک بد صفات کی
تیغِ علی سے حشر بپا تھا دمِ جدل
قبضے کے بیچ سے جو نمایاں تھا اس کا پھل
کشتوں سے کربلا کی زمیں پاٹتی تھی وہ
بجلی کی طرح کوند کے جب فوج پر جھکی
گھوڑے بھڑک بھڑک کے دکھاتے تھے جابجا
چھالے پڑے تھے جسم پہ ہر اک حسام کے
ہر سو دہک رہی تھی زمیں تپ رہا تھا تن
تپ کے سبب کچھار میں تھے شیر نعرہ زن
تسکیں ہو کیا جلے ہوئے سبزے کی آڑ سے
مشکل ہے ضربِ سیدِ ابرار کی ثنا
کیونکر ہو ذوالفقار سی تلوار کی ثنا

سبزہ نہ تھا جبال کے تن پر کھڑے تھے بال
ہر دم اجل بھی نادِ علی پڑھتی جاتی تھی
تھے ڈر سے جاں بلب جو شناور تھے من چلے
آ پونہچا ذوالفقار کا پانی گلے گلے
اب فوج مثلِ لشکرِ فرعون غرق ہے
خونخوار اپنی زیست سے تھے سیر ہر طرف
تھا شام کی سیاہ میں اندھیر ہر طرف
افتادہ تھیں بجھی ہوئی شمعیں حیات کی
یہ چلتی تھی سن سے جب تو لرز جاتے تھے جبل
گویا زباں تھی منہ سے نکالے ہوئے اجل
سطرِ غلط کی طرح صفیں چھانٹتی تھی وہ
رن میں بغیر آگ لگائے نہ وہ رکی
قرنا کا شور تھا یہ مکرر کہیں جھکی
کالے ہوئے تھے جل کے علم فوجِ شام کے
دبکے تھے ہر نشیب میں تپ سے ہوئے ہرن
لرزاں تھا آفتاب سمیٹے ہوئے کرن
رہ رہ کے اٹھ رہا تھا دھواں ہر پہاڑ سے
کیا کر سکیں گے سیفِ زباں وار کی ثنا
دریا بہائیں ہم تو نہ ہو دھار کی ثنا

ایسا اڑنہ ہوگا کبھی رودِ نیل بھی
اس سے پناہ مانگتے ہیں جبرئیل بھی

گمراہ کو چراغِ ہدایت یہ تیغ ہے
قتال ہے یہ صاف نہایت یہ تیغ ہے

معشوقِ بادشاہِ ولایت یہ تیغ ہے
خلاقِ لم یزل کی عنایت یہ تیغ ہے

دیکھے یہ مرتبہ تو بشر مدح کیا کرے
اس کی صفت امام کرے یا خدا کرے

لازم ہے ذوالفقار کے فقروں پہ بھی نگاہ
سیلی گلے میں پہنے ہے معشوقِ کج کلاہ

اکثر بندھا ہوا ہے کہوں گر عدم کی راہ
لازم ہے وہ مثال کہ ہو شور واہ واہ

روئی ہے تیغ حالِ شہِ نامدار پہ
ظاہر ہیں آنسوؤں کے نشاں جسمِ زار پہ

جس صف پہ آئی کر کے صفائی چلی گئی
بسمل کیا جھلک سے دکھائی چلی گئی

بدلی ادا کے ساتھ دکھائی چلی گئی
دل بر بھی بر میں ناز سے آئی چلی گئی

آئینہ جس سے گرد ہے شفاف تن وہ ہے
دشمن بھی جان دیتے ہیں معشوق پن وہ ہے

ہے جوہروں پہ تیغ کے ہر دم یہ احتمال
چمن سے آشکار ہے محبوبِ خوش جمال

یا غیظ میں شجاع کے تن پر کھڑے ہیں بال
یا جسم پر زرہ ہے کہ لاکھوں سے ہے جدال

کیا جال جوہروں کا چمکتے بدن پہ ہے
سنبل کا سایہ جو بہشتی کے تن پہ ہے

پھر جوہروں کو سایۂ سنبل کہا تو کیا
دل بر ہے دھوپ چھاؤں کی پہنے ہوئے قبا

الجھی ہوئی ہے ظلمت و تنویر ایک جا
تشبیہ اور سامنے ہے اس کے ماسوا

تن آئنہ ہے تیغِ جلالت پناہ کا
ہے عکس شہ کے موئے سپید و سیاہ کا

مشکل ہے مدحتِ فرسِ بے مثال بھی
عاجز ہیں حسن کے وصف میں نازک خیال بھی

دانا ہے بردبار ہے اور خوش جمال بھی
پیکِ نظر ہو دنگ سبک ہے وہ چال بھی

وقتِ روش سموں کا نشاں خاک پر نہ ہو
ذرہ کوئی زمیں کا ادھر سے ادھر نہ ہو

نیچی نظر وہ اُس کی شرمائی انکھڑیاں
بے چین ہر قدم صفتِ نبضِ ہر زماں
آشوبِ دہر یہ فرسِ بے مثال ہے
ایسے سمند کو میں توصیف کیا کہوں
مضمون پیش پا ہے اگر یاد یا کہوں
اس شان سے یہ ہوا کو ہوس تو ہے
دل لوٹتے تھے حسنِ خدا ساز دیکھ کر
ششدر تھی کبک چال کا انداز دیکھ کر
بجلی تھا وہ فسوں گوں پہ وہ مرتا نہ کس طرح
ہمراہ اُس کے تیر کماں سے فضول جائے
دم میں بُراق تیز روی اپنی بھول جائے
تڑپے جو واں سے برقِ تجلی نما کی طرح
رتبے کا ذکر کیا ہے کہ تھا مرکبِ امام
خوش قطع خوش جمال خوش انداز خوش خرام
جس دم بڑھا شرف پہ شرف بر ملا دیئے
بل کر کے جھومتا ہے یہ سر دم جو راہوار
جاتا ہے فخر و ناز کروں میں بھی بار بار
اک بار ہیرہ ور وہ ہوئے گر تو کیا ہو
مانندِ برق دشت میں جولاں تھا ہر طرف

مستانہ چال صورتِ طاؤسِ بوستاں
وہ بانکپن ناز وہ چھلبل کہ الاماں
نقشِ قدم میں شوخیِ چشمِ غزال ہے
پایا یہ اوج اُس لیے کہاں گم ہما کہوں
شاعر کہیں مبالغہ ہے گر ہوا کہوں
جو راکبِ براق ہے اُس کا فرس تو ہے
خوبانِ دہر چھپتے تھے ناز دیکھ کر
شاہیں کے ہوش اُڑتے تھے پرواز دیکھ کر
وہ رخشِ ذوالجناح تھا اُڑتا نہ کس طرح
دو گام ساتھ دے جو ہوا سانس پھول جائے
تا عرشِ پاک مثلِ دعاے رسول جائے
پونہچے زمیں پہ حاملِ وحیِ خدا کی طرح
کرتے تھے جن و انس و ملک اُس کا احترام
روشن تھا ذرے ذرے پہ ادنایہ فیضِ عام
ہر گام چار چاند زمیں کو لگا دیئے
ہے گرچہ بے زباں پہ یہ دعویٰ ہے آشکار
ہے رفرف و براق سے افزوں مرا وقار
برسوں سوار جس پہ رسولِ خدا ہوئے
ظاہر کبھی تھا اور کبھی پنہاں تھا ہر طرف

حملہ بسانِ شیرِ نیستاں تھا ہر طرف
دعویٰ یہ تھا کہ کیا یہ سوالِ انتقام ہیں
حسن و جمال وہ کہ حسیں عشق میں مرے
وہ صاف صاف جسم وہ تیکھے بھرے بھرے
تا زِ نگاہِ بد کا نشاں بر محل پڑے
چلتا ہے یوں زمیں پہ بہ شدت خوش بہار
جنگل کے سارے پھول ہیں زیرِ قدم مگر
نکہت سے کم سبک ہی بادِ پا نہیں
اس کی سبک روی سے جو کرنا ہو امتحاں
فرضاً اگر ہوں زیرِ سم آنکھوں کی پتلیاں
ہو بھی تو اس سے ٹھیس پہنچے کچھ نہ بار ہو
ہلچل صفوں میں ہو ہی تھی کرتا تھا جب وہ جست
لشکر میں انتظام تھا فوجیں تھیں بندوبست
ہر دم تھی ہاتھ فتح قبضۂ شمشیرِ شاہ میں
حد سے سوا جو تنگ ہوا عرصۂ زماں
ہتھیار پھینک پھینک کے چلائے یک زباں
جرأت کے دائرے سے قدم نکلے جاتے ہیں

بے خوف دشمنوں میں خراماں تھا ہر طرف
دیتا ہوا لبیک کہ پشت پہ میری امام ہیں
گر ناز سے چلے تو زمیں پہ نہ سم دھرے
نازک وہ چال جس کی نزاکت ثنا کرے
عنقا کی چشمِ شوق کا سایہ پھسل پڑے
پڑتے ہیں جیسے اوس کے قطرے دمِ سحر
کس لطف کی ہے چال کہ گرتا نہیں ہے زر
کلیاں چٹک رہی ہیں سُموں کی صدا نہیں
مانندِ اشکِ عارضِ گل پہ ہو رواں
عینِ ہنر تو یہ ہے کہ تل بھر نہ ہو گراں
مردم پہ جو فرو کے جھپکنے کا بار ہو
لاشے تھے پائمال تو سر کش ہوئے تھے پست
کیا اہلِ شام جنگ میں پائے تھے شکست
رہتی تھی خود پناہ اسی کی پناہ میں
پھر تابِ جنگ لا نہ سکا لشکرِ گراں
پائی ہنر ابر کی بس تا شہِ زماں
اب فوج الفتار دیکھ کے دم نکلے جاتے ہیں

ظاہر تھا گو کہ دشمنِ جاں ہیں یہ خیرہ سر
اللہ رے رحیمیِ سلطانِ بحر و بر
جس وقت دی نبی کی دہائی سپاہ نے

آپ ان کے اضطراب سے بے چین تھے مگر
فریاد جب کسی کی سنی ہل گیا جگر
تلوار روک لی شہِ عالم پناہ نے
(انیس)

## گھوڑا (۲)

گردوں کے نجم کو دیکھ کے ہو سرنگوں ہلال
اڑ کے زمیں تلک کبھی گردِ قدم گئی
جرأت میں شکلِ شیر تو ہیبت میں پیل تن
بجلی کسی جگہ تو کہیں ابرِ قطرہ زن
سیماب تھا زمیں پہ فلک پہ سحاب تھا
پیکان ہیں کنوتیاں ہنگامِ دار و گیر
روئیں وہ نرم جلد وہ باریک و دلپذیر
ایسی سبک روی نہیں دیکھی شتاب میں
خوش خو و خوش خرام خوش اندام و خوش لگام
جاں دار و شوخ چشم و سعید و خجستہ کام
غازی تھا سرفراز تھا عالی دماغ تھا
چالاکیاں بھی غیظ بھی غیرت بھی جنگ بھی

آہو کی آنکھ شیر کی چتون غضب کی چال
وہ بال تھے کہ حور نے بکھرا دیئے تھے بال
پوچھے کوئی سوار سے شائستگی کا حال
جب بس کہا چمکتی ہوئی برق تھم گئی
پوئی کے وقت کبکِ دری جست میں ہرن
بن ٹھن کے آنے جانے میں طاؤس کا چلن
دریا پہ موج تھا تو ہوا پر عقاب تھا
حلقے سے یوں نکلتا ہے جیسے کماں سے تیر
چینی پرند جس سے مقابل نہ ہو حریر
دوڑے تو فرق آئے نہ مخمل کے خواب میں
خوش رو و خوش جمال و ادا فہم و تیز گام
گل گوش تیز ہوش سمن گوش لالہ فام
گویا ہوا کے دوش پہ اک زندہ باغ تھا
بالا دویِ براق کے دُلدل کے ڈھنگ بھی

بر میں اسد بھی بحر وغا میں نہنگ بھی
گھوڑا بھی شیر نر بھی ہرن بھی پلنگ بھی (انیس)
ہے آگ کا مزاج تو سرعت ہوا کی ہے
اضداد اتنے جمع ہیں قدرت خدا کی ہے

## گھوڑا (۳)

رہوار سبک سیر نسیم سحری تھا
ہم پیکرِ طاؤس دمِ جلوہ گری تھا
کاوے میں جو پرکار تھا اڑنے میں پری تھا
تن تن کے اٹھاتا تھا قدم کبک دری تھا
رفتار تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو
سایہ بھی نہ اُس کا نظر آتا تھا کسی کو
غصے میں وہ تن تن کے دہانے کو چبانا
اور جوشِ شجاعت میں وہ کف منہ میں بھر آنا
ہر صف میں کبھی جھوم کے آنا کبھی جانا
تلوار کی زد سے کبھی آقا کو بچانا (انیس)
ٹاپوں سے جھلکتی تھی زمیں حشر بپا تھا
اس صف میں جو بجلی تھا تو اس صف میں ہوا تھا

## گھوڑا (۴)

نازک مزاج۔ نسترن اندام۔ تیز رَو
گردوں سپہر۔ بادیہ پیما۔ و برق دَو
اس کا تو اک قدم نہ زغند ہرن کی سو
دو روز سے نہ کاہ ملی تھی اسے نہ جو
رفتار میں ہوا تھا اشارے میں برق تھا
سرعت میں کچھ کمی نہ تھی چلبل میں فرق تھا
سمٹا۔ جما۔ اُڑا۔ ادھر آیا۔ اُدھر گیا
چمکا۔ پھرا۔ جمال دکھایا۔ ٹھہر گیا
تیروں سے اُڑ کے برچھیوں سے بے خطر گیا
برہم کیا صفوں کو پرے سے گزر گیا
گھوڑوں کا تن بھی ٹاپ سے اس کی فگار تھا
ضربت تھی نعل کی کہ سروہی کا وار تھا
وہ جست و خیز و سرعت و چالاکی سمند
سانچے میں تھے ڈھلے ہوئے سب اُس کے جوڑ بند

سُم قرصِ ماہتاب سے روشن ہزار چند — نازک مزاج و شوخ و سیہ چشم سر بلند
گر بل گئی ہوا سے ذرا باگ اُڑ گیا — پتلی سوار کی نہ پھری تھی کہ مُڑ گیا
آہو کی جست شیر کی آمد پری کی چال — کبکِ دری جھل بل طاؤس پائمال
سبزہ سبک روی میں قدم کے تلے نہال — اک دو قدم میں بھول گئے چوکڑی غزال
جو آگیا قدم کے تلے گرد بڑھتا — چھلبل غضب کی تھی کہ بھلا دا ابھی گر تھا
بجلی کبھی بنا کبھی رہوار بن گیا — آیا عرق تو ابرِ گہر بار بن گیا
گہ قطب گاہ گنبدِ دوّار بن گیا — نقطہ کبھی بنا کبھی پرکار بن گیا
حیران تھے اس کے گشت پہ لوگ اس ہجوم کے — تھوڑی سی جا میں پھرتا تھا کیا جھوم جھوم کے

## تلوار (۱)

اک آگ سی تھی چار طرف شعلہ فشاں برق
وہ برق کہ خود مانگتی تھی اُس سے اماں برق
یاں موج تو واں سیل جو یاں ابر تو واں برق
مُنہ زہر بُرش قہر بدن آگ زباں برق
سرکش جو تھا نا رہی یہ جلاتی تھی اُسی کو
لوہے پہ بھی گرتی تھی تو کھاتی تھی اُسی کو
اُٹھ کر کبھی ٹھیری کبھی لپکی۔ کبھی چمکی
سر گر گئے گردن جدھر اس تیغ نے خم کی
سیدھی صفِ دشمن کو ملی راہ عدم کی

سیفی تھی کہ گویا دمِ شمشیر پہ دم کی
دم بھر میں صفیں صاف تھیں بیدادگروں کی
تھی مینہ کی طرح خاک پہ بوچھار سروں کی
تھا صورتِ آئینہ تمام اُس کا بدن صاف
خوں پیتی تھی پھر دیکھو تو مُنہ صاف دہن صاف
چلتی تھی جو سن سن تو نکلتا تھا سخن صاف
ہوں میں تو وہ جاروب کہ کر دیتی ہوں رن صاف

نااہل ہیں نامرد ہیں ناپاک ہیں اعدا
میں برقِ غضب ہوں خس و خاشاک ہیں اعدا
چم خم سے ہلالِ فلکِ نیلو فری تھی
مارا تھا ہزاروں کو مگر خوں سے بری تھی
شوخی تھی نئی اور نئی جلوہ گری تھی
تھی تیغ کہ قبضے میں سلیماں کے پری تھی
اک آگ لگی وار جدھر چل گیا اُس کا
جو آگیا سایہ میں بدن جل گیا اُس کا

**تلوار (۲)**

یاں شور وہاں غُل ادھر آئی اُدھر آئی
وہ چمکی وہ تڑپی وہ چھپی وہ نظر آئی

وہ تیغ گئی خود میں وہ سر میں در آئی
گردن سے بڑھی سینہ لیا تا کمر آئی
سن اس کا گھٹتا تھا جو دلیلہ بڑھا تھا
منہ کی وہی کھاتا تھا جو منہ اس کے چڑھا تھا
چمکی جو خودِ سر پہ تو سر سے نکل گئی
شانے پہ جو پڑی تو جگر سے نکل گئی
سینے میں دم لیا تو کمر سے نکل گئی
حیراں تھا خود بدن کہ کدھر سے نکل گئی
اونچی ہوئی تو فرقِ عدو کو فرو کیا
گر کر اٹھی تو راکب و مرکب کو دو کیا

(میر ببر علی انیس)

## منزلِ دنیا

دنیا بھی عجب گھر ہے کہ راحت نہیں جس میں
وہ گل ہے یہ گل بوئے محبت نہیں جس میں
وہ دوست ہے یہ دوست مروت نہیں جس میں
وہ شہد ہے یہ شہد حلاوت نہیں جس میں
بے درد و الم شامِ غریباں نہیں گزری
دنیا میں کسی کی کبھی یکساں نہیں گزری

گو ہیں کبھی ماں کے کبھی قبر کی آغوش
گل پیرہن اکثر نظر آتے ہیں کفن پوش
سرگرمِ سخن ہے کبھی انساں کبھی خاموش
گہ تخت ہے اور گاہ جنازہ ہے سرِ دوش
اک طور پہ دیکھا نہ جواں کو نہ مسن کو
شب کو جو چھپر کھٹ میں تو تابوت میں دن کو

کرتا نہیں غربت میں کوئی کسے مدد تک
گر ساتھ گیا ہے تو کوئی قبر کی حد تک
پھر آتے ہیں روتے ہوئے پہنچا کے لحد تک
وہ خانۂ تاریک میں تنہائی ابد تک
نہ دوست نہ احباب نہ ہم بزم گئے ہیں
تنہا یونہیں شاہانِ اولو العزم گئے ہیں

جو خلق میں تھے صاحبِ تخت و علم و تاج
نوبت یہ ہوئی ہے کہ نشاں ان کے نہیں آج
شاہانِ جہاں فخر سے دیتے تھے جنھیں باج
وہ قبر میں ہیں سورۂ الحمد کے محتاج

۱ امتحاس ۲ گندہ ۳ پرے ۳ بڈھا ۔ عمر رسیدہ ۴ مسافرت ۵ ہمیشہ ہمیشہ تک ۶ ساتھی

سکہ ہے نہ وہ اور نہ وہ تاج و نگیں[1] ہے
دولت تو خزانے میں ہے خود زیر زمیں ہے

شادی ہو کہ اندوہ[2] ہو آرام ہو یا جور[3]
دنیا میں گزر جاتی ہے انسان کی بہر طور[4]

ماتم کی کبھی فصل ہے عشرت کا کبھی دور
ہے شادی و ماتم کا مرقع جو کرو غور

کس باغ میں آسیب خزاں آ نہیں جاتا
گل کون سا کھلتا ہے جو مرجھا نہیں جاتا

## آنی جانی

عدم سے بشر آئے گا ایک دن
زمانہ کہے گا اُسے نیک[5] دن
لڑکپن کے دن ہوں گے شاہی[6] کے دن
محبت کے دن بے گناہی[7] کے دن
خوشی ان دنوں نور برسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

پھر آئے گا مدہوش[8] کرنے شباب
رہے گا خیالِ شراب و کباب
کبھی جوشِ مستی کبھی نوشِ خواب
نہ فکرِ ثواب و نہ خوف عذاب
گھٹا دل پہ پندار[9] کی چھائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

سپاہی جواں مرد کہلائے گا
لڑائی میں زخمِ گراں[10] کھائے گا
غش آئے گا سیروں لہو جائے گا
کراہے گا تڑپے گا چلائے گا
قضا بوند پانی کو ترسائے گی
مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بشر ہوگا عالم میں ذی احتشام[11]
بڑھے گی لیاقت سے شہرت تمام
رہے گی نہ شہرت بھی اس کی مدام[12]
کہ شہرت کو بھی یاں نہیں ہے قیام
یہ شہرت نیا رنگ چمکائے گی
مگر یہ گھڑی گزر جائے گی

۱ انگوٹھی ۲ غم ۳ ظلم ۴ کسی نہ کسی طرح ۵ اچھا ۶ بادشاہت ۷ معصوم پنے
۸ دیوانہ بنانے ۹ غرور ۱۰ بھاری ۱۱ صاحب عزت و حشمت ۱۲ ہمیشہ ۔۱۲

زمانہ کرے گا جواں کو اَدھیڑ[1] | توانائی[2] کا ہوگا پژمردہ[3] پیڑ
لگائے گا اسپِ جوانی کو ایڑ | نقاہت[4] کرے گی قواؤں[5] سے چھیڑ
طبیعت اس وقت سے گھبرائے گی | مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

بڑھاپے سے ہوگا بڑا انقلاب[6] | نہ ہوگی دلیری نہ ہوگا شباب
ضعیفی کرے گی کل اعضا خراب | یہاں تک کہ جینا بھی ہوگا عذاب
اجل چیل ہی سر پہ منڈلائے گی | مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

مرض موت کا جب اٹھائے گا سر | دوا کرکے ہاریں گے کل چارہ گر
بگڑ جائے گا کھیل سب سربسر[7] | بس آئے گی بیمار کی جان پر
بڑی سختیاں نزع[8] دکھلائے گی | مگر یہ گھڑی بھی گزر جائے گی

([illegible])

## گوشۂ تنہائی

دنیا میں بہت ڈھونڈے
راحت کے تمنائی

تسکین کی گر صورت | تجھ میں ہی نظر آئی
اے گوشۂ تنہائی!

بچہ نہیں دل جس کو | لے جائیے میلوں میں
جز تیرے[9] کہاں راحت | دنیا کے جھمیلوں میں
اے گوشۂ تنہائی الخ

۱ نہ جوان نہ بڈھا بین بین ۲ طاقت ۳ مرجھایا ہوا ۴ کم زوری ضعف ۵ طاقتوں سے ۶ تغیر، تبدیلی ۷ سارے کا سارا، تمام ۸ جان کنی ۹ سوائے ۔ ۱۲

خلوت وہ تری جس میں ہنگامۂ جلوت ہے
وحدت کا تری غنچہ صد گلشنِ کثرت ہے
اے گوشۂ تنہائی

سب عیب و ہنر اپنے اے آئینۂ باطن
تجھ بن نظر آجائیں یہ بات ہے ناممکن
اے گوشۂ تنہائی

ساماں ہیں بہم تجھ میں سب دل کی حضوری کے
محفل میں کہاں تیری صدمے مہجوری[1] کے
اے گوشۂ تنہائی

آزار سے بالا ہے گو زیرِ زمیں ہے تو
اربابِ قناعت[2] کو فردوسِ بریں ہے تو
اے گوشۂ تنہائی

جنگل میں پہاڑوں میں تاریک گپھاؤں[3] میں
مرغوب ترین ہے یا اشجار کی چھاؤں میں
اے گوشۂ تنہائی

پاتے ہیں جہاں تجھ کو دنیا میں ترے شیدا

۱ جدائی ۲ صبر کرنے والے ۳ جھنڈوں ۔ ۱۲

فی الفور وہیں اُن کے دُکھ درد ہیں نا پیدا
اے گوشۂ تنہائی

شاعر کہ مصور ہے فطرت کے نظاروں کا
ذرّوں میں ترے اُس کو جلوہ ہے ستاروں کا
اے گوشۂ الخ

طالب ہیں ترے اکثر جو علم کے طالب ہیں
آئینہ ترے دم سے مضمون و مطالب ہیں
اے گوشۂ الخ

تو مامنِ[1] دلکش ہے جو یائے[2] حقیقت کا
مرکز[3] ہے حقیقت میں پہنائے[4] حقیقت کا
اے گوشۂ الخ

بازارِ دو عالم میں جو جنس نہیں ملتی
حیرت ہے کہ انساں کو آکر ہے یہیں ملتی
اے گوشۂ الخ

دنیا میں اگر کوئی منزل[5] گہِ[6] عقبیٰ ہے
وہ تیرا ہی مسکن ہے وہ تیرا ہی ملجا[8] ہے
اے گوشۂ الخ

ہر ایک تگ[9] و دَو[10] کی ہے آخرِ کار آخر
گر تجھ سے یہاں بھاگے ہے کُنجِ مزار آخر
اے گوشۂ الخ

خواہاں ہے دل و جاں سے محروم حزیں[11] تیرا
کاش! اس کو دلِ ناداں ہونے دے مکیں[12] تیرا
اے گوشۂ الخ

(الٰہ آباد جنوری - ۱۹۰۹ء)

[1] امن کی جگہ [2] حقیقت کا ڈھونڈنے والا [3] وسط - بیچ [4] چوڑان [5] چیز [6] مقام [7] ٹھکانا [8] پناہ گاہ [9] دوڑ [10] دھوپ [11] غمگین [12] رہنے والا ۔ ۱۲

## پیامِ مرگ

سوءِ تقدیر[۱] سے تدبیر بگڑتی ہی گئی
تپ وہ تپ خلق میں پیچ انہیں جس کی دوا
دل شکن[۵] حوصلہ فرسا[۶] تھا وہ ہنگام کہ جب
بے بسی چارہ گروں کی تھی عجب درد فزا
بسترِ خاک لحد پر تو ملی چین کی نیند
خوابِ راحت سے اٹھو اور کوئی بات کرو
راز کچھ عالمِ بالا کے بھی معلوم ہوئے
دیکھو سو مرتبہ تاراجِ خزاں[۱۱] ہو ہو کر
تم کہاں جا کے چھپے ہو کہ نکلتے ہی نہیں

جس پہ دنیا کی دوا اور دعا قاصر ہوئی
اس کی صحت کا نہ پہلو[۱] کسی عنوان[۲] نکلا
جس کو کہتے تھے مرض موت کا ساماں نکلا
درد وہ درد نہ جس درد کا درماں[۴] نکلا
دیکھ کر نبض مسیحا بھی پریشان نکلا
اس سے یاس ہوئی یاس سے حرماں نکلا
تجھ پہ قربان کہو اب تو یہ ارماں نکلا
کہو کیا ما حصلِ[۸] ہستیِ[۹] امکاں نکلا
کچھ پتہ ہستیِ مابعد[۱۰] کا ہی جاں نکلا
پھول پھر نکلے ہیں پھر سبزۂ بستاں[۱۲] نکلا
چھپ کے سو مرتبہ پھر مہرِ درخشاں[۱۳] نکلا

([illegible])

## دمِ واپسیں

بادشاہوں کو بھی دیکھا خاک میں ملتا ہوا
ایک عالم رہ گیا ہاتھوں کو بس ملتا ہوا
جب چراغِ عمر ہی گل ہو گیا جلتا ہوا
ہم دنوں جب قافلہ اس صبح کا چلتا ہوا

---

۱ رستہ ۲ طرح ۳ بری قسمت ۴ علاج ۵ دل توڑنے والا ۶ حوصلے کو پست کرنے والا ۷ وقت ۸ نتیجہ ۹ دنیا ۱۰ آخرت ۱۱ خزاں یعنی پت جھڑ سے اجاڑ ۱۲ باغ ۱۳ چمکتا ہوا چاند – ۱۲

آہ کیسا وقتِ درد انگیز ہے
اُف ہے کیسا یہ دل خراش[۲] سماں
اک طرف دوست آشنا ہیں کھڑے
اک عجب خامشی کا عالم ہے
کوئی فکرِ دوا میں ہے مصروف[۴]
سرنگوں[۵] اک طرف طبیب کھڑے
آہ اب اس مریض کی حالت
رُخ کی رنگت بھی اب بدلنے لگی
اور حالت بگڑ گئی دیکھو
ایک بچی بھی ہے قریب کھڑی
دیکھ کر سب کے منہ پہ رنج و ملال
دیکھا جب سب کو چپ کھڑے ہیں اُداس
غم زدہ ماں بھی سر جھکائے ہوئے
کیسی حالت بنائے بیٹھی ہے

کیسا نظارہ یہ رقت خیز[۱] ہے
عالمِ نزع میں ہے ایک جواں
اک طرف غم میں اقربا ہیں کھڑے
جس کو دیکھو وہ چشم پُرنم[۳] ہے
کوئی دل سے دعا میں ہے مصروف
سب ہیں بیمار کے قریب کھڑے
ہو گئی اور بھی ردی[۶] حالت
نبض بھی اب تو سست چلنے لگی
سانس[۷] بھی اب اُکھڑ گئی دیکھو
متحیر[۸] وہ بد نصیب کھڑی
کچھ نہ سمجھی کہ کیا ہے باپ کا حال
دوڑی اندر گئی وہ ماں کے پاس
اشک آنکھوں میں ڈبڈبائے ہوئے
تو خدا سے لگائے بیٹھی ہے

۱ جس پر رونا آئے ۲ دل کو زخمی کرنے والا یعنی دل کو تکلیف پہونچانے والا۔
۳ رو رہا ہے ۴ لگا ہوا ہے ۵ سر جھکائے ہوئے ۶ خراب ۷ سانس کو لکھنؤ والے مونث اور دلّی والے مذکر بولتے ہیں ۸ حیرت میں ۔۔ ۱۲

آہ معصوم بچی نے جا کر — کر دیا ماں کا اور ٹکڑے جگر
(بے گناہ)

گود میں جا کے پہلے بیٹھ گئی — پھر جھپٹ کر گلے سے یہ بولی

آپ چپ چاپ کیوں ہیں بیٹھی یہاں — کس لیئے رو رہی ہو اماں جاں

ابّا کمرے میں چپ پڑے ہیں کیوں — لوگ گھیرے ہوئے کھڑے ہیں کیوں

اور بھی لوگ آتے جاتے ہیں — میرے ابّا کو کیوں ستاتے ہیں

چل کے کمرے میں سب کو منع کرو — نیند آتی ہے شاید ابّا کو

اُس کی ان بھولی بھولی باتوں نے — ق — دل ہلا دینے والی باتوں نے

کیا کیا ہائے ماں کے دل پہ اثر — کر دیا اور ٹکڑے ٹکڑے جگر

دل میں سمجھی کہ اب ہے حالت غیر — چیخ اُٹھی کہ ہو الٰہی خیر!

حال اب کیا کروں رقم آگے — اب تو چلتا نہیں قلم آگے

## سفرِ آخرت (۱)

دنیا سے سفر جب کہ بشر کرتا ہے
انجام کی ہر شے پہ نظر کرتا ہے
پیری نے کوئی ساتھ سفر کرتا ہے
طفلی سے جوانی سے یہ بڑھ کر ہے عزیز

کیا سخت گھڑی ہوگی اجل آئے گی جس دم
کھنچ کھنچ کے ہر اک رگ سے نکلنے لگے گا دم
کیا دیکھیں گے ہر ایک کو حسرت سے بصد غم
اتنی بھی زباں ہل نہ سکے گی کہ "چلے ہم"

سب کے لیئے اک روز یہ تکلیف دھری ہی
اس پر بھی یہ غفلت ہی عجب بے خبری ہی

بھائی نہیں اپنے ہیں نہیں ہی پسر اپنا
بیگانے ہیں سب ہووےگا جس دم سفر اپنا
نہ مال نہ اسباب نہ زیور نہ زر اپنا
دو گز ہی کفن قبر کا گوشہ ہی گھر اپنا
کچھ ساتھ بجز بیکسی و یاس نہ ہوگا
رہ جائیں گے سب دور کوئی پاس نہ ہوگا

## سفرِ آخرت (۲)

ہاں سچ ہی محل یہ بات کہنے کا نہیں
کب خونِ جگر آنکھ سے بہنے کا نہیں
انساں کا ضعیفی میں جو سر ہلتا ہی
مطلب ہی کہ یہ مقام رہنے کا نہیں

یہ راہ وہ ہی جس میں کئی منزلیں ہیں سخت
نا بستی کوئی ملتی ہی اور نا کوئی درخت
ناد فیق[۱] ساتھ جائے گا اور نا شاہانہ[۲] رخت
نا بوریہ گدا کا نہ شاہوں کے ہوں گے تخت
یکساں وہاں ہی قدر سلیمان و مور کی
دشوار سب سے منزلِ اوّل ہی گور کی

۱ دوستی ۲ بادشاہی سامان ۱۲

ہیں پانچ منزلیں جو کڑی سنیئے اُن کا حال
پہلے ہی نزع دوسرے دنیا سے انتقال
پھر ہی فشارِ قبر[1] نکیرین[2] کا سوال
پھر روزِ[3] باز پرس کہ وہ سخت ہی کمال
سو درگہِ خدا میں گرامی ہیں پنجتن
ان پانچ منزلوں کے بھی حامی ہیں پنجتن

## موت کی گھڑی

جو عدم سے آگیا دنیا میں بولی ہنس کے موت
اور لو دو چار دن کے میہماں پیدا ہوئے

موسمِ خاص میں ہوتے ہیں شجر برگ[4] فشاں
پھول مرجھاتے ہیں جب باغ میں آتی ہی خزاں
صبح ہوتی ہی تو ہوتے ہیں ستارے پنہاں[5]
لیکن اے موت مقرر ہی ترا وقت کہاں
دن کو ہوتا ہی غمِ دہر[6] سے ہر ایک کو کام
دوست ملجائیں بہم آتی ہی اس واسطے شام

---

۱ قبر کا دبانا ۲ منکر نکیر دو فرشتے ہیں۔ جو قبر میں مُردے سے سوال جواب کریں گے ۳ میدانِ حشر ۴ پتے جھاڑتے ہیں ۵ پوشیدہ ۶ زمانے کے افکار۔ دنیا کے دھندے۔ ۱۲

رات ہوتی ہے کہ ہو سب کو میسّر[1] آرام
لیکن اے موت ترے آنے کے ہیں وقت تمام
ہم کو معلوم ہے کب بدر[2] کو ہوتا ہے ہلال[3]
اُڑکے کب جائیں گے مرغانِ ہوائے شمال
کب خزاں آکے گلستاں کو کرے گی پامال
کون بتلائے کہ کب کیجے ترا استقبال
کیا وہ موسم ہے ترا جب کہ بہار آتی ہے؟
اور صبا حُسنِ گلِ ترکو نکھار آتی ہے
یا خزاں باغ میں جب سے کہ غبار آتی ہے
نہیں، ہر وقت تو کرنے کو شکار آتی ہے
تو وہاں بھی ہے جہاں ملتے ہیں دو سینہ فگار
دکھ بھرے رونے کے لیے بیٹھ کے زیرِ اشجار
تو وہاں بھی ہے جہاں ملتی ہیں فوجیں خونخوار
اور دکھاتی ہے جہاں رزم[4] میں جوہر تلوار
بحر و بر سب کو ہے منظور اطاعت تیری
کر رہی کام ہوا میں بھی ہے طاقت تیری

---

[1] حاصل ہو [2] پورا چاند۔ چودھویں رات کا چاند [3] نیا چاند [4] لڑائی — ۱۲

دل سے راحت میں بھی جاتی نہیں ہیبت[1] تیری

ہم جہاں جائیں نظر آتی ہے صورت تیری

(پیارے لال ۔ شاکر میرٹھی)

## موت

موت اُس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو دنیا میں سبھی آتے ہیں مرنے کے لیئے

اے موت بحر و بر[2] یہ ہے سکہ رواں ترا　　ظالم مطیع[3] حکم ہے سارا جہاں ترا

راہِ جفا[4] پہ کوئی نہیں ہم عناں[5] ترا　　توسن[6] رواں ہے صورت برقِ تپاں[7] ترا

کچھ کچھ شریک جور[8] ہے گو آسماں ترا　　لیکن وہ دول خصال[9] بھی ثانی کہاں ترا

تو پھول توڑ لیتی ہے اس کے چمن سے بھی

ہر صبح ہے رخِ شبِ انجم پہ مُردنی

ماتم کدہ یہ دہر ہے تیرے دم سے ہے　　ویراں ہر ایک شہر جو ہے تیرے دم سے ہے

دریائے غم میں لہر جو ہے تیرے دم سے ہے　　نالوں میں لہر جو ہے تیرے دم سے ہے

جو دل ہے تیرے داغ سے یاں لالہ زار ہے

ماہی سے ماہ تک جو ہے سو داغ دار ہے

مارا کسی غریب کو تو نے وطن سے دور　　ماں باپ سے بہت پرے بھائی بہن سے دور

---

۱ خوف ۔ ڈر　۲ تری خشکی　۳ تابع دار　۴ ظلم　۵ ساتھی　۶ گھوڑا　۷ تڑپنے اور کوندنے والی بجلی　۸ ظلم　۹ کمینہ خصلت　۱۰ زخمی ۔ ۱۲

لاشہ کوئی پڑا ہی مزارِ کفن سے دُور    دستِ صدائے شیون و شور و محن سے دُور

پھولوں کی آہ ناز بھری انجمن سے دُور    گھونٹا گلا ہزار[۲] کا صحنِ چمن سے دُور

گھیرا کسی کو ورطۂ دریا کے درمیاں

پھانسا کسی کو دامنِ صحرا کے درمیاں

تو جس کا بچہ لے گئی اُس ماں کا حال دیکھ    جاری ہیں اشک گریہ ہوئے ماہ و سال دیکھ

اے موت دیکھ طولِ زمانِ ملال دیکھ    اب تک اُٹھے ہیں گرد سے سب کے ہر بال دیکھ

ایسی بھی غم زدوں کی کہیں ہے مثال دیکھ    ہر وقت رونے دھونے سے ہے آنکھ لال دیکھ

نورِ نظر کے غم میں یہ اتنا جو روئے گی

آنکھیں تو خیر جان کو اک روز کھوئے گی

اے موت آہ تیرے ستائے ہوئے یتیم    نقشِ غلط کی طرح مٹائے ہوئے یتیم

وہ سیلِ اشکِ حسرت بہائے ہوئے یتیم    سوزِ غمِ نہاں سے جلائے ہوئے یتیم

دوشِ پدر سے خاک پہ آئے ہوئے یتیم    گودی سے ماں کی آہ چھڑائے ہوئے یتیم

روتے ہیں اور دیتے ہیں رُو رُو دعا تجھے

ان کو رُلا کے موت بھلا کیا ملا تجھے

عاشق کو آ کے حسن کا جلوہ دکھا گئی    دل آ گیا کسی پہ تو بس موت آ گئی

---

۱ـ رنج ۲ـ ہزار سے ہزاروں بھی مراد ہو سکتے ہیں اور ہزار بلبل کو بھی کہتے ہیں۔

۳ـ آلودہ ۴ـ بے گھر ۵ـ جس طرح غلط نقش کو بے دھڑک مٹا دیتے ہیں ۶ـ آنسوؤں کا

طغیانی ۷ـ باپ کے کندھے سے ۱۲۰

پروانے کے شکار کو شمعیں جلا گئی
گل تھر عندلیب چمن میں کھلا گئی

جھونکوں سے جب سموم کے ظالم سما گئی
دم میں چراغِ ہستیِ گل کو بجھا گئی

صیاد بن کے مرغِ چمن زاد پر گری
اور برق ہو کے خانۂ صیاد پر گری

ای موت مت ڈرا مجھے مجھ کو فنا نہیں
جلنے کا مجھ پہ نام کو جادو ترا نہیں

کچھ ابتدا نہیں ہے مری انتہا نہیں
میں وہ ہوں جس سے چھیڑ کی لینا بجا نہیں

تیری رسائی جسم سے آگے ذرا نہیں
ہاں جسم تیرا مال ہے بے شک مرا نہیں

ای موت تیری آگ مجھے کب جلا سکے
آغوشِ قبر تو نے مجھے کیوں کر دیا سکے

## مزار

دنیا کا طریقہ ہے کہ جب مرتا ہے انساں
رو دھو کے غرض کرتے ہیں تکفین کا ساماں

لے جاتے ہیں سب مل کے سوئے شہرِ خموشاں
ہاتھوں سے تہِ خاک اسے کرتے ہیں پنہاں

مٹی کا لگا دیتے ہیں انبارِ گراں ایک
کہتے ہیں ہوئے آدمی کا ہے یہ نشاں ایک

کرتا ہے اگر تنگ بہت ہی دلِ مضطر
بے ساختہ تربت سے لپٹ جاتے ہیں جا کر

دو پھول چڑھا دیتے ہیں کس کی لحد پر
کرتے ہیں خطاب اس سے کبھی رو کے دن بھر

فی الجملہ حرارت تو نکل جاتی ہے دل کی
گو کچھ نہ ہوا ہوتی ہے مگر دل کو تسلی

## مزارِ دوست

قبر پر الحمد پڑھ کر دوست میں نے کہا
ہم گریباں چاک کرتا تھے ترے واسطے دلربا

---

۱ واسطے ۲ لو سے نہایت گرم ہوا ۳ گود ۔
۴ قبرستان ۵ اُن کی طرف ۶ بھاری ۷ وجہ ۔ ۱۲

شادؔ ہے کچھ تو بھی زیرِ خاک اے نازک بدن
کیا ہوا مرنے کے بعد اے راہیِ ملکِ عدم؟
منزلیں نزدیک ہیں یا دور ہیں کیا حال ہے؟
جس محل میں جاکے تو اُترا ہے اے رنگیں ادا
اہلِ صحبت کون ہیں کیا گفتگو کا طرز ہے؟
بات کرنے کی صدا اصلاً کبھی آتی نہیں
قبر سے آئی صدا اے دوست بس خاموش رہ
پھول سے بیکس باغ کیسا عقل تیری ہے کہاں؟
گر تمھیں وہ پیکرِ نازک ہمارا یاد ہو
اب زیادہ بات کر سکتے نہیں لے گھر کو جا

## خوابِ قبر

اے گور بندِ ہستی سے تو چھڑا دے مجھ کو
صہبائے بے خودی کے ساغر پلا دے مجھ کو
اے قبر ایک مدت سے وصل کا ہے ارماں

شمع روشن ہیں گلوں سے قبر پر انبار ہیں
لوگ کیسے ہیں وہاں کے اور کیا اطوار ہیں؟
راہ میں کچھ بستیاں ہیں شہر ہیں بازار ہیں؟
کس طرح کا قصر ہے کیسے در و دیوار ہیں؟
خوش بیاں خوش وضع یا کج فہم بد گفتار ہیں؟
کس طرح کے لوگ ہیں سوتے ہیں یا بیدار ہیں؟
ہم اکیلے ہیں یہاں احباب نہ اغیار ہیں؟
کنجِ تنہائی ہے اور افعی گلے کا ہار ہیں؟
آج خاکِ قبر سے اُس تن سنو کے بار ہیں
دل میں آزردہ نہ ہونا کیا کریں ناچار ہیں
آسودگی بگوشۂ ہستی ندیدہ ایم
جاں دادہ ایم و کنجِ مزار خریدہ ایم
آزاد کر کے اپنا بندہ بنا دے مجھ کو
آ اے حجرۂ لحد میں چل کر سلا دے مجھ کو
آغوشِ وا ہیں ایسے شفقت پہ تیری قرباں

۱. خوش ۲. ساتھی ہم نشیں ۳. ٹیڑھی سمجھ والے ۴. بد زبان ۵. ہرگز ۶. تنہائی کا کونا ۷. سانپ ۸. دنیا میں تو آرام ملا نہیں۔ جان دے کر ہم نے قبر کا یہ کونا سنبھالا ہے
۱۰. شراب ۱۲

سُنسان مقبرہ ہو ہر سو ہو ہُو کا عالم
ہر پھول داغِ غم ہو ہر نخل نخلِ ماتم
تنہائی ہو محافظ خاکی مکاں کی میری
میں ہوں فقط اکیلا کچھ مال ہو نہ زر ہو
کپڑا سفید سر سے پا تک تنا ہوا ہو
وہ دن کب آئیں گے جب احباب رو رہے ہوں گے

## کفن دفن

کئی بار ہم نے یہ دیکھا کہ جن کا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نظیر آگے ہم کو ہوس تھی کفن کی

## قبر

بولی کہ یا علی یہ قیامت کا وقت ہے
میت پہ بعدِ دفن یہ آفت کا وقت ہے
ہمدم نہیں رفیق نہیں مہرباں نہیں

([illegible])

([illegible])

اور لہلہا رہا ہو سبزے کا ایک چشمہ
آنسو بہا رہی ہو تربت پہ میری شبنم
اور لے کے شمع درباں اس آستاں کی ہو
دو گز کا اک کفن ہو کچھ پاس اپنے گر ہو
ڈھیلوں کا ایک تکیہ سر سے مرے لگا ہو
ہم اپنا منہ لپیٹے بے فکر سوتے ہوں گے
تنِ مردہ کو کیا تکلف سے رکھنا
گیا وہ تو جس سے مزین یہ تن تھا
نہ مشکیں بدن تھا معطر کفن تھا
نہ عضوِ بدن تھا نہ تار کفن تھا
جو سوچا تو ناحق کا دیوانہ پن تھا
آنکھوں کے آگے قبر کی تنہائی پھر گئی
موتی کی اک لڑی تھی کہ آنکھوں سے گر گئی
مرنے سے سخت قبر کی وحشت کا وقت ہے
اس وقت وارثوں کی محبت کا وقت ہے
یہ وہ جگہ ہے کوئی کسی کا جہاں نہیں

ا۔ چھ کھٹ ۲۔ پرانی ۔۔ ۱۲

وہ اجنبی مکاں وہ اندھیرا اِدھر اُدھر
نہ شمع روشنی کے لیئے نہ شگافِ[1] در
کس کو کوئی پکارے کہاں جائے کیا کرے

## بچے کی قبر

گوری گوری اس کی وہ رنگت وہ مکھڑا چاند سا
کل بلائیں لیتی تھی تو دیکھ کر اندازِ خواب
اُف وہ دہشت ناک جنگل اور اندھیاری[3] وہ رات
لے خبر لے دیکھ ڈر جائے نہ وہ بچہ کہیں
کیا ہوئی وہ تیری الفت کیا ہوئی وہ مامتا
اپنے سینے سے لگا کر تو سلاتی تھی اِسے
آج لیٹے ہیں اسی میں چند کیڑے قبر کے
ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے اٹا سب خاک میں
جب تری آواز سنتا تھا مچل جاتا تھا وہ
اک اشارے سے کسی کے ہو گئی ہے آج بند

پہلے پہل وہ بستی سے ویرانے کا سفر
ہمسایہ وہ کہ دوسرے سے ایک بے خبر
آسان سب کے قبر کی منزل خدا کرے!
بے خبر ماں تجھ کو اس بچے کی بھی ہے کچھ خبر
گود میں تیری ہی ہمکتا[2] تھا جو کل تک بار بار
اور وہ صورت اس کی جس پر رات دن تھی تو نثار
آج کیوں آتا نہیں ہوتے ہیں اس کے تجھ کو پیار
آہ وہ معصوم بچہ اور وہ کنجِ مزار
کیا اِسے آغوش میں لینا ہے تیرا ننگ و عار
کیا نہیں اس کے لیئے دل آج تیرا بے قرار
آج وہ ہے اور اک کنجِ لحد تاریک و تار
جس گلے میں تو نے پہنائے تھے تعویذوں کے ہار
ہائے وہ پیکر جو تھا کل تک ترے زیبِ کنار[4]
آج وہ ہے اور خموشی ہے لاکھ اس کو پکار
اس کی وہ آواز جو تھی رشکِ[5] صوتِ ہزار

---

۱ شگاف ۲ اُچھلتا - کودتا ۳ اندھیری ۴ گود کی رونق -
۵ بلبل کی طرح چہکتا تھا - ۱۲

جس کو پہنایا تھا تو نے جامۂ گل دوز کل ۔ آج اس کے تن پہ کیڑوں نے کیے نقش و نگار

زندگی میں تو ہر اک عیب و ہنر پہ تھی نظر ۔ دیکھ لے یہ حال بھی جا کر بچشم اشکبار

(مرزا محمد ہادی ۔ عزیز لکھنوی)

## ماں کے بین

ٹک تو پیارے لب کو کھول

غوں غاں کر بادرسے بول

ہے ہے میرے لال انمول ۔ جی ماں کا ہے ڈانواں ڈول

تجھ بن میرے نور العین ۔ کیوں کر ہو اس دل کو چین

روتا میں کس کو بہلاؤں ۔ دودھ تھپک کر کس کو پلاؤں

چھاتی آگے کس کو سلاؤں ۔ جھولے میں اب کس کو جھلاؤں

بچے کو چڑیا جو گنوائے ۔ تجھ بن الخ ۔ جنگل جنگل ڈھونڈنے جائے

دانا پانی اس کو نہ بھائے ۔ تجھ بن الخ ۔ رین بسیرے نیند نہ آئے

جاگ پیارے ہوئی اویر ۔ سو مت "للا" اتنی دیر

مجھ ماں سے مت آنکھیں پھیر ۔ تجھ بن الخ ۔ زیست سے مجھ کو مت کر سیر

(شیخ ولی محمد ۔ نظیر اکبر آبادی)

## شب غم

وہی شام غم دھندلی دھندلی ہی آنت کالی کالی

وہی خامشی ہوا میں وہی بدلیوں کی جالی

---

۱؎ وہ کپڑا جس پر پھول بوٹے کڑھے ہوئے تھے ۲؎ پریشان ۔ ۱۲

وہی شمع پھیکی پھیکی مرے ساتھ رونے والی — وہی میں ہی مرا دل وہی شور حیالی

شبِ غم بڑی بلا ہے شبِ غم بڑی بلا ہے

مرے گھر میں کیوں خموشی مرے دل پہ کیوں تباہی — یہ مکاں ہے یا کہ صحرا میں مکیں ہوں یا کہ راہی

درِ بام پر ہے اکثر شبِ گور کی سیاہی — میں ہوں زندہ یا کہ مردہ مجھے کیا ہوا الٰہی

شبِ غم الخ

ہیں کیسے یہاں پکاروں کہ نہیں نشاں کسی کا — نہ قدم کی کوئی آہٹ نہ گزر یہاں کسی کا

ہے جہاں میں کوئی مونس کوئی رازداں کسی کا — ہے مکین یہاں کا تنہا یہ بھی ہے مکاں کسی کا

شبِ غم الخ

یہ ترے رحم سے بسر ہو شبِ محن یا الٰہی — نظر آئے پھر کسی کی مجھے انجمن الٰہی

مری روح چھوڑ جائے نہ دیارِ تن الٰہی — کہیں دامنِ شبِ غم نہ بنے کفن الٰہی

شبِ غم الخ

(محروم)

## گریہ

بھاتا ہے مجھ کو رونا ابرِ بہار تیرا — ہے موتیوں کی مالا اشکوں کا ہار تیرا

معشوق ہو کہ عاشق دونوں ہیں یار تیرا — بلبل کو اور گل کو ہے انتظار تیرا

برسات نے ملائے یہ خوب یار دونو — آ مل کے روئیں ہم تم ابرِ بہار دونو

سینے میں دل ہے میرے اور برق تجھ میں پنہاں — دونو میں اک تڑپ ہے بیتاب دونو یکساں

دونو مچل مچل کر کرتے ہیں ہم کو حیراں — شوریدہ سر ہیں دونو دونو کے خانہ ویراں

وہ دیکھ کس طرح ہیں اب بے قرار دونو — آ مل کے روئیں ہم تم ابرِ بہار دونو

کرتے ہیں ابرِ نیساں اب مل کے اشک باری — دیکھیں کہ رنگ لائے کیا اپنی آہ و زاری

---

۱ کوٹھے کے دروازے ۲ غم کی رات ۳ بدن کا ملک کے دیوانے ۱۲

کچھ کر دکھائیں ہم بھی ضد ہو گر تمھاری
ہو جائیگی یہ دنیا اک پل میں غرق ساری

جی بھر کے روئیں گے جب زار و قطار دونو
آ مل کے روئیں ہم تم ابرِ بہار دونو

دریا کا ہو کنارا اور چل رہی ہوا ہو
بجلی تڑپ رہی ہو چھائی ہوئی گھٹا ہو

اک دم فراغ بر ہم صبر و قرار کا ہو
قلب و جگر کو تھامے محو و ہم بھی کھڑا ہو

ہو جائیں دل ہی دل میں بے اختیار دونو
اُس وقت مل کے روئیں ابرِ بہار دونو

## گوہرِ اشک

سر چلتی تھیں ہوائیں اور اندھیری رات تھی
سو رہی تھیں وقف بستر پہ کرنیں چاند کی

نازنیں اک مرقدِ نو بستۂ[1] دلدار پر
بیٹھ کر آنسو بہانے لگ گئی با چشمِ تر

برف کے مانند قطرہ اشک کا وہ جم گیا
صبح کو سورج کی کرنوں نے اُسے چمکا دیا

اتفاقاً اک فرشتے کا ہوا اُس پر گزر
دیکھ پایا اُس نے وہ اشکِ درخشاں قبر پر

جھٹ اُٹھا کر لے لیا اُس نے وہ دُرِ بے بہا
اور وہ اُس کے تاجِ مہر کے واسطے زینت ہوا

## دنیا

دنیائے دنی[2] محلِ آفات بھی ہے
فکرِ روزی[3] مخلِ اوقات بھی ہے
جیتا رہے آدمی تو اک بات بھی ہے
خطرہ پھر اُس پہ یہ کہ مرنا بھی ہے

یہ دنیا ہے اوگھٹ (بے ڈھب) گھاٹی (درہ) پگ (قدم) نہ بہت پھیلاؤ جی
اتنے ہی پھیلاؤ کہ جس کے سکھ (آرام) سے دکھ نا پاؤ (بیٹا) جی

۱ نئی بنی ہوئی قبر ۲ کمینی دنیا ۔ ذلیل ۳ روزی کی فکر اوقات میں کھنڈت بھی ڈالتی ہے
۱۲

اس دنیا کے جتنے دھندے سگرے گورکھ دھندے ہیں
کام سارے بکھیڑے

ان کے پھندے جا نہ پڑو تم اس پا ہیں نہ من الجھاؤ جی
دل پھنساؤ

یہ مانس ہے مورکھ تو بھی سب پر جی للچائے ہے
انسان نادان سمجھ

چاہتے ہو تو اس مورکھ کو جیسے بنے سمجھاؤ جی
ہوشیار جس طرح ہو سکے

جس کاج کا ہونا کٹھن تم اپنے من میں جانو ہو
کام مشکل

اس کی دیا سے سہج وہ سمجھو اتنا نا گھبراؤ جی
مہربانی آسان

عمر اکارت تم نے کھوئی کچھ ادھر کا دھیان کرو
بیکار خدا

بہت گئی اور تھوڑی رہی ہے یہ بھی یوں نہ گنواؤ جی

سدھ بدھ دی کرتار نے تجھ کو سوچ سمجھ کر کرنا کچھ
سمجھ عقل خدا

ایسی کرنی مت کرنا جو کر کے پھر پچھتاؤ جی
کام

کہیے نہ بھولا اس کو ظفر جو صبح کا بھولا شام کو آئے

چھوڑ کے سگرے جھگڑے رگڑے رب سے دھیان لگاؤ جی
سارے بکھیڑے خیال لگاؤ

(محمد سراج الدین بہادر شاہ بادشاہ ظفر)

## دنیا

قدرت سے یہ جو تن کی بنی ہے ہر ایک کل
جب تک یہ کل بنی ہے تبھی تک پڑی ہے کل
گر ہو خدانخواستہ اک کل بھی چل بچل
الٹ پلٹ
پھر تو خوشی نہ عیش نہ کچھ زندگی کا پھل

## پاداشِ عمل

دنیا ہی چند روز نہ اس پر اُچھل کے چل
عبرت کدہ ہی اس میں تو غافل سنبھل کے چل
دنیا سے ایک روز سفر تجھ کو ہی ضرور
سیدھی طرح سے چاہیے تو چاہیے مچل کے چل

مقام حیرت ہی[1] دورِ گردوں[2] ذرا[3] بصیرت کی آنکھ وا کر
فلک کے پردوں میں سازِ[4] کیا ہی؟ کبھی تو یہ راگنی سنا کر
ہی کیسا یہ انقلاب جاری، زباں پہ سائر[5] مکاں پہ ساری
نہ اس سے خاکی[6] بچا نہ ناری[7]، فلک پہ پونہچا زمیں پہ چھا کر
کہیں بلندی کہیں ہی پستی، یہی ہی رمز مصافِ[8] ہستی
اسے اُبھارا اُسے دبا کر، اِسے جگایا اُسے سُلا کر
جبل[9] ہیں دریا ہیں گلستاں ہیں، ملخ[10] میں ماہی میں انس و جاں ہیں
سدا قوی اور ناتواں ہیں، رہا تنازع[11] جہاں میں آکر
ہی مصر کا گاہ دورِ دوراں، ہی گاہ[12] یوناں کا فرہ[13] شاں
کبھی ہی ایراں کبھی ہی توراں، گئے یہ سب نوبتیں بجا کر

---

[1] زمانے کی گردش [2] کھول [3] جاری [4] داخل [5] و [6] انسان اور جن انسان خاک سے پیدا ہوا ہی اور جن آگ سے [7] دنیا کا میدان [8] پہاڑ [9] ٹڈی [10] مچھلی [11] جھگڑا [12] کبھی [13] شان کا پھریرہ — ۱۲

خدا کی عادت رہی سدا ہے کہ لا یغیر اللہ ما بقوم[1]
مگر بدلتی رہی ہیں قومیں عمل کی پاداش[2] اپنے پاکر

یہ بحرِ مواج کے تھپیڑے ڈبوتے ہیں غافلوں کے بیڑے
ہیں پار پہنچے ساحل[3] پہ اہلِ ہمت طلب کے چپّو چلا چلا کر

جو قوم سے لو لگا رہے ہیں وہ نقدِ جاں تک لٹا رہے ہیں
وہ کاخِ ملت[4] بنا رہے ہیں بنائیں[5] اپنے گھروں کی ڈھا کر

ہیں جن کے سینوں میں دل پھڑکتے وہ مشکلوں سے نہیں جھجکتے
ہیں مثلِ پروانہ سر پٹکتے وہ عشق میں بال و پر جلا کر

ہیں راہ رَو[6] گرتے پڑتے جاتے رہِ ترقی میں بڑھتے جاتے
ہیں بامِ دولت پہ چڑھتے جاتے کمندِ ہمت لگا لگا کر

الٰہی خیر اپنے قافلے کی نہیں جسے فکر مرحلے[7] کی
یہ مستِ خواب اب بھی سو رہے ہیں تھکے سب اُن کو جگا جگا کر

کچھ ایسی قسمت ہے ان کی پھوٹی کہ اوجِ عزت[8] کی آس ٹوٹی
ابھی تو شاخِ مراد سے یہ گرے ہیں جھولے جھلا جھلا کر

---

۱ پوری آیۃ کلام مجید کی یوں ہے "لا یغیر اللہ ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم"
اللہ کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو آپ نہ بدلیں۔
خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی ۔ نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
۲ بدلا ۳ کنارہ ۴ دین کا محل ۵ بنیادیں ۶ رستہ چلنے والے ۷ مشکلیں ۸ عزت کی بلندی ۱۲

یہ دولتِ ملک و کامرانی، تو سب بہاریں تھیں آنی جانی
مگر یہ سیلاب[1] کی روانی[2]، تو لے گئی دین و دل بہا کر

دلوں میں اپنے نہاں[3] ہیں کینے، بھرے ہیں بغض و حسد سے سینے
یہ رہ گئے قوم کے دفینے[4]، وہ گنجِ الفت[5] لٹا لٹا کر

ہر رہنماؤں کا زور ہر سو، ہر پیشواؤں کا شور ہر سو
بنائے کیا کیا طلسمِ[6] کثرت، وہ رنگِ وحدت[7] مٹا مٹا کر

رہو گے اس دار و گیر[8] دوراں میں، ہمہ مو است[9] خواب کب تک
بنھے کی امواجِ جاں ستاں[10] میں، یہ آن بان اور چنا کب تک

## خادمانِ قوم

(ناظر)

خدا کی رحمت ہو اہلِ دل پر، جو قوم کا غم ہیں کھانے والے
الٰہی اُن کو بنائے رکھیو، ہیں اپنی بگڑی بنانے والے

عزیزو اس رہ میں چھوڑ جانا، کچھ اپنی غیرت کی یادگاریں
کہ نقشِ پا پر تمہارے لاکھوں، ہیں قافلے پیچھے آنے والے

نہیں جہاں میں کوئی ٹھکانا، بجز[11] آستانِ شہِ دو عالم
کہ جس کے دربار میں ملائک، ہیں عجز سے سر جھکانے والے

---

[1] طوفان [2] بہاؤ [3] چھپا ہوا [4] مال خزانے جو گڑے ہوئے ہوں [5] محبت کے خزانے [6] بہت سی اعجوبہ چیزیں [7] خدا کو ایک جاننا اور ماننا [8] پکڑ دھکڑ [9] بار بہ بار [10] جان لینے والی موجوں میں [11] سوائے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ کے

۱۲

وہ جلوۂ ذاتِ ذوالجلالی[1]، وہ مظہرِ شانِ ذوالجمالی[2]
کہ جس کے در پر سدا سوالی، مرادیں دل کی ہیں پانے والے
وہ اہلِ زور اور اہلِ فن کے، طلسمِ حیرت مٹانے والے
وہ چشمِ اہلِ جہاں کو نور، خدا کا منظر دکھانے والے
وہ ہفت کشور[3] میں عدل و انصاف، کی منادی کرانے والے
وہ چار دانگِ[4] جہاں میں وحدت، کی پنج[5] نوبت بجانے والے
وہ خاکِ یثرب[6] کو سرمۂ چشم، اہلِ ایماں بنانے والے
عرب کے بے آب ریگِ صحرا، پہ سیلِ رحمت بہانے والے
ہمارے مولا! ہمارے والی، ہیں آستاں پر ترے سوالی
یہ نونہالانِ باغِ قومی، کو گودیوں میں کھلانے والے
سلام و صلوٰۃ تم پہ لاکھوں، شفیعِ روزِ جزا ہمارے
نہیں ہے بیڑے کو خوفِ طوفاں، جو آپ ہیں ناخدا ہمارے
(ناظر)

**فنا** كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

[1] صاحبِ جلال [2] صاحبِ جمال [3] سات سلطنتوں میں [4] دنیا کی چاروں طرف [5] یعنی پانچوں وقت کی نماز [6] مدینہ شریف [7] جتنی مخلوقات روئے زمین پر ہیں سب فنا ہو جانے والی ہیں (صرف) تمھارے پروردگار کی ذات باقی رہ جائے گی جو بڑی عظمت والی اور بزرگ (ذات) ہے۔ ۱۲

کل سوئے[1] گورِ غریباں جو ہوا میرا گزر
اپنی روداد سناتے تھے لحد کے کتبے

ہو گیا پیشِ نظر عالمِ ہو کا منظر
ایک افسانۂ عبرت تھے وہ خاموش کھنڈر

جن کے پرچم تھے فتح مندی و نصرت کی دلیل
جن کی سطوت[2] سے دلیروں کے تھے پتے پانی
جن کے قبضے میں بحر کی سلطانی تھی
ناز تھا جن پہ جہاں گیری و فتاحی کو
جن کی عظمت کا جہاں بھر میں بجا تھا ڈنکا
تھے جڑے تاج میں اور تخت میں جن کے الماس
جن کے ایوان تھے سر تا بہ فلک رفعت[6] میں
ماند تھی محفلِ جم بزمِ طرب سے جن کی
جن کے دروازے سے دولت کا نشان ملتا تھا
مستمندوں کے لیے وقف تھی جن کی دولت
فکر تھی جن کی رسا[9] جن کا ارادہ تھا صمیم[10]

جن کی شمشیر سے اقبال کے چھوٹتے تھے شرر
جن کی ہیبت سے لرز جاتے تھے شیروں کے جگر
جن کی چوکھٹ پہ جبیں[3] گھستے تھے کسریٰ قیصر
جن کی آواز پہ جھکتے تھے سلاطیں کے سر
جن کا سکہ تھا رواں دہر میں کشور
اور سر پر کھلے رہتے تھے زریں چھتر
زیب و زینت میں دلہن سے بھی کہیں بڑھ چڑھ کر
شمعِ محفل تھے جہاں اہلِ خرد اہلِ ہنر
کسی گنتی میں نہ تھے سیم و زر و لعل و گہر
اک توجہ میں سنور جاتے تھے بگڑے ہوئے گھر
تھی ظفر جن کے قریں[11] اور نصیبا یاور[12]

۱ طرف ۲ رعب داب ۳ پیشانی ۴ فتح کرنا ۵ سلطنت، ملک بہ ملک ۶ جن کی بلندی آسمان تک پہنچتی تھی ۷ خوشی کی مجلس ۸ خوش نصیبوں ۹ مطلب پر پہنچنے والی ۱۰ پکا ۱۱ پاس ملی ہوئی ۱۲ موافق - مددگار
یعنی تقدیر سیدھی تھی اور نصیبہ زوروں پر تھا - ۱۲

جن کی یہ آن تھی یہ شان تھی یہ شوکت تھی — جن کی تمکین سے تھی بزمِ جہاں زیر و زبر
حیف صد حیف وہ گورِ غریباں کے تھے مکیں — دفن تھے خاک میں اور خاک تھی اُن کے اوپر
اُن کی قبروں پہ جو گنبد تھے شکستہ تھے بہت — اینٹ مٹی سے تو چونے سے جدا تھا پتھر
بوم تھے گنبدِ شاہی کے نگہبانوں میں — بے کسی مرثیہ خواں تھی لحدِ شاہاں پر

---

یہ سماں دیکھ مرا درد سے جی بھر آیا — اور وہیں بیٹھ گیا خاک پہ میں تیورا کر[1]
"وقت" سے میں نے کہا پھر کہ یہ سارے کرتوت — ذات والا ہی کے ہیں جو مجھے آتے ہیں نظر
آپ کے دستِ تصرف نے بسایا ہے یہ شہر — آپ ہی کی ہے عنایت جو یہ آباد ہیں گھر
آپ کا سایہ بھی اک چھاؤں ہے ڈھلتی پھرتی — بات کی بات میں پھر جاتی ہے حضرت کی نظر
ازرہِ لطف[2] کچھ اس رمز[3] سے کیجے آگاہ[4] — آپ کی طینتِ[5] منحوس میں کیوں ہے یہ اثر

---

"وقت" نے کچھ نہ دیا میرے سوالوں کا جواب — اس کے نزدیک تھیں باتیں مری سب پوچ[6] لچر[7]
ایک پرواز میں چنپت[8] ہوا وہ نظروں سے — اور میں رہ گیا ششدر کفِ حسرت[9] مل کر

---

۱ چکر کھا کر ۲ براہِ مہربانی ۳ بھید۔ راز ۴ واقف ۵ طبیعت خصلت ۶ فضول
۷ بے حقیقت۔ لغو مہمل ۸ رخصت یعنی چل دیا ۹ افسوس سے ہاتھ مل کر۔ ۱۲

اس سے کچھ اور بڑھی جب مری بےتابیِ دل
التفاتِ رخِ "شہرت" پہ پڑی جا کے نظر

میں نے "شہرت" سے کہا پھر کہ ترا دنیا میں
نام رٹتا[1] ہے بصد شوق ہر اک فردِ بشر[2]

زندگی بخش ہے ہر سانس ترا مُردوں کو
روح پرور ہے تری ایک توجہ کی نظر

ہے تری راہِ طلب سب سے الگ سب سے جدا
تجھ کو پاتے ہیں ترے نام پہ سر کٹوا کر

تجھ سے سلجھے گا مرا عقدۂ مالاینحل[3]
تجھ سے طے ہوگی مری منزلِ دشوار گزر[4]

---

کیا یہ سب تیرے فدائی ہیں جو یاں سوتے ہیں
چین کی نیند نہیں کچھ جنھیں دنیا کی خبر

یہ غلط ہے تو بتا اصلِ حقیقت کیا ہے؟
کس کے ہاتھوں ہوئے یہ شیرفگن زیر و زبر[5]؟

---

بن پڑا اس کا نہ "شہرت" سے بھی افسوس جواب
شرم سے رنج سے چپ ہو گئی تب مجھ سے سن کر

دفعتہً[6] شدتِ اندوہ[7] سے کھینچی اک آہ
"وقت" کی طرح سے لی "وقت" کی اس نے بھی ڈگر[8]

---

پھر وہی گنبدِ ویراں وہی ہیں تنہا تھے
پھر وہی میرا جنوں پھر وہی وحشت کا اثر

---

محو تھا میں اسی دُھن میں کہ یہ دیکھا میں نے
مسکراتی ہوئی پھرتی ہے "فنا" قبروں پر

---

۱ ہر وقت نام لیا کرتا ہے ۲ ہر ایک آدمی ۳ وہ مرحلہ جو کسی طرح نہ سلجھے مشکل کام ۴ جس سے پار ہونا مشکل ہو ۵ الٹ پلٹ۔ برباد ۶ یکایک ۷ غم کی سختی سے ۸ راہ۔ رستہ ۱۲

جس کے تیور سے ٹپکتا ہے غرور و نخوت — قدم اٹھتا ہے بڑے ناز سے بل کھا کھا کر

سامنے آ کے کہا اس سے بھی ہیں "فنا" — تو ہی بتلا تجھے اس حال کی شاید ہو خبر
کس نے اس شہر خموشاں کی بنا ڈالی ہے — خاک پر کس نے بکھیرے ہیں یہ اعلیٰ گوہر

جس کے یہ بات فنا مجھ سے ہوئی عرض گویا — کیا ہوا پڑ گئے کیوں تیری سمجھ پہ پتھر
کس میں قدرت ہے کرے گلشنِ عالم تاراج — کس کی طاقت ہے کرے نظمِ جہاں زیر و زبر
کس کی ہستی ہے جو کہلائے خداوندِ جہاں — ہاں مگر ایک "خداوند" "خدائے اکبر"
اس کو زیبا ہے شہنشاہیِ کونین کہ وہ — ایسا بے مثل ہے جس کا نہیں کوئی ہمسر
اس کی توحید کے گاتے ہیں ترانے شب و روز — فرش سے عرش تلک حور و ملک جن و بشر
ذرہ ذرہ سے عیاں شانِ خدائے یکتا — قطرہ قطرہ پہ رواں حکم خدائے برتر
جس کو چاہے اسے دنیا میں سرافراز کرے — جس کو چاہے اسے ذلت سے کرے خوار و بتر
جس کو چاہے اسے دے سلطنت و تاج و سریر — جس کو چاہے وہ کرے خاک نشیں خاک بسر
ہے بقا ایک اسی ذاتِ مقدس کو فقط — اور سب کے لیے ہے منزلِ فانی کا سفر
تاج والے ہی رہے نہ یہاں باج گزار — چل سکی کی نہ حکومت یہاں زور نہ زر

۱ انداز۔ طرز ۲ بنیاد ۳ اس طرح کہنے لگی ۴ کیوں تیری سمجھ اوندھ گئی ہے ۵ برباد۔ ویران ۶ بڑا برے ۷ گیت ۸ سربلند۔ نواز ۹ تخت ۱۰ اخراج دینے والے ۔ ۱۲

اُس کی قدرت کا یہ ادنیٰ سا کرشمہ ہی ہیں
خود "فنا" ہوں مگر اوروں کو "فنا" کرتی ہوں
کاہ سے کوہ تلک جزو سے لے کر کُل تک
میں نے ہی "شہرِ خموشاں" کی بناڈالی ہے
تاجِ شاہی پہ لگاتی ہوں ہمیشہ ٹھوکر
مجھ سے چھوٹے گا نہ دنیا میں کوئی فردِ بشر
سب پہ چلتا ہے عمل میرا بہ فرمانِ قدر
میرے ہی زیر اثر تو ہیں یہ سب گنبد و در

## متفرقات

(۱)

روشِ مغربی ہے مدِ نظر
یہ ڈراما[2] دکھائے گا کیا سین[3]
پردہ اُٹھنے کی منتظر ہے نگاہ
لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ
وضعِ مشرق کو جانتے ہیں گناہ

(اکبر)

(۲) دستور تھا کہ ہوتا تھا پہلے زمانے میں
ملّا کا محتسب کا۔ خدا کا نبی کا ڈر
دو خوف رہ گئے ہیں ہمارے زمانے میں
مضمون نگار بیوی کا سی آئی ڈی[4] کا ڈر

(۳) ہم مشرق کے مسکینوں کا دل مغرب میں جا اٹکا ہے
واں کنٹر سب بلّوری ہیں یاں ایک پُرانا مٹکا ہے
اس دَور میں سب مِٹ جائیں گے ہاں! باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکّا اپنی ہٹ کا ہے

۱ گھانس کے تنکے سے لے کے پہاڑ تک یعنی چھوٹے بڑے تک۔ ۲ Drama = کھیل جس کی نقل تھیٹر میں کی جاتی ہے ۳ Scene = منظر تماشہ ۴ خفیہ پولیس Criminal
۱۲. Investigation Department

اے شیخ برہمن سنتے ہو کیا اہلِ بصیرت کہتے ہیں
گردوں نے بلندی سے ان قوموں کو دے پٹکا ہے[1]

یا باہم پیار کے جلسے تھے دستور محبت قائم تھا
یا بحث میں اردو ہندی ہے یا قربانی یا جھٹکا ہے[2]

(۴) تہذیب کے مریض کو گولی[3] سے فائدہ! | دفعِ مرض کے واسطے بل[4] پیش کیجیے
تھے وہ بھی دن کہ خدمتِ استاد کے عوض | دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجیے
بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا پس از سبق | کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجیے

(۵) بتوں سے میل خدا پر نظر یہ خوب کہی | شبِ گناہ و نمازِ سحر یہ خوب کہی
فٹن[5] نفیس سفر کی خوشنمائے ڈنر[6] ہے شب | یہ لطف چھوڑ کے حج کا سفر یہ خوب کہی
درست ہیں نہ عقیدے نہ ہیں عمل اچھے | دعا میں کیوں نہیں ہوتا اثر یہ خوب کہی

(۶) اس عہد میں ہے بس اجل کوئی | مذہب ہے نکتہ چینی ملت میں عیب جوئی
شوقِ عمل نہیں ہے فکرِ اجل نہیں ہے | واعظ بنے ہیں اکثر عابد نہیں ہے کوئی
(۷) نہ نماز ہے نہ روزہ نہ زکوٰۃ ہے نہ حج ہے | تو خوشی پھر اس کی کیا ہے کوئی جنٹ[8] کوئی جج[9] ہے

---

۱ آسماں ۲ ایک ضرب میں بکرے کا سر اڑا دینا ۳ Blinder = گولی ۴ Bill = خرچ کا حساب - مراد یہ ہے فیس کا حساب دیدیجیے ۵ Pheatons = کھلی گاڑی -
۶ Dinner = رات کا کھانا ۷ Joint = شریک ۸ ضلع کے مجسٹریٹ کی مدد کو جو مددگار ہوتا ہے وہ "جنٹ" کہلاتا ہے ۹ Judge = حاکم عدالت - ۱۲

جو خیال ہیں بڑا تو مذاق ہیں الٹے کھے
کہیں میم کا ہے پھندہ کوئی دخترِ رز کا بند
نہ وہ وضع قوم کی ہے نہ وہ شانِ شرعِ ہے
ہے پھر اس پہ ناز و خندہ کہ قبول اس میں ہیں سے

(۸) نہیں اب شیخ صاحب کی وہ عادت
وضو کی اور مناجاتِ سحر کی
مگر ہاں چائے پی کر حسبِ دستور
تلاوت کرتے ہیں وہ پائنیر کی

(۹) تم شوق سے کالج میں پھلو پارک میں پھولو
جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد
اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

## (۱) قوم کی پستی کے آثار

جس قوم کے بچے نہ لیے ادب ہوں
ماں باپ کے مورد غضب ہوں
جس قوم کی عورتیں ہوں جاہل
اور سوئے فضولیات مائل
جس قوم کے نوجواں ہوں مغرور
رسم و رہِ انکسار سے دور
جس قوم کے پیر بدزباں ہوں
اور غصہ و غم سے نیم جاں ہوں
وہ قوم رہے گی پست دائم
ہووے گی اسے شکست دائم

---

۱ انگور کی بیٹی یعنی شراب کیوں کہ شراب انگور کا عصارہ کر جاتا ہے ۲ غلام

سلسلہ [illegible] (اخبار ۲ [illegible]) [illegible] از آسمانی [illegible] مہر رو [illegible] [illegible]
[illegible]

## خیر مقدم (۱۱)

بعدِ شبِ تار[1] صبحِ خنداں
جس طرح افق پہ ہو نمایاں

یا بعدِ فسردگی سرما
ہو فصلِ بہار جلوہ فرما

یا ہو سیمِ پُر خروش[2] کے بعد
طوفانِ بلا کے جوش کے بعد

عالم ہو سکوت کا فضا میں
تندی نہ ہو نام کو ہوا میں

اس طرح ہوا ہی جلوہ افگن
پنجاب میں عہدِ میکلیگن[3]

(ضمیمۂ دوم متعلق بہ مضامین نظم تمام ہوا۔)

## (حصۂ دوم لختِ جگر تمام ہوا)

## تقریظِ دل پذیر نوشتۂ قلمِ نازک رقم جناب اشرف جہاں بیگم صاحبہ دہلوی بنتِ جناب صوبہ دار محمد حسین خاں صاحب مرحوم پنشنر

جناب مولوی بشیر الدین احمد صاحب بالقابہ کی تازہ

[1] اندھیری رات کے بعد۔ [2] سر مائکل اُڈوائر سابق لفٹنٹ گورنر پنجاب کے عہد کی طرف اشارہ ہی جس میں پنجاب میں بڑی شورش ہوئی۔ امرتسر وغیرہ مقامات میں بہت سے لوگ مارے گئے اور مارشل لا Martial Law جاری ہوا۔ [3] Sir Edward Maclagan موجودہ لفٹنٹ گورنر نے اس آگ کو ٹھنڈا کیا۔ ۱۲

ڈال کی ٹوٹی تصنیف "لختِ جگر" میری پیش نظر ہی
اُن کی قلم جادو رقم کی سحر بیانی اُن کی اعلیٰ درجے کی انشاپردازی
اُن کی ایک چھوڑ کئی کئی کتابوں سے ظاہر و باہر اور ایک
مسلمہ امر ہی جو کسی مزید تعریف یا تقریب کی محتاج نہیں۔ میرا
ارادہ یا منصب یا قابلیت مقتضی اس کی نہیں کہ ایسے مشہور
اہل قلم کی تعریف و توصیف میں کچھ اضافہ کروں جو تحصیل حاصل
ہی ایسی حالت میں کوئی طول طویل تقریر بے کار اور چھوٹا مُنہ
بڑی بات ہی۔ یہ چند سطریں مشتے نمونہ چند از خروارے
اُن فوائد کثیرہ کا اظہار ہی جو اس کتاب کا مآلِ کار ہی۔ اس
کتاب کی غرض و غایت صرف یہ ہی کہ طبقۂ نسواں میں ایسی
بیویاں پیدا کی جائیں جو ہر اعتبار اور شعار سے ایسی قابل اور
لائق نکلیں کہ جو مردوں کے ڈیمانڈ کو سیٹسفائی (ضرورت کا پورا کرنا) کر سکیں
یا یوں کہو کہ مردوں کو ایسی عورتوں سے پالا پڑے کہ اُن کو
اُنگلی اُٹھانے نے پچھتانے اور حرف گیری کا موقع نہ ملے اور
اُن کی جتنی شکایات واجبی یا ناواجبی جس قسم کی بھی ہوں حتی الوسع
مرتفع ہوجائیں اور جو جو نقائص مرد عورتوں کے گلے منڈھتے
ہیں، اُن سے گلوخلاصی حاصل کریں۔ لائق مصنف اپنی چہیتی

اور لاڈلی بیٹی کو کس محبت اور شفقت۔ کس چاؤ اور پیار سے
کہیں چمکار کر پاس بلاتا ہے تو کہیں چشم نمائی کر کے پرے بٹھاتا ہے۔
کہیں اُس کی باتوں کو سراہتا ہے تو کہیں بُری باتوں سے ڈراتا ہے۔
اچھے اچھے نمونے اُسے دکھاتا اور بُری باتوں سے شرماتا ہے۔
باپ کی تجربہ کاری اور لڑکی کا الھڑپنا ہر جگہ نمایاں ہے۔ دنیا کی
تنگ گھاٹی میں اُنگلی پکڑ کر چلاتا اور شمعِ ہدایت دکھلاتا ہے غرض
عمدہ سے عمدہ نمونے اور تمثیلات پیش کر کے دنیا کے نشیب و فراز
اور آئے دن پیش آنے والی مشکلات کی تصویر سامنے کھڑی
کرتا ہے۔ عورتوں کے فرائض اور ذمّے داریوں کی ایک کارآمد
فہرست لکھ کر اُس کے ہاتھ میں دیتا ہے اور اُسے ایسے سانچے
میں ڈھالنا چاہتا ہے جو زمانے کی ضروریات کے لیئے فِٹ (ٹھیک) ہو
اور اُس کو ایسی لڑکی بنانا چاہتا ہے جو اس زمانے کے ایک
تعلیم یافتہ روشن خیال شوہر کے لیئے لالٹین کا کام دے
وہ اپنی بیٹی کو ایک اس قسم کی باسلیقہ اور سگھڑ لڑکی دیکھنے
کی تمنا رکھتا ہے کہ وہ تعلیم کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو
سینا پرونا۔ پکانا ریندھنا سب کچھ جانتی بوجھتی ہو۔ کسی بات میں
بند نہ رہے۔ وہ ایک منکسر المزاج۔ اطاعت گزار اور فرماں بردار

بیوی ہو تو ساتھ ہی اس کے ایک محبت بھرے دل والی ماں اور ایک شریفانہ عادات و اطوار و خصائل کی نیک نہاد بیوی ہو یہ صفات کیوں کر کسی نوخیز لڑکی کے خمیر میں داخل کی جا سکتی ہیں اور کیوں کر گھڑ گھڑا کر اُسے ایک **خوش نما** اور **دل کش پتلی** بنایا جا سکتا ہے یہی اس کتاب کا لبّ لباب ہے۔ کبھی وہ تعلیم پر زور دیتا ہے تو کہیں امورِ خانہ داری کی اُلجھی ہوئی گتھی کو ناخنِ تدبیر سے سلجھاتا اور اس طرح تعلیم اور خانہ داری کے ابرے اور استر کی دُہری تہ چڑھا کر اُس کے بیچ میں اخلاق حسنہ کی روئی بچھا کر اوپر سے خوش نمائی کا بخیہ سلیقے کی مشین سے کرتا ہے۔ کہیں شوہر کا بلند پایہ مرتبہ اور دبدبہ دکھلا کر کبر و نخوت اور خودستائی کی گردن کو جھکاتا ہے۔ کبھی عورت کو دباتا اور مرد کو اُبھارتا ہے تو کہیں مرد کو گراتا اور عورت کو تراتا ہے۔ اس اتار چڑھاؤ کو خوب ذہن نشین کرتا ہے اور اُس کی **بیلنس** کے قائم رکھنے کی ضرورت کو سنوا تا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عورت کو مرد کی سچی جوڑی دار بننے کی رہنمائی کرتا ہے۔ اگر عورتوں میں عملی مذاق اور دیگر امور ضروریہ اُن کی خلقی کم زوری اور دیگر موانع سے مردوں کے برابر سرا بر نہ ہوں تو خیر نہ ہوں مگر اتنا فرق بھی نہ ہو کہ جو ہر قدم پر کھٹکے۔ بھلا عورت

اور کچھ نہ ہو تو اتنی تو ضرور ہو کہ وہ اپنے شوہر کی مفید صلاح کار
اور لائق مددگار اور سچّی وفادار بن سکے اور اگر یہ نہیں تو کچھ بھی
نہیں نرا ڈھوڈا ہی ڈھوڈا یا خاک کا تودہ ہی ایک بت ہے جس کو
عمدہ لباس اور زیور سے تو سجا دیا ہے مگر اُس میں جان نہیں
وہ کس کام کا - ہوا نہ ہوا برابر - امورِ خانہ داری اور پرورشِ
اولاد کی دُہری دُہری بھاری ذمہ داریاں یہ بھاری بوجھ قدرت
نے عورتوں کے سر دھرا ہے - بے علمی اور جہل گھر کا خاکہ اُڑا دیتا ہے
جب تک لڑکیاں کم عمری سے ٹرین نہ کی جائیں اور پہلے سے
ان اہم فرائض کے لیئے میکے میں طیار نہ کی جائیں تو ایک
ناتجربہ کار سے کیسے توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ اس بھاری بوجھ کو
اُٹھا سکے گی - گھر کا بنانا سنوارنا شوہر کی کمائی کو ٹھکانے سر
لگانا یہ دونوں کام عورتوں ہی کے ہیں - اُن کی خوش سلیقگی
اور بد سلیقگی گھر کے ایک نظر دیکھنے ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے -
کسی کے کہنے سننے یا بتلانے اور جتلانے کی ضرورت نہیں -
عیاں راچہ بیاں - یہ کتاب خانہ داری کا **مکمل دستور العمل** ہے
یا طرز زندگی کا ایک **عملی سبق** ہے یا خوش کُن پیرائے اور میٹھی
بولی میں نصیحت کی تلخ گولی شہد میں گھولی ہے - گو یہ کتاب دراصل

بشریٰ بیگم کے لیے لکھی گئی ہے لیکن بابِ نصیحت مفتوح ہے جس کا
دل چاہے اور جسے خدا توفیق دے اس سے بہرہ یاب اور
مستفید ہو۔ پند و نصائح کے موتی بکھیر دیئے ہیں جلد سمیٹ لو
یہ کتاب جناب مصنف نے اپنی دختر اکبر کے جہیز میں دینے کے لیئے
لکھی ہے جس میں اُن کے بچپن سے لے کر اس وقت تک کے حالات
بے کم و کاست موجود ہیں گویا بشریٰ کی سوانح عمری ہے۔ قابل مصنف نے
تصنیف و تالیف کا سرمایہ اپنے والد ماجد علامۂ دہر مولوی
نذیر احمد صاحب مرحوم سے ورثے میں پایا ہے جس کو انھوں نے خوب بڑھایا ہے۔
اُن کی متعدد تصانیف چاروں طرف پھیلی پڑی ہیں واقعات کا نقشہ
اُتارنا۔ بات کو کانوں کے ذریعے سے دل میں اُتار دینا۔ عورتوں
کی زبان۔ اہلِ زبان کے محاورات۔ عبارت کی برجستگی سب ہی کچھ
اللہ تعالیٰ نے اپنے فیضان سے مصنف کی زبان اور قلم کو دیا ہے۔ یہ
کتاب شروع سے لے کر آخر تک۔ نہیں اس کی ایک ایک سطر موتیوں
کی لڑی ایک ایک حرف دُرِّ شہوار ایک ایک نقطہ گوہر آبدار ہے جس سے
پڑھنے والوں کا دل نثار ہے۔ پیاری بہن بشریٰ کے لیئے جو
قیمتی اور گراں بہا جہیز ہمارے ہاتھوں تیار ہوا ہے وہ ایک طرف
اور یہ کتاب ایک طرف۔ وہ عارضی ہے یہ مستقل مصنف نے جو یہ عمدہ

اور بہترین عطیہ اپنی صاحب زادی کو دینا تجویز کیا ہے شک نہیں کہ بہت قابلِ قدر ہے۔ اس کتاب کے حصۂ اول کی مخاطبِ صحیح بشریٰ ہیں یا آپ کہہ رہا ہے ہونہار بیٹی گوش دل سے سن رہی ہے۔ اوپر والے مزے لے رہے ہیں۔ حصۂ دوم کی کچھ اور ہی بہار ہے بڑے بڑے مصنّفین اور شعراے قادر الکلام کا دربارِ دُربار ہے۔ ضمیمۂ اول میں مضامین نثر اور ضمیمۂ دوم میں مضامین نظم کا تختۂ پُربہار کھِلا ہوا ہے۔ اس تختۂ گلزار پر عجب نکھار ہے۔ رنگ برنگ کی کیاریاں مختلف قسم کے خوش بو دار پھولوں سے کھلی ہوئی دماغ اور مشامِ جاں کو اپنی مہک سے معطّر کر رہی ہیں ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔ یہ کتاب اس پایہ کی ہے کہ ہر گھر میں ہونی چاہیئے۔ یہ کتاب نری دل کا بہلاوہ اور وقت تیر کرنے کا ذریعہ نہیں ہے بلکہ ایک بہت بڑا پند نامہ ہے۔ عورتیں اس بتائے ہوئے رستے پر آنکھ بند کرکے چلیں ہر مشکل آسان ہوگی اور منزلِ مقصود ناک کی سیدھ میں پہنچ جائیں گی۔ ہم کو مولوی صاحب سے اُن کی لائق بیوی کے اُٹھ جانے کے صدمے میں گہری ہمدردی ہے۔ کہاں ہیں وہ مرد جو عورتوں میں کیڑے ڈالتے ہیں آئیں اور دیکھیں کہ گو اُن کو سدھار کر دس برس ہو گئے مگر اُن کی ایک ایک بات کو یاد کرکے شوہر کی آنکھیں جھڑیاں برساتی ہیں۔ سنتے ہیں کہ مردوں کے نزدیک

بیوی کی مرگ کہنی کی چوٹ ہے مگر میاں تو دل کی چوٹ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ ادھر بیوی مری اُدھر بچوں کی پلید ہوئی۔ بیوی ایک محبت کی سوت ہے جس سے الفت کا چشمہ جاری رہتا ہے جو اولاد کو سیراب کرتا ہے۔ جب وہ چشمہ سوکھ گیا یہ پودے بھی مرجھا گئے۔ لیکن دیکھنے والے دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحب نے اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کو کس طرح پالا۔ ماں کی ممتا بھی ان میں آ کر ان کی محبت دوبالا ہو گئی۔ باپ تو یہ ہیں ہی مگر اب ماں بھی یہی ہیں۔ میں عورتوں کی طرف سے لائق و فائق مصنف کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ انھوں نے صرف عورتوں کی بہتری اور بہبودی اور ان کو زیادہ مقبول اور خوش حال بنانے کے لیے اپنی بے بہا تصانیف میں ایک اور کڑی جوڑ دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق دے کہ آپ کی ہدایات پر چل لیں۔ آپ نے ہمارے سے زبان فرقہ پر بڑا احسان کیا ہے اس کی جزا آپ کو خدا دے۔

؎ خلق از جزائے ہنر تو کردن مقصر است ٭ پروردگار خلق تو اندر جزائے تو

خدا کرے کہ آپ بہت دنوں بہ کامرانی و شادمانی زندہ رہیں اور اپنی درفشانی سے قوم کو مالا مال کرتے رہیں۔ آخر میں میری یہ عرض ہے کہ کتاب چھپتے ہی اس کی پیاسی خشک نہ ہونے پائے کہ ایک نسخہ آ کر مجھے سیراب کر جائے۔ گو میں اس کا مسودہ بالاستیعاب ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ دیکھ چکی ہوں مگر دل ابھی سیر نہیں ہوا۔

؎ تمنا یہ جو تھی سو اب بھی ہے ٭ بیٹھی ہی جاتی ہوں ہیں گو چلا نہیں جاتا
غضب ہے شوق رسائی و دوری منزل

لخت جگر پر کئی ریویو آچکے ہیں مگر کتاب کی ضخامت ان کے اندراج کی مانع ہے۔ اشرف جہاں بیگم صاحبہ کا ریویو اس وجہ سے بالخصوص درج کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ عورتوں نے اس

## قطعۂ تاریخ از فکر سلیم ابو نعیم محمد موسیٰ علیمؔ مراد آبادی تلمیذ جناب وحشت کلکتوی

اجلۃ الفضلا مولوی بشیر الدین — شرابِ علم کا چلتا ہے جن کی محفل میں

کتابِ "لختِ جگر" جب انھوں نے کی تصنیف — خیال مجھ کو بھی تاریخ کا ہوا فی الفور

جو دیکھیں قابلِ غور اس میں بیشتر باتیں — علیمؔ! مادہ بھی خوب نکلا "قابلِ غور"

۱۳۳۹ھ

## از جناب محمد موسیٰ صاحب مراد آبادی

ایں گنجِ معانی چو پر از لعل و گہر شد — از بہرِ عروسانِ قرون از زیور زر شد

جستند ز تاریخ چو اربابِ معانی — گفتیم کہ "سامانِ طربِ لختِ جگر شد"

۱۹۶۲

## قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب مولوی محمد فضل ستار صاحب امروہوی

بشیر ما چو نوشتہ رسالۂ رنگیں — برائے بشریٰ کہ او راست بہترین جوہر

امورِ خانہ و اخلاق و پند و حکمت و شعر — سراپا نثرِ دل آویز و نظمِ شیریں تر

ہمیں زیورے بہرِ جود فہم و ذکا — کہ لفظ لفظ از زور و کششِ در و گوہر

بسالِ طبع چو ایمائے لا ابالی شد — عروسِ طبع بگفتا "عجوبہ لختِ جگر"

۱۳۳۹ھ

## قطعۂ تاریخ نوشتۂ جناب شیخ محمد محسن کوکبؔ مراد آبادی تلمیذ عالی جناب وحشت کلکتوی

"لختِ جگر" کے جلوے سے روشن ہے کی نگاہ — سامانِ شوقِ خاطر و ذوقِ نظر ہوا

ہے حضرتِ بشیر کی لکھی ہوئی کتاب — جس نے کہ پڑھ لیا اسے وہ باخبر ہوا

سچ تو یہ ہے کہ پند و نصیحت کی جان ہے — یہ نسخۂ عجیب کہ کحل البصر ہوا

کوکبؔ حزیں سے ہاتفِ غیبی پوچھا سال — بولا کہ "ہدیۂ گلِ لختِ جگر ہوا"

۱۳۳۹ھ

تمت بالخیر

# غلط نامہ حصۂ دوم لختِ جگر

غلط نامہ کتاب کی بدنمائی کا داغ ہی مگر اُس سے چشم پوشی اور بھی زیادہ قابلِ اعتراض ہی۔ بعض چھوٹی چھوٹی کتابت کی غلطیوں کی تصحیح سیاقِ عبارت سے خود بخود ہوسکتی ہی لیکن وہ غلطیاں جن سے نفسِ مضمون پر اثر پڑے اُن کا درست کرلینا فہمِ مطلب کے لیئے ضرور ہی۔ مجھ کو اتنا بڑا غلط نامہ لگاتے ہوئے افسوس کے علاوہ شرم بھی آتی ہی مگر جو بات میرے بس کی نہ ہو میں معذور اور قابلِ معافی ہوں خیر اور غلطیاں جیسی کچھ بھی ہوں کاتب صاحب کی مہربانی نے تھوڑی سی غلطی صفحہ اندازی میں بھی ہوگئی۔ ناظرین اُسے ضرور درست فرمالیں۔ وھو ھذا ۔

| غلط | صحیح | غلط | صحیح | غلط | صحیح | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۸۳ | ۸۲ | ۳۱۹ | ۳۱۱ | ۳۱۰ | ۳۱۸ | ۲۳۶ | ۳۳۶ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۱۴ | ۱۲ | بالعل | بالکل | ۲۳ | ۱۸ | سی | ہی |
| ۱۹ | ۱۷ | ہیں | میں | ۲۹ | ۱۳ | باائی | باقی |
| ۲۰ | ۴ | دوسرہ | دوسرے | رر | ۱۶ | رباعاں | رباعیاں |
| رر | ۱۱ | سم | ہم | ۳۰ | ۸ | پھرجاتا | پھرتا |
| رر | آخر | و | دو | رر | ۹ | مر | سر |
| ۲۱ | ۱۵ | ایک | ایک فرقہ | ۳۱ | ۵ | باخدا | ناخدا |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۲ | ۱۴ | مشتتہ | مشتبہ | ۵۷ | ۱۳ | بہ | یہ |
| ۳۳ | ۲ | یہ یہ | پہ یہ | ۶۴ | ۲ | ـ | × |
| ۳۵ | ۷ | جیسے | جیسے | ۶۶ | ۱۸ | درحت | درخت |
| ۳۶ | ۱۷ | دولت کی | × | ۶۷ | ۷ | براق | بڑاق |
| ۳۷ | ۱۴ | بڈھا | بُڈّھا | ۶۸ | ۱۰ | جنس | جنس پر |
| ۳۹ | ۵ | مگر | × | ״ | ۱۷ | بدالی | بدولی |
| ۴۰ | ۱ | غرض | غرض | ۶۹ | ۱۴ | تیسرے | تیرسے |
| ״ | ۸ | بعد | بعد | ۷۱ | آخر | بجرنی | بھرنی |
| ۴۱ | ۶ | لیے | لیئے | ۷۴ | ۱۱ | طرح | طرح |
| ״ | ۷ | نے | نے خدا | ״ | ۱۵ | بھرار | بھرمار |
| ۴۲ | ۱۷ | اک | ایک | ۸۰ | ۲ | سمش | شمس |
| ۴۳ | ۲ | پرستش | پرستش | ۸۲ | صفحہ | ۸۳ | ۸۲ |
| ۴۶ | ۱۵ | سفید خیالات | مفید خیالات | ״ | ۶ | ڈھکنا | نہ ڈھکتا |
| ۵۰ | ۵ | زور | روزے | ״ | ۱۱ | بیرا | × |
| ۵۲ | ۷ | اتاب | اتا بپا | ۸۳ | ״ | چاہیے | چاہیئے |
| ۵۵ | ۱۷ | روپیہ | روپیئے | ״ | ۱۶ | بدبو تعفّن | تعفّن بدبو |
| ۵۶ | ۶ | پلیش | پلیشی | ۸۴ | ۷ | دلت | غفلت |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۸۴ | ۱۲ | اسی | کسی | ۱۳۱ | ۱۷ | ویہات | دیہات |
| ؍؍ | ۱۵ | سو | ہو | ۱۳۲ | ۵ | بچارہی | بچا رہی |
| ۸۵ | ۱۰ و ۱۱ | اس ہوا میں جو سینے ہمارے بدن میں ہیں لینے کے لیے ہے | × | ؍؍ | ۱۰ | ہو | ہوں |
| ۱۰۰ | ۱۶ | کپرے | کپڑے | ؍؍ | ۱۴ | بھسنا | بھینسا |
| ۱۱۰ | ۵ | زکواۃ | زکوٰۃ | ۱۳۴ | ۱۱ | بھی | × |
| ۱۱۴ | ۳ | کھاتے | کھانے | ۱۳۵ | ۱۲ | ادہام | اوہام |
| ؍؍ | ۸ | لی | کی | ۱۳۸ | ۱۶ | سوا | ہوا |
| ۱۲۳ | ۱ | مانگینا | مانگنا | ۱۴۴ | ۱۵ | ی | ہی |
| ؍؍ | ۶ | تاکہ | ناکہ | ۱۴۸ | آخر | ہیوا | ہوا |
| ۱۲۵ | ۶ | اس | اس نے | ۱۱۵ | ۱۸ | پھنسے سوئے | پھنسے ہوئے |
| ؍؍ | ۸ | نہیین | نہیں | ۱۵۳ | ۷ | بلن | بن |
| ؍؍ | ۱۸ | الزام ر | الزام سر | ۱۵۶ | ۱۰ | گھپٹ | گھٹپ |
| ۱۲۶ | ۱۲ | ہوسے | ہوئے | ؍؍ | ۱۷ | مزمحل | مضمحل |
| ۱۳۰ | ۲ | اٹھہی | اٹھ | ۱۶۰ | ۷ | وسے | وہ |
| ۱۳۱ | ۱۱ | نو سمجھا | تو سمجھا | ۱۶۱ | ۲ | ملبوس | بلوس |
| ؍؍ | ۱۴ | سردکا ہاتھ پاوک | سرداروں کا ہاتھ پاؤں | ؍؍ | ۱۶ | انگرزی | انگریزی |
| ؍؍ | ۱۶ | بوت | بات | ۱۶۳ | ۱۰ | گاری | گاڑی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۱۶۴ | آخر | بڑتاؤ | برتاؤ | ۱۸۸ | ۱۱ | سرسیمہ | سراسیمہ |
| ۱۶۵ | ۱ | ہے | دیوتاؤں کی پیشانی پر لگایا جاتا ہے | ۱۸۹ | ۱۳ | کی | کی پروا |
| 〃 | ۵ | کے | کی | ۱۹۵ | ۵ | حَلم | حِلم |
| 〃 | ۱۵ | فعل۔ | فعل | ۲۰۰ | ۱۲ | حفا | خفا |
| ۱۶۷ | ۶ | دولت رہی | دولت کو اپنی ہی | ۲۰۱ | ۴ | کرنے | کرنے والے |
| ۱۶۹ | ۵ | چاہ بنا | × | 〃 | ۱۴ | کوئ | کو |
| ۱۷۲ | ۱۵ | یوشیدہ | پوشیدہ | 〃 | ۱۷ | روسے | روئے |
| 〃 | ۱۸ | ز آخرت میں) | (آخرت میں) | ۲۱۱ | ۹ | تَعض | بَعض |
| ۱۷۳ | ۱۶ | بنہ | نہ | 〃 | 〃 | تحیلسوا | تجسّسوا |
| ۱۷۵ | ۱۳ | ایجاد | ایجاد | 〃 | ۱۹ | بیچیتے | بچتے |
| 〃 | ۱۴ | آپ | آپ بنا | ۲۱۸ | ۴ | ماں | ما |
| ۱۷۷ | ۷ | خوتی | جوتی | ۲۱۹ | ۹ | لڑ | لڑا |
| ۱۷۹ | ۸ | ہے بوُاس | ہے جو اس | ۲۲۰ | ۵ | تکلبف | تکلیف |
| ۱۸۳ | ۲ | ہے | ہے | ۲۲۳ | ۲ | امیں | اس |
| 〃 | ۱۸ | گرہوں | گروہوں | ۲۲۵ | ۱۳ | علیکؑ | علیکؑ سلیک |
| ۱۸۴ | ۱۲ | ہبو | ہو | ۲۲۶ | ۱۵ | بینی | بنی |
| ۱۸۸ | ۸ | آسان | اوسان | ۲۲۷ | ۶ | حکم | حکم |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۲۲۷ | ۱۶ | بکہ | بلکہ | ۲۵۷ | ۱۸ | سنر | سفر |
| ۲۲۸ | ۳ | پونیچتی | پہونچتی | ۲۵۹ | ۱۷ | سکبتں | سکتیں |
| ۲۲۹ | ۸ | ادبدا | ادبدا | ۲۶۱ | ۱۰ | پرانا | پُرانا |
| ر | ۱۲ | شیوہ | شیوۂ | ۲۶۵ | ۲ | یر | پر |
| ۲۳۶ | ۷ | بہی | کبھی | ۲۶۶ | ۴ | پوتچھنے | پونچھنے |
| ر | ۹ | سوداکروں | سوداگروں | ۲۶۷ | ۱۸ | تہ | تہ نہ |
| ۲۴۰ | ۱۸ | سور | سود | ۲۶۹ | ۵و۶ | سلانیچی | سیلانیچی |
| ۲۴۱ | ۱۹ | زیورات | زیورات کا | ۲۶۹ | ۹ | تکیے | تکیئے |
| ۲۴۲ | ۶ | اُس | اِس | ر | ۱۵ | ڈوڑے | دوڑے |
| ۲۴۴ | ۶ | دِین | دِین تمھارا دین تم کو مبارک اور ہمارا ہم کو | ۲۷۴ | ۱۰ | چلو | جلو |
| ۲۴۷ | ۴ | نقائض | نقائص | ۲۷۸ | ۳ | بڑائی نہ مانو | بڑائی نہ مارو |
| ۲۵۰ | ۹ | لیتے | سیلتے | ۲۸۲ | ۴ | زوجیّں | زوجیّن |
| ۲۵۰ | ۱۲ | تھا۔ | تھا | ر | ۱۳ | غضب | غصب |
| ر | ۱۳ | تھا | تھا | ر | ۱۵ | اُرمانوں | ارمانوں |
| ر | ۱۷ | کنسبت | نسبت | ۲۸۵ | ۱۱ | توّیسندہ | نویسندہ |
| ۲۵۳ | ۱۶ | پھکتے | چکمتے | ۲۸۶ | آخر | دریدہ دینی | دریدہ دہنی |
| ۲۵۶ | ۱۴ | تھر | تھرڈ | ۲۸۷ | ۱ | تجارت | تجارب |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۲۹۲ | ۱۳ | او پر | اوپر | ۳۱۲ | ۱۲ | ے | سے |
| ۲۹۳ | ۶ | دایا | دیا | ر | ۱۸ | بُھلے | بھلے |
| ر | ۱۷ | سناری سمت | ساری ہمت | ۳۱۳ | ۶ | کھاتوں | گھاتوں |
| ر | آخر | خاور میں بے تکلفی ہوئی ہے | خاوند میں بے تکلفی ہوئی ہے | ر | ۱۷ | درمال | درماں |
| ۲۹۹ | ۱۲ | نکھنتے | نکھتے | ۳۱۴ | ۱۲ | انگارسے | انگارے |
| ۳۰۱ | ۱ | بے پردگی | بے پردگی | ۳۱۵ | ۱۳ | مضامین | مضامیں |
| ۳۰۳ | ۱۲ | تراود | تراود | ر | ۱۸ | خق | حق |
| ر | ۱۵ | غپارا | غباڑا | ۳۱۶ | ۱۶ | اُسسے | اُسنے |
| ر | ر | بگاڑ | بگاڑ | ۳۱۸ (۳۱۹) | ۶ | یوجی | بوجی |
| ۳۰۶ | ۴ | سں | سب | ر | ۱۳ | متھرا | اُترا |
| ر | ۱۲ | بروں | بِروں | ۳۲۰ | ۱۵ | نگری | نگری میں |
| ر | ۱۵ | جال | جاں | ۳۲۱ | ۶ | ہین نجع | ہیں نوح |
| ر | ۱۷ | بچھویا | پچھوّیا | ر | ۷ | لیجیے | لیجے |
| ر | ۱۸ | جنیسوں | جَیسُتن | ر | ۷ و ۹ | کیجیے | کیجے |
| ۳۱۰ | ۱۵ | ٹھیرایا | ٹھیرا | ر | ۱۱ | پوچھیگا | پو چھیگا |
| ۳۱۲ | ۸ | ستل | سیتل | ر | ۱۳ | جاوں | جاؤں |
| ر | ۹ | دن رات | رات دن | ۳۲۲ | ۹ | یشوق | شوق |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۲۳ | ۶ | پچھڑا | پچھرا | ۳۳۰ | ۸ | زمانے ر | زمانے |
| ۳۲۵ | ۵ | سحر | سے | ۳۳۱ | ۲ | ان | اُن |
| ״ | ۱۳ | سوش | ہوش | ״ | ۱۷ | اندز | انداز |
| ״ | آخر | بھاتا | بھاٹا | ۳۳۲ | ۴ | ہنستے | وہ ہنستے |
| ۳۲۶ | ۴ | آوازین | آوازیں | ״ | ۱۱ | انکوٹھا | انگوٹھا |
| ۳۲۷ | ۱۱ | کیا | کاہی | ۳۳۳ | ۳ | شءام | شام |
| ״ | ۱۵ | چیرنے | چرنے | ״ | ۱۴ | میری یہ | تیری۔ یہ |
| ״ | آخر | گوارہ | گوارا | ״ | ۱۵ | ورہا | تورہا |
| ۳۲۸ | ۱ | ہول | ہو | ״ | ۱۶ | ح | لوح |
| ״ | ۲۰ | ہیں | نہیں | ״ | ۱۷ | وروارشاد | نوروارشاد |
| ״ | ۴ | فرق | فراق | ۳۳۴ | ۲ | ناباں | تاباں |
| ״ | ۸ | حُبِّ | کہ حُبِّ | ״ | ۱۳ | اود | اور |
| ״ | ״ | حمن | چمن | ״ | ۱۵ | نیکـ | نیک |
| ״ | ۱۴ | نقصاں | نقصان | ۳۳۶ (۳۳۴) | ۱۱ | کچھ | گچھ |
| ۳۲۹ | ۱۳ | ہما | ہمارا | ۳۳۸ | ۸ | سلئے | لیئے |
| ۳۳۰ | ۵ | ہم | تم | ۳۳۹ | ۱۰ | اُس | اِس |
| ״ | ۶ | منزل | منصب | ۳۴۰ | ۱۳ | سچ | سچ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۴۱ | ۴ | کی | کمی | | | | |
| ؍؍ | ۶ | مں | میں | ۳۵۴ | ۳ | ببسکٹ | بسکٹ |
| ؍؍ | آخر | بالم | عالم | ؍؍ | ۲۰ | بیا-ہی | بیاہی |
| ۳۴۲ | ۵ | شان | سماں | ۳۵۶ | ۳ | لرہی | گرہی |
| ۳۴۵ | ۲ | زز ندہ | نہ زندہ | ؍؍ | ۱۲ | الوالغرمی | الولوالعزمی |
| ؍؍ | ۵ | خانمان | خانماں | ۳۵۸ | ۳ | ہے | ہجر |
| ؍؍ | ۲ | سس | جس | ؍؍ | ۱۵ | ہیں | ہیں |
| ؍؍ | ۱۳ | بچھلے | پہلے | ۳۵۹ | ۹ | زییں | زمیں |
| ۳۴۶ | ۲ | پچیزیں | چیزیں | ۳۶۰ | ۱۴ | جا ئیگا | جائے گا |
| ؍؍ | ۴ | یمن | میں | ۳۶۱ | ؍؍ | محت | محنت |
| ؍؍ | ۱۵ | یڑھتے | پڑھتے | ۳۶۲ | ۷ | گرسے | کرسے |
| ۳۴۷ | ۳ | ہیں | نہیں | ۳۶۵ | ۱۸ | زیان | زباں |
| ؍؍ | ۱۲ | میری | ہیری | ۳۶۶ | ۱۱ | آ ح | آج |
| ۳۴۹ | ۶ | ب چھوڑ | سب چھوڑ | ۳۶۷ | ۷ | صدِر | صدرِ |
| ۳۵۱ | ۱۷ | اخترو | اختر بھی | ۳۶۸ | ۱۱ | نقصاں | نقصان |
| ۳۵۲ | ۳ | جلتی | چلتی | ۳۷۰ | ۳ | تو ہیں | توہین |
| ۳۵۳ | آخر | رنجچھ | رنجھ | ۳۷۲ | ۵ | ا ئیوں | بُرائیوں |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۳۷۴ | ۴ | آ ہونے | آ ہوئے | ۴۱۷ | ۷ | ہوے | ہوئے |
| ۳۷۸ | ۹ | ہوے | ہوئے | ،، | ۹ | دوا | دوا |
| ۳۷۹ | ۸ | اک | اکُ | ۴۲۸ | ۵ | ڈکھاتا | ڈکھاتا |
| ،، | ۱۴ | کیارہ | گیارہ | ،، | ۱۲ | پڑھوا تھا | پڑھتا تھا |
| ،، | ۱۹ | حبت صفر | محبت صفر | ۴۳۰ | ۷ | خواتگار | خواستگار |
| ۳۸۳ | ۹ | مں | میں | ،، | ۱۰ | تجھ | تجھ کو |
| ۳۸۵ | ۱۶ | کجھ | کچھ | ،، | ۱۵ | کہتے | کہتے ہیں |
| ۳۸۶ | ۱۱ | ستنکم | ستنگم | ۴۳۱ | ۱۸ | دھولی کبھی | ڈھولی کبھی |
| ۳۸۸ | ۱۲ | سرما | سُرما | ۴۳۲ | ۸ | رحجان | رُجحان |
| ۳۹۴ | ۸ | اچنبے | اچنبے کا | ۴۴۱ | ۱۷ | پہیے | پہیئے |
| ۳۹۷ | ۷ | چلانا | چلاتا | ۴۴۳ | ۷ | ستجو | جستجو |
| ۴۰۲ | ،، | چریاں | چڑیاں | ،، | ۱۴ | حسیں | حسین |
| ،، | ۹ | سہارنی | سہانی | ۴۴۴ | ۵ | وارفتة | وارفتہ |
| ۴۰۳ | ۱۳ | مرے | میرے | ۴۵۰ | ۱۳ | دتھال | وہ تھال |
| ۴۰۷ | ۳ | پکھولوں | پھولوں | ۴۵۱ | ۱۷ | پر | پرکھی |
| ۴۰۸ | ۹ | جا | جاتا | ۴۵۵ | ۲ | بیجا ہیں | بیجا نہیں |
| ۴۰۹ | ۱۵ | ہیں | دو ہیں | ،، | ۵ | میری | مری |
| ،، | ۱۷ | لگا | لگا ،، | ،، | ۴ | دکھاتی | دکھا دیتی |
| ۴۱۶ | ۶ | رہین | رہیں | ۴۵۸ | ۳ | سوستی | موسنی |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| ۱ | ۲ | ۳ | ۴ | ۱ | ۲ | ۳ | ۴ |
| ۴۵۸ | ۱۶ | خو | خوب | | | | |
| ۴۵۹ | ۸ | اُسن | آمس | ۵۰۹ | ۲ | زمیں | زمین |
| ۴۶۰ | ۱۲ | بوالعجب | بُوالعجب | ۵۱۰ | ۱۴ | ہر | ہر |
| ۴۶۳ | ۳ | بو | لو | ۵۱۴ | ۹ | سفر | سقر |
| ״ | ۴ | قال وقیل | قالؔ وقیل | ۵۱۵ | ۲ | گنگیں | گئیں |
| ۴۷۲ | ۱ | کانپتا | ہانپتا | ״ | آخر | سکتے | سکتے |
| ۴۷۴ | ۱۵ | دل | دل میں | ۵۲۲ | ״ | سیدھی | سیدھی |
| ۴۸۲ | ۱ | رورو | روبرو | ۵۲۸ | ۹ | نامنِ | ناخن |
| ۴۹۱ | آخر | حیث | چشمہ | ۵۳۷ | ۱۶ | ماتہ | ماتم |
| ۴۹۲ | ۳ | پہیں | پیئیں | ۵۴۰ | ۱۱ | گر | کر |
| ״ | ۸ | اؤ | ناؤ | ۵۴۹ | ۶ | سلاطیں | سلاطین |
| ۴۹۹ | ۱۵ | آئنے | آئینے | ۵۵۳ | ۱۶ | منظر | منظر۔ |
| ۵۰۷ | ۵ | گیے | گئے | ۵۵۴ | ۱۴ | آسماں | آسمان |
| ״ | آخر | نہ ہدا | نہ ہرا | ۵۵۵ | ۱۵ | جاتی | بنائی جاتی |
| ۵۰۸ | ۱۵ | جوں | جواں | ۵۵۷ | ۴ | کی | کا |
| ״ | ۱۶ | تار مار | تار تار | ۵۶۰<br>۵۶۴ | ۱۳<br>۱۵ | کے<br>سوا | کو<br>ہوا |

الٰہی تیرا شکر کہ غلط نامہ تمام ہوا

| کتاب | قیمت | جلد | محصول ڈاک |
|---|---|---|---|
| [۱۱] **مرأۃ العروس**۔ لڑکیوں کو امور خانہ اور سلیقہ سکھلانے کی سب سے بہتر کتاب جو بوجہ شہرت محتاج تعریف نہیں جس پر گورنمنٹ سے ایک ہزار روپیہ انعام ملا۔ ہمارا ایڈیشن خوش خط۔ کاغذ عمدہ | عہ/ | • | ۴/ |
| [۱۲] **بنات النعش**۔ مرأۃ العروس کا دوسرا حصہ جس سے لڑکیوں کی اصلاح حالت اور ترقی علم مقصود ہے گورنمنٹ سے پانسو روپیہ انعام ملا۔ ہمارا ایڈیشن خوش خط۔ کاغذ عمدہ۔ ۔ ۔ | عہ/ | • | ۴/ |
| [۱۳] **توبۃ النصوح**۔ نیک کرداری اخلاق اور مذہبی تعلیم کا بیش بہا ذخیرہ جس پر گورنمنٹ سے ہزار روپیہ انعام ملا۔ ہمارا ایڈیشن۔ خوش خط۔ کاغذ عمدہ ۔ ۔ ۔ ۔ | عہ/ | • | ۴/ |
| [۱۴] **محصنات**۔ دو شادیاں کرنے کی خرابیاں۔ آخر میں ایک مؤثر مخمس۔ ہمارا ایڈیشن | ۴عہ/ | • | ۴/ |
| [۱۵] **رویائے صادقہ**۔ خواب کے پیرایہ میں تمامی مذاہب سے بحث کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جو اس کتاب میں جتنی باتیں بھی ٹھیک جانتا ہو اس کا اسلام کیا۔ ہمارا ایڈیشن ۔ ۔ ۔ | ۴عہ/ | • | ۴/ |
| [۱۶] **ابن الوقت**۔ انگریزی کورانہ تقلید کی خرابیاں۔ نہایت معقول مذہبی بحث۔ ہمارا ایڈیشن | ۸عہ/ | | ۴/ |
| [۱۷] **ایامی**۔ بیواؤں کی دکھ بھری کہانی خود ان کی زبانی اور نکاح ثانی کی تحریک۔ ہمارا ایڈیشن | ۴عہ/ | | ۴/ |

[۱۸] **موعظۂ حسنہ**۔ تعلیم کے متعلق خطوط کا مجموعہ ہر لڑکے کو پڑھنا چاہیئے۔ ۴عہ ۴/ [۱۹] **منتخب الحکایات**۔ بچوں کے لیئے چھوٹی چھوٹی کہانیاں ۳/ ۲/ [۲۰] **صرف صغیر**۔ فارسی گرامر ۳/ ۲/ [۲۱] **نصاب خسرو**۔ حضرت امیر خسرو کی خالق باری طرز جدید پر ۲/ ۳/ [۲۲] **رسم الخط** املا اور انشا کے ضروری قواعد بچوں کے لیئے ۲/ ۳/ [۲۳] **مبادی الحکمۃ**۔ منطق کا رسالہ۔ بہت سلیس اردو میں۔ عہ/ ۴/ [۲۴] **ما یغنیک فی الصرف**۔ صرف عربی کے قواعد سلیس اردو میں عام فہم۔ ۱۳/ ۳/

| کتاب | قیمت | جلد | محصول ڈاک |
|---|---|---|---|
| [۲۵] **لکچروں کا مجموعہ**۔ دو ضخیم جلدوں میں جس میں (۴۴) لکچر ہیں (۱۲۰۴) صفحے ہیں۔ ہر دو جلد | ۸عہ/ | • | ۹/ |
| [۲۶] **مطالب القرآن**۔ اردو تفسیر قرآن کی پہلی جلد نامکمل بوجہ وفات مصنف۔ بجائے لاگت موجود | عہ/ | • | ۳/ |

(ہمارے یہاں سوائے ہماری اپنی کتابوں کے دوسری کتابیں فروخت نہیں ہوتیں۔ تجار کمیشن کی شرح لکھ کر طے کریں)

ملنے کا پتہ:- **بشیر الدین احمد** تعلقہ دار پنشنر۔ کھاری باؤلی دھلی

# اعلان

یہ کتاب حسب قانون مجریہ وقت رجسٹری شدہ ہی بلا اجازت اسکا چھاپنا یا چھپوانا منع ہی۔

## اسی مصنف کی اور کتابیں

حرز طفلان۔ نشاط عمر۔ عصائے پیری۔ یہ تینوں کتابیں لڑکوں جوانوں ادھیڑ عمر کے لوگوں کے لیے تلقین معاشرت و تعلیم نیکوکاری و اخلاق کی بہترین رہنما ہیں۔ اقبال دلہن حسن معاشرت اصلاح معیشت۔ یہ تینوں کتابیں مستورات کے لیے نہایت موزوں ہیں۔ کئی کئی ایڈیشن ہو چکے ہیں ٹکسٹ بک کمیٹیوں نے پسند کیا ہی۔ زنانہ مدارس میں جاری ہیں۔ نمبر ۶ پر سرکار سے انعام بھی ملا ہی لڑکیوں اور ہر عمر کی عورتوں کو ضرور پڑھنی چاہئیں بچیوں سے دو دو باتیں۔ نمبر ۱ تا ۳ کی طرز کی صرف کم عمر لڑکیوں کے لیئے۔ عزم بالجزم۔ ایک چھوٹا سا رسالہ استقامت ارادے پر۔ واقعات مملکت بیجاپور۔ دکن کی مکمل تاریخ جس پر ہزار روپیہ انعام ملا ہے۔ تین جلدوں میں (۱۲۸۷) صفحے۔ ساٹھ عکسی بلاک فوٹو۔ غیر مجلد۔ مجلد یکجا۔ محصول ۱۳ ار۔

واقعات دار الحکومت دہلی۔ دہلی کی نہایت مکمل اور مبسوط تاریخ مع حالات عمارات قدیمہ تین جلدوں میں (۲۳۶۶) صفحے (۲۰۹) قلمی نقشے اور تصویریں (۹) بلاک فوٹو یہ تاریخ (۱۳۳۰) برس قبل ولادت مسیح سے سنہ ۱۹۲۰ء تک کی ہی۔ کسی اور اردو کی کتاب میں دہلی کے متعلق اتنے مفصل حالات آج تک نہیں لکھے گئے۔ کم تعداد میں چھپی ہے شائقین جلد لیں۔

ہر سہ حصص غیر مجلد۔ تینوں حصے علیحدہ علیحدہ مجلد۔ جملہ ۔ محصول ڈاک۔

ہر سہ حصص

ملنے کا پتہ:۔ بشیر الدین احمد۔ متعلقہ دار پنشنر کھاری باؤلی دہلی